

حراطالان فے تفسیر القرآن

جلد دوم
پارہ 4.. تا 6

بفیضانِ کرم

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مہرورین و ملت شاہ

امام احمد رضا خان
علیہ رحمۃ الرحمن

بفیضانِ نظر

سراج الائمہ، کاشف الغمہ، امام اعظم، قلبہ الفہم حضرت مہتاج

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت و سادہ صریح



خوشخبری

علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں

<https://t.me/tehqiqat>
گوگل سے فٹاؤن لوڈ کرنے لے

<https://>

archive.org/details/

[@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

جدید و قدیم تفاسیر اور دیگر علوم اسلامیہ پر مشتمل
ذخیرہ کتب کی روشنی میں قرآن مجید کی آیات کے مطالب و معانی اور ان سے حاصل ہونے والے
دور و مسائل کا موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق انتہائی سہل بیان، نیز مسلمانوں کے عقائد، دین اسلام
کے اوصاف و خصوصیات، مسند کے نظریات و معمولات، مہادات، معاملات، اخلاقیات، باطنی امراض اور
معاشرتی ہمائیں سے متعلق قرآن وحدیث، اقوال صحابہ کرام، دیگر بزرگان دین کے ارشادات کی روشنی میں ایک جامع تفسیر
مع دور جموں کے

کَنْزُ الْأُمِّیِّکَ فِی تَرْجَمَةِ الْقُرْآنِ

از: اعلیٰ حضرت، مجدد دین و ملت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن

اور

کَنْزُ الْعُرَفَاءِ فِی تَرْجَمَةِ الْقُرْآنِ

مع

حِصَّةُ الْجَنَانِ فِی تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ

از شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابوالصالح محمد قاسم القادری رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

(دوران مطالعہ ضرورتاً اٹھ رات لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرما لیجئے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ علم میں ترقی ہوگی)

[illegible]

[illegible]

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب :	صراط الجنان تفسیر القرآن (جلد دوم)
مصنف :	شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابوالصلح محمد قاسم القادری رحمہ اللہ
پہلی بار :	محرم الحرام ۱۴۳۵ھ، نومبر 2013ء
تعداد :	12000 (بارہ ہزار)
ناشر :	مکتبہ المدینہ فیضان مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ، کراچی

مکتبہ المدینہ کی شاخیں

021-34250168 ☎	شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچیکراچی
042-37311679 ☎	داتا گوردوارہ مارکیٹ منج بخش روڈلاہور
041-2632625 ☎	امین پور بازارسرمد آباد (لیعل آباد)
058274-37212 ☎	چوک شہیدان، میرپورکشمیر
022-2620122 ☎	فیضان مدینہ آٹھری ٹاؤنہیدر آباد
081-4511192 ☎	نزدیک پبل دلی مسجد، اندرون یوٹر گیٹملتان
044-2550767 ☎	کالج روڈ بالقابل غوثیہ مسجد نزد تحصیل کونسل ہالاوکاڑہ
051-5553765 ☎	فضل داد پلازہ، کشمی چوک، اقبال روڈراولپنڈی
068-5571688 ☎	ڈرائی چوک، شہر کنارہخان پور
024-44382145 ☎	چکرا بازار، نزد MCBنواب شاہ
071-5619195 ☎	فیضان مدینہ، میراج روڈسکھر
055-4225653 ☎	فیضان مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہگوجرانوالہ
	فیضان مدینہ گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدرپشاور

E.mail: ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net

مدنی التجاء: کسی اور کو یہ کتاب چھاپنے کی اجازت نہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تفسیر ”صراط الجنان“ تفسیر القرآن کا مطالعہ کرنے کی نیتیں

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: ”يَتَى الْمُؤْمِنُ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهِ“ مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی ۶/۱۸۵ حدیث: ۵۹۴۲)

دعوتِ نبوی

❁ بغیر انھیں نیت کے کسی بھی عمل خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

❁ جتنی انھیں نیتیں زیادہ، اتنا ثواب بھی زیادہ۔

- (1) ہر بار تکوید (2) تسمیہ سے آغاز کروں گا۔ (3) رضائے الہی کیلئے اس کتاب کا اول تا آخر مطالعہ کروں گا۔
- (4) ہاوضو اور (5) قبلہ رومطالعہ کروں گا۔ (6) قرآنی آیات کی درست مخارج کے ساتھ تلاوت کروں گا۔ (7) ہر آیت کی تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر قرآن کریم سمجھنے کی کوشش کروں گا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دوں گا۔ (8) اپنی طرف سے تفسیر کرنے کے بجائے علمائے کلمہ کی لکھی گئی تفاسیر پڑھ کر اپنے آپ کو ”اپنی رائے سے تفسیر کرنے“ کی وعید سے بچاؤں گا۔ (9) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کروں گا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہوں گا۔
- (10) اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کروں گا اور بدعتیہ کی سے خود بھی بچوں گا اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی بچانے کی کوشش کروں گا۔ (11) جن پر اللہ عزوجل کا انعام ہوا ان کی پیروی کرتے ہوئے رضائے الہی پانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔
- (12) جن قوموں پر عتاب ہوا ان سے عبرت لیتے ہوئے اللہ عزوجل کی خفیہ تدبیر سے ڈروں گا۔ (13) شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات پڑھ کر اس کا خوب چرچا کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی محبت و عقیدت میں مزید اضافہ کروں گا۔ (14) جہاں جہاں ”اللہ“ کا نام پاک آئے گا وہاں عزوجل اور (15) جہاں جہاں ”سرکار“ کا اشم مبارک آئے گا وہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پڑھوں گا۔ (16) شرعی مسائل سیکھوں گا۔ (17) اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو علمائے کرام سے پوچھ لوں گا۔ (18) دوسروں کو یہ تفسیر پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (19) اس کے مطالعہ کا ثواب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (20) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ (ناشرین و مصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(شیخ طریقت امیر اہلسنت بنی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ) کے صراط الجنان کی پہلی جلد پر دیئے گئے تاثرات

کچھ صراط الجنان کے بارے میں.....

۱۴۲۲ھ (2002ء) کی بات ہے جب مفتی دعوت اسلامی الحاج محمد فاروق مدنی علیہ رحمۃ اللہ العلیی "چل مدینہ" کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھے اور اس سفر حج میں مجھے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بے حد کم گو، انتہائی سنجیدہ اور کثرت سے تلاوت قرآن کرنے والی اس نہایت پرہیزگار شخصیت کی عظمت میرے دل میں گھر کر گئی۔ مَعْنَى الْمَكْرَمَةِ زَادَ اللَّهُ خَيْرًا وَتَعْظِيمًا میں ہمارا مشورہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کے ترجمہ کنز الایمان کی ایک آسان سی تفسیر ہونی چاہئے جس سے کم پڑھے لکھے عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں، اَلْحَمْدُ لِلَّهِ مفتی دعوت اسلامی فہم بنی السیاسی اس بابرکت خدمت کے لئے بخوشی آمادہ ہو گئے۔ تجوزہ تفسیر کا نام صراط الجنان (یعنی جنتوں کا راستہ) طے ہوا۔ قَبْرُ كَأَمْكَ الْمَكْرَمَةِ زَادَ اللَّهُ خَيْرًا وَتَعْظِيمًا ہی میں اس عظیم کام کا آغاز کر دیا گیا، افسوس! مفتی دعوت اسلامی فہم بنی السیاسی کی زندگی نے ان کا ساتھ نہ دیا، 6 پاروں پر کام کر کے وہ (بروز جمعہ ۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ) پردہ فرما گئے۔

اللَّهُ رَبُّ الْعِزَّةِ كِي أَنْ پَر رَحْمَتِ ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

أَمِينَ بِجَاهِ النَّبِيِّ الْأَمِينِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

چونکہ یہ کام انتہائی اہم تھا لہذا اندنی مرکز کی درخواست پر شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی ابوصالح محمد قاسم قادری مدظلہ العالی نے اس کام کا از سر نو آغاز کیا۔ اگرچہ اس نئے مواد میں مفتی دعوت اسلامی کے کئے گئے کام کو شامل نہ کیا جاسکا مگر چونکہ بنیاد انہی نے رکھی تھی اور آغاز بھی مَعْنَى الْمَكْرَمَةِ زَادَ اللَّهُ خَيْرًا وَتَعْظِيمًا کی پڑ بہار

فضاؤں میں ہوا تھا اور ”صراط الجنان“ نام بھی وہیں طے کیا گیا تھا لہذا حصولِ برکت کیلئے یہی نام باقی رکھا گیا ہے۔

کنز الایمان اگرچہ اپنے دور کے اعتبار سے نہایت فصیح ترجمہ ہے تاہم اس کے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جو اب ہمارے یہاں رائج نہ رہنے کے سبب عوام کی فہم سے بالاتر ہیں لہذا اعلیٰ حضرت، امام المسلمت دَعَمَهُ اللہ تعالیٰ علیہ کے ترجمہ قرآن کنز الایمان شریف کو من و عن باقی رکھتے ہوئے اسی سے روشنی لیکر دورِ حاضر کے تقاضے کے مطابق حضرت علامہ مفتی محمد قاسم صاحب مدظلہ نے مَا شَاءَ اللہ سَزَّ جُلَّ ایک اور ترجمے کا بھی اضافہ فرمایا، اس کا نام کنز العرفان رکھا ہے۔ اس کام میں دعوتِ اسلامی کی میری عزیز اور پیاری مجلس، المدینۃ العلمیہ کے مَدَنی عُلَمَاء نے بھی حصہ لیا بالخصوص مولانا ذوالقرنین مَدَنی سلمۃ النبی نے خوب معاونت فرمائی اور اس طرح صراط الجنان کی 3 پاروں پر مشتمل پہلی جلد (کے بعد اب پارہ نمبر 4، 5 اور 6 پر مبنی دوسری جلد) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ الحاج مفتی محمد قاسم صاحب مدظلہ سمیت اس کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن و صراط الجنان فی تفسیر القرآن کے مبارک کام میں اپنا اپنا حصہ ملانے والوں کو دنیا و آخرت کی خوب خوب بھلائیاں عنایت فرمائے اور تمام عاشقانِ رسول کیلئے یہ تفسیر نفع بخش بنائے۔

اٰمِنْ بِجَاهِ النَّبِيِّ الْاَمِيْن صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ا صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد



۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ

20-04-2013

فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	آیت مبارکہ ”یَسْتَلُونَ اٰیٰتَ اللّٰهِ لَا تَاْتِیْہِمْ“ سے معلوم	1	نہیں
36	ہونے والے احکام	2	کچھ صراط الجنان کے بارے میں
41	کفار سے تعلقات کے بارے میں اسلام کی تعلیمات	10	پہلا باب
44	جنگِ واحد کا بیان	10	راو خدا میں اپنا پیارا مال خرچ کرنے کے 5 واقعات
	اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا مدد کرنا اور حقیقت اللہ تعالیٰ	14	کعبہ معظمہ کی خصوصیات
46	کا مدد کرنا ہے	16	بزرگوں سے نسبت کی برکت
47	والقہ بدر سے معلوم ہونے والے مسائل	17	حرم سے کیا مراد ہے؟
49	صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کی عظمت	17	حج فرض ہونے کے لئے ز اور اہ کی مقدار
51	سود سے متعلق وعیدیں	21	صلح کلیت کا رد
54	راو خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب	22	”خَبِلَ اللّٰہُ“ کی تفسیر
55	غصے پر قابو پانے کے 4 فضائل	22	جماعت سے کیا مراد ہے؟
56	غفور و کریم کے فضائل	23	جہنم سے بچنے کا سب سے بڑا وسیلہ
56	علم و غور کے دو عظیم واقعات	24	سب سے اعلیٰ نعمت
65	اعمال کے ثواب کا دار و مدار نیت پر ہے	25	مبلغ دین کا حکم
67	آیت ”وَمَا کَانَ لَہُمْ یَوْمٌ یَّوْمٌ“ سے حاصل ہونے والا درس	25	مبلغ دین سے متعلق 5 احادیث
	آیت ”لَمْ یَاْخُذْ لَہُمْ عَلَیْکُمْ مِّنْ بَعْدِ النِّعَۃِ اَمْنًا“ سے	28	اتفاق کا حکم اور اختلاف کے اسباب پیدا کرنے کی ممانعت
75	حاصل ہونے والا درس	30	قیامت کے دن روشن چہرے والے لوگ
	تاجدار رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے	32	اس امت کا اتحاد شرعی دلیل ہے
80	اخلاق کریمہ کی ایک جھلک	32	بنی اسرائیل اور مسیح محمدیہ کی افضلیت میں فرق
83	مشورہ اور توکل کے معنی اور توکل کی ترغیب	33	نیکی کی دعوت دینے کی ترغیب
85	خیانت کی مذمت		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
131	دنیا کی راحتیں اور جنت کی ابدی نعمتیں کس کے لئے ہیں؟	91	شہداء کی شان
134	اسلامی سرحد کی نگہبانی کرنے کے فضائل	93	شہداء کے 6 فضائل
135		99	بہی عمر پانا کیسا ہے؟
135	سورۃ نساء کا تعارف	101	علم غیب سے متعلق 10 احادیث
135	مقام نزول	104	زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وعید
135	آیات، کلمات اور حروف کی تعداد	104	بخل کی تعریف
135	"نساء" نام پر کئے جانے کی وجہ	104	بخل کی مذمت
135	سورۃ نساء کے فضائل	105	بخل کا طبعی اور عملی علاج
136	سورۃ نساء کے مضامین		انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی اللہ تعالیٰ
137	سورۃ آل عمران کے ساتھ مناسبت	106	کی گستاخی ہے
139	انسانوں کی ابتداء کس سے ہوئی؟	108	ایک اہم نکتہ
141	رشتے داری توڑنے کی مذمت	109	موت کی یاد اور اس کے بعد کی تیاری کی ترغیب
142	قیموں سے متعلق چند اہم مسائل	112	حقیقی کامیابی کیا ہے؟
144	کاخ سے متعلق 2 شرعی مسائل	113	دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے
146	مہر سے متعلق چند مسائل	116	علم دین چھپانا گناہ ہے
150	وراثت تقسیم کرنے سے پہلے فیروارثوں کو دینا	116	خود پسندی اور حب جاہ کی مذمت
152	قیموں کا مال ناحق کھانے کی وعیدیں	119	اللہ تعالیٰ کی شان
153	قیم کا مال کھانے سے کیا مراد ہے؟	120	سائنسی علوم حاصل کرنا کب باعث ثواب ہے
153	قیم کی اچھی پرورش کے فضائل	122	حکمند لوگوں کے اہم کام
157	وراثت میں وراثت کا مال تقسیم کرنے کی صورتیں	123	کائنات میں فکر کی ضرورت
158	اس کے علاوہ 2 اہم اصول	125	نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب
160	زنا کے ثبوت کے لئے گواہی کی شرائط	127	دعا قبول ہونے کے لئے ایک عمل
160	زنا کی مذمت	128	ہجرت اور جہاد سے متعلق احادیث

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
196	نیک بیوی کے اوصاف اور فضائل	162	توبہ کے معنی
196	کناح کیسی عورت سے کرنا چاہئے؟	164	کافر کے لئے دعائے مغفرت کرنے کا شرعی حکم
197	نافرمان بیوی کی اصلاح کا طریقہ	166	بیویوں پر ظلم و ستم کرنے والے غور کریں
197	شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ رکھیں	167	مثبت و منفی سوچ کے فوائد
198	بیوی جب اپنی غلطی کی معافی مانگے تو اسے معاف کر دیا جائے	168	زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے
200	بندوں کے باہمی حقوق	169	خلوت میحور کی تعریف اور اس کا حکم
204	ریا کاری کی مذمت	173	پانچ حوائف پیاسہ
205	شیطان کے بہکانے کا انداز	174	جنگی قیدیوں سے متعلق اسلام کی تعلیمات
210	اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہر ایک کو ڈرنا چاہئے	175	مہر کے چند ضروری مسائل
212	نشے کی حالت میں کلمہ کفر پڑھنے کا حکم	175	عورت سے نفع اٹھانے کی جائز صورتیں
213	تحیم کا طریقہ	177	باندی سے کناح کرنے کے متعلق 2 شرعی مسائل
213	تحیم کے 2 احکام	178	کناح کا شرعی حکم
218	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام	181	مکک کی خوشبو میں بے ہوئے بزرگ
218	حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام	182	حرام مال کمانے کی مذمت
219	مغفرت کی امید پر گناہ کرنا بہت خطرناک ہے	183	تجارت کے فضائل
219	حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام	184	تجارت کے آداب
221	خود پسندی کی مذمت	185	خود کو ہلاک کرنے کی صورتیں
223	طاغوت کا معنی	188	کبیرہ گناہ کی تعریف اور تعداد
227	اسلامی تعلیمات کے شاہکار	189	گناہوں سے متعلق 3 احادیث
227	قاضی شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عادلانہ فیصلہ	189	کبیرہ گناہوں کے بارے میں مشہور حدیث
229	نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت فرض ہے	190	چالیس گناہوں کی فہرست
	بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر	192	دل کے صبر و قرار کا نسخہ
235	ہو کر گناہوں کی معافی چاہنے کے 3 واقعات	195	مرد کے عورت سے افضل ہونے کی وجوہات

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
283	ہجرت کی اقسام اور ان کے احکام	236	مزار پر انوار پر حاضر ہو کر حاجتیں اور مغفرت طلب کرنے کے 5 واقعات
286	ننگی کا ارادہ کر کے ننگی کرنے سے عاجز ہو جانے والا	238	آیت ”وَلَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْا ظِلْمَآءَ“ سے معلوم ہونے والے احکام
286	اس ننگی کا ثواب پائے گا		آیت ”فَلَا وَرَيْتَ لَكَ لَآئِيُومُتُونَ“ سے معلوم ہونے والے مسائل
286	کن کاموں کے لئے وطن چھوڑنا ہجرت میں داخل ہے	240	صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا شوقِ رفاقت
287	نماز قصر کے بارے میں 4 مسائل	243	صدق کے معنی اور اس کے مراتب
289	آیت میں بیان کیا گیا نماز خوف کا طریقہ	244	جنگی تیاریوں سے متعلق ہدایت
291	اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متعلق 2 شرعی مسائل	247	خود غرضی اور مفاد پرستی کی مذمت
292	سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا شرعی حکم	249	حضرت انس بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبہ شہادت
295	حکام فیعلہ کرنے میں کوتاہی نہ کریں	250	آیت ”وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ“ سے معلوم ہونے والے مسائل
295	تقصیب کا رد	251	قرآن مجید میں غور و فکر کرنا عبادت ہے لیکن!
296	خیانت کرنے والوں کا ساتھ دینے کی مذمت	258	زندگی کی اصلاح کا ایک اہم اصول
298	تقویٰ و طہارت کی بنیاد	260	سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت
300	شجاعت کا ثبوت	262	سلام سے متعلق شرعی مسائل
	گناہ جاریہ کا سبب بننے والے کو گناہ کرنے والے کے گناہ سے بھی حصہ ملے گا	264	امکانِ کذب کا رد
301	بے گناہ پر جہت لگانے کی مذمت	265	آیت ”وَذُوَا الْقَوْلِ الْكَفُورُونَ“ سے معلوم ہونے والے احکام
302	اسلام کا اعلیٰ اخلاقی اصول	270	مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی مذمت
304	نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ غیب سے متعلق چند ضروری باتیں	276	مسلمانوں کا باہمی تعلق کیسا ہونا چاہئے؟
306	آیت ”لَا تَحْبِرُونِي كَثِيرًا مِنْ شَعْوَانِهِمْ“ کے چند پہلو	277	مسلمان کو قتل کرنا کیسا ہے؟
308	مسلمانوں کا اجماعِ حجت اور دلیل ہے	280	نیت کی عظمت اور جہاد کا ثواب
	آیت ”إِنَّا لِلّٰهِ لَا يُعْقِرُونَ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ“ سے معلوم ہونے والے مسائل	281	جنت میں مجاہدین کے درجات اور مجاہدین کی بخشش
309	ہجرت کب واجب ہے	283	ہجرت کب واجب ہے
311	ہجرت کی امید رکھنے کی مذمت		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
366	نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان کا بیڑا		اللہ تعالیٰ کی عباد کی ہولی چیزوں میں خلاف شرع تبدیلیاں
370	کمال کی درجہ کے احکام	312	کرنے کا شرعی حکم
371		316	اللہ تعالیٰ کے ظلیل و جیب
371	سورہ مائدہ کا تعارف	317	ظلیل اور جیب کا فرق
371	مقام نزول		عورتوں اور کمزور لوگوں کو ان کے حقوق دلا تا اللہ تعالیٰ
371	آیات اور حروف کی تعداد	320	کی سنت ہے
371	”مائدہ“ نامہ رکھے جانے کی وجہ	322	دل لالچ کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں
371	سورہ مائدہ کے فضائل	324	عورت اور مرد بالکل ایک دوسرے کے محتاج نہیں
372	سورہ مائدہ کے مضامین	328	حق فیصلے کی عقیم ترین مثال
373	سورہ نساء کے ساتھ مناسبت	333	بری صحبت کی مذمت
	نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے اور گناہ	335	نماز میں سستی کرنا منافقوں کی علامت ہے
378	کے کاموں میں مدد نہ کرنے کا حکم	336	نماز میں خشوع و خضوع پیدا کرنے کا آسان نسخہ
382	دینی کامیابی کے دن خوشی منانا جائز ہے	339	
	آیت ”وَمَا يَنْبَغِي لَكُمْ الْإِسْلَامُ دِينًا“ سے معلوم	339	ایک دوسرے کو گالی دینے کی مذمت
382	ہونے والے احکام	340	مہمان نوازی سے خوش نہ ہونے والوں کو نصیحت
385	ظہار کے دوسرے طریقے کا شرعی حکم	341	خالم کے ظلم کو بیان کرنا جائز ہے
386	اہل کتاب سے نکاح کے چند اہم مسائل	342	معاف کرنے کے فضائل
388	رضو کے فرائض	343	مخلوق خدا پر شفقت کے فضائل
388	رضو کے چند احکام	345	کبیرہ گناہ کرنے والا کافر نہیں
389	جنابت کے اسباب اور ان کا شرعی حکم	355	سودا اور رشوت کی مذمت
	آیت ”وَأَذْكُرُوا النِّعْمَةَ الَّتِي عَلَيْكُمْ“ سے معلوم	357	راہِ حق کی تعریف
390	ہونے والے مسائل	363	عیسائیوں کے فرقے اور ان کے عقائد
391	عدل و انصاف کے دو اعلیٰ نمونے		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
428	چوری کرنے کا شرعی حکم اور اس کی وعیدیں	393	نیک اعمال کی ترغیب
429	چوری کی تعریف	398	گناہوں کی وجہ سے دل سخت ہو جاتے ہیں
429	چوری سے متعلق 2 شرعی مسائل	404	حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی الوہیت کی تردید
434	رشوت کا شرعی حکم اور اس کی وعیدیں	405	خود کو اعمال سے مستغنی جانتا عیسائیوں کا عقیدہ ہے
436	رشوت سے حاصل کئے ہوئے مال کا شرعی حکم	406	زمانہ فترت سے کیا مراد ہے؟
439	جہلی شریعتوں کے بیان کئے گئے احکام سے متعلق اہم مسئلہ	407	میلا دمنانے کا ثبوت
443	انجیل پر عمل کرنے سے متعلق ایک اعتراض کا جواب	408	اقتدار ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ
448	کفار سے دوستی و مواصلات کا شرعی حکم	408	حکمرانوں کے لئے نصیحت آموز 4 احادیث
452	کامل مسلمان کا نمونہ	409	اقتدار کے بوجھ سے انگلیاں
	آیت "قَدْ خَلَقْنَاكُمْ بِالصَّلٰوةِ" سے معلوم ہونے	412	صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی انضامیت
456	والے مسائل		آیت "قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَا اَمْلِكُ" سے معلوم ہونے
457	دینی چیزوں کا مذاق اڑانے والوں کا رد	413	والے مسائل
461	یہودیوں کی صفات اور مسلمانوں کی حالتِ ذار	416	ہاتل اور قاتل کا واقعہ
462	علماء پر برائی سے منع کرنا ضروری ہے	418	ہاتل اور قاتل کے واقعہ سے حاصل ہونے والے اسباق
	آیت "وَلَا تَزِدَنَّ لَهُمْ مِنْهُمْ" سے معلوم ہونے	418	حسد، قتل اور حسن پرستی کی مذمت
465	والے مسائل	419	قتل ناحق کی 2 وعیدیں
	دین کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و مسرت رزق	420	امن و سلامتی کا مذہب
467	کاذب عید ہے	420	قتل کی جائز صورتیں
477	اولیاء کرام اور ان کے حرارات کے حوالے سے غلو	422	ڈاکو کی سزا کی شرائط
479	گناہ سے روکنا واجب اور منع کرنے سے باز رہنا گناہ ہے	422	ڈاکو کی 4 سزائیں
	کفار سے دوستی کا دم بھرنے والے مسلمانوں کے لئے	423	اسلامی سزائوں کی حکمت
481	تاریخہ ہجرت	424	نیک بندوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے
		427	ایمان کی حفاظت کی فکر کرنا بہت ضروری ہے

چوتھا پارہ

(لَنْ تَنَالُوا)

لَنْ تَسْأَلُوا اللَّهَ حَتَّى تُتَفَقَّحُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُتَفَقَّحُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ
اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٩١﴾

ترجمہ کنزالایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کر دو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: تم ہرگز بھلائی کو نہیں پاسکو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔

﴿لَنْ تَسْأَلُوا اللَّهَ حَتَّى تُتَفَقَّحُوا﴾: تم ہرگز بھلائی کو نہیں پاسکو گے جب تک راہِ خدا میں خرچ نہ کرو۔ اس آیت میں بھلائی سے مراد تقویٰ اور فرمانبرداری ہے اور خرچ کرنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ”یہاں خرچ کرنے میں واجب اور نفلی تمام صدقات داخل ہیں۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جو مال مسلمانوں کو محبوب ہو اسے رضائے الہی کے لیے خرچ کرنے والا اس آیت کی فضیلت میں داخل ہے خواہ وہ ایک کھجور ہی ہو۔ (بخاری، ال عمران، تحت الآية: ۹۲، ۲۷۲/۱)

ترجمہ کنزالعرفان: تم ہرگز بھلائی کو نہیں پاسکو گے جب تک راہِ خدا میں خرچ نہ کرو۔

اس آیت مبارکہ پر عمل کے سلسلے میں ہمارے اسلاف کے 5 واقعات ملاحظہ ہوں۔

(۱)..... صحیح بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینے میں بڑے مامدار تھے، انہیں اپنے اموال میں بیوہ خاء نامی ایک باغ بہت پسند تھا، جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں کھڑے ہو کر عرض کی: مجھے اپنے اموال میں ”بیوہ خاء“ باغ سب سے پیارا ہے، میں اسی کو راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور پھر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ

اللہ تعالیٰ غنہ نے سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اشارے پر وہ باغ اپنے رشتے داروں میں تقسیم کر دیا۔

(بخاری، کتاب الزکاة، باب الزکاة علی الاقارب، ۴۹۳/۱، الحدیث: ۱۴۶۱، مسلم، کتاب الزکاة، باب فصل الصدقة والصدقة علی الاقربین۔ الخ، ص ۵۰۰، الحدیث: ۴۶ (۹۹۸))

(2)..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ ”میرے لئے ایک باندی خرید کر بھیج دو۔ جب وہ آئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت پسند آئی، لیکن پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت پڑھ کر اللہ عز و جل کے لئے اس کو آزاد کر دیا۔

(بعوی، ال عمران، تحت الآية: ۹۲، ۲۵۳/۱)

(3)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں نے اس آیت ”لَنْ تَسْأَلُوا اللَّهَ عَنْ شَيْءٍ اَوْ مِمَّا تُجِبُّونَ“ کی تلاوت کی تو میں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں میں غور کیا (کہ کون سی نعمت مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے، جب غور کیا) تو میں نے اپنی باندی کو اپنے نزدیک سب سے زیادہ پیارا پایا، اس پر میں نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ جس چیز کو میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے کر دیا، اس کی طرف نہ لوٹوں گا تو میں اس باندی سے نکاح کر لیتا۔ (مسندک، کتاب معرفة الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ذکر عبد اللہ بن عمر۔ الخ، کان ابن عمر ارشد القوم واصوبه رأياً، ۷۲۸/۴، الحدیث: ۶۴۳۵)

(4)..... حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت ”لَنْ تَسْأَلُوا اللَّهَ عَنْ شَيْءٍ اَوْ مِمَّا تُجِبُّونَ“ نازل ہوئی تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے (پسندیدہ) گھوڑے کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، آپ اس گھوڑے کو صدقہ فرمادیں۔ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ گھوڑا ان کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمادیا تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: میں نے اس گھوڑے کو محض (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) صدقہ کرنے کا ارادہ کیا ہے! نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”بے شک تیرا صدقہ قبول کر لیا گیا ہے۔“ (ابن عساکر، ذکر من اسمه زید، زید بن حارثہ بن شراحیل، ۳۶۷/۱۹)

(5)..... حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکر کی بوریاں خرید کر صدقہ کرتے تھے۔ ان سے کہا گیا: اس کی قیمت صدقہ کیوں نہیں کر دیتے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا شکر مجھے محبوب و مرغوب ہے، میں چاہتا ہوں کہ راہِ خدا عز و جل میں اپنی پیاری چیز خرچ کروں۔

(منارک، ال عمران، تحت الآية: ۹۲، ص ۱۷۲)

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی محبوب اور پسندیدہ چیزیں راہِ خدا میں دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (1)

①..... صدقات کے فضائل و احکام اور ان سے متعلق دیگر معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ”ضیائے صدقات“ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کرنا فائدہ مند ہے۔

﴿وَمَا تَشْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ قَدْ نَزَّلَ اللَّهُ بِهِ عَلَىٰ آلِهِمُ الْقُرْآنَ وَلَئِنْ لَمْ يَنْزِلْ بِهِ الْقُرْآنُ لَفَزَدْتُمْ لَهُمْ بَرًّا عَظِيمًا﴾ اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔ ﴿لَعَنَ اللَّهُ تَعَالَىٰ جَانْتَا﴾ ہے کہ تم اس کی راہ میں عمدہ، نفیس اور اپنی پسندیدہ چیز خرچ کر رہے ہو یا ردی، ناکارہ اور اپنی ناپسندیدہ چیز خرچ کر رہے ہو، تو جیسی چیز تم خرچ کرو گے اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ تمہیں جزا عطا فرمائے گا۔ (روح البیان، آل عمران، تحت الآية: ۹۳، ۶۳/۲)

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حَلَالًا لِّبَنِي إِسْرَآءِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَآءِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَةُ ۚ قُلْ فَأَتُوا بِالتَّوْرَةِ فَاتْلُوهَا ۚ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۶﴾

توجہ کنزالایمان: سب کھانے بنی اسرائیل کو حلال تھے مگر وہ جو یعقوب نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا توریت اترنے سے پہلے تم فرماؤ توریت لا کر پڑھا کر سچے ہو۔

توجہ کنزالعرفان: تمام کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے سوائے ان کھانوں کے جو یعقوب نے تورات نازل کئے جانے سے پہلے اپنے اوپر حرام کر لئے تھے۔ تم فرماؤ، تورات لاؤ اور اسے پڑھا کر تم سچے ہو۔

﴿كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حَلَالًا لِّبَنِي إِسْرَآءِيلَ﴾ تمام کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے۔ ﴿شان نزول﴾: مدینہ منورہ کے یہودیوں نے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپ کو ملتِ ابراہیمی پر خیال کرتے ہیں حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اونٹ کا گوشت اور دودھ نہیں کھاتے تھے جبکہ آپ کھاتے ہیں، تو آپ ملتِ ابراہیمی پر کیسے ہوئے؟ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حلال تھیں۔ یہودی کہنے لگے کہ یہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی حرام تھیں، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی حرام تھیں اور ہم تک حرام ہی چلی آئیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس میں بتایا گیا کہ یہودیوں کا یہ دعویٰ غلط ہے، بلکہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام پر حلال تھیں۔ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی سبب سے ان کو اپنے اوپر حرام فرمایا اور یہ حرمت ان کی اولاد میں باقی رہی۔ یہودیوں نے اس کا انکار کیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا کہ تورات میں یہ مضمون موجود ہے، اگر تمہیں اس سے انکار ہے تو تورات لاؤ اور اس میں سے نکال کر دکھا دو کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حرام تھیں۔ اس پر یہودیوں کو اپنی ذلت و رسوائی کا خوف ہوا اور وہ تورات نہ لاسکے، ان کا جھوٹا ہونا ظاہر ہو گیا اور انہیں شرمندگی اٹھانی پڑی۔ (بخاری، ال عمران، تحت الآية: ۹۳، ۲۷۳/۱)

اس سے معلوم ہوا کہ احکام کا منسوخ ہونا ہمیشہ سے ہوتا آ رہا ہے۔ لہذا قرآن کی بعض آیات کے منسوخ ہونے پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس پر تفصیلی کلام سورہ بقرہ کی آیت 106 میں گزر چکا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علم شریف اللہ تعالیٰ کی خاص عطا سے ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تورات و انجیل سے خبردار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو غیبی علوم عطا فرمائے ہیں۔

فَمِنْ أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۹۳﴾

توجہ کنزالایمان: تو اس کے بعد جو اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی ظالم ہیں۔

پھر اس کے بعد بھی جو اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

﴿فَمِنْ أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ﴾: پھر جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ یعنی اس بات کی وضاحت تو ہو گئی کہ بنی اسرائیل پر جو کچھ کھانے حرام ہیں یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نہیں ہیں بلکہ بعد میں حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حرام کرنے سے ہوئے، تو جو اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ ”علیہ ابراہیمی میں اونٹوں کے گوشت اور دودھ اللہ تعالیٰ نے حرام کئے تھے“ وہ ظالم ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم کے باوجود گناہ کرنا زیادہ سخت ہے، نیز حلال کو اپنی طرف سے بلا دلیل حرام کہنا اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنا ہے۔

قُلْ صَدَقَ اللَّهُ ۖ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۹۴﴾

توجہ کنزالایمان: تم فرماؤ اللہ سچا ہے تو ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور شرک والوں میں نہ تھے۔

توجہ کنزالعرفان: اے محبوب! تم فرماؤ، اللہ نے سچ فرمایا لہذا تم ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ شرکوں میں سے نہ تھے۔

﴿فَاتَّبِعُوا أُمَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ لہذا تم ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے۔ ﴿اس آیت میں دین ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ”دین محمدی کی پیروی کرو، کیونکہ اس کی پیروی ملت ابراہیمی کی پیروی ہے، دین محمدی اُس ملت کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔“

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ﴾

توجہ کنزالایمان: بیشک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا راہنما۔

توجہ کنزالعرفان: بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لئے ہدایت ہے۔

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ﴾ بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا۔ ﴿یہودیوں نے کہا تھا کہ ”ہمارا قبلہ یعنی بیت المقدس کعبہ سے افضل ہے کیونکہ یہ گزشتہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا قبلہ رہا ہے، نیز یہ خانہ کعبہ سے پرانا ہے۔ ان کے رد میں یہ آیت کریمہ اتری

اور بتا دیا گیا کہ روئے زمین پر عبادت کیلئے سب سے پہلے جو گھر تیار ہوا وہ خانہ کعبہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ”کعبہ معظمہ بیت المقدس سے چالیس سال قبل بنایا گیا۔“ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ۶۶-باب، ۴۲۷/۲، الحدیث: ۳۳۶۶) اور فرشتوں کا قبلہ بیت المعمور ہے جو آسمان میں ہے اور خانہ کعبہ کے بالکل اوپر ہے۔

(کنز العمال، کتاب المسائل، باب فی فضائل الامکنۃ، ۴۹/۷، الجزء الرابع عشر، الحدیث: ۳۸۰۸۱)

اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں کعبہ معظمہ کی بہت سی خصوصیات بیان ہوئی ہیں۔

- (1)..... سب سے پہلی عبادت گاہ ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی طرف نماز پڑھی۔
- (2)..... تمام لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا جبکہ بیت المقدس مخصوص وقت میں خاص لوگوں کا قبلہ رہا۔
- (3)..... مکہ معظمہ میں واقع ہے جہاں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے۔
- (4)..... اس کا حج فرض کیا گیا۔
- (5)..... حج ہمیشہ صرف اسی کا ہوا، بیت المقدس قبلہ ضرور رہا ہے لیکن کبھی اس کا حج نہ ہوا۔
- (6)..... اسے امن کا مقام قرار دیا۔
- (7)..... اس میں بہت سی نشانیاں رکھی گئیں جن میں ایک مقام ابراہیم ہے۔

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۚ وَلِلَّهِ عَلَى
النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ
غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿١٠﴾

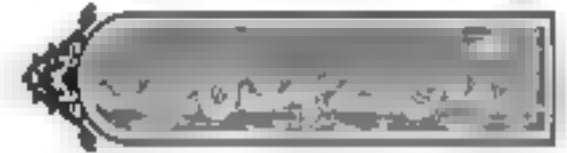
توجہ کنز الایمان: اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں ہو اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

توجہ کنز العرفان: اس میں کھلی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور جو اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے اور جو انکار کرے تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

﴿فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ﴾: اس میں کھلی نشانیاں ہیں۔ ﴿مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ﴾: خانہ کعبہ کی عظمت و شان کا بیان چل رہا ہے، اسی ضمن میں فرمایا کہ ”خانہ کعبہ میں بہت سی فضیلتیں اور نشانیاں ہیں جو اس کی عزت و حرمت اور فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔ ان نشانیوں میں سے بعض یہ ہیں کہ پرندے کعبہ شریف کے اوپر نہیں بیٹھتے اور اس کے اوپر سے پرواز نہیں کرتے بلکہ پرواز کرتے ہوئے

آتے ہیں تو ادھر ادھر ہٹ جاتے ہیں اور جو پرندے بیمار ہو جاتے ہیں وہ اپنا علاج یہی کرتے ہیں کہ ہوائے کعبہ میں ہو کر گزر جائیں، اسی سے انہیں شفا ہوتی ہے اور وحشی جانور ایک دوسرے کو حرم کی حدود میں ایذا نہیں دیتے، حتیٰ کہ اس سرزمین میں کتے ہرن کے شکار کیلئے نہیں دوڑتے اور وہاں شکار نہیں کرتے نیز لوگوں کے دل کعبہ معظمہ کی طرف کھینچے ہیں اور اس کی طرف نظر کرنے سے آنسو جاری ہوتے ہیں اور ہر شہو جمعہ کو ارواح اولیاء اس کے ارد گرد حاضر ہوتی ہیں اور جو کوئی اس کی بے حرمتی و بے ادبی کا ارادہ کرتا ہے برباد ہو جاتا ہے۔ انہیں آیات میں سے مقام ابراہیم وغیرہ وہ چیزیں ہیں جن کا آیت میں بیان فرمایا گیا۔

(عازن، ال عمران، تحت الآية: ۹۷، ۲۷۶/۱، تفسیرات احمدیہ، ال عمران، تحت الآية: ۹۷، ص ۲۰۱-۲۰۲، ملخصاً)
﴿مَقَامُ اِبْرٰهٖمَ﴾: ابراہیم کے کمرے ہونے کی جگہ ہے۔ ﴿مقام ابراہیم﴾ وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کعبہ شریف کی تعمیر کے وقت کمرے ہوئے تھے۔ یہ پتھر خانہ کعبہ کی دیواروں کی اونچائی کے مطابق خود بخود اونچا ہوتا جاتا تھا۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک کے نشان تھے جو طویل زمانہ گزرنے اور بکثرت ہاتھوں سے لمس ہونے کے باوجود ابھی تک کچھ باقی ہیں۔ (عازن، ال عمران، تحت الآية: ۹۷، ۲۷۶/۱، ملخصاً)



اس سے معلوم ہوا کہ جس پتھر سے پیغمبر کے قدم چھو جائیں وہ مُسَمَّک اور شَعَائِرُ اللہ اور آيَةُ اللہ یعنی اللہ عزوجل کی نشانی بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللّٰهِ
تَوَجَّهْ لَدُنْهُمَا فَاِنَّ رَبَّكَ مَخْرُجٌ مِّنْهُمَا

(سورہ بقرہ: ۱۵۸)

ظاہر ہے کہ یہ دونوں پہاڑ حضرت ہاجرہ زحیٰ اللہ تعالیٰ عنہا کے قدم پڑ جانے سے شَعَائِرُ اللہ بن گئے۔
﴿وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا﴾: اور جو اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا۔ خانہ کعبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پورے حرم کی حدود کو امن والا بنا دیا، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص قتل و جرم کر کے حدود حرم میں داخل ہو جائے تو وہاں نہ اس کو قتل کیا جائے گا اور نہ اس پر حد قائم کی جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ”اگر میں اپنے والد خطاب کے قاتل کو بھی حرم شریف میں پاؤں تو اس کو ہاتھ نہ لگاؤں یہاں تک کہ وہ وہاں سے باہر آئے۔“ (مدارك، ال عمران، تحت الآية: ۹۷، ص ۱۷۴)



حرم سے مراد خانہ کعبہ کے ارد گرد کئی کلومیٹر پھیلا ہوا علاقہ ہے جہاں باقاعدہ نشانات وغیرہ لگا کر اسے ممتاز کر دیا گیا ہے۔ جو لوگ حج و عمرہ کرنے جاتے ہیں انہیں عموماً اس کی پہچان ہو جاتی ہے کیونکہ وہاں جا کر جب لوگوں کا عمرہ کرنے کا ارادہ ہوتا ہے تو عمرہ کرنے کے لئے حدود حرم سے باہر جا کر احرام باندھ کر آنا ہوتا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ عَلٰی الْاَشْيَاءِ خَبِيرٌ﴾ اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔ ﴿اس آیت میں حج کی فرضیت کا بیان ہے اور اس کا کہ اسطاعت شرط ہے۔ حدیث شریف میں تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفسیر ”زاد راہ“ اور ”سواری“ سے فرمائی ہے۔ (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ ال عمران، ۶/۵، الحدیث: ۳۰۰۹)



کھانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہئے کہ جا کر واپس آنے تک اس کے لئے کافی ہو اور یہ واپسی کے وقت تک اہل و عیال کے خرچے کے علاوہ ہونا چاہئے۔ راستے کا امن بھی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر حج کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی۔ مزید تفصیل فقہی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔ (۱)

﴿وَمَنْ كَفَرَ﴾ اور جو منکر ہو۔ ﴿ارشاد فرمایا کہ ”حج کی فرضیت بیان کر دی گئی، اب جو اس کا منکر ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے بلکہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی ظاہر ہوتی ہے اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فرض قطعی کا منکر کافر ہے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ﴿۸﴾

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ اے کتابیو اللہ کی آیتیں کیوں نہیں مانتے اور تمہارے کام اللہ کے سامنے ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: تم فرماؤ: اے اہل کتاب! تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو حالانکہ اللہ تمہارے اعمال پر گواہ ہے؟

۱۔۔۔۔۔ آسان انداز میں حج کے مسائل سمجھنے کے لئے امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیف رفیق الحرمین (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

﴿لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ﴾ تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو۔ یہاں اللہ عزوجل کی آیتوں سے مراد تورات کی وہ آیات ہیں جن میں سلطان دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف کا بیان ہے اور وہ عقلی دلائل مراد ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مِمَّنْ آمَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنْتُمْ شُهَدَاءُ ۚ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ اے کتابیوں اللہ کی راہ سے روکتے ہو اے جو ایمان لائے اسے ٹیڑھا کیا جاتے ہو اور تم خود اس پر گواہ ہو اور اللہ تمہارے کوٹکوں سے بے خبر نہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: تم فرماؤ اے اہل کتاب! تم ایمان لانے والوں کو اللہ کے راستے سے کیوں روکتے ہو؟ تم ان میں بھی ٹیڑھا پن چاہتے ہو حالانکہ تم خود اس پر گواہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ﴾ تم فرماؤ اے اہل کتاب! اس آیت میں بھی اہل کتاب ہی سے خطاب ہے کہ ”اے اہل کتاب! تم ان لوگوں کو جن کے دلوں میں ابھی ایمان مضبوط نہیں ہوا، انہیں تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں تورات کی آیتیں چھپ کر اور یہ کہہ کر کیوں بہکاتے ہو کہ ”یہ وہ نبی نہیں جن کی خبر تورات و انجیل میں ہے۔ یہ کہہ کر تم انہیں اللہ عزوجل کے راستے سے کیوں روکتے ہو؟ حالانکہ تم خود اس بات کے گواہ ہو کہ سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان تورات میں لکھی ہوئی ہے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں جو دین مقبول ہے وہ صرف دین اسلام ہی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كُفْرِينَ ﴿۲۰﴾

توبۃ کذا الیمان: اے ایمان والو! اگر تم کچھ کتابوں کے کہے پر چلے تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر کر چھوڑیں گے۔

توبۃ کذا الیمان: اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب میں سے کسی گروہ کی اطاعت کرو تو وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کفر کی حالت میں لوٹا دیں گے۔

﴿إِنْ تُحِبُّوا: اگر تم اطاعت کرو۔﴾ مرثاس بن قیس یہودی مسلمانوں کی مجلس کے قریب سے گزرا جس میں انصار کے دونوں قبیلے اوس اور خزرج نہایت محبت سے باتیں کر رہے تھے، اسلام سے پہلے ان کی آپس میں بہت جنگ تھی اس یہودی کوان کے اتفاق سے بڑی تکلیف ہوئی چنانچہ اس نے ایک لوجوان یہودی سے کہا کہ تم ان کی گزشتہ جنگیں یاد دلا کر انہیں لڑا دو۔ اس نے ایسا ہی کیا اور کچھ قصیدے پڑھے جن میں ان کی گزشتہ جنگوں کا ذکر تھا۔ ان قصائد کو سن کر انصار کو اپنی گزشتہ جنگیں یاد آ گئیں اور وہ آپس میں لڑ پڑے۔ قریب تھا کہ خون ریزی ہو جائے، مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فوراً موقع پر تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا جاہلیت کی حرکتیں کرتے ہو حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور روتے ہوئے ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔ اس پر یہ آیت کریمہ اتری۔

(ہو مشورہ، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ۲۷۸/۲-۲۷۹)

اس سے معلوم ہوا کہ یہاں آیت میں کفر سے مراد کافروں والے کام ہیں یعنی اپنی "اتا" کیلئے آپس میں جنگ کرنا۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ فتنہ فساد برپا کرنا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانا یہودیوں کا کام اور آپس میں پیار محبت پیدا کرنا اور صلح کروانا سرِ ابراہیم، جسمِ شفقت، شفیع امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۚ وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

توبۃ کذا الیمان اور تم کیوں کفر کرو گے تم پر تو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف فرما ہے اور جس نے اللہ کا سہارا لیا تو ضرور وہ سیدھی راہ دکھایا گیا۔

توجہ کثرا یعرفان: اور (ایمان والو! اب) تم کیوں کفر کرو گے حالانکہ تمہارے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف فرما ہے اور جس نے اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لیا تو اسے یقیناً سید ہمارا ستہ دکھا دیا گیا۔

﴿وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ﴾ اور تم کیوں کفر کرو گے ﴿یہاں ابتداءً صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے خطاب ہے کہ اے جماعت صحابہ! (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ) تم کافروں کی طرح آپس میں کیسے لڑ سکتے ہو جبکہ تم حضور رحمۃ اللعالمین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحبت یافتہ ہو اور ان کی زبان مبارک سے قرآن مجید سنتے ہو۔ اس آیت میں عام مسلمانوں کو بھی اس اعتبار سے نصیحت ہے کہ ہمارے درمیان قرآن موجود ہے اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعلیمات موجود ہیں تو پھر آپس میں نفسانی لڑائی کس طرح ہو سکتی ہے؟

﴿وَمَنْ يَتَّخِمْ بِاللّٰهِ﴾ اور جس نے اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لیا۔ ﴿جس نے اللہ عزوجل کا سہارا تھاما یعنی اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور اس کے دین کو مضبوطی سے تھام لیا اور زندگی کے جملہ امور میں اسی کی طرف رجوع کیا تو اللہ عزوجل کے کرم سے وہ ضرور ہدایت پا جائے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۶﴾

توجہ کثرا الایمان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔

توجہ کثرا یعرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ضرور تمہیں موت صرف اسلام کی حالت میں آئے۔

﴿اتَّقُوا اللَّهَ﴾ اللہ سے ڈرو۔ ﴿ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل سے ایسا ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بقدر طاقت اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس کی تفسیر وہ آیت ہے جس میں فرمایا گیا:

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (سورۃ نعلین: ۱۶) توجہ کثرا یعرفان: تو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھتے ہو۔

نیز آیت کے آخری حصے میں فرمایا کہ اسلام پر ہی تمہیں موت آئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی طرف سے زندگی کے ہر لمحے میں اسلام پر ہی رہنے کی کوشش کرو تا کہ جب تمہیں موت آئے تو حالت اسلام پر ہی آئے۔

وَاَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً ۚ فَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبِرْتُمْ بِنِعْمَةِ اِخوانِنا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ ۚ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ کی رسی مضبوط تمام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا (فروقوں میں نہ بٹ جانا) اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں ہیر تھا اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم ہدایت پاؤ۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تمام لو اور آپس میں تفرقہ مت ڈالو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ پیدا کر دیا پس اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

﴿وَاَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا﴾ اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تمام لو۔ ﴿ۛ اس آیت میں اُن افعال و حرکات کی ممانعت کی گئی ہے جو مسلمانوں کے درمیان تفریق کا سبب ہوں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ”تم سب مل کر اللہ عزوجل کی رسی کو مضبوطی سے تمام لو اور آپس میں فرقوں میں تقسیم نہ ہو جاؤ جیسے یہود و نصاریٰ نے فرقتے بنا لئے۔“



یاد رہے کہ اصل راستہ اور طریقہ مذہبِ اہل سنت ہے، اس کے سوا کوئی راہ اختیار کرنا دین میں تفریق کرنا ہے

اور یہ ممنوع ہے۔ بعض لوگ یہ آیت لے کر اہلسنت سمیت سب کو غلط قرار دیتے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ حکم یہ ہے کہ جس طریقے پر مسلمان چلتے آرہے ہیں، جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جاری ہے اور سنت سے ثابت ہے اس سے نہ ہٹو۔ اہل سنت و جماعت تو سنت رسول اور جماعت صحابہ کے طریقے پر چلتے آرہے ہیں تو سمجھایا تو ان لوگوں کو جائے گا جو اس سے ہٹنے نہ کہ اصل طریقے پر چلنے والوں کو کہا جائے کہ تم اپنا طریقہ چھوڑ دو۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے ایک خاندان اتفاق و اتحاد کے ساتھ صحیح اصولوں پر زندگی گزار رہا ہو، ان میں سے ایک فرد غلط راہ اختیار کر کے انتشار پیدا کرے تو اس جدا ہونے والے کو سمجھایا جائے گا نہ کہ خاندان والوں کو بھی اتحاد ختم کر کے غلط راہ چلنے کا کہنا شروع کر دیا جائے۔ وغیرہ یہی صورت حال اہلسنت اور دوسرے فرقوں کی ہے۔ اصل حقیقت کو سمجھے بغیر صلح کلیت کی رٹ لگانا اور سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا سراسر جہالت ہے۔



”جَبَلَ اللَّهُ“ کی تفسیر میں مفسرین کے چند اقوال ہیں: بعض کہتے ہیں کہ اس سے قرآن مراد ہے۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ قرآن پاک جَبَلَ اللَّهُ ہے جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت پر ہے اور جس نے اُسے چھوڑا وہ گمراہی پر ہے۔ (مسلم، کتاب فضائل الصحابة، رمی اللہ تعالیٰ عنہم، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۱۳۱۳، الحدیث: ۲۷ (۲۴۰۸))

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ”جَبَلَ اللَّهُ“ جماعت مراد ہے

(معجم الکبیر، ۲۱۶/۹، الحدیث: ۹۰۲۳)

اور فرمایا کہ ”تم جماعت کو لازم کر لو کہ وہ جَبَلَ اللَّهُ ہے جس کو مضبوط تھامنے کا حکم دیا گیا۔

(معجم الکبیر، ۱۹۹/۹، الحدیث: ۸۹۷۳)



یہ یاد رہے کہ جماعت سے مراد مسلمانوں کی اکثریت ہے، یہ نہیں کہ تین آدمی مل کر ”جماعت المسلمین“ نام رکھ لیں اور بولیں کہ قرآن نے ہماری ٹولی میں داخل ہونے کا کہا ہے، اگر ایسا ہی حکم ہے تو پھر کل کوئی اپنا نام ”رسول“ رکھ کر بولے گا کہ قرآن نے جہاں بھی رسول کی اطاعت کا حکم دیا اس سے مراد میری ذات ہے لہذا میری اطاعت کرو۔ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْجَهْلِ الْجَاهِلِیْنِ۔ میں جاہلوں کی جہالت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

﴿وَإِذْ كُذِّبَتْ لَكُمْ: اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۔﴾ اس آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جن میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے کہ اے مسلمانو! یاد کرو کہ جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اور تمہارے درمیان طویل عرصے کی جنگیں جاری تھیں حتیٰ کہ اوس اور خزرج میں ایک لڑائی ایک سو بیس سال جاری رہی اور اس کے سبب رات دن قتل و غارت کی گرم بازاری رہتی تھی لیکن اسلام کی بدولت عداوت و دشمنی دور ہو کر آپس میں دینی محبت پیدا ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمہاری دشمنیاں مٹا دیں اور جنگ کی آگ ٹھنڈی کر دی اور جنگجو قبیلوں میں الفت و محبت کے جذبات پیدا کر دیئے، تا جدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنا دیا ورنہ یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہنچے ہوئے تھے اور اگر اسی حال پر مر جاتے تو دوزخ میں پہنچتے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے دولت ایمان عطا کر کے اس تباہی سے بچا لیا۔



اس سے معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لئے دوزخ سے بچنے کا سب سے بڑا وسیلہ ہیں، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ فرشتے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سو رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: یہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا: ان کی آنکھ سوتی اور دل جاگتا رہتا ہے۔ فرشتوں نے کہا: آپ کے ان صاحب کی مثال ہے لہذا وہ مثال بیان کرو۔ ایک نے کہا: وہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا: ان کی آنکھ سوتی اور دل بیدار رہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے گھر بنایا، اس میں دسترخوان بچھایا اور بلانے والے کو بھیجا تو جس نے اس کی دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہوا اور دسترخوان سے کھانا کھایا اور جس نے دعوت قبول نہ کی وہ نہ گھر میں داخل ہوا اور نہ دسترخوان سے کھانا کھا سکا۔ فرشتوں میں سے ایک نے کہا: اس کا مطلب بیان کیجئے تاکہ بات سمجھ میں آجائے۔ ان میں سے ایک نے کہا: یہ تو سو رہے ہیں۔ دوسرے نے کہا: ان کی آنکھ سوتی اور دل بیدار رہتا ہے۔ فرشتوں نے کہا: گھر سے مراد جنت ہے اور بلانے والے سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اچھے اور برے لوگوں میں فرق کرنے والے ہیں۔

(بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۴/۴۹۹، الحدیث: ۷۲۸۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس آگ نے ارد گرد کی جگہ کو روشن کر دیا تو اس میں پتنگے اور حشرات الارض گرنے لگے، وہ شخص ان کو آگ میں گرنے سے روکتا ہے اور وہ اس پر غالب آ کر آگ میں دھڑا دھڑ کر رہے ہیں، پس یہ میری مثال اور تمہاری مثال ہے، میں تمہاری کمر پکڑ کر تمہیں جہنم میں جانے سے روک رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ جہنم کے پاس سے چلے آؤ اور تم لوگ میری بات نہ مان کر (پتنگوں کے آگ میں گرنے کی طرح) جہنم میں گرے چلے جا رہے ہو۔

(مسلم، کتاب الفضائل، باب شفاعتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ، الخ، ص ۱۲۵۴، الحدیث: ۱۸ (۲۲۸۴))



اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رب کریم عزوجل کی سب سے اعلیٰ نعمت ہیں۔ آیت کے شروع میں فرمایا کہ اللہ عزوجل کی نعمت کو یاد کرو، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کی نعمتوں کو یاد کرنا اور ایک دوسرے کو یاد دلانا بہت عمدہ عبادت ہے۔ لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد کیلئے جو محفل منعقد کی جائے خواہ وہ میلاد شریف کی ہو یا معراج کی یا کوئی اور وہ سب بہت عمدہ ہیں اور حکم الہی پر عمل ہی کی صورتیں ہیں۔

**وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۳﴾**

ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ﴾ اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائیں۔ ﴿۱۳﴾ آیت مبارکہ میں فرمایا گیا کہ چونکہ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ تمام کے تمام مسلمان ایک ہی کام میں لگ جائیں لیکن اتنا ضرور ہونا چاہیے

کہ مسلمانوں کا ایک گروہ ایسا ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے، انہیں نیکی کی دعوت دے، اچھی بات کا حکم کرے اور بری بات سے منع کرے۔



اس آیت سے معلوم ہوا کہ مجموعی طور پر تبلیغ دین فرض کفایہ ہے۔ اس کی بہت سی صورتیں ہیں جیسے مصنفین کا تصنیف کرنا، مقررین کا تقریر کرنا، مبلغین کا بیان کرنا، انفرادی طور پر لوگوں کو نیکی کی دعوت دینا وغیرہ، یہ سب کام تبلیغ دین کے زمرے میں آتے ہیں اور بقدرِ اختصاص ہر ایک کو اس کی فضیلت ملتی ہے۔ تبلیغ قولی بھی ہوتی ہے اور عملی بھی اور بسا اوقات عملی تبلیغ قولی تبلیغ سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ جہاں کوئی شخص کسی برائی کو روکنے پر قادر ہو وہاں اس پر برائی سے روکنا فرض عین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے جو برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان کے ذریعے روکے، اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل میں برا جانے اور یہ کمزور ایمان والا ہے۔“

(مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان.. الخ، ص ۴۴، الحدیث: ۷۸ (۴۹))



(۱)..... حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، تم یا تو ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے یا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے تم پر عذاب بھیجے، پھر تم اس سے دعا، نگو گے مگر تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔“

(ترمذی، کتاب العن، باب ما جاء فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، ۶۹/۴، الحدیث: ۲۱۷۶)

(۲)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے یا اللہ تعالیٰ تم پر تم ہی میں سے برے لوگوں کو مسلط کر دے گا، پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے تو وہ قبول نہیں کی جائے گی۔“

(معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ احمد، ۳۲۷/۱، الحدیث: ۱۳۷۹)

(۳)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو شخص کسی مقام پر کھڑے ہو کر حق بات کہہ سکا ہے تو اس کیلئے درست نہیں کہ حق بات نہ کہے کیونکہ حق بات

کہنا اس کی موت کو مقدم کر سکتا ہے نہ اس کے لکھے ہوئے رزق سے اسے محروم کر سکتا ہے۔

(شعب الایمان، الثانی والعمسون من شعب الایمان، ۹۲/۶، الحدیث، ۷۵۷۹)

(4)..... حضرت عرس بن غمیرہ کنذی از جنی اللہ تعالیٰ غنہ سے روایت ہے، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جب زمین میں گناہ کیا جائے تو جو وہاں موجود ہے مگر اسے برا جانتا ہے وہ اس کی مثل ہے جو وہاں نہیں ہے اور جو وہاں نہیں ہے مگر اس پر راضی ہے وہ اس کی مثل ہے جو وہاں حاضر ہے۔“

(ابو داؤد، اول کتاب الملاحم، باب الامر والنہی، ۱۶۶/۴، الحدیث، ۴۳۴۵)

(5)..... حضرت علی المرتضیٰ عظمیٰ اللہ تعالیٰ ذیجہۃ الکونین نے فرمایا کہ نیکوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا بہترین جہاد ہے۔
(مشکوٰۃ، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ص ۱۷۸)

ہمارے معاشرے میں نیک کام کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے حوالے سے مجموعی طور پر صورت حال انتہائی افسوس ناک ہے، حکام اپنی رعایا کے اعمال سے صرف نظر کئے ہوئے ہیں۔ عدل و انصاف کرنے اور مجرموں کو سزا دینے کے منصب پر فائز حضرات عدل و انصاف کی دجیاں اڑانے اور مجرموں کی پشت پناہی کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ والدین اپنی اولاد، اساتذہ اپنے شاگردوں اور افسر اپنے نوکروں کے برے اعمال سے چشم پوشی کرتے نظر آ رہے ہیں، اسی طرح شوہر اپنی بیوی کو، بیوی اپنے شوہر کو، بھائی بہن اور عزیز رشتہ دار ایک دوسرے کو نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہیں نہ قدرت کے باوجود انہیں برے افعال سے روکتے ہیں اور مسلمانوں کی اسی روش کا نتیجہ ہے کہ آج مسلم قوم دنیا بھر میں جس ذلت و رسوائی کا شکار ہے اس سے پہلے کبھی نہیں تھی اور اسی وجہ سے رفتہ رفتہ یہ قوم تباہی کی طرف بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اس حقیقت کو درج ذیل حدیث میں انتہائی احسن انداز کے ساتھ سمجھایا گیا ہے، چنانچہ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ کی حدود میں مداخلت کرنے والے (یعنی خلاف شرع چیز دیکھ کر قدرت کے باوجود منع نہ کرنے والے) اور حدود اللہ میں واقع ہونے والے کی مثال یہ ہے کہ ایک قوم نے جہاز کے بارے میں قرعہ ڈالا، بعض اوپر کے حصہ میں رہے بعض نیچے کے حصہ میں، نیچے والے پانی لینے اوپر جاتے اور پانی لے کر ان کے پاس سے گزرتے تو ان کو تکلیف ہوتی (انہوں نے اس کی شکایت کی تو) نیچے والے نے کلباڑی لے کر نیچے کا تختہ کاٹا شروع کر دیا۔ اوپر والوں نے دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے کہ تختہ توڑ رہے ہو؟ اس نے کہا میں پانی لینے جاتا ہوں تو تم کو تکلیف ہوتی ہے اور پانی لینا مجھے ضروری ہے۔“

(لہذا میں تجھ توڑ کر نہیں سے پانی لے لوں گا اور تم لوگوں کو تکلیف نہ دوں گا) پس اس صورت میں اگر اوپر والوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور تختہ کاٹنے سے روک دیا تو اسے بھی نجات دیں گے اور خود کو بھی بچالیں گے اور اگر چھوڑ دیا تو اسے بھی ہلاک کریں گے اور خود بھی ہلاک ہوں گے۔ (بخاری، کتاب الشهادات، باب القرعة فی المشكلات، ۲/۲۰۸، الحدیث: ۲۶۸۶) (۱)

دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت
جو کچھ بھی ہے سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کر توت
فرید ہے اے کشتی امت کے نگہیاں
بچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے
لکھو ہے زمانے کا نہ قسمت سے گلا ہے
بڑا یہ جانی کے قریب آن لگا ہے

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ
وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور ان جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انہیں آچکی تھیں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو آپس میں متفرق ہو گئے اور انہوں نے اپنے پاس روشن نشانیاں آجانے کے بعد (بھی) آپس میں اختلاف کیا اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا﴾ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو آپس میں متفرق ہو گئے۔ ﴿﴾ ارشاد فرمایا کہ آپس میں تفرقہ بازی اور اختلافات میں نہ پڑ جانا جیسا کہ یہود و نصاریٰ آپس میں اختلافات میں پڑ گئے اور ان میں ایک دوسرے کے ساتھ عناد اور دشمنی رائج ہو گئی یا آیت کا یہ معنی ہے کہ آپس میں اُس طرح اختلاف و افتراق میں نہ پڑ جانا جیسے تم زمانہ اسلام سے پہلے جاہلیت کے وقت میں متفرق تھے اور تمہارے درمیان بغض و عناد تھا۔

۱..... تبلیغ دین کی ضرورت و اہمیت اور اس سے متعلق حریہ معلومات حاصل کرنے کے لئے امیر المسند دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیف ”نیکی کی دعوت“ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

وَمَا يَكْفُرُ بِهِ إِلَّا الْأَقَلُّ مِنْهُمْ

اس آیت میں مسلمانوں کو آپس میں اتفاق و اجتماع کا حکم دیا گیا اور اختلاف اور اس کے اسباب پیدا کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ احادیث میں بھی اس کی بہت تاکیدیں وارد ہیں اور مسلمانوں کی جماعت سے جدا ہونے کی سختی سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا دستِ رحمت جماعت پر ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں گیا۔ (ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء في لزوم الجماعة، ۶۸/۴، الحديث: ۲۱۷۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میری امت گمراہی پر بھی جمع نہ ہوگی، جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑ لو۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، ۳۲۷/۴، الحديث: ۳۹۵۰)

آج کل جو فرقہ پیدا ہوتا ہے وہ اس حکم کی مخالفت کر کے ہی پیدا ہوتا ہے اور مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کے جرم کا مرتکب ہوتا ہے اور حدیث کے مطابق وہ شیطان کا شکار ہے۔ (معجم الکبیر، باب ما جاء في لزوم الجماعة، الخ، ۱۸۶/۱، الحديث: ۴۸۹) اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔ خیال رہے کہ اتفاق اور پھوٹ کا مجرم وہ شخص ہوگا جو مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر نئی راہ نکالے، جو اسلام کی راہ پر قائم ہے وہ مجرم نہیں۔

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ
أَكْفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۱۰۶﴾

ترجمہ کنزالایمان: جس دن کچھ منہ اونچا لے (روشن) ہوں گے اور کچھ منہ کالے تو وہ جن کے منہ کالے ہوئے کیا تم ایمان لا کر کافر ہوئے تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ۔

ترجمہ کنزالعرفان: جس دن کئی چہرے روشن ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے؟ تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔

﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ﴾: جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے۔ ﴿یہاں آیات میں قیامت کے دن کا منظر بیان ہوا ہے کہ قیامت کے دن کچھ چہرے روشن ہوں گے جو یقیناً اہل ایمان کے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے جو یقیناً کفار کے ہوں گے اور کافروں سے کہا جائے گا کہ ”کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے؟ تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔ یہاں فرمایا کہ ”ایمان کے بعد کافر ہوئے تھے“ اس سے اگر تمام کفار کو خطاب ہے تو اس صورت میں ایمان سے روزِ میثاق کا ایمان مراد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا تھا ”کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں“ تو سب نے ”ہلی“ یعنی ”کیوں نہیں“ کہا تھا اور ایمان لائے تھے۔ اب جو دنیا میں کافر ہوئے تو اُن سے فرمایا جاتا ہے کہ ”روزِ میثاق ایمان لانے کے بعد تم کافر ہو گئے۔ امام حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ اس سے منافقین مراد ہیں جنہوں نے زبان سے اظہارِ ایمان کیا تھا اور ان کے دل منکر تھے۔ حضرت عَلِیُّ مَدْحِی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے کہا کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں جو رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بعثت سے پہلے تو حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لائے اور ظہور کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا انکار کر کے کافر ہو گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے مخاطب مُرْتَدِّین ہیں جو اسلام لا کر پھر گئے اور کافر ہو گئے۔

(بخاری، ال عمران، تحت الآية: ۱۰۶، ۲۸۶/۱)

ان سے کہا جائے گا کہ اپنے کفر کے بدلے اب عذاب کا مزہ چکھو۔

﴿وَأَمْالَ الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جن کے منہ اونچا لے (روشن) ہوئے وہ اللہ کی رحمت میں ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

﴿فِي رَحْمَةِ اللَّهِ﴾: تو اللہ کی رحمت میں ہوں گے۔ ﴿یعنی اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار مومن اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جگہ جنت میں ہوں گے اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔﴾

(بخاری، ال عمران، تحت الآية: ۱۰۶، ۲۸۷/۱)

اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت گزار اہل ایمان کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

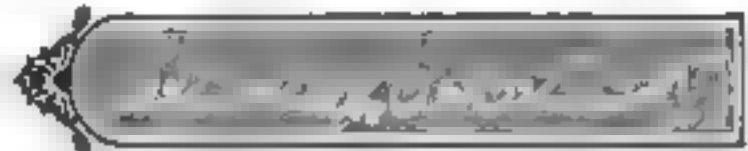
توجہ کذا یعرفان: بھلائی کرنے والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زیادہ ہے اور ان کے منہ پر نہ سیاہی چھائی ہوگی اور نزالت۔ یہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

لَّذِينَ أَحْسَنُوا لِحُسنِهِمْ وَلَا يَزَهُىٰ
وُجُوهُهُمْ قَلِيلٌ وَلَا ذَلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ
الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٦﴾ (یونس: ۲۶)

اور ارشاد فرمایا:

توجہ کذا یعرفان: بہت سے چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ چہتے ہوئے خوشیاں مناتے ہوں گے۔

وَجُوهٌ يُّوْمِيْنَ مُسْفِرَةٌ ۖ صَاحِبَةٌ
مُتَشَبِّهَةٌ ۖ ﴿٢٧﴾ (عیس: ۲۸، ۲۹)



روشن چہرے والوں سے مراد کون لوگ ہیں، درج ذیل روایات کی روشنی میں دیکھیں۔

تفسیر درمنثور میں ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کریمہ ”تَبَيُّضٌ وَجُوْهُ وَتَسْوَدُّ وَجُوْهُ“ کے بارے میں فرماتے ہیں ”تَبَيُّضٌ وَجُوْهُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَتَسْوَدُّ وَجُوْهُ أَهْلِ الْبِدْعِ وَالضَّلَالَةِ“ یعنی قیامت کے دن اہلسنت کے چہرے چمکتے ہوں گے اور بدعتی و گمراہوں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور اسی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث شریف روایت ہے کہ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ”تَبَيُّضٌ وَجُوْهُ وَتَسْوَدُّ وَجُوْهُ“ کے بارے میں فرمایا ”تَبَيُّضٌ وَجُوْهُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَتَسْوَدُّ وَجُوْهُ أَهْلِ الْبِدْعِ“ قیامت کے دن اہلسنت والجماعت کے چہرے سفید چمکتے ہوں گے اور گمراہوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے جو کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ ”تَبَيُّضٌ وَجُوْهُ وَتَسْوَدُّ وَجُوْهُ“ تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا ”تَبَيُّضٌ وَجُوْهُ أَهْلِ الْجَمَاعَاتِ وَالسُّنَّةِ، وَتَسْوَدُّ وَجُوْهُ أَهْلِ الْبِدْعِ وَالْأَهْوَاءِ“ یعنی قیامت کے دن اہلسنت وجماعت کے چہرے سفید چمکتے ہوں گے اور بدعتی و گمراہوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

(درمنثور، آل عمران، تحت الآیہ، ۱۰۷، ۱/۲۹۱)

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوَهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِينَ ﴿٢٨﴾

وَاللّٰهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَ اِلٰى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۹

ترجمہ کنزالایمان: یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم ٹھیک ٹھیک تم پر پڑھتے ہیں اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم حق کے ساتھ تمہارے سامنے پڑھتے ہیں اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

﴿وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾: اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔ ﴿یعنی لوگ جہنم میں لے جانے والے اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور کسی کو بے جرم عذاب نہیں دیتا اور کسی کی نیکی کا ثواب کم نہیں کرتا۔﴾

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا
لَّهُمْ ۚ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۱۰

ترجمہ کنزالایمان: تم بہتر ہوا ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر۔

ترجمہ کنزالعرفان: (اے مسلمانو!) تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب (بھی) ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا، ان میں کچھ مسلمان ہیں اور ان کی اکثریت نافرمان ہیں۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ﴾: تم بہترین امت ہو۔ ﴿یہودیوں میں سے مالک بن صفیہ اور وہب بن یہودا نے حضرت عبد اللہ

بن مسعود وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہا کہ ”ہم تم سے افضل ہیں اور ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی

(عازن، ال عمران، تحت الآية: ۱۱۰، ۲۸۷/۱)

اور اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو تمام امتوں سے افضل قرار دیا۔ حضرت علی الرضی عنہم اللہ تعالیٰ وجہہ التکریم سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”مجھے وہ کچھ عطا کیا گیا جو کسی اور نبی کو عطا نہیں کیا گیا۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، وہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ”رُعب کے ساتھ میری مدد کی گئی، مجھے زمین کی کھجیاں عطا کی گئیں، میرا نام احمد رکھا گیا، میرے لئے مٹی کو پاکیزہ کرنے والی بنا دیا گیا اور میری امت کو بہترین امت بنا دیا گیا۔“

(مسند امام احمد، ومن مسند علی بن ابی طالب، ۲۱۰/۱، الحديث: ۷۶۳)



چونکہ یہ بہترین امت ہے، اس لئے اس امت کا اتفاق و اتحاد بہت بڑی دلیل شرعی ہے۔ جو اس سے ہٹ کر چلے وہ گمراہی کے راستے پر ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے:

تَوَجَّهْ كَلًّا لِّلْجَوْنَانِ: اور جو اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت بالکل واضح ہو چکی رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے راستے سے جدا راستے کی پیروی کرے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے ہر مردہ پھر گیا ہے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کتنی بڑی لوٹنے کی جگہ ہے۔“

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا
تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ
الْمُؤْمِنِينَ لُولِهُمَا تَوَلَّىٰ وَتُصْلَبَ جَهَنَّمَ ۚ
وَسَاءَ مَصِيرًا ﴿۱۱۵﴾ (النساء: ۱۱۵)

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا دستِ رحمت جماعت پر ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں گیا۔

(ترمذی، کتاب العتق، باب ما جاء فی لزوم الجماعة، ۶۸/۴، الحديث: ۲۱۷۳)



اس آیت میں ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو تمام امتوں سے افضل فرمایا گیا اور بعض آیات میں بنی اسرائیل کو بھی عالمین یعنی تمام جہانوں سے افضل فرمایا گیا ہے، لیکن ان کا افضل ہونا ان کے زمانے کے وقت ہی تھا جبکہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا افضل ہونا دائمی ہے۔



یاد رہے کہ نیکی کی دعوت دینا وہ عظیم منصب اور عہدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرما کر نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا تو اس نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو اس منصب سے سرفراز فرما دیا اور اس عظیم خوبی کی وجہ سے انہیں سب سے بہترین امت قرار دیا، لہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ بقدر توفیق نیکی کی دعوت دیتا اور برائی سے منع کرتا رہے۔ احادیث میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ اس سے متعلق 2 احادیث درج ذیل ہیں

(1)..... ایک حدیث میں ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی: لوگوں میں بہتر کون ہے؟ ارشاد فرمایا ”اپنے رب عز و جل سے زیادہ ڈرنے والا، رشتہ داروں سے صلہ رحمی زیادہ کرنے والا، سب سے زیادہ نیکی کا حکم دینے والا اور سب سے زیادہ برائی سے منع کرنے والا (سب سے بہتر ہے)۔“

(شعب الایمان، السادس والعمسون من شعب الایمان، الخ، ۶/۲۲۰، الحدیث: ۷۹۵۰)

(2)..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”کیا میں تمہیں ایسے لوگوں کے بارے میں خبر نہ دوں جو تہا نبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے ہیں نہ شہداء میں سے، لیکن قیامت کے دن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور شہداء اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا مقام دیکھ کر رشک کریں گے، وہ لوگ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا ”یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا پیارا بندہ بنا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کا محبوب بنا دیتے ہیں اور وہ لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے زمین پر چلتے ہیں۔ میں نے عرض کی: وہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کے بندوں کا محبوب بنا دیتے ہیں (یہ بات تو سمجھ میں آ رہی ہے) لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا پیارا بندہ کیسے بناتے ہیں؟ ارشاد فرمایا ”وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں کا حکم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ کاموں سے منع کرتے ہیں تو جب لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرمانے لگتا ہے۔“ (1)

(کنز العمال، کتاب الاعلاق، قسم الاقوال، الفصل الثانی، ۲/۲۷۳، الجزء الثالث، الحدیث: ۸۴۵۵)

①..... نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کا جذبہ و ترغیب پانے اور اس کے فضائل حاصل کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ”دعوتِ اسلامی“ کے ساتھ وابستہ ہو جانا ہے۔

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ: اور اگر اہل کتاب (بھی) ایمان لے آتے۔﴾ یعنی اگر اہل کتاب بھی سید الانبیاء، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آتے تو ان کیلئے بھی بہتر ہوتا لیکن ان میں کچھ ہی لوگ ایمان والے ہوئے، جیسے یہودیوں میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی اور عیسائیوں میں سے حضرت نجاتی اور ان کے ساتھی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہم۔ اس کے برعکس یہود و نصاریٰ کی اکثریت نے اسلام قبول نہ کیا۔

لَنْ يَضُرَّكُمْ إِلَّا أَذًى ۖ وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُؤْلُوكُمْ ۚ الْأَدْبَارُ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہ ہوگی۔

ترجمہ کنزالعرفان: یہ تمہیں ستانے کے علاوہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر تم سے لڑیں گے تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

﴿لَنْ يَضُرَّكُمْ إِلَّا أَذًى﴾: یہ تمہیں ستانے کے علاوہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ ﴿یہودیوں میں سے جو لوگ اسلام لائے تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہم، یہودیوں کے سرداران کے دشمن ہو گئے تھے اور انہیں تکلیف پہنچانے کی فکر میں لگے رہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر قرطبی، آل عمران، تحت الآية: ۱۱۱، ۲/۱۳۵، الجزء الرابع)

اور اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو مطمئن کر دیا کہ زبانی طعن و تشنیع اور دھمکیوں کے علاوہ یہ ان مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں گے اور غلبہ مسلمانوں ہی کو حاصل ہوگا اور یہودیوں کا انجام ذلت و رسوائی ہوگا۔ اور اگر یہ اہل کتاب مسلمانوں کے مقابلے میں آئے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے اور تمہارے مقابلہ کی تاب نہ لائیں گے۔ یہ غیبی خبریں ایسی ہی واقع ہوئیں۔ بعد میں صحابہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہم نے شام، روم وغیرہ تمام علاقوں میں فتح حاصل کی اور یوں یہ غیبی خبر پوری ہوئی۔

صُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثَقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنْ

النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۚ ذَٰلِكَ
بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ ذَٰلِكَ
بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿۱۱۳﴾

توجہ کنزالایمان: ان پر جمادی گئی خواری جہاں ہوں امان نہ پائیں مگر اللہ کی ڈور اور آدمیوں کی ڈور سے اور غضب الہی کے سزاوار ہوئے اور ان پر جمادی گئی محتاجی یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کیا اس لئے کہ نافرمان بردار اور سرکش تھے۔

توجہ کنزالعرفان: یہ جہاں بھی پائے جائیں ان پر ذلت مسلط کر دی گئی سوائے اس کے کہ انہیں اللہ کی طرف سے سہارا مل جائے یا لوگوں کی طرف سے سہارا مل جائے۔ یہ اللہ کے غضب کے مستحق ہیں اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے تھے، اور اس لیے کہ وہ نافرمان اور سرکش تھے۔

﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ اللَّيْلَةُ﴾: ان پر ذلت مسلط کر دی گئی۔ اس آیت میں بیان فرمایا گیا کہ یہودیوں پر ذلت اور محتاجی لازم کر دی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس آیت میں استثناء بھی ہے ”إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ“ سوائے اس کے کہ انہیں اللہ کی طرف سے سہارا مل جائے یا لوگوں کی طرف سے سہارا مل جائے۔ استثناء کے آنے سے معنی یہ بن گیا کہ (یہودی) ذلت و خواری سے کسی صورت اور کسی طرح نہیں بچ سکتے مگر اللہ عزوجل کی رسی کے ساتھ اور لوگوں کی رسی کے ساتھ۔ اللہ عزوجل کی رسی کے ساتھ یوں کہ یہودی مسلمان ہو جائیں تو خواری سے بچ سکتے ہیں اور حقیقی عزت حاصل کر سکتے ہیں اور لوگوں کی رسی کی صورت یہ کہ لوگوں سے عہد و پیمان کریں، اسلامی حکومت کے ذمی بن جائیں یا کافر حکومتوں سے بھیک مانگیں اور تعاون حاصل کریں تو دنیاوی عزت پاسکتے ہیں اور ایسی صورت میں ان کی سلطنت بھی بن سکتی ہے۔ فی زمانہ اگر دنیا کے کسی خطے میں کفار کے تعاون سے یہودی سلطنت وجود میں آئی ہے تو اس حکومت کا قائم ہونا قرآن کریم

یا اسلام کی صداقت کے خلاف نہیں بلکہ قرآن کریم کی صداقت کی بڑی صاف اور واضح دلیل ہے کہ بحسب استثناء ”وَجِبِلِ قَوْمٍ ثَلَاثِينَ“ صدیوں سے ذلیل و خوار یہودیوں کی ایک جماعت کو دنیاوی عزت مل گئی۔ (لاوی نوری، ۱۹۳/۵، ملخصاً)

لَيْسُوا سَوَاءً ۚ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتُكُونُ آيَاتِ اللَّهِ نَاءً الْبَيْلِ
وَهُمْ يَسْجُدُونَ ۝۱۳

ترجمہ کنزالایمان: سب ایک سے نہیں کتابیوں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کرتے ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: یہ سب ایک جیسے نہیں، اہل کتاب میں کچھ وہ لوگ بھی ہیں جو حق پر قائم ہیں، وہ رات کے لمحات میں اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔

﴿لَيْسُوا سَوَاءً﴾: یہ سب ایک جیسے نہیں۔ جب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی ایمان لائے تو یہودی علماء نے جل کر کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ہم میں سے جو ایمان لائے ہیں وہ برے لوگ ہیں، اگر یہ برے نہ ہوتے تو اپنے باپ دادا کا دین نہ چھوڑتے۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی گئی۔

(تفسیر قرطبی، آل عمران، تحت الآية: ۱۱۳، ۱۳۶/۲، الجزء الرابع)

اور بتا دیا گیا کہ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں آنے والے ہی تو کام کے آدمی ہیں بقیہ کا حال تو انتہائی بدتر ہے۔ حضرت عطاء زعمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ یہاں جن لوگوں کی تعریف کی گئی ہے اس سے علاقہ نجران کے 40 آدمی، حبشہ کے 32 آدمی اور روم کے 8 آدمی مراد ہیں کہ جو دین عیسوی پر تھے، پھر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ (بخاری، آل عمران، تحت الآية: ۱۱۳، ۱/۱، ۲۹۰-۲۹۱)

﴿لَيْسُوا سَوَاءً﴾: یہ سب ایک جیسے نہیں۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نماز تہجد بہت اعلیٰ عبادت ہے کہ یہاں رات کو اٹھ کر عبادت کرنے والوں کی بطور خاص تعریف کی گئی ہے، اس سے نماز عشاء و تہجد دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کے ارکان

میں سجدہ بہت افضل ہے کہ سجدے کا بھی بطور خاص تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ رات کی عبادت، نماز اور تلاوت دن کی ان عبادات سے افضل ہے کیونکہ جودل کی یکسوئی رات میں میسر ہوتی ہے، دن میں نصیب نہیں ہوتی۔ ہمارے بزرگان دین اپنی راتیں عبادت و تلاوت میں گزارا کرتے تھے، چنانچہ حضرت حسین بن علی کرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے کئی بار حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ رات گزاری اور میں نے دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک تہائی رات تک نماز پڑھتے اور پچاس آیات سے زیادہ تلاوت نہ کرتے، اگر کبھی زیادہ پڑھتے تو بھی 100 آیات تک پہنچتے۔ جب کسی آیت رحمت کی تلاوت کرتے تو بارگاہ الہی عزوجل میں اپنے لئے اور تمام مومنین کے لئے رحمت ملنے کی دعا کرتے اور جب آیت عذاب پڑھتے تو اس سے پناہ طلب کرتے اور اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نجات کی دعا کرتے۔

(تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ محمد واسم ابیہ احمد، محمد بن احمد بن العباس ابو عبد اللہ الشافعی، ۶۱/۲)
حضرت فاطمہ بنت عبد الملک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا فرماتی ہیں ”ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ نماز پڑھتا اور روزے رکھتا ہو لیکن میں نے لوگوں میں کوئی ایسا شخص کبھی نہیں دیکھا جو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ اپنے رب عزوجل سے ڈرتا ہو۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (رات کے وقت) جب گھر تشریف لاتے تو سجدے میں سر رکھ کر روتے اور دعا کرتے رہتے یہاں تک کہ نیند آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آنکھوں پر غالب آجاتی اور رات میں پھر جب بیدار ہوتے تو اسی طرح کرتے۔ (حلیۃ الاولیاء، عمر بن عبد العزیز، ۲۹۴/۵، رقم: ۷۱۷۴) (۱)

يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۳۳﴾

توجہ کنزالایمان۔ اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور یہ لوگ لائق ہیں۔

۱..... عبادت کی لگن و شوق پانے اور اس میں یکسوئی حاصل کرنے کے لئے ہمیر الطیفت قامت ہر مخلصانہ کے تحریر کردہ فی انعامات پر عمل کرنا اور دعوت اسلامی کے مدنی قافلوں میں سفر کرنا انتہائی مفید ہے۔

توجہ کنزالایمان: یہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ (اللہ کے) خاص بندوں میں سے ہیں۔

﴿يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾: یہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ ﴿گزشتہ آیت اور اس آیت میں مجموعی طور پر ایمان والوں کے یہ اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ (1) رات کو عبادت میں قیام کرنا، (2) نماز پڑھنا، (3) رات کا ایک حصہ عبادت میں گزارنا، (4) رات کے وقت قرآن کی تلاوت کرنا، (5) اللہ تعالیٰ اور آخرت پر کامل ایمان رکھنا، (6) نیکی کا حکم دینا، (7) برائی سے منع کرنا، (8) نیکیوں میں سبقت لیجانا، (9) نیکی کو اختیار کرنا۔ ایک کامل ایمان والے کے بھی یہی اوصاف ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کاملین میں داخل فرمائے۔

وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوا ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿۱۱۵﴾

توجہ کنزالایمان: اور وہ جو بھلائی کریں ان کا حق نہ مارا جائے گا اور اللہ کو معلوم ہیں ڈروالے۔

توجہ کنزالایمان: اور یہ لوگ جو نیک کام کرتے ہیں ہرگز ان کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ ڈرنے والوں کو جانتا ہے۔

﴿فَلَنْ يُكْفَرُوا﴾: ہرگز ان کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ یہودیوں نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے کہا تھا کہ تم دین اسلام قبول کر کے خسارے میں پڑے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خبر دی کہ وہ تو بارگاہ الہی عز و جل میں بلند درجات کے مستحق ہوئے اور وہ تو اپنی نیکیوں کی جزا پائیں گے جبکہ یہودیوں کی گفتگو بے معنی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۱۶﴾

توجہ کنزالایمان: وہ جو کافر ہوئے ان کے مال اور اولاد ان کو اللہ سے کچھ نہ بچائیں گے اور وہ جہنمی ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا۔

ترجمہ کنزالعرفان: وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کے مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے کچھ بچانہ سکیں گے اور یہی لوگ جہنمی ہیں، یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا: ان کے مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے کچھ بچانہ سکیں گے۔ ﴿شان نزول﴾: یہ آیت بنی قریظہ اور بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہودی سرداروں نے مال و دولت کی خاطر سرکار عالی و قار، مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دشمنی کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ ان کے مال و اولاد ان کے کچھ کام نہ آئیں گے، یہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی میں ناحق اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔ (بخاری، ال عمران، تحت الآية: ۱۱۶، ۱/۲۹۱)

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین قریش کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ ابو جہل کو اپنی دولت پر بڑا فخر تھا، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت تمام کفار کے متعلق عام ہے۔ (تفسیر کبیر، ال عمران، تحت الآية: ۱۱۶، ۳/۳۳۵-۳۳۶)

ان سب کو بتایا گیا کہ مال و اولاد میں سے کوئی بھی کام آنے والا اور عذاب الہی سے بچانے والا نہیں۔ صرف رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہوناعی نجات کا ذریعہ ہے۔

مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۖ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ کنزالایمان: کہاوت اس کی جو اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس ہوا کی سی ہے جس میں پالا ہو وہ ایک ایسی قوم کی کھیتی پر پڑی جو اپنا ہی برا کرتے تھے تو اسے بالکل مار گئی اور اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہ خود اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: اس دنیاوی زندگی میں جو خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس ہوا جیسی ہے جس میں شدید ٹھنڈ ہو، وہ

ہو کسی ایسی قوم کی کھیتی کو چاہئے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہو تو وہ ہوا اس کھیتی کو ہلاک کر دے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

﴿مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ اس دنیاوی زندگی میں خرچ کرنے والوں کی مثال۔ ﴿اس آیت میں کافر کے خرچ اور ریا کاری کے طور پر خرچ کرنے والے کی مثال بیان فرمائی گئی کہ ان کے خرچ کو ان کا کفر یا ریا کاری ایسے تباہ کر دیتی ہے جیسے برفانی ہوا کھیتی کو برباد کر دیتی ہے اور ان کے ساتھ یہ معاملہ کوئی ظلم و زیادتی نہیں بلکہ یہ ان کے کفر یا نفاق یا ریا کاری کا انجام ہے تو یہ خود ان کا اپنی جانوں پر ظلم ہے۔ مفسرین کا قول ہے کہ اس خرچ سے یہودیوں کا وہ خرچ مراد ہے جو وہ اپنے علماء اور سرداروں پر کرتے تھے، وہ خرچ بے فائدہ ہے، اس کا انہیں کوئی ثواب نہ ملے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں اس سے کفار کے تمام صدقات مراد ہیں کہ ان کا کوئی ثواب نہیں اور وہ صدقات ضائع ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں ریا کار کا خرچ کرنا مراد ہے

(بخاری، ابی عمر، تحت الآیۃ ۱۱۷۰، ۱/۲۹۱-۲۹۲)

کیونکہ اس کا خرچ کرنا یا دنیاوی نفع کے لئے ہو گا یا آخرت کے نفع کے لئے۔ اگر صرف دنیاوی نفع کے لئے ہو تو آخرت میں اس سے کیا فائدہ اور ریا کار کو تو آخرت اور رضائے الہی مقصود ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کا عمل تو دکھاوے اور نمائش کے لئے ہوتا ہے ایسے عمل کا آخرت میں کیا نفع ہو گا جبکہ کافر کے تمام اعمال برباد ہیں، وہ اگرچہ آخرت کی نیت سے بھی خرچ کرے تو نفع نہیں پاسکتا، ان لوگوں کے لئے وہ مثال بالکل مطابق ہے جو اس آیت میں ذکر فرمائی جا رہی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ۖ
وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِي
صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١١٨﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں گئی نہیں کرتے ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے برائے کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو۔

توجہ کذا یعرفان۔ اے ایمان والو! غیروں کو راز دار نہ بناؤ، وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کریں گے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ بیشک (ان کا) بغض تو ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ بیشک ہم نے تمہارے لئے کھول کر آیتیں بیان کر دیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

﴿لَا تَتَّبِعُوا الْبَغَاةَ مِنْ دُونِكُمْ﴾ غیروں کو راز دار نہ بناؤ۔ بعض مسلمان اپنے قرابت دار اور رشتہ دار یہودیوں وغیرہ سے قرابت یا پڑوس کی بنا پر دوستی اور میل جول رکھتے تھے۔ ان کے متعلق یہ آیت کریمہ اتری۔

(صلوی، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۸، ۱/۱۶۳)



اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے دوستانہ تعلقات، دلی محبت و اخلاص حرام ہے اور انہیں اپنا راز دار بنانا بھی ناجائز ہے اور تجربات سے بھی یہی ثابت ہے کہ کفار مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کرتے۔ نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان حکمران کافروں اور مرتدوں کو اہم ترین عہدوں پر نہ لگائے جس سے یہ لوگ غداری کرنے کا موقعہ پائیں کیونکہ یہ لوگ تمہاری برائی چاہنے میں کوئی کمی نہیں کریں گے، ان کی تو خواہش ہی یہ ہے کہ مسلمان تکلیف و مشقت میں پڑے رہیں نیز ان کی دشمنیاں ان کے الفاظ اور کردار سے ظاہر ہیں جو وقتاً فوقتاً سامنے آتا رہتا ہے۔ جب زبانی دشمنی بھی سامنے آتی رہتی ہے تو جو دشمنی اور مسلمانوں سے بغض و عداوت ان کے دلوں میں ہوگی وہ کس قدر ہوگی؟ یقیناً ان کے دلوں میں موجود دشمنی ظاہری دشمنی سے بڑھ کر ہے۔ لہذا اے مسلمانو! ان سے دوستی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں کھول کر بیان فرماتا ہے۔ قرآن پاک کی جامعیت اور حقانیت کو اگر سمجھنا ہو تو ان آیات کو سامنے رکھ کر تمام دنیا کے مسلمان اور کافر ممالک کے حالات کا جائزہ لیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ قطعی طور پر حق اور سچ نہیں ہے؟ یقیناً سچ ہے۔ تاریخ عالم، تاریخ اسلام اور موجودہ حالات تمام کے تمام قرآن کی ان آیات کی صداقت پر دلالت کر رہے ہیں لیکن افسوس کہ ابھی بھی ہماری آنکھیں خواب غفلت میں ہیں، ہمارے لوگ ابھی بھی انہی کو اپنا مشکل کشا اور حاجت روا مان رہے ہیں جنہیں اپنے راز بتانے سے بھی اللہ تعالیٰ ہمیں منع فرما رہا ہے۔

هَآئُكُمْ أُولَٰئِ تَجِبُونَهُمْ وَلَا يَجِبُونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا

لَقُوكُمْ قَالُوا اِمْنًا ۖ وَاِذَا خَلَوْا عَصَوْا عَلَیْكُمْ اِلَّا نَامِلًا مِّنَ الْغِیْظِ ۚ
قُلْ مُوتُوا بِغِیْظِكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۱۹

توجہ کنز الایمان: سنتے ہو یہ جو تم ہو تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں نہیں چاہتے اور حال یہ کہ تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چبائیں غصہ سے تم فرما دو کہ مر جاؤ اپنی گھٹن (قلبی جلن) میں اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔

توجہ کنز البصائر: خبردار: یہ تم ہی ہو جو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں پسند نہیں کرتے حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لا چکے ہیں اور جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو غصے کے مارے تم پر انگلیاں چباتے ہیں۔ اے حبیب! تم فرما دو، اپنے غصے میں مر جاؤ۔ بیشک اللہ دلوں کی بات کو خوب جانتا ہے۔

﴿تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ﴾: تم انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں پسند نہیں کرتے۔ ارشاد فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! یہ صرف تم ہو جو رشتہ داری اور دوستی وغیرہ تعلقات کی بناء پر ان سے محبت کرتے ہو جبکہ وہ تمہیں پسند نہیں کرتے اور دینی مخالفت کی بنا پر تم سے دشمنی رکھتے ہیں حالانکہ تم قرآن پر بھی ایمان رکھتے ہو اور ان کی کتابوں پر بھی لیکن وہ تمہاری کتاب پر ایمان نہیں رکھتے تو جب وہ اپنے کفر میں اتنے پختہ ہیں تو تم اپنے ایمان میں پختہ کیوں نہیں ہوتے اور ان میں سے جو منافقین ہیں ان کا حال یہ ہے کہ جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لا چکے ہیں اور جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو غصے کے مارے تم پر انگلیاں چباتے ہیں۔ جب ان کا یہ حال ہے تو اے مسلمانو! تم ان سے بچو۔ ان کے اس غیض و غضب پر اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، آپ ان سے فرمادیں کہ تم مرتے دم تک اپنے غصے پر قائم رہو اور اس جلن میں جلتے رہو لیکن یاد رکھو کہ اس وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کا کچھ نہیں بگڑے گا البتہ تمہارے لئے یہ غصہ عذاب کا باعث بن جائے گا کیونکہ تمہاری یہ قلبی حالت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو دلوں کی باتیں بھی جانتا ہے۔

إِنْ تَسْسِكُمْ حَسَنَةً تَسْؤُهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا وَإِنْ
تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝

توجہ کنزالایمان: تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگے اور تم کو برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں اور اگر تم صبر اور پرہیزگاری
کے رہو تو ان کا داؤں تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا بیشک ان کے سب کام خدا کے گھیرے میں ہیں۔

توجہ کنزالعرفان: اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر تمہیں کوئی برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوتے ہیں
اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کا مکر و فریب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ بیشک اللہ ان کے تمام کاموں کو گھیرے
میں لئے ہوئے ہے۔

﴿إِنْ تَسْسِكُمْ حَسَنَةً تَسْؤُهُمْ﴾: اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگتا ہے۔ ﴿کفار کی عمومی حالت یہ ہے کہ اگر
مسلمانوں کو کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچے تو وہ خوش ہوتے ہیں لہذا مسلمانوں کو
کافروں سے محبت و دوستی نہیں رکھنی چاہیے۔ ان کے مقابلے میں مسلمان اگر صبر اور تقویٰ کو اپنا شعار بنالیں تو کافروں کا
کوئی داؤ مسلمانوں پر نہ چل سکے گا۔

وَإِذْ عَدَوْتُ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَيِّئُ عَذَابٍ ۝

توجہ کنزالایمان: اور یاد کرو اے محبوب جب تم صبح کو اپنے دولت خانہ سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں
پر قائم کرتے اور اللہ مستجاب تھا ہے۔

توجہ کنزالعرفان: اور یاد کرو اے حبیب! جب صبح کے وقت تم اپنے دولت خانہ سے نکل کر مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں
پر مقرر کر رہے تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿وَإِذْ عَدَوْتُ مِنْ أَهْلِكَ﴾: اور یاد کرو اے حبیب! جب صبح کے وقت تم اپنے دولت خانہ سے نکلے۔ ﴿یہاں سے
غزوہ احد کا بیان ہو رہا ہے اور اس کے بعد غزوہ بدر کا تذکرہ ہے۔

یہاں رکوع کی ابتدا میں جنگ اُحد کا بیان ہے جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ جنگ بدر میں شکست کھانے سے کفار کو بڑا رنج تھا، اس لئے انہوں نے انتقام کے ارادے سے مسلمانوں سے جنگ کیلئے ایک بڑا بھاری لشکر تیار کر لیا۔ جب سرکارِ عالی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ لشکرِ کفار اُحد میں پہنچا ہوا ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ فرمایا، اس مشورے میں منافقوں کے سردار عبد اللہ بن ابی بن سلول کو بھی بلایا گیا جو اس سے پہلے کبھی کسی مشورے کے لئے نہیں بلایا گیا تھا۔ اکثر انصار کی اور عبد اللہ بن ابی کی بیرائے تھی کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ میں ہی ٹھہرے رہیں اور جب کفار یہاں آئیں تب اُن سے مقابلہ کیا جائے۔ یہی سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی تھی لیکن بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے یہ ہوئی کہ مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر لڑنا چاہئے اور اس پر انہوں نے اصرار کیا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے دولت کدہ میں تشریف لے گئے اور اسلحہ زیب تن فرما کر باہر تشریف لائے۔ اب تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو عداوت ہوئی اور انہوں نے عرض کیا کہ ”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رائے دینا اور اس پر اصرار کرنا ہماری غلطی تھی، اس کو معاف فرمائیے اور جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ ہو وہی کیجئے، ہم حاضر ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ہتھیار پہن کر جنگ سے پہلے اُتار دے۔“

شرکینِ دو تین دن سے اُحد میں پہنچے ہوئے تھے۔ سلطانِ عَرَب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد ایک انصاری کی نماز جنازہ پڑھ کر روانہ ہوئے اور پندرہ شوال 3 ہجری بروز اتوار اُحد میں پہنچے اور پہاڑ کا ایک درہ جو لشکرِ اسلام کے پیچھے تھا، اس طرف سے اندیشہ تھا کہ کسی دقت و دشمن پشت پر سے آکر حملہ کرے، اس لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جحیر رضی اللہ عنہ کو پچاس حیرانداڑوں کے ساتھ وہاں مقرر فرمادیا کہ اگر دشمن اس طرف سے حملہ آور ہو تو تیروں کے ذریعے اس کا حملہ دفع کر دیا جائے اور حکم دیا کہ کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا اور اس جگہ کو نہ چھوڑنا، خواہ فتح ہو یا شکست ہو۔ عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق جس نے مدینہ طیبہ میں رہ کر جنگ کرنے کی رائے دی تھی اپنی رائے کے خلاف کیے جانے کی وجہ سے براہم ہوا اور کہنے لگا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تو عمر لڑکوں کا کہنا تو مانا اور میری بات کی پروا نہ کی۔ اس عبد اللہ بن ابی کے ساتھ تین سو منافق تھے اُن سے اس نے کہا کہ جب دشمن لشکرِ اسلام کے مقابل آجائے اُس وقت بھاگ جانا تا کہ لشکرِ اسلام میں ابتری پھیل جائے

اور تمہیں دیکھ کر اور لوگ بھی بھاگ نکلیں۔ مسلمانوں کے لشکر کی کل تعداد ان منافقین سمیت ایک ہزار تھی اور مشرکین تین ہزار تھے۔ مقابلہ شروع ہوتے ہی عبد اللہ بن ابی منافق اپنے تین سو منافقوں کو لے کر بھاگ نکلا اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدم رکھا یہاں تک کہ مشرکین کو شکست ہوئی۔ مسلمان مشرکوں کے پیچھے بھاگے تو پہاڑی درے پر موجود صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی بھاگتے ہوئے مشرکین کے پیچھے پڑ گئے اور تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں قائم رہنے کے لئے فرمایا تھا وہاں قائم نہ رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ دکھا دیا کہ بدر میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری کی برکت سے فتح ہوئی تھی جبکہ یہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں سے زعب و ہیبت دور کر دی اور وہ پلٹ پڑے اور مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ فہم شاہِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جماعت رہ گئی جس میں حضرت ابو بکر، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ اسی جنگ میں دمدانِ اقدس شہید ہوئے اور چہرہ اقدس پر زخم آیا۔ اسی کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(بخاری، ال عمران، تحت الآية ۱۶۱، ۱/۲۹۴-۲۹۵)

اِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتٌ مِّنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَاۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهَاۗ وَعَلَى اللّٰهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۶۱﴾

توجہ کنز الایمان: جب تم میں سے دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ نامردی کر جائیں اور اللہ ان کا سنبھالنے والا ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

توجہ کنز الایمان: جب تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کیا کہ بزدلی دکھائیں اور اللہ ان کو سنبھالنے والا تھا اور اللہ ہی پر مسلمانوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔

﴿اِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتٌ مِّنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَاۙ﴾: جب تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کیا کہ بزدلی دکھائیں۔ یہ دونوں گروہ انصار میں سے تھے ایک قبیلہ بنی سلمہ جس کا تعلق خزرج سے تھا اور ایک بنی حارثہ جس کا تعلق اوس سے تھا۔ یہ دونوں لشکر کے بازو تھے، جب عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق بھاگا تو ان قبیلوں نے بھی واپسی کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے کرم

فرمایا اور انہیں اس سے محفوظ رکھا اور یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ یہاں اس نعمت و احسان کا ذکر فرمایا ہے۔ آیت کے آخر میں توکل کی عظمت کو بھی بیان فرمایا۔ توکل کا مفہوم یہ ہے کہ اپنا کام کسی کے سپرد کر کے اس پر اعتماد کرنا، اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی کارساز ہونے کا یقین رکھتے ہوئے اپنے کام اس کے سپرد کر دینا۔ (احیاء العلوم، کتاب التوحید والتوکل، الشطر الثانی، بیان حال التوکل، ۱/۴، ۳۲۱، ملخصاً)

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُونَ﴾ (۱۲۳)

توجہ کنز الایمان: اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرو کہ کہیں تم شکر گزار ہو۔

توجہ کنز العرفان: اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ﴾ اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی۔ ﴿یہاں اللہ عزوجل اپنے عظیم احسان کو بیان فرما رہا ہے کہ غزوہ بدر میں جب مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی اور ان کے پاس ہتھیاروں اور سواروں کی بھی کمی تھی جبکہ کفار تعداد اور جنگی قوت میں مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھے۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور کفار پر فتح و کامرانی عطا فرمائی۔ جنگ بدر ۱۷ رمضان ۲ ہجری میں جمعہ کے دن ہوئی۔ مسلمان ۳۱۳ تھے جبکہ کفار تقریباً ایک ہزار۔ بدر ایک کنواں ہے جو ایک شخص بدر بن عامر نے کھودا تھا، اس کے نام پر اس علاقے کا نام ”بدر“ ہو گیا۔ (یہ علاقہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے)

(صاوی، ال عمران، تحت الآية، ۱/۱، ۳۱۰)

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ﴾ اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی۔

اس آیت مبارکہ سے اہلسنت کا ایک عظیم عقیدہ واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی مدد کیلئے فرشتے نازل ہوئے جیسا کہ اگلی آیتوں میں موجود ہے، جنگ میں فرشتے لڑے، انہوں نے مسلمانوں کی مدد کی لیکن ان کی مدد کو اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کے پیارے جب اللہ تعالیٰ کی اجازت سے مدد فرماتے ہیں تو وہ اللہ عزوجل ہی کی مدد ہوتی ہے۔ لہذا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم جو مدد فرمائیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی مدد قرار پائے گی اور اسے کفر و شرک نہیں کہا جائے گا۔

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُبَدِّلَكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آفٍ
مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ ﴿۱۳۳﴾ بَلَىٰ ۚ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّنْ
فَوْرِهِمْ هَذَا يُبَدِّلْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿۱۳۴﴾

۱۳۳

ترجمہ کنزالایمان: جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے
تین ہزار فرشتے اتار کر۔ ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر و تقویٰ کرو اور کافراں کی دم تم پر آپڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار
فرشتے نشان والے بھیجے گا۔

ترجمہ کنزالعرفان: یاد کرو اے حبیب! جب تم مسلمانوں سے فرما رہے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین
ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد کرے۔ ہاں کیوں نہیں، اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور کافراں کی وقت تمہارے اوپر حملہ
آور ہو جائیں تو تمہارا رب پانچ ہزار نشان والے فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا۔

﴿إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾: جب تم مسلمانوں سے فرما رہے تھے۔ ﴿فَيُبَدِّلْكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آفٍ﴾: یعنی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام
رَحِمَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو حوصلہ دیتے ہوئے اور ان کی ہمت بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”تم اپنی ہمت بلند رکھو، کیا تمہیں
یہ کافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد فرمائے۔ اس کے بعد فرمان ہے کہ تین ہزار فرشتوں
کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کرو اور اس وقت دشمن تم پر حملہ آور ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ پانچ ہزار ممتاز فرشتوں
کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا۔ یہ ایک غیبی خبر تھی جو بعد میں پوری ہوئی اور صحابہ کرام رَحِمَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے صبر و تقویٰ
کی بدولت اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتوں کو نازل فرمایا جنہوں نے میدان بدر میں مسلمانوں کی مدد کی۔

المشیرۃ فی تفسیر القرآن جلد دس ص ۱۸۰

اس آیت اور واقعہ سے 3 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)..... بدر میں شرکت کرنے والے تمام مہاجرین و انصار صابر اور متقی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد اتارنے کیلئے

صبر اور تقویٰ کی شرط رکھی تھی اور چونکہ فرشتے بعد میں نازل ہوئے تو اس سے معلوم ہوا کہ شرط پائی گئی تھی، یعنی صحابہ کرام رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہم نے صبر و تقویٰ کا مظاہرہ کیا تھا، لہذا صحابہ کرام رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہم کے صبر اور تقویٰ پر قرآن گواہ ہے۔
(2)..... بدر میں تشریف لانے والے فرشتے دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں کہ رب عز و جل نے ان پر خاص نشان لگا دیئے تھے جن سے وہ دوسروں سے ممتاز ہو گئے اور احادیث میں اس کی صراحت بھی موجود ہے کہ بدر میں اترنے والے فرشتے دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں۔

(3)..... سرور عالم صَلَّی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت اور مجاہدین کی مدد اعلیٰ عبادت ہے کہ یہ فرشتے حضور اقدس صَلَّی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت اور صحابہ کرام رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہم کی مدد کیلئے نازل ہوئے اور دوسرے فرشتوں سے افضل قرار پائے۔ لہذا حضور پر نور صَلَّی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ کرام رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہم تمام مسلمانوں سے افضل ہیں کہ یہ وہ خوش نصیب حضرات ہیں جنہیں حضور سید المرسلین صَلَّی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت نصیب ہوئی۔ حدیث میں ہے ”اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں فرمایا ”تم جو چاہے عمل کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے۔“ (بخاری، کتاب المغازی، باب فصل من شہد بدر، ۱۶/۳، الحدیث: ۳۹۸۳)

شہداء بدری کی فضیلت پر ضمناً دلالت کرنے والی یہ حدیث بھی ملاحظہ ہو۔ حضرت انس رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”غزوہ بدر کے دن حضرت حارث رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو ان کی والدہ نے نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ مجھے حارث کتنا پیارا تھا، اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور ثواب کی امید رکھوں اور اگر خدا نخواستہ معاملہ برعکس ہے تو آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”تجھ پر افسوس ہے، کیا تو بچی ہو گئی ہے؟ کیا خدا کی ایک ہی جنت ہے؟ اس کی جنتیں تو بہت ساری ہیں اور بے شک حارث رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ جنت الفردوس میں ہے۔“ (بخاری، کتاب المغازی، باب فصل من شہد بدر، ۱۶/۳، الحدیث: ۳۹۸۲)

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْبِئْنَ قُلُوبُكُمْ بِهِ ۖ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿۱۳۶﴾

توجہ کنزالایمان اور یہ فتح اللہ نے نہ کی مگر تمہاری خوشی کے لئے اور اسی لئے کہ اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے اور مدد نہیں مگر اللہ غالب حکمت والے کے پاس ہے۔

توجہ کنزالعرفان: اور اللہ نے اس امداد کو صرف تمہاری خوشی کے لئے کیا اور اس لئے کہ اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے اور مدد صرف اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جو زبردست ہے حکمت والا ہے۔

﴿وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ﴾ اور اللہ نے اس امداد کو صرف تمہاری خوشی کے لئے کیا۔ ﴿فَرَمَا يَأْتِيَا﴾ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اتار کر جو تمہاری مدد فرمائی وہ صرف تمہاری خوشی کے لئے کی اور اس لئے کہ اس سے تمہارے دلوں کو اطمینان نصیب ہو اور دشمن کی کثرت اور اپنی قلت سے تمہیں پریشانی اور بے قراری نہ ہو۔ مسلمانوں کو دیئے ہی یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حقیقی مدد اسباب سے نہیں بلکہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہوتی ہے لہذا چاہئے کہ بندہ صرف اسباب پر نہیں بلکہ مستتب الاسباب پر نظر رکھے اور اسی پر توکل کرے۔



اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خوشی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے کہ ان کی خوشی کیلئے ان کی مدد کی گئی۔

لَيَقْطَعَنَّ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ ﴿١٧٤﴾

توجہ کنزالایمان: اس لئے کہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ذلیل کرے کہ نامراد پھر جائیں۔

توجہ کنزالعرفان: اس لئے کہ وہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ذلیل و رسوا کر دے تو وہ نامراد ہو کر لوٹ جائیں۔

﴿لَيَقْطَعَنَّ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ اس لئے کہ وہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے۔ ﴿فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد اس لئے بھی فرمائی کہ کافروں کے بڑے بڑے سردار مارے جائیں، گرفتار کئے جائیں اور اس کے ذریعے کافروں کی قوت ختم ہو، چنانچہ بدر میں ایسا ہی ہوا۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٣٨﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٣٩﴾

ترجمہ کنزالایمان: یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے حبیب! آپ کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں، اللہ چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دیدے اور چاہے تو انہیں عذاب میں ڈال دے کیونکہ یہ ظالم ہیں۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾: اے حبیب! آپ کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔ ﴿ہجرت کے چوتھے سال مفر کے مہینے میں سرکار عالی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ستر قاری صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مکہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ بزم معونہ کی طرف بھیجا تا کہ وہاں لوگوں کو قرآن پاک اور دینی مسائل کی تعلیم دیں، عامر بن طفیل نے دھوکے سے انہیں شہید کر دیا، ان کافروں کے خلاف حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بربادی کی دعا کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو روک دیا، اس کے متعلق یہ آیت کریمہ اتری۔“

(صحاوی، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۲۸، ۱/۳۱۱-۳۱۲، مدارک، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۲۸، ص ۱۸۴، ملقط)

اور فرمادیا گیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کیلئے کوئی دعا نہ کریں۔ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دے اور چاہے تو عذاب دے۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وہ مبارک تربیت ہے جو رب العالمین عزوجل نے خود فرمائی اور ہر جگہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کامل رہنمائی فرمائی۔

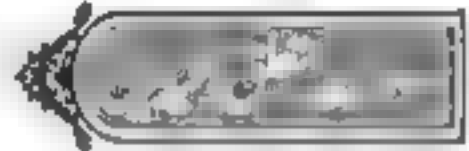
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَاْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً ۖ

وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۲﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! سو دو ٹا دوں نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں فلاح ملے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! ڈگنا ڈرؤ گنا سو نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں کامیابی مل جائے۔

﴿لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً﴾: ڈگنا ڈرؤ گنا سو نہ کھاؤ۔ اس آیت میں سود کھانے سے منع کیا گیا اور اسے حرام قرار دیا گیا۔ زمانہ جاہلیت میں سود کی ایک صورت یہ بھی رائج تھی کہ جب سود کی ادائیگی کی مدت آتی، اگر اس وقت مقروض ادا نہ کر پاتا تو قرض خواہ سود کی مقدار میں اضافہ کر دیتا اور یہ عمل مسلسل کیا جاتا رہتا۔ اسے ڈگنا ڈرؤ گنا کہا جا رہا ہے۔



سود حرام قطعی ہے، اسے حلال جاننے والا کافر ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کے متعلق سخت وعیدیں بیان ہوئی ہیں۔ سورہ بقرہ کی آیت 275، 276، 278 میں بھی سود کی حرمت کا بیان موجود ہے اور حدیث میں ہے۔

(1)..... حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب اس گناہ میں برابر ہیں۔ (مسلم، کتاب المساقاة والمراعاة، باب لمن أكل الربا وموكله، ص ۸۶۲، الحدیث: ۱۰۶ (۱۵۹۹))

(2)..... حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”سود کا گناہ 73 درجے ہے، ان میں سب سے چھوٹا یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔“

(مستدرک، کتاب البیوع، ان اربی اثمها عرض الرجل المسلم، ۳۳۸/۲، الحدیث: ۲۳۰۶)

(3)..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”سود کا ایک درہم جو آدمی کو ملتا ہے اس کے 36 بار زنا کرنے سے زیادہ بُرا ہے۔“

(شعب الایمان، الثامن والثلاثون من شعب الایمان، ۳۹۵/۴، الحدیث: ۵۵۲۳)

(4)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”معراج کی رات میرا گزرا ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کی مانند بڑے تھے اور ان میں سانپ تھے جو باہر

سے نظر آرہے تھے، میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ان لوگوں کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کی: یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے۔ (ابن ماجہ، کتاب النحرار، باب التغلیظ فی الربا، ۷۱/۳، الحدیث: ۲۲۷۳)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کر لینے سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ یہاں سود کی حرمت بیان کرتے ہوئے لوگوں سے ”اے ایمان والو“ کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔ (۱)

وَاتَّقُوا النَّاسَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۖ

اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار رکھی ہے۔

ترجمہ کنزالایمان:

اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان:

﴿وَاتَّقُوا النَّاسَ﴾: اور اس آگ سے بچو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، اس آیت میں ایمانداروں کو تہدید (دھمکی) ہے کہ سود وغیرہ جو چیزیں اللہ عزوجل نے حرام فرمائی ہیں ان کو حلال نہ جانیں کیونکہ حرام قطعی کو حلال جاننا کفر ہے۔ (عازن، ال عمران، تحت الآية: ۱۳۱، ۱/۳۰۰)

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۖ

اور اللہ و رسول کے فرمانبردار رہو اس امید پر کہ تم پر رحم کیے جاوے۔

ترجمہ کنزالایمان:

اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

ترجمہ کنزالعرفان:

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ﴾: اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو۔ فرمایا گیا کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو اور یہ بات یقینی ہے کہ اللہ عزوجل کی اطاعت اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو کہتے ہیں، رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرنے والا اللہ عزوجل کا فرمانبردار نہیں ہو سکتا۔

۱۔۔۔ سود سے متعلق حرید مطومات حاصل کرنے کے لئے رسالہ ”سود اور اس کا علاج“ (مطبوعہ مکتبہ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ
وَالْأَرْضُ ۚ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۳﴾

توجہ لکنا ایمان: اور دوڑو اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی میں سب آسمان و زمین آجائیں
پر ہیزگاروں کے لئے تیار رکھی ہے۔

توجہ لکنا العرفان: اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر
ہے۔ وہ پر ہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ﴾ اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو۔ ﴿فَرَمَايَا﴾ فرمایا گیا کہ گناہوں سے توبہ کر کے،
اللہ عزوجل کے فرائض کو ادا کر کے، نیکیوں پر عمل پیرا ہو کر اور تمام اعمال میں اخلاص پیدا کر کے اپنے رب عزوجل کی بخشش
اور جنت کی طرف جلدی کرو۔ پھر جنت کی وسعت اس طرح بیان فرمائی کہ لوگ سمجھ سکیں کیونکہ لوگ جو سب سے وسیع چیز
دیکھتے ہیں وہ آسمان و زمین ہی ہے، اس سے وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اگر تمام آسمانوں اور زمینوں کو ترتیب سے ایک لائن
میں رکھ کر جوڑ دیا جائے تو جو وسعت بنے گی اُس سے جنت کی چوڑائی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جنت کتنی وسیع ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ جنت آسمان میں ہے یا زمین میں؟ فرمایا: کون سی زمین
اور کون سا آسمان ایسا ہے جس میں جنت سما سکے۔ عرض کیا گیا: پھر کہاں ہے؟ فرمایا: آسمانوں کے اوپر، عرش کے نیچے۔
(بخاری، ال عمران، تحت الآية: ۱۳۳، ۱/۱: ۳۰)

جنت نہایت عظیم الشان جگہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے دیدار کا مقام ہے۔ قرآن پاک میں جنت کی
عظمت کو بکثرت بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ہمیں جنت الفردوس
میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پڑوس نصیب فرمائے۔ یہ بات بھی سامنے رکھیں کہ اس آیت اور
اس سے اوپر کی آیت ”وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ“ سے ثابت ہوا کہ جنت و دوزخ پیدا ہو چکی ہیں اور دونوں
موجود ہیں کیونکہ دونوں آیتوں میں ماضی کے زمانے میں جنت و دوزخ کے تیار ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالصَّرَّاءِ وَالْكُظُمِينِ الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: وہ جو خوشحالی اور تنگدستی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیک لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالصَّرَّاءِ﴾: وہ جو خوشحالی اور تنگدستی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ﴿الْعَافِينَ﴾: آمید مبارکہ میں متیقن کے چار اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ (۱) خوشحالی اور تنگدستی دونوں حال میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا، (۲) غصہ پی چانا، (۳) لوگوں کو معاف کر دینا، (۴) احسان کرنا۔

وَمَا أَلْفَقْتُمْ مِّن شَيْءٍ وَهُوَ غَافِلٌ عَمَّا يُفْعَلُ ﴿۳۴﴾

راہ خدا میں خرچ کرنے کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ کنزالعرفان: اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے میں اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

وَمَا أَلْفَقْتُمْ مِّن شَيْءٍ وَهُوَ غَافِلٌ عَمَّا يُفْعَلُ ﴿۳۴﴾
(سبا ۳۹)
اور ارشاد فرمایا:

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ اسکی تجارت کے امیدوار ہیں جو ہرگز تباہ نہیں ہوگی۔ تاکہ اللہ انہیں ان کے ثواب بھر پور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بیشک وہ بخشنے والا، قادر فرمانے والا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَسْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَدُجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورًا ﴿۳۵﴾ لِيُؤْتِيَهُمُ أَجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۗ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۳۶﴾
(ماطر ۳۹-۴۰)

اور بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”خرچ کرو تم پر خرچ کیا جائے گا۔“

(بخاری، کتاب التعمیر، باب وکان عرشہ علی الماء، ۲۴۵/۳، الحدیث: ۴۶۸۴، مسلم، کتاب الرکاة، باب الحث علی النعقة وتبشیر المسفق بالمعطف، ص ۴۹۸، الحدیث: ۳۶ (۹۹۳))

یعنی تم خدا عزوجل کی راہ میں خرچ کرو، تمہیں اللہ عزوجل کی رحمت سے ملے گا۔



احادیث میں غصے پر قابو پانے کے کثیر فضائل مذکور ہیں ان میں سے 4 فضائل درج ذیل ہیں۔

(1)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بہادر وہ نہیں جو پہلوان ہو اور دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت خود کو قابو میں رکھے۔“

(بخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ۱۳۰/۴، الحدیث: ۶۱۱۴)

(2)..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص اپنی زبان کو محفوظ رکھے گا، اللہ عزوجل اس کی پروہ پوشی فرمائے گا اور جو اپنے غصے کو روکے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا عذاب اس سے روک دے گا اور جو اللہ عزوجل سے عذر کرے گا، اللہ عزوجل اس کے عذر کو قبول فرمائے گا۔ (شعب الایمان، السابع والعشرون من شعب الایمان، فصل فی ترک الغضب... الخ، ۳۱۵/۶، الحدیث: ۸۳۱۱)

(3)..... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”جو اپنے غصہ میں مجھے یاد رکھے گا میں اسے اپنے جلال کے وقت یاد کروں گا اور ہلاک ہونے والوں کے ساتھ اسے ہلاک نہ کروں گا۔“

(مردوس الاعبار، باب القاف، ۱۳۷/۲، الحدیث: ۴۴۷۶)

(4)..... حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے بندے نے غصہ کا گھونٹ پیا، اس سے بڑھ کر اللہ عزوجل کے نزدیک کوئی گھونٹ نہیں۔“ (1) (شعب الایمان، السابع والعشرون من شعب الایمان، فصل فی ترک الغضب... الخ، ۳۱۴/۶، الحدیث: ۸۳۰۷)

①..... غصے کی عادت ختم کرنے کے لئے امیرِ اہلسنت حضرت ابو بکرؓ کا رسالہ ”غصے کا علاج“ پڑھنا بہت فائدہ مند ہے۔



احادیث میں غنود و درگزر کے بھی کثیر فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے دو فضائل درج ذیل ہیں۔

(۱)۔۔۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جسے یہ پسند ہو کہ اس کے لئے (جنت میں) محل بنایا جائے اور اس کے درجات بلند کئے جائیں تو اسے چاہئے کہ جو اس پر ظلم کرے یہ اسے معاف کرے اور جو اسے محروم کرے یہ اسے عطا کرے اور جو اس سے قطع تعلق کرے یہ اس سے ناٹھ جوڑے۔

(مستدرک، کتاب التعمیر، شرح آیۃ: کتبم غیر اللہ، الخ، ۱۲/۳، الحدیث: ۳۲۱۵)

(۲)۔۔۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جب لوگ حساب کے لئے ٹھہرے ہوں گے تو اس وقت ایک منادی یہ اعلان کرے گا جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ پھر دوسری بار اعلان کرے گا کہ جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ پوچھا جائے گا کہ وہ کون ہے جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ منادی کہے گا ان کا جو لوگوں (کی خطاؤں) کو معاف کرنے والے ہیں۔ پھر تیسری بار منادی اعلان کرے گا جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے وہ اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ تو ہزاروں آدمی کھڑے ہوں گے اور بلا حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ احمد، ۵۴۲/۱، الحدیث: ۱۹۹۸)



(۱)۔۔۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ چل رہا تھا اور آپ ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے جس کے کنارے موٹے اور کھردرے تھے، اچانک ایک دیہاتی نے آپ کی چادر مبارک کو پکڑ کر اتنے زبردست جھٹکے سے کھینچا کہ آپ کی مبارک گردن پر خراش آگئی۔ وہ کہنے لگا اللہ تعالیٰ کا جو ماں آپ کے پاس ہے آپ حکم فرمائیے کہ اس میں سے کچھ مجھے مل جائے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرا دیئے، پھر اسے کچھ مال عطا فرمانے کا حکم دیا۔ (بحاری، کتاب قرض الخمس، باب ما کان النبی

صلی اللہ علیہ وسلم يعطى المؤلفه قلوبهم... الخ، ۳۵۹/۲، الحدیث: ۳۱۴۹)

(۲)۔۔۔ امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی لونڈی وضو کرواتے ہوئے ان پر پانی ڈال رہی تھی کہ اچانک اس کے ہاتھ سے برتن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر گر گیا جس سے چہرہ زخمی ہو گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے اس کی طرف سرائٹھا کرو یکھا تو اس نے عرض کی: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَالْكَافِرِينَ الْغَيْظُ ”اور غصہ پینے والے“ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ اس نے پھر عرض کی: وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ”اور لوگوں سے درگزر کرنے والے“ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے معاف کرے۔ پھر عرض گزار ہوئی: وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ”اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے“ ارشاد فرمایا: جا! تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔

(ابن عساکر، ذکر من اسما علی، علی بن الحسین بن عیسیٰ بن ابی طالب، ۳۸۷/۴۱)

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا
لِدُنُوبِهِمْ ۖ وَمَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ ذُنُوبَ إِلَّا اللَّهُ ۖ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا
وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۳۵﴾ أُولَٰئِكَ جَزَاءُ وَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۖ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّتٌ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ ﴿۳۶﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گنہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔ ایسوں کا بدلہ ان کے رب کی بخشش اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں اور کامیوں (نیک لوگوں) کا کیا اچھا نیک (انعام، حصہ) ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور وہ لوگ کہ جب کسی بے حیائی کا ارتکاب کر لیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اللہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کر سکتا ہے اور یہ لوگ جان بوجھ کر اپنے برے اعمال پر اصرار نہ کریں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے بخشش ہے اور وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ (یہ لوگ) ہمیشہ ان (جنتوں) میں رہیں گے اور نیک اعمال کرنے والوں کا کتنا اچھا بدلہ ہے۔

﴿ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ﴾ اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ ﴿وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ پر ہیز گاروں کے اوصاف

کا بیان جاری ہے اور یہاں ان کا مزید ایک وصف بیان فرمایا، وہ یہ کہ اگر ان سے کوئی کبیرہ یا صغیرہ گناہ سرزد ہو جائے تو وہ فوراً اللہ عز و جل کو یاد کر کے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، اپنے گناہ پر شرمندہ ہوتے ہیں اور اسے چھوڑ دیتے ہیں اور آئندہ کیلئے اس سے باز رہنے کا پختہ عزم کر لیتے ہیں اور اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے اور یہی مقبول توبہ کی شرائط ہیں۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ”تیبان نامی ایک کھجور فروش کے پاس ایک حسین عورت کھجوریں خریدنے آئی۔ دکاندار نے کہا کہ یہ کھجوریں اچھی نہیں ہیں، بہترین کھجوریں گھر میں ہیں، یہ کہہ کر اس عورت کو گھر لے گیا اور وہاں جا کر اس کا بوسہ لے لیا اور اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ اس عورت نے کہا: اللہ عز و جل سے ڈر۔ یہ سنتے ہی تیبان نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور شرمندہ ہو کر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ ”دو شخصوں میں بڑا پیار تھا، ان میں سے ایک جہاد کے لئے گیا اور اپنا گھریا دوسرے کے سپرد کر گیا۔ ایک روز اُس مجاہد کی بیوی نے اُس انصاری سے گوشت منگایا، وہ آدمی گوشت لے آیا، جب اُس مجاہد کی بیوی نے گوشت لینے کیلئے ہاتھ آگے بڑھایا تو اس نے ہاتھ چوم لیا لیکن چومتے ہی اسے سخت شرمندگی ہوئی اور وہ جنگل میں نکل گیا اور منہ پر طمچے مارنا اور سر پر خاک ڈالنا شروع کر دی۔ جب وہ مجاہد اپنے گھر واپس آیا تو اپنی بیوی سے اپنے اُس دوست کا حال پوچھا۔ عورت بولی کہ اللہ عز و جل ایسے دوست سے بچائے۔ وہ مجاہد اُس کو تلاش کر کے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ اس کے حق میں یہ آیات اتریں۔ (بخاری، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۳۵، ۱/۲۰۶)

ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں واقعے اس آیت کا شان نزول ہوں۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَمُشِرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ

عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ کنزالایمان: تم سے پہلے کچھ طریقے برتاؤ میں آچکے ہیں تو زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔

ترجمہ کنزالعرفان: تم سے پہلے کئی طریقے گزر چکے ہیں تو زمین میں چل پھر کر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟

﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ﴾ تم سے پہلے کئی طریقے گزر چکے ہیں۔ ﴿اس آیت میں فرمایا گیا کہ اے لوگو! کافروں کو شروع میں مہلت دینے اور پھر ان کی گرفت کرنے کے حوالے سے تم سے پہلے بھی کئی طریقے گزر چکے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے دنیا کی حرص اور اس کی لذت کی طلب میں انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر بھی مہلتیں عطا فرمائیں۔ اس کے باوجود وہ راہِ راست پر نہ آئے تو انہیں ان کے اعمال کے سبب مختلف عذابوں کے ذریعے ہلاک و برباد کر دیا۔ تو اے لوگو! ان زمینوں کی طرف سفر کرو جہاں پہلے کفار آباد تھے جنہوں نے اپنے رسولوں کی مخالفت کی، جس کی وجہ سے ان پر عذاب الہی آیا اور وہ تباہ کر دیئے گئے۔ ان کی اجڑی بستیاں دیکھ کر عبرت پکڑو اور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ۔ یاد رہے کہ عبرت و نصیحت اور صحیح مقصد کیلئے سیر و سیاحت کرنے میں بہت فوائد ہیں۔ نیز یہ بھی یاد رکھیں کہ جیسے عذاب کی جگہ جا کر عبرت حاصل ہوتی ہے ایسے ہی رحمت کی جگہ جا کر برکت و نصیحت حاصل ہوتی ہے۔ جیسے کسی ولی کے مزار پر جائیں تو جا کر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی دنیا میں ہی کیسی عزت افزائی فرماتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی کیسی محبت ڈال دیتا ہے؟ اس لئے ایسی رحمت والی جگہوں پر بھی برکت و نصیحت کیلئے جانا چاہیے۔

هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۸﴾

ترجمہ کنزالایمان: یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: یہ لوگوں کے لئے ایک بیان اور رہنمائی ہے اور پرہیزگاروں کیلئے نصیحت ہے۔

﴿هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى﴾: یہ لوگوں کے لئے ایک بیان اور رہنمائی ہے۔ ﴿قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت اور نصیحت کیلئے نازل فرمایا لہذا قرآن کا حق ہے کہ اس کی تلاوت کے وقت اس پہلو کو بھی سامنے رکھا جائے اور اس میں مذکور اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی کرنے والی قوموں کا انجام، قیامت کی سختیاں اور جہنم کے دردناک عذابات وغیرہ کے بارے میں پڑھ کر عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۹﴾

توجہ کنز الایمان: اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

توجہ کنز العرفان: اور تم ہمت نہ ہارو اور غم نہ کھاؤ، اگر تم ایمان والے ہو تو تم ہی غالب آؤ گے۔

﴿وَلَا تَهِنُوا﴾ اور سستی نہ کرو۔ ﴿غزوة احد میں نقصان اٹھانے کے بعد مسلمان بہت غمزدہ تھے اور اس کی وجہ سے بعض کے دل سستی کی طرف مائل تھے۔ ان کی اصلاح کے لئے فرمایا کہ جنگ احد میں جو تمہارے ساتھ پیش آیا ہے اس کی وجہ سے غم نہ کرو اور سستی کا مظاہرہ نہ کرو۔ جنگ بدر میں شکست کے باوجود ان کافروں نے ہمت نہ ہاری اور تم سے مقابلہ کرنے میں سستی سے کام نہ لیا تو تمہیں بھی سستی اور کم ہمتی نہیں کرنی چاہئے لہذا تم ہمت جواں رکھو۔ اگر تم سچے ایمان والے ہو اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنے والے ہو تو بالآخر تم ہی کامیاب ہو گے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اس حکم پر عمل کر کے دکھایا اور خلفائے راشدین کے زمانہ مبارکہ میں مسلمانوں کو ہر طرف فتح و نصرت حاصل ہوئی۔

إِنْ يَسْأَلْكُمْ قَوْمٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ ۖ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ
نُذَارُ لَهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ
شُهَدَاءَ ۖ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝۱۴۰

توجہ کنز الایمان: اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں اور اس لئے کہ اللہ پہچان کرادے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔

توجہ کنز العرفان: اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ ایمان والوں کی پہچان کرادے اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمادے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿إِنْ يَسْتَكْمِلْكُمْ قَدْ خَمَّ﴾: اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے۔ اس آیت کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ اے مسلمانو! یاد رکھو کہ اگر اس وقت میدانِ احد میں تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف اس سے پہلے میدانِ بدر میں پانچکے ہیں اور یہ دن ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں کہ کبھی ایک کی فتح ہوتی ہے تو کبھی دوسرے کی۔ نیز یہ بھی یاد رکھو کہ کبھی کبھار جو کافروں کو غلبہ حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی پہچان کروانا چاہتا ہے کہ ان میں کون ہر حال میں صبر و استقامت کا پیکر رہتا ہے اور کون بزدل بنتا ہے نیز کافروں کی فتح کے ذریعے اللہ تعالیٰ تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمانا چاہتا ہے تو کافروں کے غلبے میں بھی بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں، لہذا ہر حال میں اللہ عز و جل کی رضا پر راضی رہو۔ درس: یہاں آیات مبارکہ میں مسلمانوں کو بار بار بلند ہمت، باحوصلہ، چست اور ہوشیار ہونے کا فرمایا ہے اور کم ہمتی، سستی و کالی سے منع فرمایا ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَسْحَقَ الْكَافِرِينَ ﴿۱۳۱﴾

توجیہ کنزالایمان: اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کا نکھار کر دے اور کافروں کو مٹا دے۔

توجیہ کنزالعرفان: اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کو نکھار دے اور کافروں کو مٹا دے۔

﴿وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ﴾: اور اس لئے کہ اللہ نکھار دے۔ کافروں سے جہاد کی ایک اور حکمت بیان کی جا رہی ہے کہ کافروں سے جو مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچتی ہیں وہ تو مسلمانوں کے لئے شہادت اور پاکیزگی کا ذریعہ بنتی ہیں جبکہ مسلمان جن کفار کو قتل کرتے ہیں تو یہ کفار کی بربادی کا ذریعہ بنتا ہے۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَبَّاءُ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ

وَيَعْلَمُ الصَّابِرِينَ ﴿۱۳۲﴾

توجیہ کنزالایمان: کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔

توجیہ کنزالعرفان: کیا تم اس گمان میں ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تمہارے مجاہدوں کا امتحان نہیں لیا اور نہ (ی) صبر والوں کی آزمائش کی ہے۔

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ﴾: کیا تم اس گمان میں ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ یہاں مسلمان پر آنے والی آزمائشوں کی حکمت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر تمہیں آزمائشیں آتی ہیں تو اس پر بے قرار اور حیرت زدہ ہونے کی ضرورت نہیں کہ ہم تو مسلمان ہیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کیوں تکلیفوں میں مبتلا فرما رہا ہے؟ یاد رکھو کہ تمہارا امتحان کیا جائے گا، تمہیں ایمان کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا کہ اللہ عزوجل کی رضا کے لئے کیسے زخم کھاتے اور تکلیف اٹھاتے ہو اور کتنا ثابت قدم رہتے ہو۔ تھوڑی سی تکلیف پر چلا اٹھنا اور دہائی دینا شروع کر دینا ایمان والوں کا شیوہ نہیں۔ جنت میں داخلہ مطلوب ہے تو ان آزمائشوں پر پورا اترنا پڑے گا، اللہ عزوجل کی راہ میں قربانی دینا پڑے گی اور ہر حال میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا پڑے گا۔

رہاں پہ شکوہ رنج و اَلَم لایا نہیں کرتے نبی کے نام لیا غم سے گھبرایا نہیں کرتے
اس میں اُن لوگوں کو سرزنش (تنبیہ) ہے جو اُحد کے دن کفار کے مقابلہ سے بھاگے تھے۔ نیز اس آیت کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنے اعمال اور اپنی حالت پر بھی غور کرنا چاہیے کہ اگر ہمیں راہِ خدا میں اپنا مال یا وقت دینا پڑے تو ہم اس میں کتنا پورا اترتے ہیں؟ افسوس کہ ہماری حالت کچھ اچھی نہیں۔ فضولیات میں خرچ کرنے کیلئے پیسہ بھی ہے اور وقت بھی لیکن اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کرتے وقت نہ پیسہ باقی رہتا ہے اور نہ وقت۔
تنبیہ: آیت میں علم کا لفظ ہے، یہاں اس سے مراد آزمائش کرنا ہے۔

﴿وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْا فَقَدْ أَيْمُنْوْا وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ﴾

توجیہ کنزالایمان: اور تم تو موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس کے ملنے سے پہلے تو اب وہ تمہیں نظر آئی آنکھوں کے سامنے۔

ترجمہ کنز العرفان: اور تم موت کا سامنا کرنے سے پہلے تو اس کی تمنا کیا کرتے تھے، اب تم نے اسے آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا۔

﴿وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ﴾ اور تم موت کی تمنا کیا کرتے تھے۔ ﴿جب بدر کے شہداء کے درجے اور مرتبے اور ان پر اللہ تعالیٰ کے انعام و احسان بیان فرمائے گئے تو جو مسلمان غزوہ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے انہیں حسرت ہوئی اور انہوں نے آرزو کی کہ کاش کسی جہاد میں انہیں حاضری میسر آئے اور شہادت کے درجات ملیں، انہی لوگوں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اُحد پر جانے کے لئے اصرار کیا تھا اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی،

(مبارک، آل عمران، تحت الآية: ۱۴۳، ص ۱۸۸)

کہ پہلے تو شہادت کی موت کی تمنا کرتے تھے مگر جب میدان جنگ میں پہنچے تو بھاگنے لگے، یہ کیا ہے؟ یہ گویا ان کی تفہیم ہے یعنی انہیں سمجھایا گیا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ
أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَصُرَ اللَّهُ
شَيْئًا ۚ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ کنز الایمان: اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم اٹھ پاؤں پھر جاؤ گے اور جو اٹھ پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔

ترجمہ کنز العرفان: اور محمد ایک رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ وصال کر جائیں یا انہیں شہید کر دیا جائے تو تم اٹھ پاؤں پلٹ جاؤ گے؟ اور جو اٹھ پاؤں پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو صلہ عطا فرمائے گا۔

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ﴾ اور محمد تو ایک رسول ہی ہیں۔ ﴿شان نزول﴾ جنگِ اُحد میں جب کافروں نے شور مچایا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے اور شیطان نے یہ جھوٹی افواہ مشہور کر دی تو صحابہ کرام رَحِمَہُمُ اللہ تعالیٰ عَنْہُم کو بہت اضطراب ہوا اور ان میں سے کچھ لوگ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے لیکن پھر جب ندا کی گئی کہ سرکارِ علی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صحیح سلامت تشریف رکھتے ہیں تو صحابہ کرام رَحِمَہُمُ اللہ تعالیٰ عَنْہُم کی ایک جماعت واپس آ گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یوں بھاگ جانے پر ملامت کی تو انہوں نے عرض کیا: ہمارے ماں، باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر ہمارے دل ٹوٹ گئے اور ہم سے ٹھہرا نہ گیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (تفسیر کبیر، ال عمران، تحت الآية: ۱۴۴، ۳۷۶/۳)

اور فرمایا گیا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی امتوں پر ان کے دین کی پیروی لازم رہتی ہے تو اگر ایسا ہوتا بھی کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو جاتے یا ان کا وصال ہو جاتا تو بھی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی پیروی اور اس کی حمایت لازم رہتی کیونکہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے بھی بہت سے رسول گزرے ہیں لیکن ان کے پیروکار ان کے بعد ان کے دین پر قائم رہے۔ رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد تو رسالت کی تبلیغ اور اللہ عزوجل کا پیغام پہنچانا ہوتا ہے نہ کہ اپنی قوم کے درمیان ہمیشہ موجود رہنا، تو جیسے پہلے رسول گزر گئے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی دنیا سے تشریف لے جائیں گے لہذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر ثابت قدم رہو۔ یہ کیا بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد ان کے دین ہی سے پھر جاؤ۔ جو ایسا کرے گا وہ اللہ عزوجل کا تو کچھ نہیں بگاڑے گا بلکہ اپنا ہی نقصان کرے گا جبکہ جو دین اسلام سے نہ پھرے اور اپنے دین پر ثابت رہے وہ شکر گزاروں میں شمار کیا جائے گا کیونکہ انہوں نے اپنی ثابت قدمی سے نعمتِ اسلام کا شکر ادا کیا، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ سے ثواب و جزا کے امیدوار ہیں۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كَتَبْنَا مُوَجَّلَاتٍ وَمَنْ يُرَدُّ

ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِيهِ مِنْهَا ۖ وَمَنْ يُرَدُّ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِيهِ مِنْهَا ۖ

وَسَنَجْزِي الشَّكْرِينَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور کوئی جان بے حکم خدا نہیں سکتی سب کا وقت لکھا رکھا ہے اور جو دنیا کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور جو آخرت کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ عطا کریں۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور کوئی جان اللہ کے حکم کے بغیر نہیں مر سکتی، سب کا وقت لکھا ہوا ہے اور جو شخص دنیا کا انعام چاہتا ہے ہم اسے دنیا کا کچھ انعام دیدیں گے اور جو آخرت کا انعام چاہتا ہے ہم اسے آخرت کا انعام عطا فرمائیں گے اور عنقریب ہم شکر ادا کرنے والوں کو صلہ عطا کریں گے۔

﴿کِتَابًا مُّجَلًّا: سب کا وقت لکھا ہوا ہے۔﴾ اس آیت میں جہاد کی ترغیب ہے اور مسلمانوں کو دشمن کے مقابلہ پر جری بنایا جا رہا ہے کہ کوئی شخص بغیر حکم الہی کے نہیں سکتا، چاہے وہ کتنی ہی ہلاکت خیز لڑائی میں شرکت کرے اور کتنی ہی تباہ کن میدان جنگ میں داخل ہو جائے، جبکہ اس کے برعکس جب موت کا وقت آتا ہے تو کوئی تدبیر نہیں بچا سکتی خواہ وہ ہزاروں پہرے دار اور محافظ مقرر کر لے اور قلعوں میں جا چھپے کیونکہ ہر ایک کی موت کا وقت لکھا ہوا ہے، وہ وقت آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔

﴿وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا: اور جو دنیا کا انعام چاہتا ہے۔﴾ یہاں سے لوگوں کے دو گروہوں کا تذکرہ شروع ہوتا ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ جو شخص صرف دنیا کی نعمتیں اور آسائشیں چاہتا ہے اور اس کے عمل سے صرف دنیا کا حصول مقصود ہوتا ہے ہم اسے دنیا دیدیتے ہیں یعنی اس کے عمل پر اسے دنیا کا فائدہ مل جاتا ہے اور چونکہ آخرت اس کا مطلوب نہیں لہذا آخرت کے ثواب سے وہ محروم رہتا ہے۔ جبکہ جو شخص اپنے عمل سے آخرت کا طالب ہوتا ہے اسے اخروی ثواب عطا فرمایا جاتا ہے اور دنیا تو سب کو مل ہی جاتی ہے۔

﴿وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا: اور جو دنیا کا انعام چاہتا ہے۔﴾

اس سے معلوم ہوا اعمال میں دار و مدار نیت پر ہے جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث ہے "إِنَّمَا الْأَعْمَالُ

بِالنِّيَّاتِ" اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

(بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۵/۱، الحدیث: ۱)

جیسے یہاں جہاد کی بات چل رہی ہے تو جس کا مقصد جہاد سے صرف شہرت، دولت اور مالی غنیمت ہوگا،

ہو سکتا ہے کہ اسے یہ چیزیں مل جائیں لیکن آخرت کا ثواب ہرگز نہیں ملے گا جبکہ اگر وہ آخرت کا طلبگار ہو تو آخرت کا ثواب تو اسے ملے گا، اس کے ساتھ وہ عزت و شہرت اور مال غنیمت سے بھی محروم نہیں رہے گا۔

وَكَايِنَ مَنْ نَبِيٍّ قُتِلَ مَعَهُ رَاسِيُونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ﴿۳۷﴾

توجہ کنزالایمان۔ اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے تو نہ سست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انہیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔

توجہ کنزالعرفان۔ اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا، ان کے ساتھ بہت سے اللہ والے تھے تو انہوں نے اللہ کی راہ میں پہنچنے والی تکلیفوں کی وجہ سے نہ تو ہمت ہاری اور نہ کمزوری دکھائی اور نہ (دوسروں سے) دبے اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿وَكَايِنَ مَنْ نَبِيٍّ قُتِلَ﴾ اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا۔ ﴿مُسْلِمَانِ﴾ مسلمانوں کا حوصلہ بڑھایا جا رہا ہے اور انہیں بتایا جا رہا ہے کہ تم سے پہلے بہت سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے جہاد کیا، ان کے ساتھ ان کے صحابہ بھی ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے جہاد کی تکالیف کے باوجود ہمت نہ ہاری اور کمزوری نہ دکھائی اور کافروں کے سامنے پسپائی کا مظاہرہ نہ کیا بلکہ راہِ خدا عزوجل میں ڈٹے رہے اور مردانہ وار تمام تکالیف و مصائب کو برداشت کرتے رہے اور صبر و استقامت کے پیکر بنے رہے تو اے مسلمانو! تم تو وہ ہو کہ تمہارے نبی اُن تمام نبیوں کے سردار ہیں اور تم اُن تمام امتوں سے افضل ہو تو چاہیے کہ تمہاری بہادری اور استقامت ان سے زیادہ ہو، تمہاری ہمت اور حوصلہ ان سے بڑھ کر ہو، تم میں صبر کا مادہ ان سے زیادہ ہو، لہذا تم بھی اپنے اندر وہی اوصاف پیدا کرو۔ اس آیت کے شروع میں بیان ہوا کہ بہت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے جہاد کیا اور ان کے ساتھ زبانی لوگ تھے۔ دونوں چیزوں کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ جہاد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوا، سب سے پہلے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد فرمایا، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

پہلے کسی نبی نے جہاد نہ کیا تھا۔ البتہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بہت سے پیغمبروں کی شریعت میں جہاد تھا جیسے حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت یوشع علیہم الصلوٰۃ والسلام وغیرہ اور ربانی لوگوں سے مراد علماء، مشائخ اور متقی لوگ ہیں جو اللہ عزوجل کو راضی کرنے کی کوشش میں لگے رہیں۔
(یصاری، ال عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۶، ۲/۱۰۰)



اس آیت مبارکہ میں بہت سے درس ہیں، ان میں سے 2 یہ ہیں:

(1)..... افضل کو افضل نیکیاں کرنی چاہئیں، وہ تمام مانتوں سے عمل میں بڑھ کر ہونا چاہیے، لہذا سیدوں، عالموں اور پیروں کو دوسروں سے زیادہ نیک ہونا چاہیے۔

(2)..... دوسروں کے اعمال دکھا کر، سنا کر کسی کو جوش دلاتا سنت الہیہ ہے بلکہ تاریخی حالات کا جاننا اس نیت سے بہت بہتر ہے۔ اسی لئے مختلف محفلوں، عرسوں، بزرگان دین کے ایام میں ان کی عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں تاکہ عمل کا جذبہ پیدا ہو۔

وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا
وَلَقَدْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿۷۷﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ کچھ بھی نہ کہتے تھے سوا اس دعا کے کہ اے ہمارے رب بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں ہم نے اپنے کام میں کیں اور ہمارے قدم جمادے اور ہمیں ان کافر لوگوں پر مدد دے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور وہ اپنی اس دعا کے سوا کچھ بھی نہ کہتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو اور ہمارے معاملے میں جو ہم سے زیادتیاں ہوئیں انہیں بخش دے اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

﴿وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا﴾ اور وہ اپنی اس دعا کے سوا کچھ بھی نہ کہتے تھے کہ اے ہمارے رب!۔ یعنی رسولوں کے ساتھی تکالیف پر بے صبری نہ دکھاتے اور دین کی حمایت اور جنگ کے مقامات میں اُن کی زبان پر کوئی ایسا کلمہ

نہ آتا جس میں گھبراہٹ، پریشانی اور خوف (ڈرنا) کا شائبہ بھی ہوتا بلکہ وہ ثابت قدم رہتے اور مغفرت، ثابت قدمی اور فتح و نصرت کی دعا کرتے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کی جو دعائیاں کی گئی ہیں اس میں انہوں نے اپنے آپ کو گنہگار کہا ہے، یہ عاجزی، انکساری اور بارگاہِ الہی عزوجل کے آداب میں سے ہے۔ لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ وہ خود کو گنہگار کہہ رہے ہیں اور ان کا پروردگار عزوجل انہیں ربانی یعنی اللہ والے فرما رہا ہے۔ اور حقیقت میں لطف کی بات یہی ہے بندہ خود کو گنہگار کہے اور اس کا رب عزوجل اسے ابرار (نیکیاں) فرمائے۔ کسی بزرگ کا فرمان ہے کہ ”ساری دنیا مجھے مردود کہے اور رب کریم عزوجل کی بارگاہ میں، میں مقبول قرار پاؤں یہ اس سے بہتر ہے کہ ساری دنیا مجھے مقبول کہے اور رب کریم عزوجل کی بارگاہ میں، میں مردود قرار پاؤں۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنے سے پہلے توبہ و استغفار کرنا آداب دعا میں سے ہے۔

فَاتْلُوهُمْ اَللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحَسَنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۖ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۸﴾

ترجمہ کنزالایمان: تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی اور نیکی والے اللہ کو پیارے ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام (بھی) عطا فرمایا اور آخرت کا اچھا ثواب بھی اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿فَاتْلُوهُمْ اَللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا﴾: تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام (بھی) عطا فرمایا۔ ﴿وَحَسَنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ﴾: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں دین خدا عزوجل کیلئے جدوجہد کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کی حسن نیت اور حسن عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں دونوں جہان کی کامیابیاں عطا فرمائیں، دنیا میں انہیں فتح و نصرت سے نوازا اور دشمنوں پر غلبہ عطا فرمایا جبکہ آخرت میں ان کیلئے مغفرت، جنت اور رضائے الہی کا انعام رکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آخرت کا ثواب دنیا کے انعام سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ آخرت کے ثواب پر لفظ ”حَسَن“ زیادہ فرمایا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دین کی خدمت کرنے والے کو دنیا بھی ملتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يُؤْذُواكُمْ عَلَى
أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خِسِرِينَ ﴿١٣٩﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اگر تم کافروں کے کہے پر چلے تو وہ تمہیں اٹے پاؤں لوٹا دیں گے پھر ٹوٹا کھا کے پلٹ جاؤ گے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اگر تم کافروں کے کہنے پر چلے تو وہ تمہیں اٹے پاؤں پھیر دیں گے پھر تم نقصان اٹھا کر پلٹو گے۔

﴿إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا﴾: اگر تم کافروں کی اطاعت کرو گے۔ یہاں مسلمانوں کو بہت واضح الفاظ میں سمجھایا گیا ہے کہ اگر تم کافروں کے کہنے پر چلو گے یا ان کے پیچھے چلو گے خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی یا منافق یا مشرک، جس کے کہنے پر بھی چلو گے وہ تمہیں کفر، بدعتی، بدعتی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف ہی لے کر جائیں گے اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم آخرت کے ساتھ ساتھ اپنی دنیا بھی تباہ کر بیٹھو گے۔ کتنے واضح اور کھلے الفاظ میں فرمادیا کہ کافروں سے ہدایات لے کر چلو گے تو وہ تمہاری دنیا و آخرت تباہ کر دیں گے اور آج تک کا ساری دنیا میں مشاہدہ بھی یہی ہے لیکن حیرت ہے کہ ہم پھر بھی اپنا نظام چلانے میں، اپنے کردار میں، اپنے کلچر میں، اپنے گھریلو معاملات میں، اپنے کاروبار میں ہر جگہ کافروں کے کہنے پر اور ان کے طریقے پر ہی چل رہے ہیں، جس سے ہمارا رب کریم غزوہ جمل ہمیں بار بار منع فرما رہا ہے۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ ﴿١٤٠﴾

ترجمہ کنزالایمان: بلکہ اللہ تمہارا مولا ہے اور وہ سب سے بہتر مددگار۔

ترجمہ کنزالعرفان: بلکہ اللہ ہی تمہارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہترین مددگار ہے۔

﴿بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ﴾: بلکہ اللہ ہی تمہارا مددگار ہے۔ کافروں کی بات ماننے سے روکنے کے بعد فرمایا کہ یاد رکھو کہ یہ

کافر تمہارے مددگار نہیں بلکہ اللہ غزوہ جنگی ہی تمہارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہترین مددگار ہے، لہذا تم اس کی اطاعت کرو کیونکہ ہر ایک اپنے مولا کی اطاعت کرتا ہے تو جب اللہ غزوہ جنگی تمہارا مولا ہے تو تم اسی کی اطاعت کرو۔

سَلِّقْ فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانٌ ۚ وَمَا لَهُمُ النَّارُ ۖ وَيُسْ مَشْوَى الظَّالِمِينَ ﴿١٥٧﴾

ترجمہ کنزالایمان: کوئی دم جاتا ہے کہ ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈالیں گے کہ انہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا جس پر اس نے کوئی سمجھ نہ اتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا برا ٹھکانا انصافوں کا۔

ترجمہ کنزالعرفان: عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرایا جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور وہ ظالموں کا کتنا برا ٹھکانہ ہے۔

﴿سَلِّقْ فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ﴾: عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے۔ اس آیت میں غیب کی خبر ہے، جب ابوسفیان وغیرہ جنگ احد کے بعد واپس ہوئے تو راستہ میں خیال کیا کہ کیوں لوٹ آئے، سب مسلمانوں کو ختم کیوں نہ کر دیا حالانکہ یہ اچھا موقع تھا۔ جب واپس ہونے پر آمادہ ہوئے تو قدرتی طور پر ان تمام کے دلوں میں مسلمانوں کا ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ مکہ چلے گئے اور یہ خبر پوری ہوئی۔ (بیضاوی، ال عمران، تحت الآية: ۱۵۱، ۱۵۲/۱۰۲)

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدًا إِذْ تَحُسُّونَهُم بِأِذْنِهِ ۚ حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَزَّعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِمَّنْ بَعْدَ مَا أَرَاكُمْ مَا تُحِبُّونَ ۚ مِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۚ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٥٨﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور بیشک اللہ نے تمہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ جب کہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے یہاں تک کہ جب تم نے یزدلی کی اور حکم میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تمہاری خوشی کی بات تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا پھر تمہارا منہ ان سے پھیر دیا کہ تمہیں آزمائے اور بیشک اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور بیشک اللہ نے تمہیں اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جب تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جب تم نے یزدلی دکھائی اور حکم میں آپس میں اختلاف کیا اور تم نے اس کے بعد نافرمانی کی جب اللہ تمہیں وہ کامیابی دکھا چکا تھا جو تمہیں پسند تھی۔ تم میں کوئی دنیا کا طلبگار ہے اور تم میں کوئی آخرت کا طلبگار ہے۔ پھر اس نے تمہارا منہ ان سے پھیر دیا تاکہ تمہیں آزمائے اور بیشک اس نے تمہیں معاف فرما دیا ہے اور اللہ مسلمانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدًا﴾ اور بیشک اللہ نے تمہیں اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ ﴿یہاں غزوہ احد کی بات ہو رہی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ”بیشک اللہ غزوہ بنی نے جنگ احد میں اپنا وعدہ پورا فرما دیا کہ ”وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ“ یعنی تم ہی غالب ہو گے اگر تم سچے ایمان والے ہو۔ تو تم غالب تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے کافروں کو قتل کر رہے تھے لیکن جب تم نے یزدلی دکھائی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو ایک پہاڑی درے پر جمے رہنے کا حکم دیا تھا اس میں آپس میں اختلاف کیا اور اس حکم میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری پسندیدہ کامیابی دکھا چکا تھا لیکن تم میں سے بعض نے مال غنیمت حاصل کرنے کی خاطر دنیا طلبی کیسے درہ چھوڑ دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمہیں بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کی شکست کے بعد حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جو تیر انداز تھے وہ آپس میں کہنے لگے کہ مشرکین کو شکست ہو چکی ہے، لہذا اب یہاں ٹھہر کر کیا کریں گے۔ چلو، کچھ مال غنیمت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ بعض حضرات نے یہ سن کر کہا کہ یہ جگہ مت چھوڑ دو کیونکہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید کے ساتھ حکم فرمایا تھا کہ تم اپنی جگہ ٹھہرے رہنا اور کسی حال میں یہ جگہ نہ چھوڑنا، جب تک میرا حکم نہ آ جائے، مگر لوگ غنیمت کے لئے چل پڑے اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ

تعالیٰ غنہ کے ساتھ دس سے کم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رہ گئے۔ (بخاری، ال عمران، تحت الآية: ۱۵۲، ۳۱۱/۱)

دنیا طلب کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے وہ درہ چھوڑ دیا اور مال غنیمت حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے اور آخرت کے طلبکاروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اپنی جگہ پر قائم رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ غزوہ احد میں اس مقام پر جن لوگوں نے خطا کی اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ لہذا یاد رہے کہ جو اس طرح کے واقعات کو لے کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں گستاخی کرے وہ بد بخت ہے کہ ان کی معافی کا اعلان رب العالمین عز و جل خود فرما چکا۔

اِذْ تَصْعَدُونَ وَلَا تَلُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أَخْرَابِكُمْ
فَأَتَابَكُمْ غَنَائِمًا لِّكَيْ لَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ۖ وَاللَّهُ
خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ کنزالایمان: جب تم منہ اٹھائے چلے جاتے تھے اور پیٹھ پھیر کر کسی کو نہ دیکھتے اور دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے تو تمہیں غم کا بدلہ غم دیا اور معافی اس لئے سنائی کہ جو ہاتھ سے گیا اور جو افتاد پڑی اس کا رنج نہ کرو اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: جب تم منہ اٹھائے چلے جا رہے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور تمہارے پیچھے رہ جانے والی دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے تو اللہ نے تمہیں غم کے بدلے غم دیا اور معافی اس لئے سنائی تاکہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا نہ تو اس پر غم کرو اور نہ ہی اس تکلیف پر جو تمہیں پہنچی ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔

﴿فَأَتَابَكُمْ غَنَائِمًا﴾۔ تو اللہ نے تمہیں غم کے بدلے غم دیا۔ ﴿جَنَابِ أَحَدٍ﴾ جب کفار پیچھے سے آپڑے تو مسلمان گھبرا کر بھاگ پڑے مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور ثابت

قدم رہے۔ ثابت قدم رہنے والی جماعت سے دوسری جماعت کو آوازیں دی جا رہی تھیں کہ اللہ عزوجل کے بند وادھر آؤ مگر گھبراہٹ اور شور میں یہ لوگ نہ سن سکے۔ اس آیت میں اسی کا ذکر ہے اور اسی کے حوالے سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے مسلمانو! یاد کرو جب تم افراتفری میں منہ اٹھائے چلے جا رہے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور تمہارے پیچھے ثابت قدم رہ جانے والی دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے لیکن تم سن ہی نہ رہے تھے تو اللہ عزوجل نے تمہیں غم دیا اس لئے کہ تم نے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بات نہ مان کر انہیں غم پہنچایا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ تمہیں معافی کی بشارت بھی سنا دی تاکہ راہِ خدا میں اخلاص کے ساتھ کوشش کرنے کے باوجود جو مال غنیمت تمہارے ہاتھ سے نکل گیا تم اس پر غم نہ کرو اور چونکہ تمہارے بہت سے ساتھی اس جنگ میں شہید ہوئے اور تمہیں بھی بہت سے زخم آئے تو اللہ تعالیٰ کے معافی کا اعلان کر دینے کی وجہ سے تمہارے دلوں پر مرہم ہو جائے۔ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اور خوشی کس قدر عزیز ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو صدمہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی صدمے میں مبتلا کیا اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جاں نثاری اور اخلاص کی بھی کتنی قدر فرمائی کہ چونکہ ان کی خطا بری نیت سے نہ تھی بلکہ انجہادی طور پر وہاں خطا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دلجوئی کیلئے ان کی معافی کا اعلان بھی فرمادیا۔

ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمْنَةً نُّعَاسًا يَغْشَى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ
وَطَآئِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ
يَقُولُونَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۚ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰهِ
يُخْفُونَ فِي أَنفُسِهِم مَّا لَا يُبْدُونَ لَكَ ۚ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ
شَيْءٌ مَّا قَتَلْنَا هَهُنَا ۚ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ

عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ
وَلِيُخَصَّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۱۵۴﴾

ترجمہ کنزالایمان: پھر غم کے بعد تم پر چین کی نیند اتاری کہ تمہاری ایک جماعت کو گھیرے تھی اور ایک گروہ کو اپنی جان کی پڑی تھی اللہ پر بے جا گمان کرتے تھے جاہلیت کے سے گمان کہتے اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے؟ تم فرما دو کہ اختیار تو سارا اللہ کا ہے اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے تم فرما دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا اپنی قتل گاہوں تک نکل کر آتے اور اس لئے کہ اللہ تمہارے سینوں کی بات آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: پھر اس نے تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری جو تم میں سے ایک گروہ پر چھا گئی اور ایک گروہ وہ تھا جسے اپنی جان کی فکر پڑی ہوئی تھی وہ اللہ پر ناحق گمان کرتے تھے، جاہلیت کے سے گمان۔ وہ کہہ رہے تھے کہ کیا اس معاملے میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے؟ تم فرما دو کہ اختیار تو سارا اللہ ہی کا ہے۔ یہ اپنے دلوں میں وہ باتیں چھپا کر رکھتے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں، اگر ہمیں بھی اس معاملے میں کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔ اے حبیب! تم فرما دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل کر آ جاتے اور اس لئے ہوا کہ اللہ تمہارے دلوں کی بات آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں پوشیدہ ہے اسے کھول کر رکھ دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

﴿ثُمَّ أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ قُرْآنٌ بَعْدَ الْاٰلِیِّ اَمِّنًا لِّعَاسَاۤیَ﴾ پھر اس نے تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری۔ لکھ غزوہ احد میں تکالیف اٹھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلص مومنوں پر خاص کرم نوازی ہوئی، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی پریشانی دور کرنے کے لئے ان پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری جو صرف مخلص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر ہی اتری، اس کی برکت سے مسلمانوں کے دلوں میں جو رعب اور ہیبت طاری تھا وہ ختم ہو گیا اور مسلمان سکون و اطمینان کی کیفیت میں

آگے۔ حضرت ابوطحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ روزِ اُحد نیند ہم پر چھا گئی ہم میدان میں تھے مگر اور میرے ہاتھ سے چھوٹ جاتی تھی پھر اٹھا تا تھا پھر چھوٹ جاتی تھی۔ (بغاری، کتاب التفسیر، باب ائمة معاماً، ۱۹۵/۲، الحدیث: ۴۵۶۲)

دوسری طرف منافقوں کا گروہ تھا جنہیں صرف اپنی جان کی فکر پڑی ہوئی تھی، وہ اللہ تعالیٰ پر معاذ اللہ بدگمانیاں کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدد نہ فرمائے گا یا یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے لہذا اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دین باقی نہ رہے گا۔ (صلوی، ال عمران، تحت الآیة: ۱۵۴، ۳۲۵/۱)

یہ صرف جاہلیت کے گمان تھے۔ پھر منافقین کے بارے میں فرمایا کہ یہ اپنے دلوں میں اپنا کفر، اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر بھروسہ نہ ہونا اور جہاد میں مسلمانوں کے ساتھ آنے پر انسوس کرنا چھپائے ہوئے ہیں، ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وعدے معاذ اللہ سچے نہیں ہیں لیکن یہ باتیں مسلمانوں کے سامنے ظاہر نہیں کر سکتے۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہماری بھی کچھ چلتی ہوئی اور جنگِ اُحد کے بارے میں ہمارا مشورہ مان لیا جاتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بدگمانیوں اور بدکلامیوں کے رد میں فرمایا کہ ”اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم فرما دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا تقدیر میں لکھا جا چکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل کر آ جاتے کیونکہ جیسے موت کا وقت مقرر ہے ایسے ہی موت کی جگہ بھی مختص ہے۔ جس نے جہاں، جیسے مرنا ہے، وہ وہاں ویسے ہی مرے گا۔ گھروں میں بیٹھ رہنا کچھ کام نہیں آتا اور تقدیر کے سامنے ساری تدبیریں اور حیلے بے کار ہو جاتے ہیں۔ اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے غزوہ اُحد میں پیش آنے والے واقعات کی حکمت بیان فرمائی کہ غزوہ اُحد میں جو کچھ ہوا وہ اس لئے ہوا کہ اللہ عز و جل تمہارے دلوں کے اخلاص اور منافقت آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں پوشیدہ ہے اسے سب کے سامنے کھول کر رکھ دے۔



اس آیت میں مذکور واقعے میں بہت سے درس ہیں۔

(۱)..... آزمائش کے وقت ہی کھرے کھوٹے کی پہچان ہوتی ہے۔

(۲)..... مسلمان صابر جبکہ منافق بے صبر ہوتا ہے۔

- (3)..... مسلمان کو سب سے زیادہ فکر دین کی ہوتی ہے جبکہ منافق کو صرف اپنی جان کی فکر ہوتی ہے۔
- (4)..... مومن ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھتا ہے جبکہ منافق معمولی سی تکلیف پر اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔
- (5)..... اللہ تعالیٰ کے وعدے پر کامل یقین رکھنا کامل ایمان کی نشانی ہے۔
- (6)..... موت سے کوئی شخص فرار نہیں ہو سکتا، جس کی موت جہاں لکھی ہے وہاں آکر ہی رہے گی لہذا جہاد سے فرار مسلمان کی شان لائق نہیں۔
- (7)..... غزوہ اُحد میں منافقین کے علاوہ جتنے مسلمان تھے وہ سب اللہ تعالیٰ کے پیارے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر خصوصی کرم نوازی فرمائی۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ١٥٥

ترجمہ کنزالایمان: بیشک وہ جو تم میں سے پھر گئے جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں انہیں شیطان ہی نے لغزش دی ان کے بعض اعمال کے باعث اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرمادیا بیشک اللہ بخشنے والا حلیم والا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک تم میں سے وہ لوگ جو اس دن بھاگ گئے جس دن دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، انہیں شیطان ہی نے ان کے بعض اعمال کی وجہ سے لغزش میں مبتلا کیا اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرمادیا ہے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا حلیم والا ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ﴾: بیشک تم میں سے وہ لوگ جو اس دن بھاگ گئے۔ جبکہ اُحد میں چودہ اصحابِ رحمتی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوا جن میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں جو حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے باقی تمام اصحابِ رحمتی اللہ تعالیٰ عنہم کے قدم اکھڑ گئے تھے اور خصوصاً وہ

حضرات جنہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑی مورچے پر مقرر کیا تھا اور ہر حال میں وہیں ڈٹے رہنے کا حکم دیا تھا لیکن وہ ثابت قدم نہ رہ سکے بلکہ جب پہلے حملے ہی میں کفار کے قدم اکھڑ گئے اور مسلمان غالب آئے، تب ان دڑے والوں نے کہا کہ چلو ہم بھی مال غنیمت جمع کریں۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع فرمایا مگر یہ لوگ سمجھے کہ فتح ہو چکی، اب ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے۔ دڑہ چھوڑ دیا، بھاگتے ہوئے کفار نے درہ کو خالی دیکھا تو پلٹ کر درہ کی راہ سے مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا جس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا، یہاں اسی کا ذکر ہے۔ ان حضرات سے یہ غرض ضرور سرزد ہوئی لیکن چونکہ ان کے ایمان کامل تھے اور وہ قلعہ مومن اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سچے غلام تھے اور آگے پیچھے کئی مواقع پر یہی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جانیں قربان کرنے والے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی معافی کا اعلان فرمادیا تا کہ اگر ان کی لغزش سامنے آئے تو رب کریم عز و جل کی بارگاہ میں ان کی عظمت بھی سامنے رہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًى لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا تَدَاوَوْا مَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ يُخَيِّتُ
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١٥١﴾

ترجمہ کنزالایمان اے ایمان والو! ان کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کی نسبت کہا جب وہ سفر یا جہاد کو گئے کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے اس لئے کہ اللہ ان کے دلوں میں اس کا افسوس رکھے اور اللہ جلالتا (زمرہ رکھتا) اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! ان کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جب وہ

سفر میں یا جہاد میں گئے کہ اگر یہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے۔ (ان کی طرح یہ نہ کہو) تاکہ اللہ ان کے دلوں میں اس بات کا افسوس ڈال دے اور اللہ ہی زندہ رکھتا اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

﴿لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا﴾: کافروں کی طرح نہ ہونا۔ ﴿یہاں کافروں سے مراد اصلی کافر بھی بیان کئے گئے ہیں اور منافق بھی۔ ہم منافقین والا معنی سامنے رکھ کر تفسیر کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! عبد اللہ بن ابی اور ان جیسے کافروں منافقوں کی طرح نہ ہونا جن کے لمبی بھائی یا منافقت میں بھائی بند سفر میں گئے اور مر گئے یا جہاد میں گئے اور مارے گئے تو یہ منافق کہتے ہیں کہ اگر یہ جانے والے ہمارے پاس رہتے اور سفر و جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ اس پر ایمان والوں سے فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! تم ان کافروں کی طرح کی کوئی بات نہ کہنا تاکہ ان کی بات اور ان کا یہ عقیدہ کہ اگر سفر و جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے ان کے دلوں میں باعث حسرت بن جائے۔ حقیقی مسلمان تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ موت و حیات اللہ عز و جل ہی کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو مسافر اور عازی کو سلامت لے آئے اور محفوظ گھر میں بیٹھے ہوئے کو موت دیدے۔ کیا گھروں میں بیٹھا رہنا کسی کو موت سے بچا سکتا ہے اور جہاد میں جانے سے کب موت لازم ہے اور اگر آدمی جہاد میں مارا جائے تو وہ موت گھر کی موت سے کئی درجے بہتر ہے۔ لہذا منافقین کا یہ قول باطل اور فریب ہے اور ان کا مقصد مسلمانوں کو جہاد سے نفرت دلانا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ

خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۵۷﴾

توجہ کنزالایمان: اور بیشک اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مرجاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت ان کے سارے دھن دولت سے بہتر ہے۔

توجہ کنزالعرفان: اور بیشک اگر تم اللہ کی راہ میں شہید کر دیے جاؤ یا مرجاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت اس دنیا سے بہتر ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں۔

﴿وَلَيْنَ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اور چنگ اگر تم اللہ کی راہ میں شہید کر دیے جاؤ۔ ﴿آیت میں فرمایا گیا کہ اگر تم اللہ عزوجل کی راہ میں شہید کر دیے جاؤ یا تمہیں طبعی موت ہی آئے لیکن تم اللہ عزوجل کی راہ میں ہو تو یہ موت مغفرت اور رحمت کا سبب ہوگی اور ایسی موت دنیا کے دھن دولت سے بہتر ہے۔ اللہ عزوجل کی راہ میں مرنا یہ ہے کہ جہاد کے راستے میں موت آئے اور اسی حکم میں یہ بھی داخل ہے کہ عبادت کرتے ہوئے یا ذکر کرتے ہوئے یا علمی خدمت کرتے ہوئے یا تبلیغ دین کرتے ہوئے موت آجائے اس حال میں موت بھی اللہ عزوجل کی راہ میں موت ہے اور اس کا نتیجہ بھی رب کریم عزوجل کی رحمت اور مغفرت ہے۔

﴿وَلَيْنَ مِّمُّمٌ أَوْ قُتِلْتُمْ لَا إِلَى اللَّهِ تَحْشَرُونَ﴾

ترجمہ کنز العرفان: اور اگر تم مرد یا مارے جاؤ تو اللہ ہی کی طرف اٹھنا ہے۔

ترجمہ کنز الایمان: اور اگر تم مر جاؤ یا مارے جاؤ (بہر حال) تمہیں اللہ کی بارگاہ میں جمع کیا جائے گا۔

﴿وَلَيْنَ مِّمُّمٌ﴾ اور اگر تم مر جاؤ۔ ﴿صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ﴾ یہاں نہایت بے لطف تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہاں مقامات عبودیت کے تینوں مقاموں کا بیان فرمایا گیا پہلا مقام تو یہ ہے کہ بندہ بخوف دوزخ اللہ (عزوجل) کی عبادت کرے تو اس کو عذابِ نار سے اس دی جاتی ہے، اس کی طرف ”لَتَعْفُوَنَّ اللَّهُ“ میں اشارہ ہے۔ دوسری قسم وہ بندے ہیں جو جنت کے شوق میں اللہ (عزوجل) کی عبادت کرتے ہیں اس کی طرف ”وَنَرَحْمَةً“ میں اشارہ ہے کیونکہ رحمت بھی جنت کا ایک نام ہے۔ تیسری قسم وہ مخلص بندے ہیں جو عشق الہی اور اس کی ذات پاک کی محبت میں اس کی عبادت کرتے ہیں اور ان کا مقصود اس کی ذات کے سوا اور کچھ نہیں ہے انہیں حق سبحانہ تعالیٰ اپنے دائرہ کرامت میں اپنی مخلوق سے نوازے گا اس کی طرف ”لَا إِلَى اللَّهِ تَحْشَرُونَ“ میں اشارہ ہے۔

(معراج العرفان، ال عمران، تحت الآیہ ۱۵۸، ص ۱۴۱)

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ
لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۚ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ

فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٦﴾

توجہ کنزالایمان۔ تو کسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تم مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

توجہ کنزالعرفان۔ تو اے حبیب اللہ کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ آپ ان کے لئے نرم دل ہیں اور اگر آپ خشن مزاج، سخت دل ہوتے تو یہ لوگ ضرور آپ کے پاس سے بھاگ جاتے تو آپ ان کو معاف فرماتے رہو اور ان کی مغفرت کی دعا کرتے رہو اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو پھر جب کسی بات کا پختہ ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ﴾۔ تو اللہ کی کتنی بڑی رحمت ہے۔ ﴿اس آیت میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمہ کا بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ”اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نرم دل، شفیق اور رحیم و کریم بنایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج میں اس درجہ لطیف و کرم اور شفقت و رحمت پیدا فرمائی کہ غزوہ احد جیسے موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے غضب کا اظہار نہ فرمایا حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس دن کس قدر اذیت و تکلیف پہنچی تھی اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سخت مزاج ہوتے اور میل برتاؤ میں سختی سے کام لیتے تو یہ لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہو جاتے۔ تو اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، آپ ان کی غلطیوں کو معاف کر دیں اور ان کیلئے دعائے مغفرت فرمادیں تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش پر اللہ تعالیٰ بھی انہیں معاف فرمادے۔

ترجمہ: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ﴾۔ تو اللہ کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نرم دل، شفیق اور رحیم و کریم بنایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج میں اس درجہ لطیف و کرم اور شفقت و رحمت پیدا فرمائی کہ غزوہ احد جیسے موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے غضب کا اظہار نہ فرمایا حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس دن کس قدر اذیت و تکلیف پہنچی تھی اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سخت مزاج ہوتے اور میل برتاؤ میں سختی سے کام لیتے تو یہ لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہو جاتے۔ تو اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، آپ ان کی غلطیوں کو معاف کر دیں اور ان کیلئے دعائے مغفرت فرمادیں تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش پر اللہ تعالیٰ بھی انہیں معاف فرمادے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کی تو کیا شان ہے، اللہ عزوجل نے تورات و انجیل میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ کا ذکر فرمایا تھا: چنانچہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے زید بن معنہ کی ہدایت کا ارادہ فرمایا تو زید بن معنہ نے کہا: میں نے جب حضور اقدس صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روئے انور کی زیارت کی تو اسی وقت آپ میں نبوت کی تمام علامات پہچان لیں، البتہ دو علامتیں ایسی تھیں جن کی مجھے خبر نہ تھی (کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں ہیں یا نہیں) ایک یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے اور دوسری یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جتنا زیادہ جہالت کا برتاؤ کیا جائے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم اتنا ہی بڑھتا چلا جائے گا۔ میں موقع کی تلاش میں رہا تا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم دیکھ سکوں۔ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجروں سے باہر تشریف لائے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہ آلہ و عنہ آلہ و عنہ آلہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ وہ یہاں جیسا ایک شخص اپنی سواری پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: فلاں قبیلے کی بہتی میں رہنے والے قحط اور خشک سالی کی مصیبت میں مبتلا ہیں، میں نے ان سے کہا کہ اگر تم لوگ اسلام قبول کر لو تو تمہیں کثیر رزق ملے گا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے، پیار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، مجھے ڈر ہے کہ جس طرح وہ رزق ملنے کی امید پر اسلام میں داخل ہوئے کہیں وہ رزق نہ ملنے کی وجہ سے اسلام سے نکل نہ جائیں۔ اگر ممکن ہو تو ان کی طرف کوئی ایسی چیز بھیج دیں جس سے ان کی مدد ہو جائے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی طرف دیکھا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہ آلہ و عنہ آلہ کو دکھایا تو انہوں نے عرض کی: پیار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اس میں سے کچھ باقی نہیں بچا۔ زید بن سعہ کہتے ہیں، میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوا اور کہا: اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ ایک مقررہ مدت تک فلاں قبیلے کے باغ کی معین مقدار میں کھجوریں مجھے بچ سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے یہودی! ایسے نہیں، میں ایک مقررہ مدت تک اور معین مقدار میں کھجوریں تمہیں بچوں گا لیکن کسی باغ کو خاص نہیں کروں گا۔ زید بن سعہ کہتے ہیں: میں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ میں نے ایک مقررہ مدت تک معین مقدار میں کھجوروں کے بدلے 80 مثقال سونا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دے دیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سونا اس شخص کو دے کر فرمایا: ”یہ سونا ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو اور اس کے ذریعے ان کی مدد کرو۔“

زید بن سعہ کہتے ہیں، جب وہ مدت پوری ہونے میں دو یا تین دن رہ گئے تو میں نے مسجد میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دامن اقدس پکڑ کر تیز نگاہ سے دیکھتے ہوئے یوں کہا: اے محمد! میرا حق ادا کرو۔ اے عبدالمطلب کے خاندان

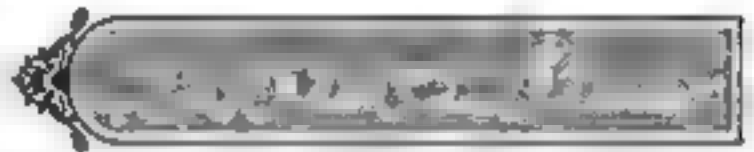
والو! تم سب کا یہی طریقہ ہے کہ تم لوگ ہمیشہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں دیر لگایا کرتے ہو اور مثال منول کرنا تم لوگوں کی عادت بن چکی ہے۔ اس دوران میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھیں ان کے چہرے پر گھوم رہی تھیں، انہوں نے جلال بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے مجھ سے فرمایا: اے دشمن خدا! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی بات اور ایسی حرکت کر رہے ہو اس خدا کی قسم جس نے انہیں حق کے ساتھ بھیجا، اگر مجھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا لحاظ نہ ہوتا تو میں ابھی اپنی تلوار سے تیرا سراڑا دیتا۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سکون انداز میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھنے لگے اور مسکرائے، پھر ارشاد فرمایا: ”ہم دونوں کو اس کے علاوہ چیز کی زیادہ ضرورت تھی کہ تم مجھے اچھے طریقے سے ادائیگی کا کہتے اور اسے اچھے انداز میں مطالبہ کرنے کا کہتے۔ اے عمر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تم اسے اس کا حق دے دو اور میں صانع کجوریں اس کے حق سے زیادہ دے دیتا۔“

زید بن سعد کہتے ہیں (جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے زیادہ کجوریں دیں) تو میں نے کہا اے عمر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مجھے زیادہ کجوریں کیوں دی جا رہی ہیں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ جو میں نے تمہیں ڈانٹا اس کے بدلے اتنی کجوریں تمہیں زیادہ دے دوں۔ میں نے کہا: اے عمر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”نہیں۔ میں نے کہا: میں یہودیوں کا عالم زید بن سعد ہوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”پھر تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو باتیں کہیں اور ان کے ساتھ جو حرکت کی وہ کیوں کی؟ میں نے کہا: میں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کی زیارت کرتے ہی آپ میں نبوت کی تمام علامات پہچان لی تھیں، البتہ ان دو علامتوں کو دیکھنا باقی تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جتنا زیادہ جہالت کا برتاؤ کیا جائے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم اتنا ہی بڑھتا چلا جائے گا۔ بے شک میں نے یہ علامتیں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں پالی ہیں، تو اے عمر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ گواہ ہو جائیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔ میں بہت مالدار ہوں، آپ گواہ ہو جائیں کہ میں نے اپنا آدھا مال تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر صدقہ کر دیا۔ پھر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

وَسَلَّمَ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

(مستدرک، کتاب معرفة الصحابة رضى الله تعالى عنهم، ذکر اسلام زيد بن سعة... الخ، ۷۹۲/۴، الحديث: ۶۶۰۶)

﴿وَسَاوَرَهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾: اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو۔ یعنی اہم کاموں میں ان سے مشورہ بھی لیتے رہیں کیونکہ اس میں ان کی دلدادگی بھی ہے اور عزت افزائی بھی اور یہ قائدہ بھی کہ مشورہ سنت ہو جائے گا اور آئندہ امت اس سے نفع اٹھاتی رہے گی، پھر جب مشورے کے بعد آپ کسی بات کا پختہ ارادہ کر لیں تو اپنے کام کو پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور ان کی مدد کرتا اور انہیں اس چیز کی طرف ہدایت دیتا ہے جو ان کے لئے بہتر ہو۔



مشورہ کے معنی ہیں کسی معاملے میں دوسرے کی رائے دریافت کرنا۔ مشورہ لینے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ ”مشورے کے بعد جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز کا پختہ ارادہ کر لیں تو اسی پر عمل کریں اور اللہ عزوجل پر توکل کریں۔ توکل کے معنی ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ پر اعتماد کرنا اور کاموں کو اُس کے سپرد کر دینا۔ مقصود یہ ہے کہ بندے کا اعتماد تمام کاموں میں اللہ عزوجل پر ہونا چاہئے، صرف اسباب پر نظر نہ رکھے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو اللہ عزوجل پر بھروسہ کرے تو ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ اسے کافی ہوگا اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو اور جو دنیا پر بھروسہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا کے سپرد فرما دیتا ہے۔

(معجم الاوسط، باب الحیم، من اسہ جعفر، ۳۰۶/۲، الحديث: ۳۳۵۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”اگر اللہ عزوجل پر جیسا چاہیے ویسا توکل کرو تو تم کو ایسے رزق دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر لوٹتے ہیں۔“

(ترمذی، کتاب الزہد، باب فی التوکل علی اللہ، ۱۵۴/۴، الحديث: ۲۳۵۱)

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ کنزالایمان: اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو ایسا کون ہے جو پھر تمہاری مدد کرے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر اس کے بعد کون تمہاری مدد کر سکتا ہے؟ اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

﴿إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلاَ غَلاَبَ لَكُمۥ ۖ وَإِن يَمُوتْ فَلاَ قُوَّةَ لَكُمۥ ۚ﴾ اگر اللہ تمہاری مدد کرے۔ ارشاد فرمایا کہ "اگر اللہ عز و جل تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہی پاتا ہے جو اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و رحمت کا امیدوار رہتا ہے اور اگر اللہ عز و جل تمہیں چھوڑ دے تو اس کے چھوڑنے کے بعد کون تمہاری مدد کر سکتا ہے؟ یقیناً کوئی نہیں۔ غزوہ بدر و خُنین سے دونوں باتیں واضح ہو جاتی ہیں۔ غزوہ بدر میں کفار کا لشکر تعداد، اسلحہ اور جنگی طاقت کے اعتبار سے مسلمانوں سے بڑھ کر تھا لیکن مسلمانوں کا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر تھا جس کا نتیجہ مسلمانوں کی فتح و کامرانی کی شکل میں ظاہر ہوا اور فرشتوں کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوئی جبکہ غزوہ خُنین میں بعض مسلمانوں نے اپنی عددی کثرت پر فخر کا اظہار کیا جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ پورا واقعہ سورہ توبہ آیت 25 میں مذکور ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور کسی نبی پر یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ کچھ چھپا رکھے اور جو چھپا رکھے وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی چیز لے کر آئے گا پھر ہر جان کو ان کی کمائی بھر پوری جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور کسی نبی کا خیانت کرنا ممکن ہی نہیں اور جو خیانت کرے تو وہ قیامت کے دن اس چیز کو لے کر آئے گا جس میں اس نے خیانت کی ہوگی پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكْفُرَ﴾ اور کسی نبی کا خیانت کرنا ممکن ہی نہیں۔ ﴿نَبِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَام﴾ کا خیانت کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ شان نبوت کے خلاف ہے، نیز انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں لہذا ان سے ایسا ممکن نہیں۔ وہ نہ تو وحی کے معاملے میں خیانت کرتے ہیں اور نہ کسی اور معاملے میں۔ شان نزول، ایک جنگ میں مال غنیمت میں ایک چادر گم ہو گئی۔ بعض منافقوں نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے رکھ لی ہوگی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ (جمل علی الحللین، ال عمران، تحت الآية: ۱۶۶، ۱/۵۰۵)

اس سے کئی مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ غنیمت کی تقسیم کے بغیر ناجائز طریقہ پر کچھ لینا سخت حرام ہے۔ دوسرا یہ کہ نبی علیہ السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔ گناہ اور نبوت میں وہی نسبت ہے جو اندھیرے اور اجالے میں ہے۔ تیسرا یہ کہ نبی علیہ السلام پر بدگمانی منافقوں کا کام ہے اور کفر ہے۔ چوتھا یہ کہ نبی علیہ السلام رب العالمین غزوہ جمل کے ایسے پیارے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر سے لوگوں کی ہمتیں دور فرماتا ہے۔



اس آیت میں خیانت کی مذمت بھی بیان فرمائی کہ جو کوئی خیانت کرے گا وہ کل قیامت میں اس خیانت والی چیز کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔ احادیث میں بھی خیانت کی بہت مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جہنمیوں میں ایسے شخص کو بھی شمار فرمایا جس کی خواہش اور طمع اگرچہ کم ہی ہو مگر وہ اسے خیانت کا مرتکب کر دے۔ (مسلم، کتاب الحنة وصفة بمعصيها واهلها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا اهل الحنة واهل النار، ص ۱۵۳۲، الحديث: ۶۳ (۲۸۶۵))

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو امانتدار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں اور جس میں عہد کی پابندی نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔“

(مسند امام احمد، مسند المکثرین من الصحابة، مسند انس بن مالک بن النضر، ۲۷۱/۴، الحديث: ۱۲۳۸۶)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”مومن ہر عادت اپنا سکتا ہے مگر جھوٹا اور خیانت کرنے والا نہیں ہو سکتا۔“

(مسند امام احمد، مسند الانصار، حديث ابن امامة الباهلي، ۲۷۶/۸، الحديث: ۲۲۲۳۲)

أَفَمِنْ أَتَّبِعَ بِرِضْوَانِ اللَّهِ كَمَنْ بَاعَ بِسَخَطِ مَنْ اللَّهِ وَمَا لَهُ جَهَنَّمُ

وَبُئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۳۳﴾ هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ قَابِضٌ ﴿۳۴﴾

ترجمہ کنزالایمان: تو کیا جو اللہ کی مرضی پر چلا وہ اس جیسا ہوگا جس نے اللہ کا غضب اوڑھا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا بری جگہ چلنے کی۔ وہ اللہ کے یہاں درجہ درجہ ہیں اور اللہ ان کے کام دیکھتا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: کیا وہ شخص جو اللہ کی خوشنودی کے پیچھے چلا وہ اس شخص کی طرح ہے جو اللہ کے غضب کا مستحق ہوا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہو؟ اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔ لوگوں کے اللہ کی بارگاہ میں مختلف درجات ہیں اور اللہ ان کے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

﴿اَفَمَنْ اٰتٰنَا بِرِضْوَانٍ اَللّٰهُ﴾ کیا وہ شخص جو اللہ کی خوشنودی کے پیچھے چلا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستحق دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ کہاں وہ جو اللہ غزوہ جہنم سے نجات دہانے والا، اس کی اطاعت کرنے والا، اس کی خوشنودی کیلئے سب کچھ قربان کر دینے والا جیسے صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور ان کے بعد کے صالحین رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور کہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا، اس کے احکام سے منہ موڑنے والا، اس کی ناراضگی کی پروا نہ کرنے والا اور اپنی خواہش کو رب غزوہ جہنم کی رضا پر ترجیح دینے والا جیسے کفار و منافقین اور ان کے پیروکار نافرمان لوگ، یہ دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ ان لوگوں کے اللہ غزوہ جہنم کی بارگاہ میں مختلف درجات ہیں، ہر ایک کی منزلیں اور مقامات جدا گانہ ہیں۔ بروں کے الگ مقام اور اچھوں کے الگ جیسا کہ اس سے اگلی آیت میں فرمایا گیا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۳۵﴾

توجیہ کنزالایمان: بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

توجیہ کنزالعرفان: بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہیں میں سے ہے۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ بیشک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا۔ عربی میں مانت عظیم نعمت کو کہتے ہیں۔ مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عظیم احسان فرمایا کہ انہیں اپنا سب سے عظیم رسول عطا فرمایا۔ کیسا عظیم رسول عطا فرمایا کہ اپنی ولادت مبارکہ سے لے کر وصال مبارک تک اور اس کے بعد کے تمام زمانہ میں اپنی امت پر مسلسل رحمت و شفقت کے دریا بہا رہے ہیں بلکہ ہمارا تو وجود بھی حضور سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے ہے کہ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو کائنات اور اس میں بسنے والے بھی وجود میں نہ آتے۔ پیدائش مبارکہ کے وقت ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم امتیوں کو یاد فرمایا، شب معراج بھی رب العالمین عزوجل کی بارگاہ میں یاد فرمایا، وصال شریف کے بعد قبر النور میں اتارتے ہوئے بھی دیکھا گیا تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لب ہائے مبارکہ پر امت کی نجات و بخشش کی دعائیں تھیں۔ آرام وہ راتوں میں جب سارا جہاں نچلا ستراخت ہوتا وہ پیارے آقا حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنا بستر مبارک چھوڑ کر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہم گناہگاروں کے لئے دعائیں فرمایا کرتے ہیں۔ عمومی اور خصوصی دعائیں ہمارے حق میں فرماتے رہتے۔ قیامت کے دن سخت گرمی کے عالم میں شدید پیاس کے وقت رب قہار عزوجل کی بارگاہ میں ہمارے لئے سرسجدہ میں رکھیں گے اور امت کی بخشش کی درخواست کریں گے۔ کہیں امتیوں کے نیکیوں کے پلڑے بھاری کریں گے، کہیں پل صراط سے سلامتی سے گزاریں گے، کہیں حوض کوثر سے سیراب کریں گے، کبھی جہنم میں گرے ہوئے امتیوں کو نکال رہے ہوں گے، کسی کے درجات بلند فرما رہے ہوں گے، خود روئیں گے ہمیں ہنسانیں گے، خود غمگین ہوں گے ہمیں خوشیاں عطا فرمائیں گے، اپنے نورانی آنسوؤں سے امت کے گناہ دھوئیں گے اور دنیا میں ہمیں قرآن دیا، ایمان دیا، خدا کا عرفان دیا اور ہزار ہا وہ چیزیں جن کے ہم قائل نہ تھے اپنے سایہ رحمت کے صدقے ہمیں عطا

فرمائیں۔ الغرض حضور سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات اس قدر کثیر و رکثیر ہیں کہ انہیں شمار کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اس آیت مبارکہ کے الفاظ کی وضاحت کیلئے سورہ بقرہ آیت نمبر 129 کی تفسیر دیکھیں۔

أَوَلَمْ نَأْصَابِكُمْ مُمِصِيْبَةً قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَهَا قُلْتُمْ أَلَيْ هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۳۵﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ التَّتَيُّ الْجَعْنِ فَيَا ذُنَّ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۶﴾

توجہ کنذا ایمان: کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے کہ اس سے دوئی تم پہنچا چکے ہو تو کہنے لگو کہ یہ کہاں سے آئی تم فرما دو کہ وہ تمہاری ہی طرف سے آئی بیشک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور وہ مصیبت جو تم پر آئی جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لئے کہ پہچان کرادے ایمان والوں کی۔

توجہ کنذا العرفان: کیا جب تمہیں کوئی ایسی تکلیف پہنچی جس سے دگنی تکلیف تم پہنچا چکے تھے تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آگئی؟ اے حبیب! تم فرما دو کہ اے لوگو! یہ تمہاری اپنی ہی طرف سے آئی ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اور دو گروہوں کے مقابلے کے دن تمہیں جو تکلیف پہنچی تو وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لئے (پہنچی) کہ اللہ ایمان والوں کی پہچان کرادے۔

﴿أَوَلَمْ نَأْصَابِكُمْ مُمِصِيْبَةً﴾: کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچی۔ ﴿یہاں غزوہ اُحد کا بیان ہے۔ اسی پیرائے میں یہاں بیان کیا جا رہا ہے کہ تمہیں میدان اُحد میں تکلیف پہنچی کہ تم میں سے ستر شہید ہوئے جبکہ میدان بدر میں کفار کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے تو کفار کا نقصان تو دگنا ہوا۔ اس پر فرمایا کہ جب تمہیں میدان اُحد میں ایسی تکلیف پہنچی جس سے دگنی تکلیف تم کافروں کو میدان بدر میں پہنچا چکے تھے تو تم کہنے لگے کہ ہمیں یہ تکلیف کیسے آگئی؟ جبکہ ہم مسلمان ہیں اور ہم میں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اس پر انہیں جواب دیا گیا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، تم ان سے فرما دو کہ یہ تمہاری اپنی ہی طرف سے آئی ہے کہ تم نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی

کے خلاف مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے پر اصرار کیا، پھر وہاں پہنچنے کے بعد تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شدید ممانعت کے باوجود غنیمت کے لئے مرکز کو چھوڑا۔ یہی بات تمہارے قتل اور نقصان کا سبب بنی ہے۔ مزید اگلی آیت میں فرمایا کہ میدانِ اُحد میں کافروں اور مسلمانوں کے مقابلے کے دن تمہیں جو تکلیف پہنچی تو وہ اللہ عزوجل کے حکم سے تھی اور اس لئے پہنچی کہ اللہ عزوجل ایمان والوں کی پہچان کرادے لہذا اللہ عزوجل کے فیصلے پر راضی رہو۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ ادْفَعُوا
قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا تَتَّبِعُنَا ۖ هُمُ الْكَافِرُ يُؤْمِنُ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ
يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٤﴾

توجہ کنز الایمان: اور اس لئے کہ پہچان کرادے ان کی جو منافق ہوئے اور ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمن کو ہٹاؤ بولے اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے اور اس دن ظاہری ایمان کی بہ نسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب ہیں اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں۔

توجہ کنز العرفان: اور اس لئے (پہنچی) کہ اللہ منافقوں کی پہچان کرادے اور (جب) ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو یا دشمنوں سے دفاع کرو تو کہنے لگے: اگر ہم اچھے طریقے سے لڑنا جانتے (یا کہنے لگے کہ اگر ہم اس لڑائی کو صحیح سمجھتے) تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے، یہ لوگ اس دن ظاہری ایمان کی نسبت کھلے کفر کے زیادہ قریب تھے۔ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں اور اللہ بہتر جانتا ہے جو باتیں یہ چھپا رہے ہیں۔

﴿وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا﴾ اور تاکہ منافقوں کی پہچان کرادے۔ ﴿غزوہ اُحد میں مسلمانوں کے نقصان اٹھانے کی حکمتوں کو مستند مقامات پر بیان فرمایا گیا ہے جس میں بہت بڑی حکمت مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان امتیاز ظاہر کرنا تھا چنانچہ یہاں پر بھی فرمایا گیا کہ مسلمان لشکر کو میدانِ اُحد میں اس لئے تکلیف پہنچی تاکہ اللہ عزوجل لوگوں کو منافقوں کی پہچان کرادے، کیونکہ منافقوں کی حالت یہ تھی کہ جب جنگ اُحد شروع ہونے سے پہلے عبد اللہ بن ابی وغیرہ منافقوں

سے کہا گیا کہ اَوَّالَہُ غَزَوَہُ کی راہ میں جہاد کرو یا صرف ہمارے ساتھ مل کر ہماری تعداد بڑھاؤ جس سے ایک قسم کا دفاع مضبوط ہوگا تو یہ منافق کہنے لگے کہ ”اگر ہم اچھے طریقے سے لڑنا جانتے“ یا کہنے لگے کہ ”اگر ہم اس لڑائی کو صحیح سمجھتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔ ان منافقین کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ درحقیقت اس دن اپنے ظاہری ایمان کی نسبت کھلے کفر کے زیادہ قریب تھے۔ یہ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں یعنی یہ منہ سے تو یہ کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں لیکن ہم جنگ کرنا نہیں جانتے لیکن دل میں یہ کہتے ہیں کہ ”کفار کو اپنا دشمن نہ بناؤ، مسلمانوں کو ان کے ہاتھوں تباہ ہو جانے دو۔

الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا قُلْ فَادْرَءُوا
عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۹۸﴾

ترجمہ کنزالایمان: وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور آپ بیٹھ رہے کہ وہ ہمارا کہنا مانتے تو نہ مارے جاتے تم فرما دو تو اپنی ہی موت نال دوا کر چے ہو۔

ترجمہ کنزالعرفان: وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور خود بیٹھ رہے کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو نہ مارے جاتے۔ اے حبیب! تم فرما دو اگر تم سچے ہو تو اپنے سے موت دور کر کے دکھا دو۔

﴿الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ﴾ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے متعلق کہا۔ ﴿مُتَّقِينَ﴾ نے اُحد میں شہید ہونے والوں کے بارے میں کہا کہ اگر یہ لوگ ہماری بات مان لیتے اور ہماری طرح گھر بیٹھ رہتے تو مارے نہ جاتے۔ ان کے جواب میں فرمایا گیا کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے سے موت کو دور کر کے تو دکھاؤ۔ یقیناً موت تو بہر حال آ کر ہی رہے گی خواہ آدمی گھر میں چھپ کر بیٹھ جائے، تو یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ ”اگر لوگ ہماری بات مان کر جہاد میں نہ جاتے تو نہ مارے جاتے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ
رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿۹۹﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں

روزی پاتے ہیں۔

ترجمہ کنز العرفان: اور جو اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا﴾ اور جو اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا۔
 شان نزول اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت شہداءِ احد کے حق میں نازل ہوئی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب تمہارے بھائی احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو ہنر پرندوں کے جسم عطا فرمائے، وہ جنتی نہروں پر سیر کرتے پھرتے ہیں، جنتی میوے کھاتے ہیں، سونے کی اُن قدیلوں میں رہتے ہیں جو عرش کے نیچے لٹک رہی ہیں۔ جب ان شہداء کرام نے کھانے، پینے اور رہنے کے پاکیزہ عیش پائے تو کہا کہ پیچھے دنیا میں رہ جانے والے ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے بیٹھ نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا۔ پس یہ آیت نازل فرمائی۔“
 (ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی فصل الشہادۃ، ۲۲/۳، الحدیث: ۲۵۲۰)



اس سے ثابت ہوا کہ ارواح باقی ہیں جسم کے فنا ہونے کے ساتھ فنا نہیں ہوتیں۔ یہاں آیت میں شہداء کی کئی شائیں بیان ہوئی ہیں: فرمایا کہ وہ کامل زندگی والے ہیں، وہ اللہ عزوجل کے پاس ہیں، انہیں رب کریم کی طرف سے روزی ملتی رہتی ہے، وہ بہت خوش باش ہیں۔ شہداء کرام زندوں کی طرح کھاتے پیتے اور عیش کرتے ہیں۔ آمین مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ شہیدوں کے روح اور جسم دونوں زندہ ہیں۔ علماء نے فرمایا کہ شہداء کے جسم قبروں میں محفوظ رہتے ہیں، مٹی ان کو نقصان نہیں پہنچاتی اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں اور اس کے بعد اس بات کا بکثرت معائنہ ہوا ہے کہ اگر کبھی شہداء کی قبریں کھل گئیں تو ان کے جسم تروتازہ پائے گئے۔ (بخاری، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۶۹، ۳۲۳/۱)

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٤﴾

ترجمہ کنزالایمان: شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منارہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔

ترجمہ کنزالعرفان: (وہ) اس پر خوش ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اور اپنے پیچھے (رہ جانے والے) اپنے بھائیوں پر بھی خوش ہیں جو ابھی ان سے نہیں ملے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

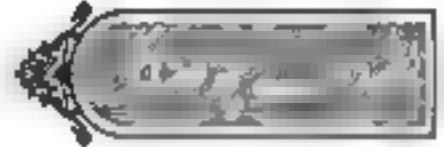
﴿فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ اس پر خوش ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے۔ ﴿شُهَدَاءُ كَرَامٍ﴾ شہداء کرام کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، انعام و احسان، اعزاز و اکرام اور موت کے بعد اعلیٰ قسم کی زندگی دیئے جانے پر خوش ہیں نیز اس پر خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا مقرب بنایا، جنت کا رزق اور اس کی نعمتیں عطا فرمائیں اور جنت کی منزلیں حاصل کرنے کے لئے شہادت کی توفیق عطا فرمائی۔ نیز وہ اس بات پر بھی خوشی منارہے ہیں کہ ان کے بعد دنیا میں رہ جانے والے ان کے مسلمان بھائی دنیا میں ایمان اور تقویٰ پر قائم ہیں اور جب وہ بھی شہید ہو کر ان کے ساتھ ملیں گے تو وہ بھی ان کرم نواز یوں کو پائیں گے اور قیامت کے دن امن اور چین کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلِهِ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ
أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٤١﴾

ترجمہ کنزالایمان: خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی اور یہ کہ اللہ ضائع نہیں کرتا اجر مسلمانوں کا۔

ترجمہ کنزالعرفان: وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر خوشیاں منارہے ہیں اور اس بات پر کہ اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرمائے گا۔

﴿يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلِهِ﴾ وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر خوشیاں منارہے ہیں۔ ﴿شُهَدَاءُ كَرَامٍ﴾ شہداء اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نعمت پر خوشیاں مناتے ہیں اور ان کے ہر زخم کے بدلے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارشیں ان پر نازل ہوتی ہیں۔



(۱)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جس کسی کے راہِ خدا عز و جل میں زخم لگا وہ روزِ قیامت ویسا ہی آئے گا جیسا زخم لگنے کے وقت تھا، اس کے خون میں خوشبو مشک کی ہوگی اور رنگ خون کا۔“ (بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب من یخرج فی سبیل اللہ عز و جل، ۲۵۴/۲، الحدیث: ۲۸۰۳)

(۲)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”شہید کو قتل سے تکلیف نہیں ہوتی مگر ایسی جیسی کسی کو ایک خراش لگے۔“

(ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ما جاء فی فعل المربط، ۲۵۲/۳، الحدیث: ۱۶۷۴)

(۳)..... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”شہید کے تمام گنہ معاف کر دیئے جاتے ہیں سوائے قرض کے۔“

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ الا الذنوب، ص ۱۰۴۶، الحدیث: ۱۱۹ (۱۸۸۶))

(۴)..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں جانے کے بعد شہید یہ تمنا کرے گا کہ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے اور وہ بار (اللہ کے راستے میں) قتل کیا جاؤں۔ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب فصل الشهادة فی سبیل اللہ تعالیٰ، ص ۱۰۴۳، الحدیث: ۱۰۹ (۱۸۷۷))

(۵)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے: میری یہ تمنا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کروں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر جہاد کروں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر جہاد کروں، پھر شہید کیا جاؤں۔“

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فصل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ، ص ۱۰۴۲، الحدیث: ۱۰۳ (۱۸۷۶))

(۶)..... حضرت اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی ”اللہم اردنی فی فہادۃ فی سبیلک، واجعل موتی فی بلد رسولک“ اے اللہ عز و جل، مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور مجھے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں وفات نصیب فرما۔“

(بخاری، کتاب فضائل المدينة، ۱۳- باب، ۶۲۲/۱، الحدیث: ۱۸۹۰)

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ

إِيْمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٤٢﴾ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ دِيَارِهِمْ فَأَتَىٰ خَصْمَتَهُمَا الْيَهُودُ يَلِيقًا ﴿١٤٣﴾ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٤٤﴾

ترجمہ کنزالایمان: وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے جتنا جوڑا تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زائد ہوا اور بولے اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کار ساز۔ تو پٹے اللہ کے احسان اور فضل سے کہ انہیں کوئی برائی نہ پہنچی اور اللہ کی خوشی پر چلے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: یہ وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے (ایک لشکر) جمع کر لیا ہے سو ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہو گیا اور کہنے لگے: ہمیں اللہ کافی ہے اور کیا ہی اچھا کار ساز ہے۔ پھر یہ اللہ کے احسان اور فضل کے ساتھ واپس لوٹے، انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی اور انہوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّارَ أَدْنَىٰ مِنْ أَدْنَىٰ مَا يَدْعُونَ بِهِ حَسَنًا مَّا يَدْعُونَ﴾
ابوسفیان نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پکار کر کہہ دیا تھا کہ اگلے سال ہماری آپ کی مقام بدر میں جنگ ہوگی۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا ”إِنْ شَاءَ اللَّهُ“ جب وہ وقت آیا اور ابوسفیان اہل مکہ کو لے کر جنگ کے لیے روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں خوف ڈالا اور انہوں نے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر ابوسفیان کی نخیم بن مسعود سے ملاقات ہوئی جو عمرہ کرنے آیا تھا۔ ابوسفیان نے اس سے کہا کہ اے نخیم! اس زمانہ میں میری لڑائی مقام بدر میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ طے ہو چکی ہے اور اس وقت مجھے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں جنگ میں نہ جاؤں بلکہ واپس چلا جاؤں۔ لہذا تم مدینے جاؤ اور حکمت و تدبیر کے ساتھ مسلمانوں کو میدان جنگ میں جانے سے روک دو۔ اس کے عوض میں تجھے دس اونٹ دوں گا۔ نخیم نے مدینہ پہنچ کر دیکھا کہ مسلمان جنگ کی تیاری کر رہے ہیں، یہ دیکھ کر ان سے کہنے لگا کہ تم جنگ کے لئے جانا چاہتے ہو، اہل مکہ نے تمہارے لئے بڑے لشکر جمع کئے ہیں۔ خدا کی قسم! تم میں سے ایک بھی سلامت واپس نہ آئے گا۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”خدا کی قسم، میں ضرور جاؤں گا چاہے میرے ساتھ کوئی بھی نہ ہو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کی طاقت کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا تاکہ مسلمان ہمت ہار نہ لیں اور کفار سے مقابلے کا نام تک نہ لیں یہ سب حرکتیں کفار و منافقین کی ہیں۔ ایسے لوگوں کی ہمارے زمانے میں کی نہیں جنہیں مسلمانوں کو تو ہمت و حوصلہ دینے کی توفیق نہیں لیکن وہ کفار کی طاقت کو ایسا بڑھا چڑھا کر پیش کریں گے کہ مسلمان ان سے مقابلے کا نام لینے سے بھی گھبرائیں۔ اخبار وغیرہ کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں۔

وَلَا يَحْزُنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَنُيْضِرُّوا اللَّهَ شَيْئًا
يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۵﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور اے محبوب! تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر پر دوڑتے ہیں وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اے حبیب! تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اللہ یہ چاہتا ہے کہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

﴿وَلَا يَحْزُنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ﴾: اور اے حبیب! تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کیلئے یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کا غم نہ کریں جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں اور اس کیلئے کوشش کرتے ہیں خواہ وہ کفار قریش ہوں یا منافقین یا یہودیوں کے سردار یا مرتدین، یہ سب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ کے لیے کتنے ہی لشکر جمع کر لیں، کامیاب نہ ہوں گے۔ اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ملنے والے ثواب میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے اسی لئے اس نے انہیں ان کے کفر و سرکشی میں بھگتا چھوڑ دیا اور ان کے لئے اخروی ثواب سے مکمل طور پر محرومی کے ساتھ ساتھ جہنم کا بڑا عذاب بھی ہے تو اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، جن کے لئے ناکامی، محرومی اور دردناک عذاب مقدر ہو چکا ہے ان سے کوئی اندیشہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ يَضُرُوا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۴۷﴾

ترجمہ کنزالایمان: وہ جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے ایمان کی بجائے کفر اختیار کیا وہ ہرگز اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ﴾: بے شک وہ جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر اختیار کیا۔ ﴿﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ منافقین جو کلمہ ایمان پڑھنے کے بعد کافر ہوئے یا وہ لوگ جو ایمان پر قادر ہونے کے باوجود کافر ہی رہے اور ایمان نہ لائے یہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے بلکہ ان کے کفر کا وہاں انہی کے سر آئے گا۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّكُمُنَّ عَلَيْهِمْ لَا تَنْفُسُهُمْ ۖ إِنَّكُمُنَّ لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۱۴۸﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لئے بھلا ہے ہم تو اسی لئے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ اور گناہ میں بڑھیں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور کافر ہرگز یہ گمان نہ رکھیں کہ ہم انہیں جو مہلت دے رہے ہیں یہ ان کے لئے بہتر ہے، ہم تو صرف اس لئے انہیں مہلت دے رہے ہیں کہ ان کے گناہ اور زیادہ ہو جائیں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾: اور کافر ہرگز یہ گمان نہ رکھیں۔ ﴿﴾ اللہ تعالیٰ عموماً فوری طور پر کسی گناہ پر گرفت نہیں فرماتا بلکہ مہلت دیتا ہے اور دنیاوی آسائشوں کا سلسلہ اسی طرح چلا رہتا ہے اس سے بہت سے لوگ اس دھوکے میں پڑے رہتے ہیں کہ ان کا کفر اور ان کی حرکتیں کچھ نقصان دہ نہیں ہیں ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ کافروں کو ایسی عمر ملنا، انہیں فوری عذاب نہ ہونا اور انہیں مہلت دیا جانا ایسی چیز نہیں کہ جسے وہ اپنے حق میں بہتر سمجھیں بلکہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں یہی مہلت ان کے گناہوں میں اضافے اور ان کی تباہی و بربادی کا سبب بننے والی ہوتی ہے۔ لہذا اس مہلت کو اپنے حق میں ہرگز بہتر نہ سمجھیں۔



یہی عمر پانا اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا بھی۔ جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ایک شخص نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون شخص اچھا ہے؟ ارشاد فرمایا، جس کی عمر دراز ہو اور عمل اچھے ہوں۔ عرض کیا گیا: اور بدتر کون ہے؟ ارشاد فرمایا، جس کی عمر دراز ہو اور عمل خراب ہوں۔

(ترمذی، کتاب الفتن، ۲۶-باب منہ، ۱۴۸/۴، الحدیث: ۲۳۳۷)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”تقاعہ قبیلہ کے دو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے، ان میں ایک تو شہید ہو گیا اور دوسرا مزاحرہ ایک سال تک زندہ رہا، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ بعد میں مرنے والا شہید سے بھی پہلے جنت میں داخل ہو گیا، مجھے اس پر تعجب ہوا تو صبح میں نے یہ واقعہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تو ارشاد فرمایا، کیا اس نے اس کے بعد ایک رمضان کے روزے نہ رکھے تھے اور چھ ہزار رکعت نماز اور اتنی اتنی سنتیں نہ پڑھی تھیں؟ (مسند امام احمد، مسند ابی ہریرہ، ۲۲۹/۳، الحدیث: ۸۴۰۷)

مَا كَانَ لِلَّهِ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْغَيْبَ
مِنَ الظَّاهِرِ ۖ وَمَا كَانَ لِلَّهِ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي
مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ فَأَمِئُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَإِنْ تَوَمَّنْوا وَتَشْكُرُوا
فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۸۹﴾

ترجمہ کنزالایمان: اللہ مسلمانوں کو اسی حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو سترے سے اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ جن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اللہ کی یہ شان نہیں کہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑے جس پر (ابھی) تم ہو جب تک وہ ناپاک کو پاک سے جدا نہ کر دے اور (اے عام لوگو!) اللہ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا البتہ اللہ اپنے رسولوں کو منتخب فرما لیتا ہے جنہیں پسند فرماتا ہے تو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

﴿مَا كَانَ اللَّهُ لِيُذْهِبَ الْمُؤْمِنِينَ عَلٰی مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ: اللَّهُ﴾ کی یہ شان نہیں کہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑے جس پر (ابھی) تم ہو۔ ﴿اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے صحابہ! ذبحی اللہ تعالیٰ عنہم، یہ حال نہیں رہے گا کہ منافق و مومن ملے جلے رہیں بلکہ عنقریب اللہ عزوجل اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے مسلمانوں اور منافقوں کو جدا جدا کر دے گا۔ اس آیت مبارکہ کا شان نزول کچھ اس طرح ہے کہ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”میری امت کی پیدائش سے پہلے جب میری امت مٹی کی شکل میں تھی اس وقت وہ میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو انہوں نے اس جزاء کے طور پر کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گمان ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان میں سے کون ان پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا، جبکہ ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ ہمیں پہچانتے نہیں۔ اس پر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا ”ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن (اعتراض) کرتے ہیں، آج سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں اس کی خبر نہ دے دوں۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ بھی ذبحی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا: حذافہ، پھر حضرت عمر ذبحی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ہم اللہ عزوجل کی رزق و ریت پر راضی ہوئے، اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوئے، قرآن کے امام و پیشوا ہونے پر راضی ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوئے، ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے معافی چاہتے ہیں۔ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم باز آؤ گے؟ کیا تم باز آؤ گے؟ پھر منبر سے اتر آئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(بخاری، کتاب العلم، باب العصب فی الموعظة والتعليم... الخ، ۵۱/۱، الحدیث، ۹۲)

حضرت ابو موسیٰ اشعری ذبحی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے سوالات کئے گئے جو نا پسند تھے جب زیادہ کئے گئے تو آپ ناراض ہو گئے، پھر لوگوں سے فرمایا کہ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ ایک شخص عرض گزار ہوا: میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا ”تمہارا باپ حذافہ ہے۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا ”سالم مولیٰ شیبہ ہے۔ جب حضرت عمر فاروق ذبحی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کی حالت دیکھی تو عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ہم اللہ عزوجل کی طرف توبہ کرتے ہیں۔ (بخاری، کتاب العلم، باب العصب فی الموعظة والتعليم... الخ، ۵۱/۱، الحدیث، ۹۲)

دوسری روایت یوں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سورج ڈھلنے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر شریف لائے اور نماز ظہر پڑھی، پھر منبر پر کھڑے ہو کر قیامت کا ذکر کیا اور بتایا کہ اس میں بڑے بڑے امور ہیں۔ پھر فرمایا ”جو کسی چیز کے بارے میں مجھ سے پوچھنا چاہتا ہو تو پوچھ لے اور تم مجھ سے کسی چیز کے بارے میں نہیں پوچھو گے مگر میں تمہیں اسی جگہ بتا دوں گا، پس لوگ بہت زیادہ روئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بار بار فرماتے رہے کہ مجھ سے پوچھ لو۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے: میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا ”تمہارا باپ حذافہ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بار بار فرماتے رہے کہ مجھ سے پوچھ لو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھٹنوں کے بل ہو کر عرض گزار ہوئے: ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے، پھر فرمایا ”ابھی مجھ پر جنت اور جہنم اس دیوار کے گوشے میں پیش کی گئیں، میں نے ایسی بھلی اور بری چیز نہیں دیکھی۔“ (بخاری، کتاب مواقیف الصلاة، باب وقت الظهر عند الزوال، ۲۰۰/۱، الحديث: ۵۴۰)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ سرکارِ عالی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت تک کی تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب میں اعتراض کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔ آیت میں فرمایا گیا کہ ”اے عام لوگو! اللہ عزوجل تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرنا البتہ اللہ عزوجل اپنے رسولوں کو منتخب فرمالتا ہے اور ان برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور سید الانبیاء، حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رسولوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں، انہیں سب سے بڑھ کر غیب کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔ اس آیت سے اور اس کے سوا بکثرت آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلطانِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو غیب کے علوم عطا فرمائے اور نبیوں کا علم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ ”اے لوگو! تمہیں غیب کا علم نہیں دیا جاتا، تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، جس میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اس بات کی تصدیق کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کیا ہے۔“



(۱)..... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا، اس نے اپنا دستِ قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا، میرے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی، اسی وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔“

(سنن ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ ص، ۵-۱۶، الحديث: ۳۲۴۶)

(2)..... سنن ترمذی میں ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ ”جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب میرے علم میں آگیا۔“ (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ ص، ۱۵۸/۵، الحدیث: ۳۲۴۴)

(3)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”بے شک میرے سامنے اللہ عزوجل نے دنیا اٹھالی ہے اور میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کچھ ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، اس روشنی کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے روشن فرمائی جیسے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے لیے روشن کی تھی۔“

(حلیۃ الاولیاء، حدیث میں کرب، ۱۰۷/۶، الحدیث: ۷۹۷۹)

(4)..... حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”گزشتہ رات مجھ پر میری امت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی، بے شک میں ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانتا ہے۔“ (معجم الکبیر، حذیفہ بن اسید... الخ، ۱۸۱/۳، الحدیث: ۳۰۵۴)

(5)..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں میں کھڑے تھے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں مخلوق کی پیدائش سے بتانا شروع کیا حتیٰ کہ جنتی اپنے منازل پر جنت میں داخل ہو گئے اور جہنمی اپنے ٹھکانے پر جہنم میں پہنچ گئے۔ جس نے اس بیان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا جو بھول گیا سو بھول گیا۔ (بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ ”وہو الذی بدء الخلق... الخ، ۳۷۵/۲، الحدیث: ۳۱۹۲)

(6)..... مسلم شریف میں حضرت عمرو بن الخطاب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز فجر سے غروب آفتاب تک خطبہ ارشاد فرمایا، بیچ میں ظہر و عصر کی نمازوں کے علاوہ کچھ کام نہ کیا اس میں وہ سب کچھ ہم سے بیان فرما دیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا اور ہم میں زیادہ علم والا وہ ہے جسے زیادہ یاد رہا۔ (مسلم، کتاب الغنۃ والشرائط الساعۃ، باب اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما یكون الی قیام الساعۃ، ص ۱۵۴۶، الحدیث: ۲۵ (۲۸۹۲))

(7)..... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُحد پہاڑ پر تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے، تاگاہ پہاڑ لرزنے لگا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا: اے اُحد! ٹھہر جا کہ تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متعللاً خلیلاً، ۵۲۱/۲، الحدیث: ۳۶۷۵)

(8)..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر سے ایک دن پہلے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اہل بدر کے گرنے یعنی مرنے کی جگہیں دکھائیں اور فرمایا: کل قلاں شخص کے گرنے یعنی مرنے کی یہ جگہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: جو نشان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جس کے لئے لگایا تھا وہ اسی پر گرا۔ (مسلم، کتاب الحنة وصفة

نعميها واهلها، باب عرس مقعد الميت من الحنة او النار عليه... إلخ، ص ۱۵۳۶، الحديث: ۷۶ (۲۸۷۳))

(9)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دو ایسی قبروں کے پاس سے گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا اور شاد فرمایا: ”انہیں عذاب ہو رہا ہے اور ان کو عذاب کسی ایسی شے کی وجہ سے نہیں دیا جا رہا جس سے بچنا بہت مشکل ہو ایک تو پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ (بخاری، کتاب الوضوء، ۵۹-ہاب، ۹۶/۱، الحديث: ۲۱۸)

(10)..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: صلح حدیبیہ سے واپسی پر ایک جگہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اونٹ منتشر ہو گئے، سب اپنے اپنے اونٹ واپس لے آئے لیکن حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹ نہ ملی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ وہاں سے اونٹنی لے آؤ، تو میں نے اونٹنی کو اسی حال میں پکڑ لیا جیسا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ (مصنف الکبیر، ۲۲۵/۱۰، الحديث: ۱۰۵۴۸)

وَلَا يَحْصِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا أَنْتَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ أَلَّهُمْ
بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخُلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ وَاللَّهُ مِيرَاثُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے۔ عتقرب وہ جس میں بخل کیا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور جو لوگ اس چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے وہ ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ یہ بخل ان کے لئے برا ہے۔ عتقرب قیامت کے دن ان کے گلوں میں اسی مال کا طوق بنا کر ڈالا جائے

کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا اور اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا وارث ہے اور اللہ تمہارے تمام کاموں سے خبردار ہے۔

﴿الَّذِينَ يَبْخُلُونَ﴾ وہ جو بخل کرتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں بخل کرنے والوں کے بارے میں شدید وعید بیان کی گئی ہے اور اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہاں بخل سے زکوٰۃ کا نہ دینا مراد ہے۔



اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ کنز العرفان: اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔ جس دن وہ مال جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغاً جائے گا (اور کہ جائے گا) یہ وہ مال ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا تو اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿١﴾ يَوْمَ يُخَالِصُ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكَلِّمُنِي بِهَا جَاهِلُهُمْ يُخَوِّبُهُمْ ظُهُورُهُمْ ﴿٢﴾ هَذَا مَا كُنْتُمْ لَا تُفْسِدُونَ ﴿٣﴾ فَمَا كُنْتُمْ تَفْسِدُونَ ﴿٤﴾ فَمَا كُنْتُمْ تَفْسِدُونَ ﴿٥﴾

(توبہ: ۳۴، ۳۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”جس کو اللہ عز و جل نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی، روز قیامت وہ مال سانپ بن کر اس کو طوق کی طرح لپیٹے گا اور یہ کہہ کر ڈستا جائے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔“

(بہاری، کتاب الزکوٰۃ، باب اثم مانع الزکوٰۃ، ۴۷۴/۱، الحدیث: ۱۴۰۳)



بخل کی تعریف یہ ہے کہ جہاں شرعاً یا عرف و عادت کے اعتبار سے خرچ کرنا واجب ہو وہاں خرچ نہ کرنا بخل ہے۔ زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ میں خرچ کرنا شرعاً واجب ہے اور دوست احباب، عزیز رشتہ داروں پر خرچ کرنا عرف و عادت کے اعتبار سے واجب ہے۔ (احیاء العلوم، کتاب دم البخل و دم حب المال، بیان حد السعاء والبخل و حقیقتہما، ۳۲۰/۳، مستحکم)



قرآن مجید اور کثیر احادیث میں بخل کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هَآأَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُفْقَهُوا فِي سَبِيلِ
 اللّٰهِ ۚ فَبِمَنْ يَّخْلُ ۚ وَمَنْ يَّخْلُ فَاَلَمْ يَكُنْ
 يَّخْلُ عَنْ نَفْسِهِ ۚ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ ۚ وَأَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ ۚ
 وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ
 ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَلَكُمْ ۝ (سورة محمد: ۳۸)

ترجمہ کنزالعرفان: ہاں ہاں یہ جو تم لوگ ہو تم بلائے جاتے ہو
 تاکہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تم میں کوئی بخل کرتا ہے اور جو بخل
 کرے وہ اپنی ہی جان سے بخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم
 سب محتاج ہو اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہارے سوا اور لوگ بدل
 دے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
 ”آدمی کی دو عادتیں بری ہیں (۱) بخیل جو رلانے والی ہے۔ (۲) بزدلی جو ذلیل کرنے والی ہے۔

(ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الحرۃ والحبس، ۱۸/۳، الحدیث: ۲۵۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا
 ”مالدار بخل کرنے کی وجہ سے بلا حساب جہنم میں داخل ہوں گے۔“ (ترمذی، باب السب، ۴۴۴/۱، الحدیث: ۳۳۰۹)

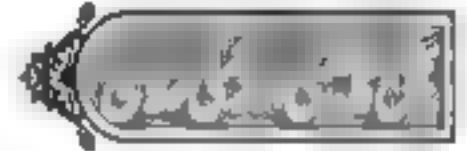
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
 فرمایا: ”کوئی بخیل جنت میں نہیں جائے گا۔“ (مسلم الاوسط، باب العین، من اسمہ علی، ۱۲۵/۳، الحدیث: ۴۰۶۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بخیل
 اللہ عز و جل سے دور ہے، جنت سے اور آدمیوں سے دور ہے جبکہ جہنم سے قریب ہے۔“

(ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی السعۃ، ۳۸۷/۳، الحدیث: ۱۹۶۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”بخل
 جہنم میں ایک درخت ہے، جو بخیل ہے اُس نے اس کی ٹہنی پکڑ لی ہے، وہ ٹہنی اُسے جہنم میں داخل کیے بغیر نہ چھوڑے گی۔“

(شمع الایمان، الرابع و السبعون من شعب الایمان، ۴۳۵/۷، الحدیث: ۱۰۸۷۷)



بخل کا علاج یوں ممکن ہے کہ بخل کے اسباب پر غور کر کے انہیں دور کرنے کی کوشش کرے، جیسے بخل کا بہت بڑا
 سبب مال کی محبت ہے، مال سے محبت نفسانی خواہش اور لمبی عمر تک زندہ رہنے کی امید کی وجہ سے ہوتی ہے، اسے قناعت اور
 صبر کے ذریعے اور بکثرت موت کی یاد اور دنیا سے جانے والوں کے حالات پر غور کر کے دور کرے۔ یونہی بخل کی مذمت
 اور سخاوت کی فضیلت، حب مال کی آفات پر مشتمل احادیث و روایات اور حکایات کا مطالعہ کر کے غور و فکر کرنا بھی اس
 مہلک مرض سے نجات حاصل کرنے میں مُہم و معاون ثابت ہوگا۔

(کیمیائی سعادت، رکن سوم، اصل ششم، علاج بخل، ۲/۶۵۰-۶۵۱، معصماً)

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ
سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۖ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ
الْحَرِيقِ ۝ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ۝ (۱۸۷)

ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ نے سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی اب ہم لکھ رکھیں گے ان کا کہا اور انبیاء کو ان کا ناحق شہید کرنا اور فرمائیں گے کہ چکھو آگ کا عذاب۔ یہ بدلا ہے اس کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک اللہ نے ان کا قول سن لیا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم مالدار ہیں۔ اب ہم ان کی کہی ہوئی بات اور ان کا انبیاء کو ناحق شہید کرنا لکھ رکھیں گے اور کہیں گے: جلا دینے والے عذاب کا مزہ چکھو۔ یہ ان اعمال کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

﴿لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ﴾ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ”مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا“ کہ کون ہے جو رب تعالیٰ کو اچھا قرض دے، تو یہودیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگ رہا ہے تو ہم غنی ہوئے اور اللہ تعالیٰ فقیر۔ اس پر یہ آج کریم اتری۔ (تفسیر کبیر، ال عمران، تحت الآیہ: ۱۸۱، ۳/۴۶۶) اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن گستاخوں کی بات سن لی ہے جنہوں نے کہا کہ اللہ عزوجل محتاج ہے اور ہم مالدار ہیں۔ اب ہم ان کے اعمال ناموں میں ان کی کہی ہوئی بات اور ان کے دوسرے کفریات جیسے ان کا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنا لکھ رکھیں گے اور قیامت کے دن ان کی ان گستاخیوں کے بدلے میں کہیں گے کہ ”اب جلا دینے والے عذاب کا مزہ چکھو۔“

یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ کی گستاخی اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قتل کرنے کو ساتھ ساتھ بیان کر کے عذاب کی ایک ہی وعید بیان کی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں جرم بہت عظیم ترین ہیں اور قباحت میں برابر ہیں اور شان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں گستاخی کرنے والا شان الہی عزوجل میں گستاخی کرنے والے کی طرح جہنم کا مستحق ہے کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی اللہ تعالیٰ کی گستاخی ہے۔

الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عٰهَدَ إِلَيْنَا الْاَنُومَنَ لِرَسُولٍ حَتَّى يَأْتِيَنَا
بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ ۖ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ
وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو کہتے ہیں اللہ نے ہم سے قرار کر لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک ایسی قربانی کا حکم نہ لائے جسے آگ کھائے تم فرمادو مجھ سے پہلے بہت رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور یہ حکم لے کر آئے جو تم کہتے ہو پھر تم نے انہیں کیوں شہید کیا اگر سچے ہو۔

ترجمہ کنزالعرفان: وہ لوگ جو کہتے ہیں (کہ) اللہ نے ہم سے وعدہ لیا تھا کہ ہم کسی رسول کی اس وقت تک تصدیق نہ کریں جب تک وہ ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے آگ کھا جائے۔ اے حبیب! تم فرمادو (کہ) بیشک مجھ سے پہلے بہت سے رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور وہی (معجزات) لے کر آئے جو تم نے کہے تھے پھر اگر تم سچے ہو تو تم نے انہیں کیوں شہید کیا؟۔

﴿الَّذِينَ قَالُوا: وہ جو کہتے ہیں۔﴾ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ ہم سے تو ریت میں عہد لیا گیا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا جو شخص ایسی قربانی پیش نہ کر سکے جسے آسمان سے سفید آگ اتر کر کھائے، اس پر ہم ہرگز ایمان نہ لائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(حمل، آل عمران، تحت الآية: ۱۸۳/۱۰۲۳)

اور ان کے اس خالص جھوٹ اور بہتان کو باطل قرار دیا گیا کیونکہ اس شرط کا تو ریت میں نام و نشان بھی نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ نبی کی تصدیق کے لیے معجزہ کافی ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو، جب نبی نے کوئی معجزہ دکھا دیا تو اس کے سچا ہونے پر دلیل قائم ہو گئی، اب اس کی تصدیق کرنا اور اس کی نبوت کو ماننا لازم ہو گیا۔ نبوت کی صداقت ثابت ہو جانے کے بعد پھر کسی خاص معجزے کا اصرار کرنا حقیقت میں نبی کی تصدیق کا انکار ہے۔ پھر یہ بات بھی بیان فرمادی کہ گزشتہ انبیاء علیہم السلام انصلوہ والسلام بعض اوقات وہی معجزات لے کر آئے جس کا تم نے ان سے مطالبہ کیا، جیسے بعض انبیاء علیہم السلام نے قربانی لانے والا معجزہ بھی دکھا دیا لیکن اس کے باوجود تم نے انہیں نہ مانا بلکہ بہت سے انبیاء علیہم السلام کو شہید کر دیا، اگر تم سچے تھے تو ان کو کیوں شہید کیا؟ تمہارا سابقہ کردار اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ تمہارا مقصد صرف حیلے بہانے

کر کے اسلام قبول کرنے سے بچتا اور اپنے جاہلوں کو ورغلا تا ہے ورنہ دلیل نام کی کوئی چیز تمہارے پاس نہیں۔



اوپر کی پوری گفتگو سے ایک بہت مفید بات سامنے آتی ہے کہ جب کوئی چیز کسی معقول دلیل سے ثابت ہو جائے تو اسے مان لینا لازم ہے۔ دلیل سے ثابت ہو جانے کے بعد خواہ مخواہ مخصوص قسم کی دلیل کا مطالبہ کرنا یہودیوں کا کام ہے اور اس میں بھی ایسے لوگوں کا مقصد ماننا نہیں ہوتا بلکہ مفت کی بحث کرنا ہوتا ہے۔ جیسے مسلمانوں میں رائج بہت سے معمولات ایسے ہیں جو معقول شرعی دلیل سے ثابت ہیں لیکن بعض لوگوں کا خواہ مخواہ اصرار ہوتا ہے کہ نہیں، اسے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے ثابت کرو، اسے بخاری سے ثابت کرو۔ یہ طرز عمل ہر اس راہبلا نہ ہے اور ایسے لوگوں کو سمجھانا بے فائدہ ہوتا ہے۔

**فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ
وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿۱۸۷﴾**

ترجمہ کنزالایمان: تو اے محبوب! اگر وہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو تم سے اگلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں اور صحیفے اور چمکتی کتاب لے کر آئے تھے۔

ترجمہ کنزالعرفان: تو اے حبیب! اگر وہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو تم سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔

﴿فَإِنْ كَذَّبُوكَ﴾: تو اگر وہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں۔ ﴿یہاں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کیونکہ جب کوئی حق پر ہو اور اس کی حقانیت سورج سے زیادہ روشن ہو لیکن پھر بھی ایک گروہ اسے جھٹلائے اور اس کی حقانیت تسلیم نہ کرے تو اسے قلبی رنج ضرور ہوتا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چونکہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن میں بار بار سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتا ہے، چنانچہ یہاں بھی اسی کا بیان ہوا اور فرمایا گیا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اگر یہ کفار تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غمزدہ نہ ہوں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں، صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کی طرح صبر و استقامت سے تبلیغ دین فرماتے رہیں۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَا نَفْسٍ الْمَوْتِ ۖ وَإِذَا تَوَفَّوْنَا أَجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۖ فَمَنْ زُحِرَ عَنْ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۖ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْعُرُوفِ ۖ

ترجمہ کنزالایمان: ہر جان کو موت چکھنی ہے اور تمہارے بدلے تو قیامت ہی کو پورے ملیں گے جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اجر پورے پورے دیئے جائیں گے تو جسے آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَا نَفْسٍ الْمَوْتِ﴾: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔ یعنی انسان ہوں یا جن یا فرشتہ، غرض یہ کہ اللہ عزوجل کے سوا ہر زندہ کو موت آتی ہے اور ہر چیز قانی ہے۔

موت کی یاد اور اس کے بعد کی

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار پر موت مقرر فرمادی ہے اور اس سے کسی کو چھٹکارا ملے گا اور نہ کوئی اس سے بھاگ کر کہیں جاسکے گا۔ موت روح کے جسم سے جدا ہونے کا نام ہے اور یہ جدائی انتہائی سخت تکلیف اور اذیت کے ساتھ ہوگی اور اس کی تکلیف دنیا میں بندے کو پہنچنے والی تمام تکلیفوں سے سخت تر ہوگی۔ موت اور اس کی سختی کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۖ (ق ۱۹) ترجمہ کنزالعرفان: اور موت کی سختی حق کے ساتھ آگئی، (اس وقت کہا جاتا ہے) یہ وہ (موت) ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "اے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ہمیں موت کے بارے میں بتائیے۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

موت ایک ایسی کانٹے دار شے کی طرح ہے جسے کسی آدمی کے پیٹ میں داخل کیا جائے اور اس کا ہر کاٹا ایک ایک رگ میں پیوست ہو جائے، پھر کوئی طاقتور شخص اس شے کو اپنی پوری قوت سے کھینچے تو اس شے کی زو میں آنے والی ہر چیز کٹ جائے اور جو زو میں نہ آئے وہ بچ جائے۔ (احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت وما بعده، الباب الثالث فی سكرات الموت وشدته... الخ، ۲۱۰/۵)

حضرت شہاد بن اوس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ”مومن پر دنیا اور آخرت کا کوئی خوف موت سے بڑھ کر نہیں، یہ خوف آروں سے چیرنے، قینچیوں سے کاٹنے اور ہانڈیوں میں ابالنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اگر کوئی میت قبر سے نکل کر دنیا والوں کو موت کی سختیاں بتا دے تو وہ نہ زندگی سے نفع اٹھا سکیں گے اور نہ نیند سے لذت حاصل کر سکیں گے۔

(احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت وما بعده، الباب الثالث فی سكرات الموت وشدته... الخ، ۲۰۹/۵)

مروی ہے کہ جب حضرت امیر ایم غنیہ الفلوة والسلام کا وصال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا اے میرے ظلیل! علیہ الفلوة والسلام تم نے موت کو کیسا پایا؟ آپ نے عرض کی: جس طرح گرم سیخ کو تر روئی میں رکھا جائے پھر اسے کھینچ لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”ہم نے آپ پر موت کو آسان کیا ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت وما بعده، الباب الثالث فی سكرات الموت وشدته... الخ، ۲۰۹/۵)

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پانی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ پانی میں داخل کرتے، پھر انہیں چہرہ انور پر ملتے اور کہتے: بے شک موت میں تکلیف ہوتی ہے۔ پھر وضو مبارک اٹھا کر فرماتے ”رفیق اعلیٰ میں۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض کر لی گئی اور وصیت مبارک جھک گیا۔

(بیہاری، کتاب الرقاق، باب سكرات الموت، ۲۵۰/۴، الحدیث: ۶۵۱۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا ”میں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت جو سخت دیکھی اس کے بعد مجھے کسی کی آسان موت پر رشک نہیں ہے۔ (ترمذی، کتاب الحسان، باب ما جاء فی التشہید عبد الموت، ۲۹۵/۲، الحدیث: ۹۸۱)

جب حضرت عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے بیٹے نے ان سے کہا: اے بابا جان! آپ کہا کرتے تھے کہ کوئی ظلمت انسان مجھے نوح کے عالم میں مل جائے تو میں اس سے موت کے حالات دریافت کروں، تو آپ سے زیادہ عقل مند کون ہوگا، برائے مہربانی آپ ہی مجھے موت کے حالات بتا دیجئے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ”اے بیٹے! خدا کی قسم، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے دونوں پہلو ایک تخت پر ہیں اور میں سوئی کے نکے کے برابر سوراخ سے سانس لے رہا ہوں اور ایک کانٹے دار شاخ میرے قدموں کی طرف سے سر کی جانب پہنچی جا رہی ہے۔

(التذکرہ للقرطبی، باب ما جاء ان للموت سكرات... الخ، ص ۲۴)

ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہم تو سرتاپا گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ہمارے اوپر موت کی نغیوں کے علاوہ
تجائے اور کتنی مصیبتیں آئیں گی اس لئے عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ موت کو بکثرت یاد کیا جائے اور دنیا میں رہ کر موت
اور اس کے بعد کی تیاری کی جائے۔

حضرت شہاد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
فرمایا ”عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو اپنا تابعدار بنالے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور عاجز وہ شخص ہے جو اپنی خواہشات
پر چلتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید بھی کرتا ہو۔“ (ترمذی، کتاب صفة القيامة، ۲۵-باب، ۲۰۷/۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا
کہ ایک انصاری آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور
عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، کونسا مومن افضل ہے؟ ارشاد فرمایا ”جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔ اس
نے عرض کی: سب سے زیادہ عقلمند کون ہے؟ ارشاد فرمایا ”جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہو اور اس کی اچھی طرح تیاری کرتا ہو تو
وہی سب سے زیادہ عقلمند ہے۔“ (ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر الموت والاستعداد له، ۴۹۶/۴، الحدیث: ۴۲۵۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں
حاضر ہوا اور میں وہاں موجود افراد میں سے دسواں تھا اسی دوران ایک انصاری شخص آئے اور عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، لوگوں میں سب سے زیادہ عقلمند اور محتاط کون ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
فرمایا ”وہ لوگ جو موت آنے سے پہلے اسے زیادہ یاد کرتے اور اس کے لئے زیادہ تیاری کرتے ہیں وہی عقلمند ہیں، وہ دنیا
کی شرافت اور آخرت کی بزرگی لے گئے۔“ (معجم الکبیر، ۳۱۸/۱۲، الحدیث: ۱۳۵۳۶)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ موت کی یاد اور اس کے بعد کی تیاری کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے
ہیں ”جب اس دار فنا سے ایک نہ ایک دن کوچ کرنا ہی ہے تو عقلمند انسان کو چاہئے کہ وہاں کی تیاری کرے جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔
تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا، دنیا میں ایسے رہو جیسے
مسافر بلکہ راہ چلتا۔“ (بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من فی الدنیا کان کأنھ حریب۔ الخ، ۲۲۲/۴، الحدیث: ۶۴۱۶)

تو مسافر جس طرح ایک اجنبی شخص ہوتا ہے اور راہ گیر راستے کے کھیل تماشوں میں نہیں لگتا کہ منزل مقصود تک
پہنچنے میں ناکامی ہوگی اسی طرح مسلمان کو چاہیے کہ دنیا اور اس کی رنگینیوں میں نہ پھنسے اور نہ ایسے تعلقات پیدا کرے
کہ مقصود اصلی حاصل کرنے میں آڑے آئیں اور موت کو کثرت سے یاد کرے کہ دنیا اور اس کی لذتوں میں مشغول ہونے
سے روکے گی، حدیث میں ہے: لذتوں کو توڑ دینے والی موت کو کثرت سے یاد کرو۔

(ترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء فی ذکر الموت، ۱۳۸/۴، الحدیث: ۲۳۱۴)

مگر کسی مصیبت پر موت کی آرزو نہ کرے کہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے اور ناچار کرنی ہی پڑے تو یوں کہے، یا اللہ! مجھے زندہ رکھ جب تک میری زندگی میرے لئے بہتر ہو، اور موت دے جب میرے لئے بہتر ہو۔

(بخاری، کتاب المرضی، باب قسسی المرضی الموت، ۱۳/۴، الحدیث: ۵۶۷۱)

یونہی مسلمان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھے اور اس کی رحمت کا امیدوار رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک نوجوان کے پاس اس حال میں تشریف لے گئے کہ وہ مرنے کے قریب تھا۔ ارشاد فرمایا: تو اپنے آپ کو کس حال میں پاتا ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اللہ تعالیٰ سے امید ہے اور اپنے گناہوں سے ڈر۔ ارشاد فرمایا: ”یہ دونوں خوف اور امید اس موقع پر جس بندے کے دل میں ہوں گے اللہ تعالیٰ اسے وہ دے گا جس کی امید رکھتا ہو اور اس سے امن میں رکھے گا جس سے خوف کرتا ہے۔“ (ترمذی، کتاب الصالح، ۱۱-باب، ۲۹۶/۲، الحدیث: ۹۸۵)

یاد رکھئے! روح قبض ہونے کا وقت بہت ہی سخت وقت ہے کہ اسی پر سارے اعمال کا دار و مدار ہے بلکہ ایمان کے انحراف کی مثال اسی پر مبنی ہے کہ اعتبار خاتمہ ہی کا ہے اور شیطان لعین ایمان لینے کی فکر میں ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس کے مکر و فریب سے بچائے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے وہ ہی مراد کو پہنچا۔

(بہار شریعت، موت آنے کا بیان، حصہ چہارم، ۸۰۶/۱-۸۰۷، ملخصاً)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہم سب کا خاتمہ اچھا فرمائے اور ہم پر موت کی سختیاں آسان فرمائے۔^(۱)

﴿وَرَأَيْتُمُ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا قَامُوا إِلَيْهِمْ جَاءُوا ذُرِّيَّتَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَمَلَهُمْ كَانُوا إِلَيْهِمْ غُرُوفًا﴾ اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے عاجز پورے پورے دیئے جائیں گے۔ ارشاد فرمایا کہ تمہارے اچھے برے اعمال کی جزا قیامت کے دن تمہیں پوری پوری دی جائے گی، تو اس دن جسے جہنم کی آگ سے بچا لیا گیا اور اس سے نجات دے کر جنت میں داخل کر دیا گیا اسی نے حقیقی کامیابی حاصل کی۔

(روح البیان، آل عمران، تحت الآية: ۱۸۵، ۱۳۸/۲)

یاد رہے کہ برے اعمال کی وجہ سے دنیا میں جو عذاب آتا ہے یا مرنے کے بعد قبر میں جو عذاب ہوتا ہے، یونہی نیک اعمال پر قبر میں جو راحتیں نصیب ہوتی ہیں یہ اعمال کی پوری جزا نہیں بلکہ آخرت میں ملنے والی جزا کا ایک نمونہ ہے جبکہ اعمال کی پوری جزا قیامت کے دن ہی ملے گی۔



اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت میں حقیقی کامیابی یہ ہے کہ بندے کو جہنم سے نجات دے کر جنت میں داخل

۱۔ اپنے دل میں موت کی یاد کو مضبوط کرنے کے لئے رسالہ ”موت کا تصور“ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کرنا مفید ہے۔

کر دیا جائے جبکہ دنیا میں کامیابی فی نفسہ کامیابی تو ہے لیکن اگر یہ کامیابی آخرت میں نقصان پہنچانے والی ہے تو حقیقت میں یہ خسارہ ہے۔ اور خصوصاً وہ لوگ کہ دنیا کی کامیابی کے لئے سب کچھ کریں اور آخرت کی کامیابی کیلئے کچھ نہ کریں وہ تو یقیناً نقصان ہی میں ہیں۔ لہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ایسے اعمال کی طرف زیادہ توجہ دے اور ان کے لئے زیادہ کوشش کرے جن سے اسے حقیقی کامیابی نصیب ہو سکتی ہے اور ان اعمال سے بچے جو اس کی حقیقی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعٌ الْغُرُوْبُ﴾: اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔ یعنی دنیا کی لذتیں، اس کی خواہشات اور رعنائیاں صرف دھوکے کا سامان ہے کیونکہ ان کا ظاہر تو بہت خوبصورت نظر آتا ہے لیکن ان کا باطن فساد سے بھرپور ہے۔



اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا کی عیش و عشرت اور زیب و زینت اگرچہ کتنی ہی زیادہ ہو، یہ دھوکے کے سامان کے علاوہ کچھ نہیں، لہذا ہر انسان کو چاہئے کہ وہ دنیا کی رنگینیوں سے ہرگز دھوکہ نہ کھائے، ذلیل دنیا کو حاصل کرنے کے لئے اپنی قیمتی ترین آخرت کو ہرگز تباہ نہ کرے، اسی کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

تَوَجَّهْ كَتَوَّاهِ الْوَعْدَانِ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنی اوناں کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو کچھ نفع دینے والا ہوگا۔ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا دھوکہ نہ دے والا تمہیں اللہ کے علم پر دھوکے میں نہ ڈالے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَاحْشُوا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَانِبٌ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّكُم بِاللَّهِ الْغُرُورُ ﴿٣٣﴾ (لقمان: ۳۳)

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچا لیتا ہے اور شخص اپنی آخرت سے محبت کرتا ہے تو وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے، لہذا تم فنا ہو جانے والی (دنیا) پر باقی رہنے والی (آخرت) کو ترجیح دو۔“

(مسند امام احمد، مسند الکوفیین، حدیث ابی موسیٰ الاشعری، ۱۶۵/۷، الحدیث: ۱۹۷۱۷)

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بزرگ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ”اے لوگو! اس فرصت کے وقت میں نیک عمل کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ امیدوں پر پھولے مت سماؤ اور اپنی موت کو نہ بھولو۔ دنیا کی طرف مائل نہ ہو جاؤ، بے شک یہ دھوکے باز ہے اور دھوکے ساتھ بن ٹھن کر تمہارے سامنے آتی ہے اور اپنی خواہشات کے ذریعے تمہیں

فتنے میں ڈال دیتی ہے، دنیا اپنی پیروی کرنے والوں کے لیے اس طرح بھتی سنورتی ہے جیسے دہن بھتی ہے۔ دنیا نے اپنے کتنے ہی عاشقوں کو ہلاک کر دیا اور جنہوں نے اس سے اطمینان حاصل کرنا چاہا انہیں ذلیل و رسوا کر دیا، لہذا اسے حقیقت کی نگاہ سے دیکھو کیونکہ یہ مصیبتوں سے بھرپور مقام ہے، اس کے خالق نے اس کی مذمت کی، اس کا نیا پرانا ہو جاتا ہے اور اسے چاہئے والا بھی مر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور اس سے پہلے نیند سے آنکھیں کھول لو کہ یوں اعلان کیا جائے فلاں شخص بیمار ہے اور اس کی بیماری نے شدت اختیار کر لی ہے، کیا کوئی دوا ہے؟ یا کسی ڈاکٹر تک جانے کی کوئی صورت ہے؟ اب تمہارے لیے حکیموں (اور ڈاکٹروں) کو بلایا جاتا ہے، لیکن شفا کی امید ختم ہو جاتی ہے، پھر کہا جاتا ہے فلاں نے وصیت کی اور اپنے مال کا حساب کیا ہے۔ پھر کہا جاتا ہے: اب اس کی زبان بھاری ہو گئی، اب وہ اپنے بھائیوں سے بات نہیں کرتا اور پڑوسیوں کو نہیں پہچانتا، اب تمہاری پیشانی پر پسینہ آ گیا، رونے کی آوازیں آنے لگیں اور تمہیں موت کا یقین ہو گیا، تمہاری پلکیں بند ہونے سے موت کا گمان یقین میں بدل گیا، زبان تھر تھرا رہی ہے، تیرے بہن بھائی رو رہے ہیں، تمہیں کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارا فلاں بیٹا ہے، یہ فلاں بھائی ہے، لیکن تو کلام کرنے سے روک دیا گیا ہے، پس تو بول نہیں سکتا، تمہاری زبان پر مہر لگ گئی جس کی وجہ سے آواز نہیں نکلتی، پھر تمہیں موت آگئی اور تیری روح اعضاء سے پوری طرح نکل گئی، پھر اسے آسمان کی طرف لے جایا گیا، اس وقت تمہارے بھائی جمع ہوتے ہیں، پھر تمہارا کفن لاتے ہیں اور تمہیں غسل دے کر کفن پہتاتے ہیں۔ اب تمہاری عیادت کرنے والے خاموش ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور تجھ سے حسد کرنے والے بھی آرام پاتے ہیں، مگر والے تمہارے مال کی طرف متوجہ ہو جاتے اور تمہارے اعمال گروی ہو جاتے ہیں۔

(احیاء العلوم، کتاب دم الدیاء، بیان المواقف فی دم الدیاء وصفتها، ۳/۲۶۰ ملقطاً)

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں دنیا کی حقیقت کو پہچاننے، اس کے دھوکے اور فریب کاری سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

لَتُبْلَوْنَ فِيْ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيْرًا ۖ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ

ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿۱۸۲﴾

ترجہ کنزالایمان: بیشک ضرورتہاری آزمائش ہوگی تمہارے مال اور تمہاری جانوں میں اور بیشک ضرورتہم اگلے کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت کچھ براسنو گے اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

ترجہ کنزالعرفان: بیشک تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں کے بارے میں تمہیں ضرور آزمایا جائے گا اور تم ضرور ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکوں سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرتے رہو اور پرہیزگار بنو تو یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

﴿کُتِبَ عَلَيْكُمُ التَّوْبَةُ إِذَا عَصَيْتُمْ﴾ تم ضرور آزمائے جاؤ گے۔ مسلمانوں سے خطاب فرمایا گیا کہ تم پر فرائض مقرر ہوں گے، تمہیں حقوق کی ادائیگی کرنا پڑے گی، زندگی میں کئی معاملات میں نقصان اٹھانا پڑے گا، جان و مال کے کئی معاملات میں تکلیفیں برداشت کرنا ہوں گی، بیماریاں، پریشانیاں اور بہت قسم کی مصیبتیں زندگی میں پیش آئیں گی، یہ سب تمہارے امتحان کیلئے ہوگا لہذا اس کیلئے تیار رہنا اور اللہ کریم عزوجل کی رضا اور اس کے ثواب پر نظر رکھ کر ان تمام امتحانات میں کامیاب ہو جانا کیونکہ ان امتحانات کے ذریعے ہی تو کھرے اور کھولے میں فرق کیا جاتا ہے، سچے اور جھوٹے میں امتیاز ظاہر ہوتا ہے۔ دینی معاملات میں مشرکوں، یہودیوں اور عیسائیوں سے تمہیں بہت تکلیف پہنچیں گی۔ ان معاملات میں اور زندگی کے دیگر تمام معاملات میں اگر تم صبر کرو، اللہ عزوجل سے ڈرتے رہو اور پرہیزگاری اختیار کئے رہو تو یہ تمہارے لئے نہایت بہتر رہے گا کیونکہ یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكُونُ لَهُمْ عَنَاءٌ وَهُمْ شَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبُئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿۱۸۷﴾

ترجہ کنزالایمان: اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کرو گے اور نہ چھپانا تو انہوں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے ذلیل دام حاصل کیے تو کتنی بری خریداری ہے۔

ترجہ کنزالعرفان: اور یاد کرو جب اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم ضرور اس کتاب کو لوگوں سے بیان کرنا اور اسے چھپانا نہیں تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی تو یہ کتنی بری خریداری ہے۔

﴿وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ﴾ اور جب اللہ نے عہد لیا۔ اللہ تعالیٰ نے توریت و انجیل کے علماء پر واجب کیا تھا کہ ان دونوں

کتابوں میں سرور و کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرنے والے جو دلائل ہیں وہ لوگوں کو خوب اچھی طرح واضح کر کے سمجھا دیں اور ہرگز نہ چھپائیں لیکن انہوں نے رشوتیں لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان اوصاف کو چھپایا جو توریت و انجیل میں مذکور تھے۔



اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم دین کو چھپانا گناہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جس شخص سے کچھ دریافت کیا گیا جس کو وہ جانتا ہے اور اس نے اس کو چھپایا روز قیامت اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔“

(ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی کتمان العلم، ۲۹۵/۴، الحدیث ۲۶۵۸)

علامہ پروا جب ہے کہ اپنے علم سے فائدہ پہنچائیں اور حق ظاہر کریں اور کسی غرض قاصد کے لئے اس میں سے کچھ نہ چھپائیں۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ
يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۸۸

ترجمہ کنزالایمان: ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کیے ان کی تعریف ہو ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: ہرگز گمان نہ کرو ان لوگوں کو جو اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور پسند کرتے ہیں کہ ان کی ایسے کاموں پر تعریف کی جائے جو انہوں نے کئے ہی نہیں، انہیں ہرگز عذاب سے دور نہ سمجھو اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا﴾ ہرگز گمان نہ کرو ان لوگوں کو جو اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں۔ ﴿یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگوں کو دھوکا دیتے اور گمراہ کرنے پر خوش ہوتے اور نادان اور جاہل ہونے کے باوجود یہ پسند کرتے کہ انہیں عالم کہا جائے۔

(بخاری، آل عمران، تحت الآية: ۱۸۸، ۳۳۴/۱)



اس آیت میں خود پسندی کرنے والوں کے لئے وعید ہے اور ان کے لئے جو حسبِ جاہ یعنی عزت، تعریف، شہرت

کے حصول کی تمنا میں مبتلا ہیں۔ جب کسی شخص کے دل میں یہ آرزو پیدا ہونے لگے کہ لوگ اس کے شیدائی ہوں، ہر زبان اس کی تعریف میں تر ہو، سب میرے کمال کے معترف ہوں، مجھے ہر جگہ عزت سے نوازا جائے، عالم نہیں ہوں پھر بھی علامہ صاحب کہا جائے، ملک و قوم کی کوئی خدمت نہیں کی پھر بھی معمار قوم کہا جائے، نجات دہندہ سمجھا جائے، محسن قوم قرار دیا جائے، میرا تعارف بہترین القابات کے ساتھ ہو، ملاقات پر تپاک انداز میں کی جائے، سلام جھک کر کیا جائے تو اسے چاہئے کہ اپنے دل پر غور کرے کہ کہیں وہ حب جاہ کا شکار تو نہیں ہو چکا، اگر ایسا ہو تو اس آیت سے سبق حاصل کرتے ہوئے فوراً سے بیشتر اس سے چھٹکارے کی کوشش کرے۔ یاد رکھئے خود پسندی اور حب جاہ کے مرض میں مبتلا شخص اخروی انعامات سے محرومی کا شکار ہوتا ہے اور دل میں منافقت کی زیادتی، قلبی نورانیت سے محرومی، دین کی خرابی میں مبتلا ہو جاتا ہے نیز برائی سے منع کرنے اور نیکی کی دعوت دینے سے محرومی، ذلت و رسوائی کا سامنا، اخروی لذت سے محرومی، قلبی سکون کی بربادی اور دولت اخلاص سے محرومی جیسے نقصانات کا سامنا کر سکتا ہے، لہذا اسے چاہئے کہ دنیا کی بے ثباتی، تعریف پسندی کی مذمت، منصب و مرتبہ کے تعلق سے اخروی معاملات اور بزرگان دین کے حالات و اقوال کا بکثرت مطالعہ کرے تاکہ ان مذموم امراض سے نجات کی کوئی صورت ہو۔ ترغیب کے لئے ہم یہاں خود پسندی اور حب جاہ سے متعلق چند احادیث اور بزرگان دین کے احوال و اقوال ذکر کرتے ہیں، چنانچہ

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو شہرت طلب کرے گا (قیامت کے دن) اس کے عیبوں کی تشہیر ہوگی اور جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس کا بدلہ دے گا۔“
(بخاری، کتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، ۲۴۷/۴، الحدیث: ۶۴۹۹)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا مال اور مرتبے کی حرص کرنے والا اپنے دین کے لئے نقصان دہ ہے۔“
(ترمذی، کتاب الزہد، ۴۳-ہاب، ۱۶۶/۴، الحدیث: ۲۳۸۳)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اگر خود پسندی انسانی شکل میں ہوتی تو وہ سب سے بد صورت انسان ہوتی۔“

(المردوس بمأثور الخطاب، باب اللام، ۱۹۳/۲، الحدیث: ۵۰۶۴)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”خود پسندی ۷۰ سال کے عمل کو برباد کر دیتی ہے۔“

(کبر العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، حرف العين، ۲۰۵/۲، الجزء الثالث، الحدیث: ۷۶۶۶)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود پسندی سے بہت زیادہ ڈرتے تھے اور جب لوگ آپ کی تعریف کرتے تو آپ دعا مانگتے: یا اللہ! غزوہ جمل، مجھے اس سے بہتر بنا دے جو کچھ یہ کہتے ہیں اور جو کچھ یہ نہیں جانتے میرا وہ عمل بخش دے۔ اسی طرح جب لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے تو وہ دعا مانگتے: یا اللہ! غزوہ جمل، میں اس چیز کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو کچھ یہ کہتے ہیں اور تجھ سے اس عمل کی بخشش چاہتا ہوں جس کا انہیں علم نہیں۔

(تبیہ المعتبرین، الباب الرابع فی جملة اخرى من الاخلاق، ومن اخلاقهم عدم العجب... الخ، ص ۲۴۱-۲۴۲)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب منبر پر خطبہ دیتے تو خود پسندی سے ڈرتے ہوئے گفتگو چھوڑ کر اس عمل کی طرف منتقل ہو جاتے جس میں خود پسندی نہ ہو اور بعض اوقات ایسا ہوتا کہ خط لکھتے وقت خود پسندی کے خوف سے پھاڑ دیتے اور کہتے: یا اللہ! غزوہ جمل، میں نفس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(تبیہ المعتبرین، الباب الرابع فی جملة اخرى من الاخلاق، ومن اخلاقهم عدم العجب... الخ، ص ۲۳۹-۲۴۰)

حضرت بشر حالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو شہرت کا طالب ہو اور اس کا دین برباد نہ ہو اور اس کے حصے میں رسوائی نہ آئی ہو۔ (کیسیالیہ سعادت، رکن سوم، اصل معنی، اندر علاج دوستی جاء وحشمت، ۲/۶۵۹) حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے زمانے کے عبادت گزاروں سے فرماتے تھے تم پر افسوس ہے، تمہارے اعمال کم ہونے کے باوجود ان میں خود پسندی داخل ہو گئی اور تم سے پہلے لوگ اپنے اعمال کی کثرت کے باوجود ان پر تکبر نہیں کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! پہلے لوگوں کی عبادت کو دیکھا جائے تو (اس کے مقابلے میں) تم محض کھیلنے والے ہو۔

(تبیہ المعتبرین، الباب الرابع فی جملة اخرى من الاخلاق، ومن اخلاقهم عدم العجب... الخ، ص ۲۴۲)

وَاللّٰهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۸۹

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿وَاللّٰهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔ ﴿اس آیت میں ان گستاخوں کا رد کیا گیا ہے جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ غزوہ جمل فقیر ہے۔ ان کے رد میں فرمایا گیا کہ جو زمین و آسمان کے دائرے میں آنے والی ہر چیز کا مالک ہے اس کی طرف فقر کی نسبت کس طرح کی جاسکتی ہے۔

(محاذ، ال عمران، تحت الآیة: ۱۸۹، ۱/۳۳۵)

یہاں ہم اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان سے متعلق ایک حدیث قدسی ذکر کرتے ہیں جس سے ان گستاخوں کی جہالت اور اللہ تعالیٰ کی شان مزید ظاہر ہوتی ہے، چنانچہ

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ”اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کر دیا لہذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! جسے میں ہدایت دوں اس کے علاوہ تم سب گمراہ ہو، اس لئے تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! جسے میں کھلاؤں اس کے سوا تم سب بھوکے ہو، تو تم مجھ سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! جسے میں لباس پہناؤں اس کے علاوہ تم سب بے لباس ہو لہذا تم مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب رات دن گناہ کرتے ہو اور میں گناہ بخشا ہوں، تم مجھ سے بخشش طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم کسی نقصان کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نقصان پہنچا سکو اور تم کسی نفع کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نفع پہنچا سکو۔ اے میرے بندو! تمہارے پہلے اور آخری تمہارے انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ متقی شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتے اور اگر تمہارے پہلے اور آخری تمہارے انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ بدکار شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک سے کوئی چیز کم نہیں کر سکتے اور اے میرے بندو! تمہارے پہلے اور آخری تمہارے انسان اور جن کسی ایک جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہو گا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر (ٹکالنے سے) اس میں کمی ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جنہیں میں تمہارے لئے جمع کر رہا ہوں، پھر میں تمہیں ان کی پوری پوری جزاء دوں گا تو جو شخص خیر کو پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جس کو خیر کے سوا کوئی چیز (جیسے آفت یا مصیبت) پہنچے وہ اپنے نفس کے سوا اور کسی کو ملامت نہ کرے۔

(مسلم، کتاب الہر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم، ص ۱۳۹۳، الحدیث ۵۵ (۲۵۷۷))

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٩﴾

ترجمہ کنزالایمان: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے۔

توجہ کنز العرفان: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم تبدیلی میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾: عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ ﴿حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر رات میں ٹھہرا اور اس دن سر کا رو دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی اُن کے ہاں آرام فرماتے تھے، جب رات کا تہائی حصہ گزرا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے پھر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر ان آیات مبارکہ کی تلاوت فرمائی۔ (بخاری، کتاب الادب، باب رفع البصر الى السماء، ۱۵۹/۱، الحدیث: ۶۲۱۵) ایک روایت میں ہے کہ تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا: ”اس پر افسوس ہے جو یہ آیت پڑھے اور اس میں غور نہ کرے۔ (الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان، كتاب الرقائق، باب التوبة، ۸/۲، الحدیث: ۶۱۹)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ علم جغرافیہ اور سائنس حاصل کرنا بھی ثواب ہے جبکہ اچھی نیت ہو جیسے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت یا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم حاصل کرنے کیلئے، لیکن یہ شرط ہے کہ اسلامی عقائد کے خلاف نہ ہو۔ اس آیت مبارکہ میں آسمان و زمین کی تخلیق میں قدرت الہی کی نشانیوں کا فرمایا گیا ہے لہذا اسی کے پیش نظر اس تفکر کی ایک جھلک آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں: امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”قدرت الہی کی چھٹی نشانی آسمانوں، ستاروں کی مملکت اور ان کے عجائب میں ہے، کیونکہ جو کچھ زمین کے اندر اور روئے زمین پر ہے وہ سب کچھ اس کے مقابلے میں کم ہے۔ آسمان اور ستاروں کے عجائب میں تفکر کرنے کے لئے قرآن پاک میں تعبیر فرمائی گئی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ ﴿۳۲﴾
توجہ کنز العرفان اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا اور وہ لوگ اس کی نشانیوں سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ (انبیاء: ۳۲)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَالنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۷﴾
توجہ کنز العرفان بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ (موم: ۵۷)

تو ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق میں غور و فکر کرو۔ آسمان کی نیلاہٹ اور ستاروں کی ٹٹماہٹ کو دیکھ لینا غور نہیں کہ یہ تو جانور بھی کر لیتے ہیں بلکہ مقام افسوس تو یہ ہے کہ تو اپنے عجائب اور اپنی ذات کو جو تیرے پاس ہیں اور وہ

ترجیہ کنزالایمان جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اے رب ہمارے تو نے یہ بیکار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

ترجیہ کنزالعرفان: جو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! تو نے یہ سب بیکار نہیں بنایا۔ تو پاک ہے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

﴿الَّذِينَ يَدْعُونَ اللَّهَ: وہ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں۔﴾ یہاں عقلمند لوگوں کا بیان ہے کہ وہ ہیں کون؟ اور ان کے چند اہم کام بیان فرمائے گئے ہیں۔



(۱)..... عقلمند لوگ کھڑے، بیٹھے اور بستروں پر لیٹے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ مولیٰ کریم کی یاد ہر وقت ان کے دلوں پر چھائی رہتی ہے۔

(۲)..... عقلمند لوگ کائنات میں غور و فکر کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور کائنات کے دیگر عجائبات میں غور کرتے ہیں اور ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کا زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنا ہے۔

(۳)..... کائنات میں غور و فکر کے بعد اللہ تعالیٰ کی عظمت ان پر آشکار ہوتی ہے اور ان کے دل اللہ عزوجل کی عظمت کے سامنے جھک جاتے ہیں اور ان کی زبانیں اللہ عزوجل کی عظمت کے ترانے پڑھتی ہیں۔

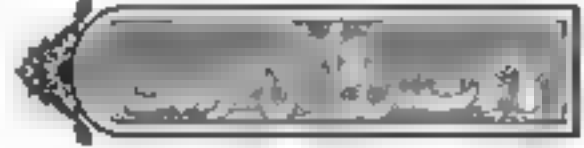
(۴)..... اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دیتے ہیں۔

مذکورہ بالا تمام چیزیں کامل الایمان لوگوں کے اوصاف ہیں، ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہمارے اسلاف اللہ عزوجل کی یاد میں بہت رغبت رکھتے تھے، چنانچہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت جر جانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ستودیکھے جس سے وہ بھوک مٹا لیتے تھے۔ میں نے کہا: آپ کھانا اور دوسری اشیاء کیوں نہیں کھاتے؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں نے چبانے اور یہ ستوکھا کر گزارہ کرنے میں نوے تسبیحات کا فرق پایا ہے، لہذا چالیس سال سے میں نے روٹی نہیں چبائی تاکہ ان تسبیحات کا وقت ضائع نہ ہو۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا معمول یہ تھا کہ آپ بازار جاتے اور اپنی دکان کھول کر اس کے آگے

پردہ ڈال دیتے اور چار سو رکعت نفل ادا کر کے دکان بند کر کے گھر واپس آ جاتے۔

(مکاشفة القلوب، الباب الحادی عشر فی طلعة اللہ ومحبة رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۳۸)



جس طرح کسی کی عظمت، قدرت، حکمت اور علم کی معرفت حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ اس کی بنائی ہوئی چیز ہوتی ہے کہ اس میں غور و فکر کرنے سے یہ سب چیزیں آشکار ہو جاتی ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت، حکمت، وحدانیت اور اس کے علم کی پہچان حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ اس کی پیدا کی ہوئی یہ کائنات ہے، اس میں موجود تمام چیزیں اپنے خالق کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی اور اس کے جلال و کبریائی کی مظہر ہیں اور ان میں تفکر اور تدبیر کرنے سے خالق کائنات کی معرفت حاصل ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بکثرت مقامات پر اس کائنات میں موجود مختلف چیزوں جیسے انسانوں کی تخلیق، زمین و آسمان کی بناوٹ، زمین کی پیداوار، ہوا اور بارش، سمندر میں کشتیوں کی روانی، زبانوں اور رنگوں کا اختلاف وغیرہ بے شمار اشیاء میں غور و فکر کرنے کی دعوت اور ترغیب دی گئی تاکہ انسان ان میں غور و فکر کے ذریعے اپنے حقیقی رب غور و فکر کو پہچانے، صرف اسی کی عبادت بجالائے اور اس کے تمام احکام پر عمل کرے۔

امام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”آسمان اپنے ستاروں، سورج، چاند، ان کی حرکت اور طلوع و غروب میں ان کی گردش کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ زمین کا مشاہدہ اس کے پہاڑوں، نہروں، دریاؤں، حیوانات، نباتات اور ان چیزوں کے ساتھ ہوتا ہے اور جو آسمان اور زمین کے درمیان ہیں جیسے بادل، بارش، برف، گرج چمک، ٹوٹنے والے ستارے اور تیز ہوائیں۔ یہ وہ اجناس ہیں جو آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان دیکھی جاتی ہیں، پھر ان میں سے ہر جنس کی کئی انواع ہیں، ہر نوع کی کئی اقسام ہیں، ہر قسم کی کئی شاخیں ہیں اور صفات، بھٹ اور ظاہری و باطنی معانی کے اختلاف کی وجہ سے اس کی تقسیم کا سلسلہ کہیں رکتا نہیں۔ زمین و آسمان کے جمادات، نباتات، حیوانات، فلک اور ستاروں میں سے ایک ذرہ بھی اللہ تعالیٰ کے حرکت دیئے بغیر حرکت نہیں کر سکتا اور ان کی حرکت میں ایک حکمت ہو یا دو، دس ہوں یا ہزار، یہ سب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہیں اور اس کے جلال و کبریائی پر دلالت کرتی ہیں اور یہی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں اور علامات ہیں۔ (احیاء العلوم، کتاب التعمک، بیان کيفية التعمک فی محقق اللہ تعالیٰ، ۱۷۵/۵)

فی زمانہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی اس کائنات میں غور و فکر کرنے اور اس کے ذریعے اپنے رب تعالیٰ کے

کمال و جمال اور جلال کی معرفت حاصل کرنے اور اس کے احکام کی بجا آوری کرنے سے انتہائی غفلت کا شکار ہیں اور ان کے علم کی حد صرف یہ رہ گئی ہے جب بھوک لگی تو کھانا کھا لیا، جب پیاس لگی تو پانی پی لیا، جب کام کاج سے تھک گئے تو سوکر آرام کر لیا، جب شہوت نے بے تاب کیا تو حلال یا حرام ذریعے سے اس کی بے تابی کو دور کر لیا اور جب کسی پر غصہ آیا تو اس سے جھگڑا کر کے غصے کو ٹھنڈا کر لیا الغرض ہر کوئی اپنے تن کی آسانی میں مست نظر آ رہا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”اندھا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو دیکھے لیکن انہیں پیدا کرنے والے خالق کی عظمت سے مدہوش نہ ہو اور اس کے جلال و جمال پر عاشق نہ ہو۔ ایسا بے عقل انسان حیوانوں کی طرح ہے جو فطرت کے عجائبات اور اپنے جسم میں غور و فکر نہ کرے، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عقل جو تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے اسے ضائع کر دے اور اس سے زیادہ علم نہ رکھے کہ جب بھوک لگے تو کھانا کھا لیا، کسی پر غصہ آئے تو جھگڑا کر لیا۔

(کیمیائے سعادت، رکن چہارم، اصل ہفتم، پیدا کردن تفکر در عجایب خلق عبادی تعالیٰ، ۲/۹۱)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تَدْخُلُ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝
رَبَّنَا إِنَّكَ سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا ۖ رَبَّنَا
فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاتِنَا مَا
وَعَدْتَنا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْوَعْدَ ۝

توجہ کننا ایمان: اے رب ہمارے بیشک جسے تو دوزخ میں لے جائے اسے ضرور تو نے رسوائی دی اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لئے ندا فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے اے رب ہمارے تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں کو فرما دے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر۔ اے رب ہمارے اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر بیشک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

توجہ کنز العرفان: اے ہمارے رب! بیشک جسے تو دوزخ میں داخل کرے گا اسے تو نے ضرور رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ اے ہمارے رب! بیشک ہم نے ایک عدا دینے والے کو ایمان کی ندا (یوں) دیتے ہوئے سنا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے پس اے ہمارے رب! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں مٹا دے اور ہمیں نیک لوگوں کے گروہ میں موت عطا فرما۔ اے ہمارے رب! اور ہمیں وہ سب عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ بیشک تو وعدہ خدائی نہیں کرتا۔

﴿رَبَّنَا: اے ہمارے رب۔﴾ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سَلِّ لَكَ رَبَّنَا لَا تُخَلِّفُ الْوَعْدَ تَحْک بہت پیاری دعا ہے۔ اسے اپنے معمولات میں شامل کر لینا چاہیے۔

﴿رَبَّنَا اِنَّا سَئِئُ الْمَعَادِيَا: اے ہمارے رب! بیشک ہم نے ایک عدا دینے والے کو سنا﴾ اس منادی سے مراد سید الانبیاء، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کی شان میں ”دَاعِيَا اِلَى اللّٰهِ يَذِّنُهُمْ“ وارد ہوا ہے یا اس سے قرآن کریم مراد ہے۔ ﴿وَتَوَلَّيْنَا مَعَهُ الْاَكْثَرِيَا: اور ہمیں نیک لوگوں کے گروہ میں موت عطا فرما۔﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے کہ دعا کرو کہ موت بھی نیک لوگوں کے ساتھ ہو یعنی ان کی فرمانبرداری کرتے ہوئے موت آئے اور ان کی معیت نصیب ہو جائے۔

یاد رہے کہ نیک لوگوں کی صحبت بہت عظیم چیز ہے۔ رب العالمین غزوہ جہل نے فرمایا:

یاد رہے کہ نیک لوگوں کی صحبت بہت عظیم چیز ہے۔ رب العالمین غزوہ جہل نے فرمایا:

كُونُوا مَعَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۱۹﴾ توجہ کنز العرفان: بچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو صحبت نے ہی عظیم ترین مرتبے پر فائز کیا۔ زندگی میں نیک لوگوں کا ساتھ تو نعمت ہے ہی، مرنے کے بعد بھی نیکوں کا ساتھ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے چنانچہ پسندیدہ بندے کو موت کے وقت فرمایا جاتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۱﴾ اِنَّا جَعَلْنَا لَكَ رَبًّا ﴿۲﴾ اِسْئَلِي رَبَّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۳﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿۴﴾ وَادْخُلِي جَنَّاتٍ ﴿۵﴾ توجہ کنز العرفان: اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف اس حال میں واپس آ کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی ہو۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ (سورہ صحر ۳۰: ۵۲۷)

دیکھیں، فوت ہونے والی روح سے کہا جاتا ہے کہ میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا۔ لہذا ہر مسلمان کو چاہئے

کہ وہ اپنی زندگی میں نیک لوگوں کے ساتھ رہے اور انہی کے گروہ میں موت ملنے کی دعا کرے تاکہ ان کے صدقے جنت کی اعلیٰ ترین نعمتوں سے فیضیاب ہو اور موت کے بعد نیک لوگوں کے قرب میں دفن ہونے کی وصیت کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اپنے مردوں کو نیک لوگوں کے درمیان دفن کرو کیونکہ میت برے پڑوسی سے اسی طرح اذیت پاتی ہے جس طرح زندہ انسان برے پڑوسی سے اذیت پاتا ہے۔“ (کنز العمال، کتاب الموت، قسم الاقوال، الفصل السادس، ۲۵۴/۸، الجزء الخامس عشر بالحديث: ۴۲۳۶۴)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”میں نے حضرت میاں صاحب قبلہ فیض برہ کو فرماتے سنا: ایک جگہ کوئی قبر کھل گئی اور مردہ نظر آنے لگا۔ دیکھا کہ گلاب کی دو شاخیں اس کے بدن سے لپٹی ہیں اور گلاب کے دو پھول اس کے ٹھنوں پر رکھے ہیں۔ اس کے عزیزوں نے اس خیال سے کہ یہاں قبر پانی کے صدمہ سے کھل گئی، دوسری جگہ قبر کھود کر اس میں رکھیں، اب جو دیکھیں تو دواڑ دے اس کے بدن سے لپٹے اپنے ٹھنوں سے اس کا منہ بھموڑ رہے ہیں، حیران ہوئے۔ کسی صاحب دل سے یہ واقعہ بیان کیا، انہوں نے فرمایا: وہاں بھی یہ اڑدہا ہی تھے مگر ایک ولی اللہ کے مزار کا قرب تھا اس کی برکت سے وہ عذاب رحمت ہو گیا تھا، وہ اڑدہ درخت گل کی شکل ہو گئے تھے اور ان کے ٹھن گلاب کے پھول۔ اس کی خیریت چاہو تو وہیں لے جا کر دفن کرو۔ وہیں لے جا کر رکھا پھر وہی درخت گل تھے اور وہی گلاب کے پھول۔“ (ملفوظات اہل حضرت، حصہ دوم، ص ۲۷)

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَلَّا يَكْفُلُكُمْ عَلَيْهِمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ثَوَابًا مِمَّنْ عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ عِنْدَهُ

حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

توجیہ کنزالایمان: تو ان کی دعا سن لی ان کے رب نے کہ تم میں تم میں کام والے کی محنت آکارت نہیں کرتا مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو تو وہ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے میں ضرور ان کے سب گناہ اتار دوں گا اور ضرور انہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں اللہ کے پاس کا ثواب اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

توجیہ کنزالعرفان: تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ میں تم میں سے عمل کرنے والوں کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا وہ مرد ہو یا عورت۔ تم آپس میں ایک ہی ہو، پس جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں نہیں ستایا گیا اور انہوں نے جہاد کیا اور قتل کر دیے گئے تو میں ضرور ان کے سب گناہ ان سے مٹا دوں گا اور ضرور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (یہ) اللہ کی بارگاہ سے اجر ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

﴿فَأَسْتَجِبْ لَهُمْ رَبُّهُمْ﴾: تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ ﴿﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں وہ عطا کر دیا جو انہوں نے مانگا اور ان سے فرمایا کہ اے ایمان والوں! میں تم میں سے کسی مرد یا عورت کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا بلکہ اس عمل کا ثواب عطا فرماؤں گا۔
(بخاری، ال عمران، تحت الآية: ۱۹۵، ۳۳۸/۱)



یہاں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اس کے بارے میں علماء کرام نے فرمایا ہے کہ یہاں دعا میں پانچ بار ”رَبَّنَا“ آیا ہے اور اس کے بعد دعا کی قبولیت کی بات ہو رہی ہے، تو اگر دعا میں پانچ مرتبہ ”رَبَّنَا“ کہہ دیا جائے تو قبولیت دعا کی امید ہے۔

﴿بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ﴾: تم آپس میں ایک ہی ہو۔ ﴿﴾ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ تم سب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرات حواری علیہم السلام کی اولاد ہی ہو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اطاعت پر ثواب ملنے اور نافرمانی پر سزا ملنے میں تم سب ایک ہی ہو۔
(بخاری، ال عمران، تحت الآية: ۱۹۵، ۳۳۸/۱)

﴿قَالَتِ ابْنَتُ عِمْرَانَ﴾: پس جنہوں نے ہجرت کی۔ ﴿﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لئے اپنے وطنوں سے ہجرت کی اور وہ مشرکوں کی طرف سے پہنچنے والی آؤٹیجوں کے سبب اپنے

ان گھروں سے نکلنے پر مجبور ہو گئے جہاں وہ پلے بڑھے تھے اور مجھ پر ایمان لانے اور میری وحدانیت کا اقرار کرنے کی وجہ سے انہیں مشرکوں کی طرف سے ستایا گیا اور انہوں نے میری راہ میں کافروں کے ساتھ جہاد کیا اور شہید کر دیے گئے تو میں ضرور ان کے سب گناہ ان سے مٹا دوں گا اور ضرور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ان کے لئے اجر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

(روح البیان، ال عمران، تحت الآیہ: ۱۹۵، ۱۵۱/۲)



اس آیت میں ہجرت اور جہاد کے ثواب کا بیان ہوا اس مناسبت سے ہم یہاں ہجرت اور جہاد سے متعلق 3 احادیث ذکر کرتے ہیں، چنانچہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اعمل کا دار و مدار نیوے پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی، تو جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہی ہے اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہو تو اسی چیز کی طرف ہے جس کی جانب اس نے ہجرت کی۔“ (بخاری، کتاب الايمان، باب ما جاء ان الاعمال بالنية والحبس... الخ، ۳۴/۱، الحديث: ۵۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جسے راہِ خدا میں کوئی زخم آئے تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے زخم سے سرخ رنگ کا خون بہہ رہا ہوگا اور اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔“ (بخاری، کتاب الدہالہ والصید... الخ، باب المسك، ۵۶۶/۳، الحديث: ۵۵۳۳)

حضرت شداد بن ہاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک اعرابی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سر تسلیم خم کیا، پھر عرض کی: میں ہجرت کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (اسے ہجرت کی اجازت عطا فرمائی اور) اپنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس (کے رہن بہن وغیرہ کا انتظام کرنے) کے بارے میں کچھ حکم فرمایا۔ جب ایک غزوہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چند قیدی بطور غنیمت

حاصل ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان قیدیوں کو تقسیم فرمادیا اور اس اعرابی کا حصہ نکال کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سپرد کر دیا۔ وہ اعرابی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پیچھے پہرہ دیا کرتے تھے (تاکہ دشمن اچانک حملہ نہ کر دے)۔ جب وہ (پہرے کی جگہ سے) آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کا حصہ اسے دیا۔ اس نے عرض کی: یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا ”یہ تمہارا حصہ ہے، جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا ہے۔ وہ اعرابی اپنے حصے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی ”یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”میں نے یہ تمہارا حصہ نکالا ہے۔ اس نے عرض کی ”یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، میں نے مال کے حصول کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی نہیں کی بلکہ میں نے تو اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی ہے تاکہ مجھے یہاں گلے پر تیر لگے اور میں شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اگر تم (اپنی بات میں قلمس اور) سچ ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری یہ خواہش ضرور پوری فرمائے گا۔ اس کے بعد لوگ کچھ دیر کے لئے ٹھہرے رہے، پھر دشمن کے ساتھ جہاد کے لئے اٹھے تو (جہاد کے دوران) کچھ آدمی اُس اعرابی کو اس حال میں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لائے کہا اسے وہیں تیر لگا ہوا تھا جہاں تیر لگنے کا اس نے اشارہ کیا تھا۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”کیا یہ وہی شخص ہے؟ عرض کیا گیا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”یہ اپنی بات میں مخلص تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی خواہش پوری فرمادی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (برکت کے لئے) اسے اپنے جبہ مبارک میں کفن دیا، پھر اسے اپنے سامنے رکھا اور اس کا جنازہ پڑھایا۔ اس کی نماز جنازہ میں جو دعا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی وہ یہ تھی

”اَللّٰهُمَّ هَذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مِنْهَا جِرًا لِيْ سَبِيْلِكَ فَقَبِلْ هَاهُنَا اَنَا هَاهُنَا عَلٰی ذٰلِكَ“

اے اللہ! غزوہ جمل، یہ تیرا وہی بندہ ہے جس نے تیری راہ میں ہجرت کی اور شہید ہو گیا اور میں اس چیز کا گواہ ہوں۔

(نسائی، کتاب الجنائز، الصلاة على الشهداء، ص ۳۳۰، الحديث: ۱۹۵۰)

لَا يَغُرُّكَ تَقَلُّبُ الْبَلَدِ الْغَيْرِ وَلَا فِي الْبِلَادِ ۖ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ۚ ثُمَّ
مَا لَهُمْ جَهَنَّمَ ۖ وَيُسَّ الْيَهَادُ ۖ

توجیہ کنزالایمان: اے سننے والے کافروں کا شہروں میں اگلے پہلے پھرنا ہرگز تجھے دھوکا نہ دے۔ تھوڑا برتنا ہے پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی برا بھونٹا۔

توجیہ کنزالایمان: اے مخاطب! کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز تجھے دھوکا نہ دے۔ (یہ تو زندگی گزارنے کا) تھوڑا سا سامان ہے پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

﴿لَا يَغُزُّكَ﴾: تجھے ہرگز دھوکہ نہ دے۔ ﴿شأن نزول﴾: مسلمانوں کی ایک جماعت نے کہا کہ کفار و مشرکین اللہ عزوجل کے دشمن ہیں لیکن یہ تو عیش و آرام میں ہیں اور ہم جنگی اور مشقت میں مبتلا ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی

(بوضاوی، آل عمران، تحت الآية: ۱۹۶، ۲/۱۳۵)

اور انہیں بتایا گیا کفار کا یہ عیش و آرام دنیوی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے جبکہ ان کا انجام بہت برا ہے۔ اس کو یوں سمجھیں کہ کسی کو کہا جائے بھائی آپ دس منٹ دھوپ میں کھڑے ہو جائیں، اس کے بعد اسے ہمیشہ کیلئے ایر کنڈیشنڈ بنگلہ دیدیا جائے اور دوسرے شخص کو دس منٹ سائے دار درخت کے نیچے بٹھانے کے بعد ہمیشہ کیلئے تپتے ہوئے صحرا میں رکھا جائے تو دونوں میں فائدے میں کون رہا؟ یقیناً پہلے والا۔ مسلمان کی حالت پہلے شخص کی طرح بلکہ اس سے بھی بہتر ہے اور کافروں کی حالت دوسرے شخص سے بھی بدتر ہے۔

لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نَزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ۝۱۹۸

توجیہ کنزالایمان: لیکن وہ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ان میں رہیں اللہ کی طرف کی مہمانی اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے لئے سب سے بھلا۔

توجیہ کنزالایمان: لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے (یہ) اللہ کی طرف سے مہمان نوازی کا سامان ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے لئے بہترین چیز ہے۔

﴿لَهُمْ جَنَّاتُ: ان کیلئے جہنمیں ہیں۔﴾ کافروں کی دنیاوی، عارضی اور فانی راحت و آرام کے ذکر کے بعد مسلمانوں کے آخرت کے دائمی، ابدی راحت و آرام یعنی جنت کا بیان ہو رہا ہے۔



صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے در رحمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ سلطان کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک بورے پر آرام فرما رہے ہیں، سر اقدس کے نیچے چڑے کا تکیہ ہے جس میں ناریل کے ریٹے بھرے ہوئے ہیں اور جسم مبارک پر بورے کے نشانات نقش ہو گئے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رونے کا سبب دریافت کیا تو عرض کیا کہ ”یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، قیصر و کسریٰ تو عیش و آرام میں ہوں اور آپ اللہ عزوجل کے رسول ہو کر اس حالت میں۔ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عمر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کیا تمہیں پسند نہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت۔

(بخاری، کتاب التفسیر، باب فیمنی مرصاة از واجلک... الخ، ۳۵۹/۳، الحدیث، ۴۹۱۳)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک دن سرکار عالی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اونٹ کے بالوں سے ہٹا موٹا لباس پہنے چکی میں آٹا پیس رہی تھیں، جب بیٹوں کے سلطان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ان پر نظر پڑی تو آنکھوں سے سلی الشک رواں ہو گیا، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”دنیا کی تنگی دختی کا گھونٹ پی لو تا کہ جنت کی ابدی نعمتیں حاصل ہوں۔“ (احیاء العلوم، کتاب الفقہ والزہد، بیان تفصیل الزہد فیما ہو من صبر و بات الحیاة، ۲۸۷/۴)

حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ پانی طلب فرمایا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہد کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پیالے کو اپنے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا ”اگر میں اسے پی لوں تو اس کی مٹھاس چلی جائے گی لیکن اس کا حساب (میرے ذمے) باقی رہے گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین مرتبہ یہ بات ارشاد فرمائی، پھر وہ پیالہ ایک شخص کو دے دیا اور اس نے وہ شہد پی لیا۔

(اسد الغابہ، باب العین والمیم، عمر بن الخطاب، ۱۶۷/۴)

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سامنے

کھانا رکھا ہوا تھا، اس دوران ایک غلام نے آکر عرض کی: حضرت عقبہ بن ابی فرقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازے پر کھڑے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ جب حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کھانے میں سے کچھ انہیں دیا۔ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کھایا تو وہ ایسا بدمزہ تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے نگل نہ سکے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کیا آپ کو حواری نامی کھانے میں رغبت ہے (تاکہ آپ کی ہر گاہ میں وہ کھانا پیش کیا جائے)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”کیا وہ کھانا ہر مسلمان کو میسر ہے؟“ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: خدا کی قسم! نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”اے عقبہ! تم پر افسوس ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں دنیوی زندگی میں مزید رکھانا کھاؤں اور آسودگی کے ساتھ زندگی گزاروں۔“ (اسد الغابہ، باب العین والیمین، عمر بن الخطاب، ۱/۶۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا۔“

(بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة وانها معلوقة، ۳۹۱/۲، الحديث: ۳۲۴۴)

حضرت اہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جنت کی اتنی جگہ جس میں گویا رکھ سکیں دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر ہے۔“

(بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة وانها معلوقة، ۳۹۲/۲، الحديث: ۳۲۵۰)

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خُشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور بیشک کچھ کتابی ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر جو تمہاری طرف اترا اور جو ان کی طرف اترا ان کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے اللہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل و نام نہان نہیں لیتے یہ وہ ہیں جن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

ترجہ کنز الایمان۔ اور بیشک کچھ اہل کتاب ایسے ہیں جو اللہ پر اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اُس پر اور جو اُن کی طرف نازل کیا گیا اُس پر اس حال میں ایمان لاتے ہیں کہ ان کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں وہ اللہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہیں لیتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أَوْ يَشْكُ كُفْرًا﴾ اور بیشک کچھ اہل کتاب۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے بارے میں نازل ہوئی، اُن کی وفات کے دن سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا، چلو اور اپنے بھائی کی نماز جنازہ پڑھو جس نے دوسرے ملک میں وفات پائی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یقیناً شریف تشریف لے گئے اور حبشہ کی سرزمین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گئی اور حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جنازہ سامنے ہو گیا۔ اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چار گبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی اور اس کے لئے استغفار فرمایا۔ (مشحان اللہ، کیا نظر ہے اور کیا شان ہے کہ سرزمین حبشہ مدینہ منورہ میں سامنے پیش کر دی جاتی ہے۔) منافقین نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ دیکھو، حبشہ کے نصرانی پر نماز پڑھتے ہیں جس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی دیکھا بھی نہیں اور وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر بھی نہ تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (بخاری، ال عمران، نعت الہیہ ۱۹۹، ۳۳۹/۱)

اور اُن کی شان میں فرمایا گیا کہ منافق جن کو عیسائی کہہ رہے ہیں حقیقت میں وہ مسلمان ہیں کیونکہ کچھ اہل کتاب ایسے ہیں جو اللہ عزوجل پر اور پچھلی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ پر نازل ہونے والے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے دل عاجزی و انکساری اور تواضع و اخلاص کے ساتھ اللہ عزوجل کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور یہودی سرداروں کی طرح وہ اللہ عزوجل کی آیتیں بیچ کر ذلیل قیمت نہیں لیتے بلکہ سچے دل سے ایمان رکھتے ہیں۔ تو ان لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اجر و ثواب کا خزانہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَبِرُوا وَاصْبِرُوا وَاصْبِرُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٤٠﴾

ترجہ کنز الایمان: اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی تمہیانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو۔

توجہ کذا العرفان: اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور اسلامی سرحد کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

﴿إِصْبِرُوا وَصَابِرُوا﴾: صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو۔ صبر کا معنی ہے نفس کو اس چیز سے روکنا جو شریعت اور عقل کے تقاضوں کے مطابق نہ ہو۔ اور مضایرہ کا معنی ہے دوسروں کی ایذا رسانیوں پر صبر کرنا۔ صبر کے تحت اس کی تمام اقسام داخل ہیں جیسے توحید، عدل، نبوت اور حشر و فخر کی معرفت حاصل کرنے میں نظر و استدلال کی مشقت برداشت کرنے پر صبر کرنا۔ واجبات اور مستحبات کی ادائیگی کی مشقت پر صبر کرنا۔ ممنوعات سے بچنے کی مشقت پر صبر کرنا۔ دنیا کی مصیبتوں اور آفتوں جیسے بیماری، محتاجی، قحط اور خوف وغیرہ پر صبر کرنا اور مضایرہ میں گھر والوں، پڑوسیوں اور رشتہ داروں کی بد اخلاقی برداشت کرنا اور برا سلوک کرنے والوں سے بدلہ نہ لینا داخل ہے، اسی طرح نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا اور کفار کے ساتھ جہاد کرنا بھی مضایرہ میں داخل ہے۔

(بخاری، ال عمران، تحت الآية: ۲۰۰، ۳۱۰/۱، تفسیر کبیر، ال عمران، تحت الآية: ۲۰۰، ۴۷۳/۳، ملتقطاً)

﴿وَرَبِّطُوا﴾: اور اسلامی سرحد کی نگہبانی کرو۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں (۱) سرحد پر اپنے جسموں اور گھوڑوں کو کفار سے جہاد کے لئے تیار رکھو۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کمر بستہ رہو۔ (بخاری، ال عمران، تحت الآية: ۲۰۰، ۱۳۷/۲)



اسلامی ملک کی سرحد کی حفاظت کے لئے وہاں رہنے کی بہت فضیلت ہے، چنانچہ

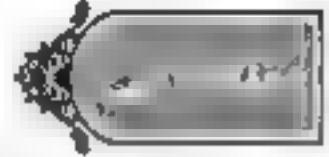
حضرت اہل بن سعد ساعدی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”راہِ خدا میں ایک دن سرحد کی نگہبانی کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے

(بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب فضل رباط يوم في سبيل الله، ۲۷۹/۲، الحديث: ۲۸۹۲)

حضرت سلمان رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ایک دن اور ایک رات سرحد کی حفاظت کرنا ایک مہینے کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے، حفاظت کرنے والا اگر مر گیا تو اس کے اس عمل کا اجر جاری رہے گا اور وہ فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فصل الرباط في سبيل الله عرجل، ص ۱۰۵۹، الحديث: ۱۶۲، ۱۹۱۳)

سُورَةُ النِّسَاءِ

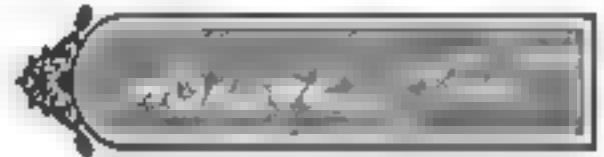


(بخاری، النساء، ۱/۳۴۰)

سورۃ نساء مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔



اس میں 24 رکوع، 176 آیتیں، 3045 کلمے اور 16030 حروف ہیں۔ (بخاری، النساء، ۱/۳۴۰)



عربی میں عورتوں کو ”نساء“ کہتے ہیں اور اس سورت میں بہ کثرت وہ احکام بیان کئے گئے ہیں جن کا تعلق عورتوں کے ساتھ ہے اس لئے اسے ”سورۃ نساء“ کہتے ہیں۔



(1)..... سورۃ نساء کی ایک آیت مبارکہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا ”مجھے قرآن مجید پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، میں آپ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ یہ تو آپ پر نازل فرمایا گیا ہے! ارشاد فرمایا ”ہاں (تم پڑھ کر سناؤ)۔ چنانچہ میں نے سورۃ نساء پڑھی حتیٰ کہ جب میں اس آیت پر پہنچا

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ
عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾ (نساء، ۴۱)

ترجمہ کنز العرفان: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے

ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور

نگہبان بنا کر لائیں گے۔

تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”بس کرو، اب تمہارے لئے یہی کافی ہے۔ میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔“

(بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب قول الحقری، للفقاری، حبیبك، ۴/۱۶۶، الحدیث: ۵۰۵۰)

(2)..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”سورۃ بقرہ، سورۃ نساء، سورۃ مائدہ، سورۃ حج اور سورۃ نور سیکھو کیونکہ

ان سورتوں میں فرض علوم بیان کئے گئے ہیں۔“ (مستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ النور، ۳/۱۵۸، الحدیث: ۳۵۴۵)

(3)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ”جس نے سورۃ نساء پڑھی تو وہ جان لے گا کہ وراثت میں کون کس سے محروم ہوتا ہے اور کون کس سے محروم نہیں ہوتا۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفرائض، ما قالوا فی تعلیم الفرائض، ۷/۳۲۴، الحدیث: ۵)

(4)..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”جس نے سورۃ بقرہ، سورۃ آل عمران اور سورۃ نساء پڑھی تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حکمت والے لوگوں میں سے لکھا جائے گا۔“

(شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان، فصل فی فضائل السور والآیات، ۲/۴۶۸، الحدیث: ۲۴۲۴)

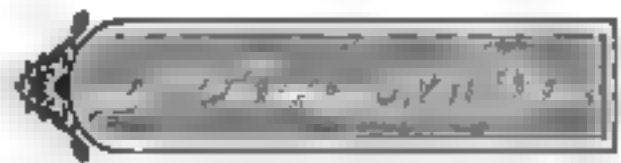


اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں یتیم بچوں اور عورتوں کے حقوق اور ان سے متعلق احکام بیان کئے گئے ہیں جیسے یتیم بچوں کے مال کو اپنے مال میں ملا کر کھا جانے کو بڑا گناہ قرار دیا گیا۔ تاکہ یتیم بچوں کا مال ان کے حوالے کرنے سے منع کیا گیا اور جب وہ شادی کے قابل اور سمجھدار ہو جائیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دینے کا حکم دیا گیا۔ یتیموں کے مال ناحق کھا جانے پر وعید بیان کی گئی۔ اسی طرح عورتوں کا مہر انہیں دینے کا حکم دیا گیا اور مہر سے متعلق چند اور مسائل بیان کئے گئے۔ میراث کے مال میں عورتوں کے باقاعدہ حصے مقرر کئے گئے۔ ان عورتوں کا ذکر کیا گیا جن سے نسب، رضاعت اور مصاہرت کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے اور جن عورتوں سے کسی سبب کی وجہ سے عارضی طور پر نکاح حرام ہے۔ ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کے احکام بیان کئے گئے اور نافرمان عورت کی اصلاح کا طریقہ ذکر کیا گیا۔ اس کے علاوہ سورۃ نساء میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں۔

(1)..... والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی اور دور کے پڑوسیوں، مسافروں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ

حسن سلوک اور بھلائی کرنے کا حکم دیا گیا۔

- (2)..... میراث کے احکام تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے۔
- (3)..... کن لوگوں کی توبہ مقبول ہے اور کن کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔
- (4).... شوہر، بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق اور ازدواجی زندگی کے رہنما اصول بیان کئے ہیں۔
- (5)..... مال اور خون میں مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کے احکام بیان کئے گئے۔
- (6)..... کبیرہ گناہوں سے بچنے کی فضیلت بیان کی گئی، حسد سے بچنے کا حکم دیا گیا نیز تکبر، بخل اور ریاکاری کی مذمت بھی بیان کی گئی۔
- (7)..... جہاد کے بارے میں احکامات بیان کئے گئے۔
- (8)..... قاتل کے بارے میں احکام، ہجرت کے بارے میں احکام اور نماز خوف کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔
- (9)..... نیک اعمال کرنے اور گناہوں سے توبہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے
- (10)..... اخلاقی اور ملکی معاملات کے اصول اور جنگ کے بعض احکام بیان کئے گئے ہیں۔
- (11)..... من نفقوں، عیسائیوں اور بطور خاص یہودیوں کے خطرات سے مسلمانوں کو آگاہ کیا گیا ہے۔
- (12)..... اس سورت کے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں عیسائیوں کی گمراہیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔



سورۃ نساء کی اپنے سے ما قبل سورت ”آل عمران“ کے ساتھ کئی طرح سے مناسبت ہے، جیسے سورۃ آل عمران کے آخر میں مسلمانوں کو تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور سورۃ نساء کے ابتداء میں تمام لوگوں کو اس چیز کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۃ آل عمران میں غزوۃ احد کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا تھا اور اس سورت کی آیت نمبر 88 میں بھی غزوۃ احد کا ذکر ہے۔ سورۃ آل عمران میں غزوۃ احد کے بعد ہونے والے غزوہ، حمراء الاسد کا ذکر ہے اور اس سورت کی آیت نمبر 104 میں بھی اس غزوے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ دونوں سورتوں میں یہودیوں اور عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں باطل نظریات کا رد کیا گیا ہے۔ (تماسق الدرر، سورۃ النساء، ص ۷۶-۷۷)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

ترجمہ کنزالایمان:

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا

اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت پھیلا دیے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بیشک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا پیدا

کیا اور ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت پھیلا دیے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتوں (کو توڑنے سے بچو۔) بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ: اے لوگو۔﴾ اس آیت مبارکہ میں تمام بنی آدم کو خطاب کیا گیا ہے اور سب کو تقویٰ کا حکم دیا ہے۔ کافروں

کیلئے تقویٰ یہ ہے کہ وہ ایمان لائیں اور اعمال صالحہ کریں اور مسلمانوں کیلئے تقویٰ یہ ہے کہ ایمان پر ثابت قدم رہیں اور

اعمال صالحہ بجالائیں۔ ہر ایک کو اس کے مطابق تقویٰ کا حکم ہوگا۔ اس کے بعد یہاں چند چیزیں بیان فرمائیں۔

- (۱)..... اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک جان یعنی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیدا کیا۔
- (۲)..... حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود سے ان کا جوڑا یعنی حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیدا کیا۔
- (۳)..... انہی دونوں حضرات سے زمین میں نسل در نسل کثرت سے مرد و عورت کا سلسلہ جاری ہوا۔
- (۴)..... چونکہ نسل انسانی کے پھیلنے سے باہم قلم اور حق تکلفی کا سلسلہ بھی شروع ہوا لہذا خوفِ خدا کا حکم دیا گیا تاکہ ظلم سے بچیں اور چونکہ ظلم کی ایک صورت اور بدتر صورت رشتے داروں سے قطع تعلقی ہے لہذا اس سے بچنے کا حکم دیا۔

انسانوں کی ابتداء کس سے ہوئی ؟

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انسانوں کی ابتداء حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہوئی اور اسی لئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابوالبشر یعنی انسانوں کا باپ کہا جاتا ہے۔ اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انسانیت کی ابتداء ہونا بڑی قوی دلیل سے ثابت ہے مثلاً دنیا کی مردم شماری سے پتہ چلتا ہے کہ آج سے سو سال پہلے دنیا میں انسانوں کی تعداد آج سے بہت کم تھی اور اس سے سو برس پہلے اور بھی کم تو اس طرح ماضی کی طرف چلتے چلتے اس کمی کی انتہاء ایک ذات قرار پائے گی اور وہ ذات حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں یا یوں کہئے کہ قبیلوں کی کثیر تعداد ایک شخص پر جا کر ختم ہو جاتی ہیں مثلاً سید دنیا میں کروڑوں پائے جائیں گے مگر ان کی انتہاء رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ذات پر ہوگی، یونہی بنی اسرائیل کتنے بھی کثیر ہوں مگر اس تمام کثرت کا اختتام حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ذات پر ہوگا۔ اب اسی طرح اور اوپر کو چلنا شروع کریں تو انسان کے تمام کنہوں، قبیلوں کی انتہاء ایک ذات پر ہوگی جس کا نام تمام آسمانی کتابوں میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اور یہ تو ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک شخص پیدائش کے موجود طریقے سے پیدا ہوا ہو یعنی ماں باپ سے پیدا ہوا ہو کیونکہ اگر اس کے لئے باپ فرض بھی کیا جائے تو ماں کہاں سے آئے اور پھر جسے باپ مانا وہ خود کہاں سے آیا؟ لہذا ضروری ہے کہ اس کی پیدائش بغیر ماں باپ کے ہو اور جب بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا تو بالیقین وہ اس طریقے سے ہٹ کر پیدا ہوا اور وہ طریقہ قرآن نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مٹی سے پیدا کیا جو انسان کی رہائش یعنی دنیا کا بنیادی جز ہے۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ جب ایک انسان یوں وجود میں آ گیا تو دوسرا ایسا وجود چاہیے جس سے نسل انسانی چل سکے تو دوسرے کو بھی پیدا کیا گیا لیکن دوسرے کو پہلے کی طرح مٹی سے بغیر ماں باپ کے پیدا کرنے کی بجائے

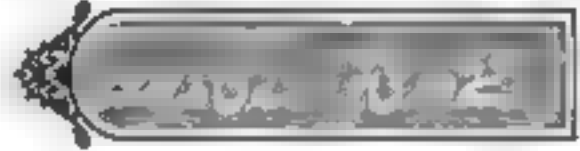
جو ایک شخص انسانی موجود تھا اسی کے وجود سے پیدا فرمادیا کیونکہ ایک شخص کے پیدا ہونے سے نوع موجود ہو چکی تھی چنانچہ دوسرا وجود پہلے وجود سے کچھ کم تر اور عام انسانی وجود سے بلند تر طریقے سے پیدا کیا گیا یعنی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک بائیں پسلی ان کے آرام کے دوران نکالی اور ان سے اُن کی بیوی حضرت حوا رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہا کو پیدا کیا گیا۔ چونکہ حضرت حوا رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہا مرد و عورت والے باہمی ملاپ سے پیدا نہیں ہوئیں اس لئے وہ اولاد نہیں ہو سکتیں۔ خواب سے بیدار ہو کر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے پاس حضرت حوا رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا تو ہم جنس کی محبت دل میں پیدا ہوئی۔ مخاطب کر کے حضرت حوا رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا: عورت۔ فرمایا: کس لئے پیدا کی گئی ہو؟ عرض کیا: آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسکین کی خاطر، چنانچہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن سے مانوس ہو گئے۔

(عازن، النساء، نعت الہیة: ۱/۱، ۳۴۰)

یہ وہ معقول اور سمجھ میں آنے والا طریقہ ہے جس سے نسل انسانی کی ابتداء کا پتہ چلتا ہے۔ بقیہ وہ جو کچھ لوگوں نے بندروں والا طریقہ نکالا ہے کہ انسان بندر سے بنا ہے تو یہ پرلے درجے کی نامعقول بات ہے۔ یہاں ہم سنجیدگی کے ساتھ چند سوالات سامنے رکھتے ہیں۔ آپ پران پر غور کر لیں، حقیقت آپ کے سامنے آجائے گی۔ سوال یہ ہے کہ اگر انسان بندر ہی سے بنا ہے تو کئی ہزار سالوں سے کوئی جدید بندر انسان کیوں نہ بن سکا اور آج ساری دنیا پوری کوشش کر کے کسی بندر کو انسان کیوں نہ بنا سکی؟ نیز بندروں سے انسان بننے کا سلسلہ کب شروع ہوا تھا؟ کس نے یہ بننے دیکھا تھا؟ کون اس کا راوی ہے؟ کس پرانی کتاب سے یہ بات مطالعہ میں آئی ہے؟ نیز یہ سلسلہ شروع کب ہوا اور کب سے بندروں پر پابندی لگ گئی کہ جناب! آئندہ آپ میں کوئی انسان بننے کی جرأت نہ کرے۔ نیز بندر سے انسان بنا تو دم کا کیا بنا تھا؟ کیا انسان بننے ہی دم جھڑ گئی تھی یا کچھ عرصے بعد کاٹی گئی یا گھسٹ گھسٹ کر ختم ہو گئی اور بہر حال جو کچھ بھی ہوا، کیا اس بات کا ثبوت ہے کہ دم والے انسان پائے جاتے تھے۔ الغرض بندروں والی بات بندر ہی کر سکتا ہے۔ حیرت ہے کہ دنیا بھر میں جس بات کا شور مچایا ہوا ہے اس کی کوئی گل سیدھی نہیں، اس کی کوئی گوی سلامت نہیں، اس کی کوئی تاریخ نہیں۔ بس خیالی مفروضے قائم کر کے اچھے بھلے انسان کو بندر سے جا ملایا۔

﴿وَاتَّخَذَ اللَّهُ الَّذِينَ تَسَاءَلُونَ فِيهِمُ الْأَمْثَالَ: أَوَلَمْ يَلِدْهُمْ مِنْهُمُ ذُرِّيَّةً ۖ وَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾

ارشاد فرمایا کہ اس اللہ غزوہ جہل سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مانگتے ہو یعنی کہتے ہو کہ اللہ کے واسطے مجھے یہ دو، وہ دو۔ نیز رشتے داری توڑنے کے معاملے میں اللہ غزوہ جہل سے ڈرو۔



قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں رشتہ داری توڑنے کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ کنز العرفان اور وہ جو اللہ کا عہد سے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جسے جوڑنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کیلئے لعنت ہی ہے اور ان کیلئے برا گھر ہے۔

وَالَّذِينَ يَمُوتُونَ عَهْدًا اشْرَوْا مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِمْ وَيَقْطَعُونَ مِمَّا آَمَرَ اللّٰهُ بِهِۦٓ اَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْاَرْضِ ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ الْآٰٓخِیَةِ ۝ (رعد: ۲۵)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جس قوم میں رشتہ داری توڑنے والا ہوتا ہے اس پر رحمت نہیں اترتی۔“

(شعب الایمان، السادس والخمسون من شعب الایمان، ۶/۲۲۳، الحديث: ۷۹۶۲)

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جس گناہ کی سزا دنیا میں بھی جلد ہی دیدی جائے اور اس کے لئے آخرت میں بھی عذاب رہے وہ بغاوت اور قطع رحمی سے بڑھ کر نہیں۔“

(ترمذی، کتاب صفة القيامة، ۵۷-۵۸، ۴/۲۲۹، الحديث: ۲۵۱۹)

لہذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ رشتے داری توڑنے سے بچے اور رشتہ داروں سے تعلقات جوڑ کر رکھنے کی بھرپور کوشش کرے۔

وَاتُوا الْيَتٰى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا الْاَغْيٰثَ بِالطَّلِيْبِ وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَهُمْ اِلٰى اَمْوَالِكُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ حُوبًا كَبِيْرًا ۝

توبۃ کذا الیمان: اور یتیموں کو ان کے مال دیا اور سحرے کے بدلے گندہ لہوا اور ان کے مال اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ بیشک یہ بڑا گناہ ہے۔

توبۃ کذا العرفان: اور یتیموں کو ان کے مال دیدیا اور پاکیزہ مال کے بدلے گندہ مال نہ لہوا اور ان کے مالوں کو اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ بیشک یہ بڑا گناہ ہے۔

﴿وَأَنذَرْتُ الْيَتِيمَ﴾ اور یتیموں کو ان کا مال دو۔ ﴿اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک شخص کی نگرانی میں اُس کے یتیم بھتیجے کا بہت زیادہ مال تھا، جب وہ یتیم بالغ ہوا اور اس نے اپنا مال طلب کیا تو چچا نے دینے سے انکار کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جسے سن کر اُس شخص نے یتیم کا مال اُس کے حوالے کر دیا اور کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں۔ (بیضاوی، النساء، تحت الآية: ۱۷۱/۲، ۱۷۱)

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب یتیم اپنا مال طلب کریں تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو جب کہ دیگر شرعی تقاضوں کو پورا کر لیا ہے اور اپنے حلال مال کے بدلے یتیم کا مال نہ لو جو تمہارے لئے حرام ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اپنا گھنیا مال یتیم کو دے کر اس کا عمدہ مال لے لو۔ یہ تمہارا گھنیا مال تمہارے لئے عمدہ ہے کیونکہ یہ تمہارے لئے حلال ہے اور یتیم کا عمدہ مال تمہارے لئے گھنیا اور خبیث ہے کیونکہ وہ تمہارے لئے حرام ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب یتیم کا مال اپنے مال سے ملا کر کھانا حرام ہوا یعنی گھنیا معاوضہ دے کر کھانا بھی حرام ہے تو بغیر معاوضہ کے کھالینا تو بطریق اولیٰ حرام ہوا۔ ہاں شریعت نے جہاں ان کا مال ملا کر استعمال کی اجازت دی وہ جدا ہے جس کا بیان سورہ بقرہ آیت 220 میں ہے۔



یتیم اس نابالغ لڑکے یا لڑکی کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو جائے۔ آیت مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے یہاں یتیموں سے متعلق چند اہم مسائل بیان کئے جاتے ہیں:

(1)..... یتیم کو تحفہ دے سکتے ہیں مگر اس کا تحفہ لے نہیں سکتے۔

(2)۔ کوئی شخص فوت ہوا اور اس کے ورثاء میں یتیم بچے بھی ہوں تو اس ترکے سے تیجہ، چالیسواں، نیاز، فاتحہ اور خیرات کرنا سب حرام ہے اور لوگوں کا یتیموں کے مال والی اس نیاز، فاتحہ کے کھانے کو کھانا بھی حرام ہے۔ یہ مسئلہ بہت زیادہ پیش آنے والا ہے لیکن افسوس کہ لوگ بے دھڑک یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں۔

(3)۔ ایسے موقع پر جائز نیاز کا طریقہ یہ ہے کہ بالغ ورثاء خاص اپنے مال سے نیاز دلائیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہاں وہ دعوت مراد نہیں ہے جو تدفین کے بعد یا سوئم کے دن کی پکائی جاتی ہے کیونکہ وہ دعوت تو بہر صورت ناجائز ہے خواہ اپنے مال سے کریں۔ مسئلہ: تیجہ، فاتحہ کا ایصال ثواب جائز ہے لیکن رشتے داروں اور اہل محلہ کی جو دعوت کی جاتی ہے یہ ناجائز ہے، وہ کھانا صرف فقراء کو کھلانے کی اجازت ہے۔ اس کے بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 9 ویں جلد سے ان دو رسائل کا مطالعہ فرمائیں (1) اَلْحُجَّةُ الْفَائِضَةُ لِطُيُوبِ التَّغْيِثِ وَالْفَائِضَةُ۔ (دن متعین کرنے اور مروجہ فاتحہ، سوئم وغیرہ کا ثبوت) (2) خَلَّى الصَّوْتُ لِيَهِيَ الدَّعْوَةُ اَمَامَ مَوْتٍ۔ (کسی کی موت پر دعوت کرنے کی ممانعت کا واضح بیان)

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ
مَثْنً وَثُلَّةً وَرُبَاعً ۚ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ
أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیویوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیز جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں، دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو صرف ایک (سے نکاح

کرد) یا لونڈیوں (پرگزارا کرو) جن کے تم مالک ہو۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

﴿وَرَأٰنْ حَفَّتُمْ﴾ اور اگر تمہیں ڈر ہو۔ اس آیت کے معنی میں چند اقوال ہیں۔

(۱)..... امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ پہلے زمانہ میں مدینہ کے لوگ اپنی زیر سرپرستی یتیم لڑکیوں سے اُن کے مال کی وجہ سے نکاح کر لیتے حالانکہ اُن کی طرف انہیں کوئی رغبت نہ ہوتی تھی، پھر اُن یتیم لڑکیوں کے حقوق پورے نہ کرتے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرتے اور اُن کے مال کے وارث بننے کے لئے اُن کی موت کے منظر رہتے، اس آیت میں انہیں اس حرکت سے روکا گیا۔ (صاوی، النساء، تحت الآية: ۳، ۲/۳۵۹)

(۲)..... دوسرا قول یہ ہے کہ لوگ یتیموں کی سرپرستی کرنے سے تو نا انصافی ہو جانے کے ڈر سے گھبراتے تھے لیکن زنا کی پرواہ نہ کرتے تھے، انہیں بتایا گیا کہ اگر تم نا انصافی کے اندیشہ سے یتیموں کی سرپرستی سے گریز کرتے ہو تو زنا سے بھی خوف کرو اور اُس سے بچنے کے لئے جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں اُن سے نکاح کرو اور حرام کے قریب مت جاؤ۔

(تفسیر کبیر، النساء، تحت الآية: ۳، ۳/۱۸۵)

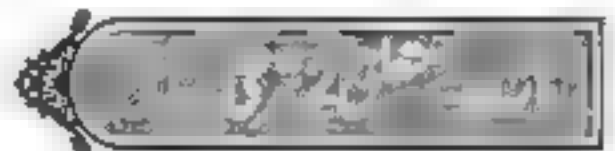
(۳)..... تیسرا قول یہ ہے کہ لوگ یتیموں کی سرپرستی میں تو نا انصافی کرنے سے ڈرتے تھے لیکن بہت سے نکاح کرنے میں کچھ خطرہ محسوس نہیں کرتے تھے، انہیں بتایا گیا کہ جب زیادہ عورتیں نکاح میں ہوں تو اُن کے حق میں نا انصافی سے بھی ڈرو جیسے یتیموں کے حق میں نا انصافی کرنے سے ڈرتے ہو اور اتنی ہی عورتوں سے نکاح کرو جن کے حقوق ادا کر سکو۔

(ملارک، النساء، تحت الآية: ۳، ص ۲۰۹)

(۴)..... حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ قریش دس دس بلکہ اس سے زیادہ عورتیں کرتے تھے اور جب اُن کا بوجھ نہ اٹھا سکتے تو جو یتیم لڑکیاں اُن کی سرپرستی میں ہوتیں اُن کے مال خرچ کر ڈالتے۔

اس آیت میں فرمایا گیا کہ اپنی مالی پوزیشن دیکھ لو اور چار سے زیادہ نہ کرو تا کہ تمہیں یتیموں کا مال خرچ کرنے

کی حاجت پیش نہ آئے۔



(۱)..... اس آیت سے معلوم ہوا کہ آزاد مرد کے لئے ایک وقت میں چار عورتوں تک سے نکاح جائز ہے۔

(۲)..... تمام نساء کا اجماع ہے کہ ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنا کسی کے لئے جائز نہیں سوائے رسول

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اور یہ بات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔ ابو داؤد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اسلام قبول کیا، اس کی آٹھ بیویاں تھیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے صرف چار رکھنا۔ (ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب فی من اسلم وعملہ ساء... الخ، ۳۹۶/۲، الحدیث: ۲۲۴۱)

﴿قَدْ خَفَّتُمْ أَلَا تَعْدِلُونَ﴾ پھر اگر تمہیں عدل نہ کر سکتے کا ڈر ہو۔ ﴿آیت میں چار تک شادیاں کرنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ اگر تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی صورت میں سب کے درمیان عدل نہیں کر سکو گے تو صرف ایک سے شادی کرو۔ اسی سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی چار میں عدل نہیں کر سکتا لیکن تین میں کر سکتا ہے تو تین شادیاں کر سکتا ہے اور تین میں عدل نہیں کر سکتا لیکن دو میں کر سکتا ہے تو دو کی اجازت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بیویوں کے درمیان عدل کرنا فرض ہے، اس میں نئی، پرانی، کنواری یا دوسرے کی مطلقہ، بیوہ سب برابر ہیں۔ یہ عدل لباس میں، کھانے پینے میں، رہنے کی جگہ میں اور رات کو ساتھ رہنے میں لازم ہے۔ ان امور میں سب کے ساتھ یکساں سلوک ہو۔

وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتَيْنِ نَحْلَةً ۖ فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا
فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھرا کر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ چتا پچتا۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھرا کر وہ خوش دلی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے پاکیزہ، خوشگوار (سمجھ کر) کھاؤ۔

﴿وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتَيْنِ نَحْلَةً﴾ اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو۔ ﴿اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کریں پھر اگر ان کی بیویاں خوش دلی سے اپنے مہر میں سے انہیں کچھ تحفے کے طور پر دے دیں تو وہ اسے پاکیزہ اور خوشگوار سمجھ کر کھائیں، اس میں ان کا کوئی دنیوی یا اخروی نقصان نہیں ہے۔

(بخاری، النساء، تحت الآية: ۴، ۳۴۴/۱، جلالین مع صاوی، النساء، تحت الآية: ۴، ۳۶۰/۲، ملتقطاً)

اس آیت سے کئی چیزیں معلوم ہوئیں:

(۱)..... مہر کی مستحق عورتیں ہیں نہ کہ ان کے سر پرست، لہذا اگر سر پرستوں نے مہر وصول کر لیا ہو تو انہیں لازم ہے کہ وہ مہر اس کی مستحق عورت کو پہنچادیں۔

(۲)..... مہر بوجہ سمجھ کر نہیں دینا چاہیے بلکہ عورت کا شرعی حق سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کی نیت سے خوشی خوشی دینا چاہیے۔

(۳)..... مہر دینے کے بعد زبردستی یا انہیں تنگ کر کے واپس لینے کی اجازت نہیں۔

(۴)..... اگر عورتیں خوشی سے پورا یا کچھ مہر تمہیں دیدیں تو وہ حلال ہے اسے لے سکتے ہیں۔ ہمارے زمانے میں لوگ عورتوں کو مہر واپس دینے یا معاف کرنے پر باقاعدہ تو مجبور نہیں کرتے لیکن کچھ اپنی چہ زبانی سے اور کچھ اپنے رویے کو بگاڑ کر اور موڈ آف کر کے اور میل برتاؤ میں اعزاز تبدیل کر کے مہر کی معافی یا واپسی پر عورت کو مجبور کرتے ہیں۔ یہ سب صورتیں ممنوع ہیں بلکہ بعض اعتبار سے اس میں زیادہ خباثت اور کینگی ہے۔ ایسے لوگ مہر معاف بھی کر دیتے ہیں اور اپنے نفس کو بھی راضی رکھتے ہیں کہ ہم نے کون سا مجبور کیا ہے؟ انہیں اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيًّا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَنْفُسُ الَّتِي أُوتُوا بِهَا نَفْسًا ۚ وَاللَّهُ يَشَاءُ السُّفَهَاءَ أَنْ يَمْشُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْ يَكُونُوا زُكُورًا ۚ

ترجمہ کنزالایمان: اور بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہاری ہر اوقات کیا ہے اور انہیں اس میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور کم عقلوں کو ان کے وہ مال نہ دو جسے اللہ نے تمہارے لئے گزر بسر کا ذریعہ بنایا ہے اور انہیں اس مال میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ﴾ اور کم عقلوں کو ان کے مال نہ دو۔ ﴿اس آیت میں چند احکام بیان فرمائے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جن بچوں کی پرورش تمہارے ذمہ ہے اور ان کا مال تمہارے پاس ہے اور وہ بچے اتنی سمجھ نہیں رکھتے کہ مال کا مصروف پہچانیں بلکہ وہ اسے بے محل خرچ کرتے ہیں اور اگر ان کا مال اُن پر چھوڑ دیا جائے تو وہ جلد ضائع کر دیں گے حالانکہ مال کی بہت اہمیت ہے کہ اسی کے ساتھ زندگی کی بقا ہے لہذا جب تک مال کی اچھی طرح سمجھ بوجھ نہیں حاصل نہ ہو جائے تب تک ان کے مال ان کے حوالے نہ کرو بلکہ ان کی ضروریات جیسے کھانے پینے اور پہننے کے اخراجات وغیرہ ان کے مال سے پورے کرتے رہو۔ البتہ ان سے اچھی بات کہتے رہو جس سے ان کے دل کو تسلی رہے اور وہ پریشان نہ ہوں مثلاً ان سے کہو کہ بھائی! مال تمہارا ہی ہے اور جب تم ہوشیار، سمجھدار ہو جاؤ گے تو یہ تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔

(مدارک النساء، تحت الآية: ۱۰، ص ۲۱۰)

اچھی بات کہنے کا معنی یہاں مفسرین نے وہ لیا ہے جو اوپر بیان ہوا البتہ مطلقاً اچھی بات میں بہت سی چیزیں داخل ہیں، یہ بھی اس میں داخل ہے کہ ان کو آداب زندگی سکھاؤ، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، بات چیت کرنے سب کاموں میں ان کی تربیت کرو۔

وَابْتَئُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَإِنْ أَنْسَتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا
فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوا ۚ
وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ
فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهَدُوا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ۝

توجہ کنزالایمان: اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو ان کے مال انہیں سپرد کرو اور انہیں نہ کھاؤ حد سے بڑھ کر اور اس جلدی میں کہ کہیں بڑے نہ ہو جائیں اور جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے اور جو حاجت مند ہو وہ بعد مناسب کھائے پھر جب تم ان کے مال انہیں سپرد کرو تو ان پر گواہ کرو اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو۔

ترجمہ کذا یعرفان: اور قییموں (کی سمجھداری) کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھداری دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور ان کے مال فضول خرچی سے اور (اس ڈر سے) جلدی جلدی نہ کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے اور جسے حاجت نہ ہو تو وہ بچے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھا سکتا ہے پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرو تو ان پر گواہ کر لو اور حساب لینے کے لئے اللہ کافی ہے۔

﴿وَإِذَا تَلَّوْا آيَاتِنَا﴾ اور قییموں کو آزماتے رہو۔ اس آیت مبارکہ میں قییموں کے حوالے سے بہت واضح احکام دیئے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ جن قییموں کا مال تمہارے پاس ہو ان کی سمجھداری کو آزماتے رہو جس کی ایک صورت یہ ہے کہ ان کا مال دے کر وقتاً فوقتاً انہیں دیکھتے رہو کہ کیسے خرچ کرتے ہیں۔ یوں انہیں آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں یعنی بالغ ہو جائیں تو اگر تم ان میں سمجھداری کے آثار دیکھو کہ وہ مالی معاملات اچھے طریقے سے کر لیتے ہیں تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔ یہاں تک ان کے بارے میں حکم دینے کے بعد اب سر پرستوں کو بطور خاص چند ہدایات دی ہیں چنانچہ فرمایا کہ قییموں کے مال کو فضول خرچی سے استعمال نہ کر دو اور ان کا مال جلدی جلدی نہ کھاؤ اس ڈر سے کہ جب وہ بڑے ہو جائیں گے تو چونکہ تمہیں ان کے مال واپس کرنا پڑیں گے لہذا جتنا زیادہ ہو سکے ان کا مال کھا جاؤ، یہ حرام ہے۔ مزید ہدایت یہ ہے کہ یتیم کا سر پرست اگر خود مالدار ہو یعنی اسے یتیم کا مال استعمال کرنے کی حاجت نہیں تو وہ اس کا مال استعمال کرنے سے بچے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھا سکتا ہے یعنی جتنی معمولی سی ضرورت ہو۔ اس میں کوشش یہ ہونی چاہیے کہ کم سے کم کھائے۔

آیت کے آخر میں مزید پہلے والے حکم کے بارے میں فرمایا کہ جب تم قییموں کے مال ان کے حوالے کرنے لگو تو اس بات پر گواہ بنا لو تا کہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔ یہ حکم مستحب ہے۔

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۖ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿٤١﴾

ترجہ کذا لایمان: مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ تھوڑا ہو یا بہت حصہ ہے اندازہ باندھا ہوا۔

ترجہ کذا لایوفان: مردوں کے لئے اس (مال) میں سے (وراثت کا) حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ گئے اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ گئے، مال وراثت تھوڑا ہو یا زیادہ۔ (اللہ نے یہ) مقرر حصہ (بنایا ہے۔)

﴿وَاللِّسَاءُ نَصِيبٌ﴾ اور عورتوں کا بھی وراثت میں حصہ ہے۔ ﴿زمانہ جاہلیت میں عورتوں اور بچوں کو وراثت سے حصہ نہ دیتے تھے، اس آیت میں اس رسم کو باطل کیا گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیٹے کو میراث دینا اور بیٹی کو نہ دینا صریح ظلم اور قرآن کے خلاف ہے دونوں میراث کے حقدار ہیں اور اس سے اسلام میں عورتوں کے حقوق کی اہمیت کا بھی پتہ چلا۔

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ فَأَنزِلُوا قُوتَهُمْ مِنْهُ
وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝

ترجہ کذا لایمان: پھر بانٹنے وقت اگر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو اس میں سے انہیں بھی کچھ دو اور ان سے اچھی بات کہو۔

ترجہ کذا لایوفان: اور جب تقسیم کرتے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو اس مال میں سے انہیں بھی کچھ دیدو اور ان سے اچھی بات کہو۔

﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ﴾ اور جب تقسیم کرتے وقت رشتہ دار آجائیں۔ ﴿جن افراد کا وراثت میں حصہ ہے ان کا بیان تو تفصیل کے ساتھ بعد کی آیتوں میں مذکور ہے ان کے علاوہ دیگر رشتے داروں اور محتاج افراد کے بارے میں فرمایا کہ انہیں بھی وراثت تقسیم کرنے سے پہلے مال میں سے کچھ دیدیا کرو اور ان سے اچھی بات کہو جیسے یہ کہ یہ مال تو درحقیقت وارثوں کا حصہ ہے لیکن تمہیں ویسے ہی تھوڑا سا دیا گیا ہے، یونہی ان کیلئے دعا کر دی جائے۔

اس آیت میں غیر وارثوں کو وراثت کے مال میں سے کچھ دینے کا جو حکم دیا گیا ہے، یہ دینا مستحب ہے۔ امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے حضرت عبیدہ سلمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میراث تقسیم کی تو اسی آیت پر عمل کرتے ہوئے ایک بکری ذبح کروا کر کھانا پکوا یا پھر تیشوں میں تقسیم کر دیا اور کہا اگر یہ آیت نہ ہوتی تو میں یہ سب خرچہ اپنے مال سے کرتا۔

تفسیر قرطبی میں یوں ہے کہ ”یہ عمل عبیدہ سلمانی اور امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما دونوں نے کیا۔“ (قرطبی، النساء تحت الآية: ۸، ۳۶/۳، الجزء الخامس)

درمنثور میں ایک روایت یہ ہے کہ ”حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب اپنے والد کی میراث تقسیم کی تو اسی مال سے ایک بکری ذبح کروا کر کھانا پکوا یا، جب یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں عرض کی گئی تو انہوں نے فرمایا: عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن پر عمل کیا۔“ (درمنثور، النساء تحت الآية: ۸، ۴۱/۲)

اس مستحب حکم پر یوں بھی عمل ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات کوئی بیٹا یتیم بچے چھوڑ کر فوت ہو جاتا ہے اور اس کے بعد باپ کا انتقال ہوتا ہے تو وہ یتیم بچے چونکہ پوتے بنتے ہیں اور چچا یعنی فوت ہونے والے کا دوسرا بیٹا موجود ہونے کی وجہ سے یہ پوتے دادا کی میراث سے محروم ہوتے ہیں تو دادا کو چاہیے کہ ایسے پوتوں کو وصیت کر کے مال کا مستحق بنادے اور اگر دادا نے ایسا نہ کیا ہو تو وارثوں کو چاہیے کہ اوپر والے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے حصہ میں سے اسے کچھ دے دیں۔ اس حکم پر عمل کرنے میں مسلمانوں میں بہت سستی پائی جاتی ہے بلکہ اس حکم کا علم ہی نہیں ہوتا۔ البتہ یہ یاد رہے کہ نابالغ اور غیر موجود وارث کے حصہ میں سے دینے کی اجازت نہیں۔

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكَوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعْفًا خَافُوا عَلَيْهِنَّ
فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ①

توجہ کنزا الایمان: اور ڈریں وہ لوگ اگر اپنے بعد ناتوان اولاد چھوڑتے تو ان کا کیسا نہیں خطرہ ہوتا تو چاہئے کہ اللہ

سے ڈریں اور سیدھی بات کریں۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور وہ لوگ ڈریں جو اگر اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑتے تو ان کے بارے میں کیسے اندیشوں کا شکار ہوتے۔ تو انہیں چاہیے کہ اللہ سے ڈریں اور درست بات کہیں۔

﴿وَلْيَبْغِشْ﴾ اور چاہیے کہ ڈریں۔ ﴿تَقِيْمُوْنَ﴾ قیاموں کے سر پرستوں کو فرمایا جا رہا ہے کہ وہ قیاموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ان کی یہ سمجھ کر پرورش کریں کہ اگر ہمارے بچے یتیم رہ جائیں اور کوئی دوسرا ان کی پرورش کرے تو وہ کیسی پرورش چاہتے ہیں، تو ایسی ہی پرورش وہ دوسرے کے قیاموں کی کریں۔ یہ آیت کریمہ اخلاق کی بہترین تعلیم ہے۔ ہمیشہ دوسرے کے ساتھ وہ معاملہ کرنا چاہیے جو اپنے ساتھ پسند ہے اور جو اپنے لئے پسند نہ ہو وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نہیں ہونا چاہیے۔ حدیث مبارکہ میں بھی فرمایا گیا کہ تم میں کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (معاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لایحبه... الخ، ۱/۱۶، الحدیث: ۱۳)

لہذا قیاموں کے سر پرستوں کو چاہیے کہ وہ قیاموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ان سے اچھی اور صحیح بات کہیں مثلاً یہ کہ تم فکر نہ کرو ہم بھی تمہارے باپ جیسے ہیں، تمہیں پریشانی نہیں آنے دیں گے۔

(معاری، النساء، تحت الآية: ۹، ۳۴۹/۱، مدارك النساء، تحت الآية: ۹، ص ۲۱۲، ملغطاً)

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا
وَسَيَصْلُونَ سَعِيرًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں زہی آگ بھرتے ہیں اور کوئی دم جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے (آتش کدے) میں جائیں گے۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں اور عنقریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا﴾: بیشک وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔ یہ اس سے پہلی آیات میں یتیموں کا مال ناحق کھانے سے منع کیا گیا اور اس آیت میں یتیموں کا مال ناحق کھانے پر سخت وعید بیان کی گئی ہے اور یہ سب یتیموں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کیونکہ وہ انتہائی کمزور اور عاجز ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے مزید لطف و کرم کے حقدار تھے۔ اس آیت میں جو یہ ارشاد فرمایا گیا کہ ”وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں“ اس سے مراد یہ ہے کہ یتیموں کا مال ناحق کھانا گویا آگ کھانا ہے کیونکہ یہ مال کھانا جہنم کی آگ کے عذاب کا سبب ہے۔

(تفسیر کبیر، النساء، تحت الآية: ۱۰، ۳/۶۰، ۵۰)



احادیث مبارکہ میں بھی یتیموں کا مال ناحق کھانے پر کثیر وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے 3 وعیدیں درج ذیل ہیں۔

(1)..... حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”قیمت کے دن ایک قوم اپنی قبروں سے اس طرح اٹھائی جائے گی کہ ان کے مونہوں سے آگ نکل رہی ہوگی۔ عرض کی گئی یہاں رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، وہ کون لوگ ہوں گے؟ ارشاد فرمایا ”کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو نہیں دیکھا“ **﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا﴾** انہیں کھانے میں ہونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے اور ان پر ایسے لوگ مقرر تھے جو بیشک وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں اور غریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔ (کنز العمال، کتاب البیوع، قسم الاقوال، ۹/۲، الجزء الرابع، الحديث: ۹۲۷۹)

(2)..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں نے معراج کی رات ایسی قوم دیکھی جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے اور ان پر ایسے لوگ مقرر تھے جو ان کے ہونٹوں کو پکڑتے پھر ان کے مونہوں میں آگ کے پتھر ڈالتے جو ان کے پیچھے سے نکل جاتے۔ میں نے پوچھا: اے جبرائیل! علیہ السلام، یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کی: ”یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے تھے۔“ (تہذیب الآثار، مسند عبد اللہ بن عباس، السمر الاول، ذکر من روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ رأی، ۲/۴۲۷، الحديث: ۷۲۵)

(3)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”چار

مفصّل ایسے ہیں جنہیں جنت میں داخل نہ کرنا اور اس کی نعمتیں نہ چکھانا اللہ تعالیٰ پر حق ہے۔ (۱) شراب کا عادی۔ (۲) سود کھانے والا۔ (۳) ناحق یتیم کا مال کھانے والا۔ (۴) والدین کا نافرمان۔

(مستدرک، کتاب البیوع، ان ارئی الربا عرض الرجل المسلم، ۳۳۸/۲، الحدیث، ۲۳۰۷)



یتیم کا مال ناحق کھانا کبیرہ گناہ اور سخت حرام ہے۔ قرآن پاک میں نہایت شدت کے ساتھ اس کے حرام ہونے کا بیان کیا گیا ہے۔ افسوس کہ لوگ اس میں بھی پرواہ نہیں کرتے۔ عموماً یتیم بچے اپنے تایا، چچا وغیرہ کے ظلم و ستم کا شکار ہوتے ہیں، انہیں اس حوالے سے غور کرنا چاہیے۔ یہاں ایک اور اہم مسئلے کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ یتیم کا مال کھانے کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی باقاعدہ کسی بری نیت سے کھائے تو ہی حرام ہے بلکہ کئی صورتیں ایسی ہیں کہ آدمی کو حرام کا علم بھی نہیں ہوتا اور وہ یتیموں کا مال کھانے کے حرام فعل میں ملوث ہو جاتا ہے جیسے جب میت کے درثناء میں کوئی یتیم ہے تو اس کے مال سے یا اس کے مال سمیت مشترک مال سے فاتحہ تیجہ وغیرہ کا کھانا حرام ہے کہ اس میں یتیم کا حق شامل ہے، لہذا یہ کھانے صرف فقراء کیلئے بنائے جائیں اور صرف بالغ موجود درثناء کے مال سے تیار کئے جائیں ورنہ جو بھی جانتے ہوئے یتیم کا مال کھائے گا وہ دوزخ کی آگ کھائے گا اور قیامت میں اس کے منہ سے دھواں نکلے گا۔



جس کے زیر سایہ کوئی یتیم ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس یتیم کی اچھی پرورش کرے، احادیث میں یتیم کی اچھی پرورش کرنے کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے ۴ فضائل درج ذیل ہیں۔

(۱)..... حضرت سہل بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔ پھر اپنی شہادت والی اور درمیان والی انگلی سے اشارہ فرمایا اور انہیں کشادہ کیا۔“ (بخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان، ۴۹۶/۳، الحدیث، ۵۳۰۴)

(۲)..... حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے مسلمانوں کے کسی یتیم بچے کے کھانے پینے کی ذمہ داری لی، اللہ عزوجل اُسے جنت میں داخل فرمائے گا مگر یہ کہ وہ ایسا گناہ کرے جس کی معافی نہ ہو۔“

(ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة الیتیم، وکھالتہ، ۳۶۸/۳، الحدیث، ۱۹۲۴)

(3)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مسلمانوں کے گھروں میں سب سے اچھا گمروہ ہے جس میں یتیم سے اچھا سلوک کیا جائے اور مسلمانوں کے گھروں میں سے برا گمروہ ہے جس میں یتیم سے برا سلوک کیا جائے۔ (ابن ماجہ، کتاب الادب، باب حق الیتیم، ۱/۹۳/۴، الحدیث: ۳۶۷۹)

(4)..... حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمتو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جس نے یتیم کے سر پر اللہ عز و جل کی رضا کیلئے ہاتھ رکھا تو اس کے لئے ہر مال کے بدلے جن پر اس کا ہاتھ گزرا نیکیاں ہیں۔

(مسند امام احمد، مسند الانصار، حلیہ ابی امامۃ الباہلی، ۳۰/۸، الحدیث: ۲۲۳۴۷)

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِ كَرِمٌ مِّثْلَ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ

اِثْنَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلَا يُؤْتِيهِ

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ

وَلَدٌ وَوَرِثَةٌ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ الشُّدُسُ ۚ مِنْ

بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ أَبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرَأُونَ

أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنْ اللَّهُ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ

وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَ

لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ

فَلَهُنَّ الثُّنُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوْ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتُ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةٌ مِّنَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝۱۷

ترجمہ کنزالایمان: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر پھر اگر نر لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی تو اس کا آدھا اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا اگر میت کے اولاد نہ ہو پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی تو ماں کا چھٹا بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور دین کے تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا یہ حصہ بانٹ دیا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔ اور تمہاری بیبیاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو پھر اگر ان کی اولاد نہ ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے جو وصیت وہ کر گئیں اور دین نکال کر اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو پھر اگر تمہارے اولاد نہ ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں جو وصیت تم کر جاؤ اور دین نکال کر اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بٹا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں میت کی وصیت اور دین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ علم والا حکم والا ہے۔

ترجیحاً کذا العرفان: اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے پھر اگر صرف لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کے لئے ترکے کا دو تہائی حصہ ہوگا اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا حصہ ہے اور اگر میت کی اولاد ہو تو میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے ترکے سے چھٹا حصہ ہوگا پھر اگر میت کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کے لئے تہائی حصہ ہے پھر اگر اس (میت) کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا، (یہ سب احکام) اس وصیت (کو پورا کرنے) کے بعد (ہوں گے) جو وہ (فوت ہونے والا) کر گیا اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے)۔ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ ان میں کون تمہیں زیادہ نفع دے گا، (یہ) اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حصہ ہے۔ بیشک اللہ بڑے علم والا، حکمت والا ہے۔ اور تمہاری بیویاں جو (مال) چھوڑ جائیں اگر ان کی اولاد نہ ہو تو اس میں سے تمہارے لئے آدھا حصہ ہے، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہارے لئے چوتھائی حصہ ہے۔ (یہ حصے) اس وصیت کے بعد (ہوں گے) جو انہوں نے کی ہو اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے) اور اگر تمہارے اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے عورتوں کے لئے چوتھائی حصہ ہے، پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے (یہ حصے) اس وصیت کے بعد (ہوں گے) جو وصیت تم کر جاؤ اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے) اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کیا جانا ہو جس نے ماں باپ اور اولاد (میں سے) کوئی نہ چھوڑا اور (صرف) ماں کی طرف سے اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہوگا پھر اگر وہ (ماں کی طرف والے) بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہوں گے (یہ دونوں صورتیں بھی) میت کی اس وصیت اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد ہوں گی جس (وصیت) میں اس نے (دریاء کو) نقصان نہ پہنچایا ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ بڑے علم والا، بڑے علم والا ہے۔

﴿يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي آيَاتِهِ كَثِيرًا مِّنْهُ﴾ اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے۔ وراثت کے احکام میں کافی تفصیل ہے، انہیں جب تک باقاعدہ کسی کے پاس بیٹھ کر مشق کے ذریعے حل نہ کیا جائے تب تک سمجھنا مشکل ہے اس لئے انہیں سمجھنے کیلئے باقاعدہ کسی علم میراث کے عالم کے پاس بیٹھ کر سمجھیں۔ یہاں آیات مبارکہ کی تفسیر کے پیش نظر آیات میں مذکور دریاء کی مکمل صورتیں تحریر کر دی ہیں۔ انہیں دیکھ لیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ یہاں بیان کردہ حصوں کے ساتھ بہت سے اصول

وقواعد کو ما کر میراث کا مسئلہ حل کیا جاتا ہے لہذا مزید تفصیلات کیلئے میراث کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ نیز یہاں تفسیر میں تمام ورثاء کے حالات بیان نہیں کئے گئے بلکہ صرف ان کے بیان کئے ہیں جن کی صورت یہاں آیات میں مذکور ہے۔



(۱)۔۔۔ باپ کی تین صورتیں ہیں: (۱) اگر میت کا باپ ہو اور ساتھ میں بیٹا بھی ہو تو باپ کو $1/6$ ایک بٹا چھ ملے گا۔
(۲) اگر میت کا باپ ہو اور ساتھ میں بیٹا نہ ہو بلکہ صرف بیٹی ہو تو باپ کو $1/6$ ایک بٹا چھ ملے گا اور بقیہ ورثاء کو دینے کے بعد اگر کچھ بچ جائے تو وہ باپ کو بطور حصہ کے ملے گا۔ (۳) اگر میت کا باپ ہو اور ساتھ میں نہ کوئی بیٹا ہو اور نہ کوئی بیٹی ہو تو باپ کو بطور حصہ کے ملے گا۔

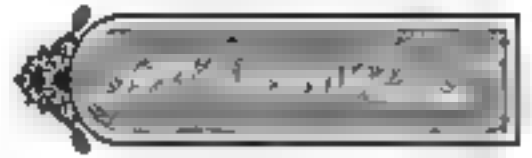
(۲)۔۔۔۔۔ ماں شریک بھائی کی تین صورتیں ہیں: (۱) اخیانی بھائی اگر ایک ہو تو اخیانی بھائی کو $1/6$ ایک بٹا چھ ملے گا۔
(۲) اخیانی بھائی اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں خواہ بھائی ہو یا بہنیں یا دونوں مل کر تو انہیں $1/3$ ایک بٹا تین ملے گا۔ (۳) باپ، دادا، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی کے ہوتے ہوئے اخیانی بھائی محروم ہو جائے گا۔ اسی طرح اخیانی بہن کے بھی یہی تین احوال ہیں۔
(۳)۔۔۔۔۔ شوہر کی دو صورتیں ہیں: (۱) اگر فوت ہونے والی کی اولاد ہے تو شوہر کو $1/4$ ایک بٹا چار ملے گا۔ (۲) اگر فوت ہونے والی کی اولاد نہیں تو شوہر کو $1/2$ ایک بٹا دو ملے گا۔

(۴)۔۔۔۔۔ بیوی کی دو صورتیں ہیں: (۱) اگر فوت ہونے والے کی اولاد ہے تو بیوی کو $1/8$ ایک بٹا آٹھ ملے گا۔ (۲) اگر فوت ہونے والے کی اولاد نہیں ہے تو بیوی کو $1/4$ ایک بٹا چار ملے گا۔

(۵)۔۔۔۔۔ بیٹی کی تین صورتیں ہیں: (۱) اگر بیٹی ایک ہو تو $1/2$ ایک بٹا دو یعنی آدھا مال ملے گا۔ (۲) اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو ان کو $2/3$ دو بٹا تین ملے گا۔ (۳) اگر بیٹیوں کے ساتھ بیٹا بھی ہو تو بیٹیاں حصہ بن جائیں گی اور لڑکے کو لڑکی سے دو گنا دیا جائے گا۔

(۶)۔۔۔۔۔ ماں کی تین صورتیں ہیں: (۱) اگر میت کا بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی یا کسی بھی قسم کے دو بہن بھائی ہوں تو ماں کو کل مال کا $1/6$ ایک بٹا چھ ملے گا۔ (۲) اگر میت کا بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی کوئی نہ ہو اور بہن بھائیوں میں سے دو افراد نہ ہوں خواہ ایک ہو تو ماں کو کل مال کا $1/3$ ایک بٹا تین ملے گا۔ (۳) اگر میت نے (بیوی اور ماں باپ) یا (شوہر اور ماں باپ)

چھوڑے ہوں تو بیوی یا شوہر کو اس کا حصہ دینے کے بعد جو مال باقی بچے اس کا 1/3 ایک پنا تین ماں کو دیا جائے گا۔



(1)..... بیٹے کو بیٹی سے دگنا ملتا ہے اور جہاں بھائی عصبہ بنتے ہوں وہاں انہیں بہنوں سے دگنا ملتا ہے اور کئی جگہ بہنیں بھی عصبہ بن جاتی ہیں اور اصحاب فرانس کو دینے کے بعد بقیہ سارا مال لے لیتی ہیں۔

(2)..... ایک اور اہم قاعدہ ہے کہ قرعی کے ہوتے ہوئے دور والا محروم ہو جاتا ہے جیسے بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتا، باپ کے ہوتے ہوئے دادا، بھائی کے ہوتے ہوئے بھائی کی اولاد وغیرہ۔

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۖ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا ۚ وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝

ترجمہ کنزالایمان: یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے خواری کا عذاب ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرے تو اللہ اسے جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی (تمام) حدوں سے گزر جائے تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں (وہ) ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا گن عذاب ہے۔

﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ﴾: یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ وراثت کے مسائل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حدود قرار دیا اور ان کے توڑنے کو اللہ کی حدیں توڑنا قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ میراث کی تقسیم میں ظلم کرنا عذاب الہی کا باعث ہے۔ اس سے ان مسلمانوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو لڑکیوں یا دوسرے وارثوں کو وراثت سے محروم کرتے ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے ”جو اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جنت میں اس کے حصے سے محروم کر دے گا۔“

(ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب الحیف فی الوصیۃ، ۳/۴۰، الحدیث: ۲۷۰۳)

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ﴾: اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرے تو اللہ اسے جنتوں میں داخل فرمائے گا۔ اس آیت میں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت پر جنت کا وعدہ ہے اور اگلی آیت میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی پر جہنم کی وعید ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت فرض ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی حرام ہے۔ نیز کسی بھی حد شرعی کو توڑنا حرام ہے لیکن تمام حدود کو توڑنے والا کافر ہی ہے یعنی جو ایمان کی حد بھی توڑ دیتا ہے اور اگلی آیتوں میں یہی مراد ہے کیونکہ وہاں نافرمان کیلئے ہمیشہ جہنم میں داخلے کی وعید ہے اور جہنم میں ہمیشہ کافر ہی رہے گا مسلمان نہیں۔

وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ مِنْ لِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً
مِّنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّيَهُنَّ الْمَوْتُ
أَوْ يُجْعَلَ لَهُنَّ سَبِيلًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کریں ان پر خاص اپنے میں سے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت اٹھالے یا اللہ ان کی کچھ راہ نکالے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کر لیں ان پر انہوں میں سے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر

وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند کر دو یہاں تک کہ موت ان (کی زندگی) کو پورا کر دے یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ بنا دے۔

﴿فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ﴾: ان پراپنوں میں سے چار مردوں کی گواہی لو۔ ﴿مُسْلِمَانَوْنَ﴾ میں سے جو عورتیں زنا کا ارتکاب کریں ان کے بارے میں حکم دیا گیا کہ ان پر زنا کے ثبوت کیلئے چار مسلمان مردوں کا گواہ ہونا ضروری ہے جو عورتوں کے زنا پر گواہی دیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں حکام سے خطاب ہے یعنی وہ چار مردوں سے گواہی سنیں۔

(بخاری، النساء، تحت الآية: ۱۵، ۳۵۷/۱)



زنا کا ثبوت گواہی سے ہو تو ضروری ہے کہ زنا کے گواہ چار عاقل، بالغ، مسلمان مرد ہوں کوئی عورت نہ ہو، چاروں نیک اور متقی ہوں، اور انہوں نے ایک وقت متعین میں زنا کا یوں مشاہدہ کیا ہو جیسے سرمہ دانی میں سلائی نیز یہ چاروں گواہ حلف شرعی کے ساتھ گواہی دیں۔ اگر ان میں سے ایک بات بھی کم ہوئی تو زنا ثابت نہ ہوگا اور گواہی دینے والے شرعاً اسی کوڑوں کے مستحق ہوں گے۔

﴿فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوتِ﴾: ان عورتوں کو گھر میں بند کر دو۔ ﴿زَانِيَةً مَّرْجُومَةً﴾ زانیہ عورتوں کو موت آنے تک گھروں میں قید رکھنے کا حکم زنا سے متعلق کوڑوں اور زچم کی سزا مقرر ہونے سے پہلے تھا جب زنا کی حد کے بارے میں احکام نازل ہوئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(تفسیرات احمدیہ، النساء، تحت الآية: ۱۵، ص ۲۴۰)

زنا اور قذف کی سزا کا بیان سورہ نور آیت نمبر ۲ اور ۴ میں بیان ہوا ہے۔



اس آیت میں زنا کرنے والوں کی سزا سے متعلق بعض احکام بیان ہوئے، اس مناسبت سے ہم یہاں زنا کی مذمت پر ۴ احادیث ذکر کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں پر زنا کی قباحت و برائی مزید واضح ہو اور وہ اس برے فعل سے بچنے کی کوشش کریں، چنانچہ

(۱)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جو عورت کسی قوم میں اس وہ شغل کرے جو اس قوم سے نہ ہو (یعنی رونا کرنا اور بے امنی سے نلکہ عربیہ جو دن رحمت کا حصہ نہیں ملے گا اور اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل نہ فرمائے گا۔

۱۔ بود د کتاب لطائف باب فی تفسیر القرآن ۱/۲۰۰ حدیث ۲۷۶۳

(2) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس ہستی میں رونا اور سوختہ ہو جائے تو میں نے اسے اللہ عزوجل کے عذاب کو دل کر دیا۔

۱۔ مسند کتاب البیوع اذا ظهر الزن والربا فی قریۃ الخ ۳۳۶/۷ حدیث ۷۳

(3) ... حضرت عمرو بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس قوم میں ناپا ہر ہوگا، وہ قحط میں گرفتار ہوگی اور جس قوم میں رشوت کا ظہور ہوگا وہ رعب میں گرفتار ہوگی

۱۔ صحیح ترمذیہ کتاب الحبۃ ۱۰۰۰۰ الحدیث ۳۵۸۶

(4) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ہم کا روایہ ہم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بڑھے ربی پر لعنت کرتی ہیں اور رائیوں کی شرمگاہیں بدبوچشم و انوس کو پیرا رکھتی

۱۔ مجمع الزوائد کتاب الحدیث باب ۱۰۰۰۰ الحدیث ۳۵۸۶

وَالَّذِينَ يَأْتِيْنَهَا مِنْكُمْ فَاذُوْهُمَاۤ ۖ فَاِنْ تَبَاوَاۤ اَصْلَحَاۤ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْۚ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

توجہ کنز الایمان: اور تم میں جو مرد عورت ایسا کام کریں کہ پھر گرہ تو یہ کریں اور ٹیک ہو جائیں تو اس کا پیچھا چھوڑ دو بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

توجہ کنز الایمان: اور تم میں جو مرد عورت ایسا کام کریں کہ کو تکلیف پہنچے پھر گرہ تو یہ کریں اور پنی اصلاح کریں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

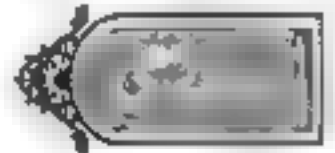
﴿فَاذُوْهُمَا﴾ ان دونوں کو تکلیف پہنچانے کا۔ کتاب رنے والوں کے متعلق سر ٹایاں کر کے فرمایا۔

کہ انہیں ایذا دو جیسے جھڑک کر، برا بھلا کہہ کر، شرم دلا کر، جوتیاں وغیرہ مار کر زبانی اور بدنی دونوں طرح سے ایذا دو۔ زنا کی سزا پہلے ایذا دینا مقرر کی گئی، پھر قید کرنا، پھر کوڑے مارنا یا سنگسار کرنا۔ (مدارک، النساء، تحت الآية: ۱۶، ص ۲۱۷)

یہ آیت بھی حد زنا کی آیت سے منسوخ ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ پچھلی آیت میں قاضی سے مراد خود عورت کا عورت سے بے حیائی کا کام کرنا ہے اور ”قَالَ لَنْ يَأْتِيَنَهَا“ سے مرد کا مرد سے لواطت کرنا مراد ہے۔ اس صورت میں یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لواطت اور مساکھت (عورتوں کی عورتوں سے بے حیائی) میں حد مقرر نہیں بلکہ تحریر ہے۔ یعنی قاضی کی صوابدید پر ہے وہ جو چاہے سزا دے۔ یہی امام اعظم ابو حنیفہ کا قول ہے۔ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآية: ۱۶، ۵۲۸/۳، تفسیرات احمدیہ، النساء، تحت الآية: ۱۶، ص ۲۴۶، ملقطاً)

یہی وجہ ہے کہ لواطت کے مرتکب کو صحابہ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے مختلف سزائیں دیں اگر لواطت میں حد ہوتی تو ایک ہی سزا دی جاتی اس میں اختلاف نہ ہوتا۔ ”حد“ مخصوص ہوتی ہے جیسے سو کوڑے، اسی کوڑے وغیرہ۔ جبکہ تعزیر وہاں ہوتی ہے جہاں شرعی حد مقرر نہ ہو بلکہ قاضی کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے، چاہے تو دس کوڑے مارنے کا فیصلہ کر دے اور چاہے تو بیس کا اور چاہے تو کوئی اور سزا دیدے۔

﴿فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا﴾ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں۔ فرمایا گیا کہ بے حیائی کا ارتکاب کرنے والے اگر پچھلے گناہوں پر توبہ کر لیں اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کر لیں تو انہیں چھوڑ دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعزیر کا مستحق مجرم اگر تعزیر سے پہلے صحیح معنی میں توبہ کر لے تو اس پر خواہ مخواہ تعزیر لگانا ضروری نہیں۔



توبہ کے معنی ہوتے ہیں رجوع کرنا، لوٹنا۔ اگر یہ بندے کی صفت ہو تو معنی ہوں گے گناہ یا ارادہ گناہ سے رجوع کرنا اور اگر رب تعالیٰ کی صفت ہو تو معنی ہوں گے بندے کی توبہ قبول فرمانا یا اپنی رحمت کو بندے کی طرف متوجہ کرنا۔

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٤﴾

توبۃ کثر الایمان وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی ہی دیر میں توبہ کر لیں ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

توبۃ کثر الایمان: وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی دیر میں توبہ کر لیں ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

﴿لَمْ يَشُوْهُنَّ مِنْ قَرِيْبٍ﴾: پھر تھوڑی دیر میں توبہ کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت ہے کہ گناہ کے بعد توبہ کرنے پر معاف فرما دیتا ہے اور موت کے وقت تک توبہ قبول فرماتا ہے۔ یہاں فرمایا گیا کہ جو گناہ کر کے تھوڑی دیر میں توبہ کر لیں تو یہاں تھوڑی دیر سے مراد ایک آدھ گھنٹا یا دو چار سال نہیں بلکہ موت سے پہلے جب بھی توبہ کر لی وہ قریب ہی شمار ہوگی۔ ہاں جب موت کا عالم طاری ہو جائے اور غیب کا معاملہ ظاہر ہو جائے تو اس وقت توبہ مقبول نہیں۔

﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾: اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اسلام میں توبہ کا قانون بنانا عین حکمت و علم پر مبنی ہے۔ جن دینوں میں توبہ نہیں ان کے ماننے والے گناہ پر زیادہ دیر ہوتے ہیں کیونکہ مایوسی جرم پر دلیر کر دیتی ہے اور معافی کی امید توبہ پر ابھارتی ہے۔ جس شخص کو پھانسی کی سزا سنائی گئی ہو اسے سب سے جدا قید میں رکھا جاتا ہے تاکہ کسی اور کو قتل نہ کر دے کیونکہ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا ہے اور جسے ایک مقررہ مدت تک سزا کے بعد رہائی کا حکم ہوا ہے دیگر مجرموں کے ساتھ قید میں رکھا جاتا ہے، اس سے یہ خطرہ نہیں ہوتا کیونکہ اسے رہائی کی امید ہے۔^(۱)

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ
اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۸

۱۔۔۔ توبہ کی ترغیب اور فضائل و احکام وغیرہ جاننے کے لئے کتاب ”توبہ کی روایات و حکایات“ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کیجئے۔

توبۃ کثر الایمان: اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی اور نہ ان کی جو کافر مریں ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

توبۃ کذا العرفان: اور ان لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے اب میں نے توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی (کوئی توبہ ہے) جو کفر کی حالت میں مریں۔ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ﴾ اور توبہ قبول نہیں۔ ﴿اوپر والی آیت میں توبہ کی قبولیت کا جو وعدہ گزرا اس کی وضاحت کر دی گئی، اب ان افراد کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ جن کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ آیت میں ”مَسِيْنَات“ سے مراد گناہ ہوں تو معنی یہ ہوگا کہ جو لوگ کفر کے علاوہ دیگر گناہوں میں ملوث رہے جب موت کے آثار ظاہر ہوئے، عذاب الہی کا مشاہدہ کر لیا اور روح خلق تک آپہنچی، اب توبہ کریں تو مقبول نہیں لیکن یہ وقت آنے سے ایک لمحہ پہلے بھی اگر توبہ کر لی تو قبول ہے اور اگر ان مسلمانوں کی توبہ مقبول نہ بھی ہو تب بھی وہ افراد ہمیشہ جہنم میں نہ رہیں گے اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں بخش دے، چاہے تو سزا دے لیکن سزا پوری ہونے کے بعد جنت میں جائیں گے البتہ وہ لوگ جو کافر مریں قیامت کے دن ان کی توبہ قبول نہیں یعنی کسی صورت نجات نہ پائیں گے، ہمیشہ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ آیت میں ”مَسِيْنَات“ سے مراد کفر ہے، اس صورت معنی یہ ہوگا کہ وہ کفار جو موت کے آثار دیکھ کر یعنی غیب کا مشاہدہ کرنے کے بعد اپنے کفر سے توبہ کریں اور اپنے ایمان کا اقرار کریں تو ان کی یہ توبہ اور اقرار ایمان قابل قبول نہیں، ایسی توبہ تو فرعون نے بھی کی تھی یونہی وہ لوگ جو حالت کفر میں مر گئے یعنی بوقت موت بھی توبہ نہ کی تو وہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی سزا پائیں گے۔

(تفسیر قرطبی، النساء، تحت الآیۃ: ۱۸، ۶۶/۳، الجزء الخامس، تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ۱۸، ۸/۴، ملقطاً)

﴿وَلَا يَنْفَعُ الْكُفْرَانَ﴾ اور کفر کی توبہ نہیں۔

جو کسی کافر کے لئے اس کے مرنے کے بعد اس کے کفر کا علم ہونے کی صورت میں دعائے مغفرت کرے یا کسی مردہ مرتد کو مرحوم یا مغفور کہے یا کسی مرے ہوئے ہندو کو بیکٹھہ باشی (یعنی جنتی) کہے وہ خود کافر ہے۔

(بہار شریعت، حصہ اول، ایمان و کفر کا بیان، ۱۸۵/۱)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجیہ کنز العرفان: نبی اور ایمان والوں کے لائق نہیں کہ
مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار
ہوں جبکہ ان کے لئے واضح ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا
لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا
تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿۱۱۳﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا وَلَا
تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا اتَّيَسَّرُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ
مُبِينَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ
تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴿۱۱۹﴾

ترجیہ کنز الایمان: اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی اور عورتوں کو روکو نہیں اس نیت
سے کہ جو مہران کو دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو مگر اس صورت میں کہ صریح بے حیائی کا کام کریں اور ان سے اچھا برتاؤ
کر دو پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔

ترجیہ کنز العرفان: اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور عورتوں کو اس
نیت سے روکو نہیں کہ جو مہر تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو سوائے اس صورت کے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب
کریں اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کر دو پھر اگر تمہیں وہ ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور
اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔

﴿لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا﴾: تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔ کچھ اسلام
سے پہلے اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ لوگ مال کی طرح اپنے رشتہ داروں کی بیویوں کے بھی وارث بن جاتے تھے پھر اگر
چاہتے تو مہر کے بغیر انہیں اپنی زوجیت میں رکھتے یا کسی اور کے ساتھ شادی کر دیتے اور ان کا مہر خود لے لیتے یا انہیں آگے

شادی نہ کرنے دیتے بلکہ اپنے پاس ہی رکھتے تاکہ انہیں جو مال وراثت میں ملا ہے وہ ان لوگوں کو دیدیں اور تب یہ ان کی جان چھوڑیں یا عورتوں کو اس لئے روک رکھتے کہ یہ مرجائیں گی تو یہ روکنے والے لوگ ان کے وارث بن جائیں۔ الغرض وہ عورتیں ان کے ہاتھ میں بالکل مجبور ہوتیں اور اپنے اختیار سے کچھ بھی نہ کر سکتی تھیں اس رسم کو مٹانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی گئی۔ (بحاری، کتاب التعمیر، باب لا یحلّ لکم ان ترثوا النساء کرهاً، ۲۰۲/۳، الحدیث: ۴۵۷۹،

تفسیر قرطبی، النساء، تحت الآیۃ: ۱۹، ۶۷/۳، الجزء الخامس، ملقطاً)

﴿لَتَكْفُرْنَ بِاللَّهِ﴾ تاکہ جو مہر تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ آیت اُس شخص کے متعلق ہے جو اپنی بیوی سے نفرت رکھتا ہو اور اُس کے ساتھ بدسلوکی اس لئے کرتا ہو کہ وہ پریشان ہو کر مہر واپس کر دے یا مہر معاف کر دے، اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا۔ ایک قول یہ ہے کہ لوگ عورت کو طلاق دیتے پھر رجوع کر لیتے پھر طلاق دیتے اس طرح عورت کو مُعْلَق (لٹکا ہوا) رکھتے تھے، وہ نہ ان کے پاس آرام پاسکتی نہ دوسری جگہ شادی کر کے گھر بسا سکتی، اس کو منع فرمایا گیا۔ (بخاری، النساء، تحت الآیۃ: ۱۹، ۱/۳۶۰)



یہاں جو حالات زمانہ جاہلیت کے بیان کئے جا رہے ہیں ان پر غور کریں کہ کیا انہی حالات پر اس وقت ہمارا معاشرہ نہیں چل رہا۔ بیویوں کو تنگ کرنا، جبری طور پر مہر معاف کر دانا، ان کے حقوق ادا نہ کرنا، ذہنی اذیتیں دینا، کبھی عورت کو اس کے ماں باپ کے گھر بٹھا دینا اور کبھی اپنے گھر میں رکھ کر بات چیت بند کر دینا، دوسروں کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ کرنا، لٹاؤنا، جھاڑنا وغیرہ۔ عورت بیچاری شوہر کے پیچھے پیچھے پھر رہی ہوتی ہے اور شوہر صاحب فرعون بنے آگے آگے جا رہے ہوتے ہیں، عورت کے گھر والوں سے صراحتاً یا بیوی کے ذریعے نہ تھے مطالبے کئے جاتے ہیں، کبھی کچھ دلانے اور کبھی کچھ دلانے کا۔ الغرض ظلم و ستم کی وہ کون سی صورت ہے جو ہمارے گھروں میں نہیں پائی جارہی۔ اللہ عزوجل کرے کہ قرآن کی یہ آیتیں ان لوگوں کو سمجھا جائیں اور وہ اپنی اس بری روش سے باز آجائیں۔ نیز ان آیات کی روشنی میں وہ لوگ بھی کچھ غور کریں جو اسلام سے شرمندہ شرمندہ سے رہتے ہیں اور ڈھکے چھپے الفاظ میں کہتے ہیں کہ اسلام میں عورتوں پر بہت سختیاں ہیں۔ وہ دیکھیں کہ اسلام میں عورتوں پر سختیاں کی گئی ہیں یا انہیں سختیوں سے نجات دلائی گئی ہے؟

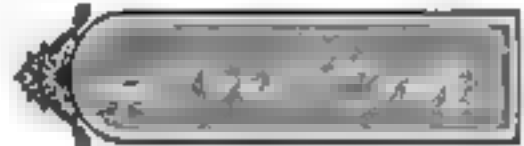
فَلَا تَأْخُذْ بَاِمْنِيَةٍ اَتَاْخُذُوْنَهُ بُهْتَانًا وَّ اِشْمَاطًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر تم ایک بی بی کے بدلے دوسری بدلنا چاہو اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو کیا اسے واپس لوگے جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ سے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم کوئی جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ کے مرتکب ہو کر وہ لوگے۔

﴿وَأَنْتُمْ رَاٰحِلٌ مِّنْ قَبْلِهَا﴾ اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو۔ چونکہ عورتوں کے حقوق کا بیان چل رہا ہے۔ یہاں مزید ان کے حقوق بیان فرمائے گئے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارا ارادہ بیوی کو چھوڑنے کا ہو تو مہر کی صورت میں جو مال تم اسے دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ اہل عرب میں یہ بھی طریقہ تھا کہ اپنی بیوی کے علاوہ کوئی دوسری عورت انہیں پسند آ جاتی تو اپنی بیوی پر جھوٹی تہمت لگاتے تاکہ وہ اس سے پریشان ہو کر جو کچھ لے چکی ہے واپس کر دے اور طلاق حاصل کر لے۔ (بصاوی، النساء، تحت الآية: ۲۰، ۱۶۳/۲)

اسی کو فرمایا کہ کیا تم بہتان اور گناہ کے ذریعے ان سے مال لینا چاہتے ہو، یہ حرام ہے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 229 کی تفسیر میں وضاحت سے ہم طلع اور دیگر صورتوں میں مال لینے اور نہ لینے کی صورتیں بیان کر چکے ہیں۔ اس کا مطالعہ بھی یہاں کر لینا چاہیے۔



اس آیت میں ڈھیروں مال دینے کا تذکرہ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے اگرچہ بہتر کم مہر ہے یا اتنا مہر کہ جس کی ادائیگی آسان ہو۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ برسر منبر فرمایا: عورت کے مہر زیادہ مقرر نہ کرو۔ ایک عورت نے یہی آیت پڑھ کر کہا اے امیر المؤمنین! اللہ ہمیں دیتا ہے اور تم منع کرتے ہو۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے عمر! تم سے ہر شخص زیادہ سمجھ دار ہے، (اے لوگو!) تم جو چاہو مہر مقرر کرو۔

(ملارک، النساء، تحت الآية: ۲۰، ص ۲۱۹)

سُبْحَانَ اللَّهِ! حضرت عمر فاروق رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ کی شانِ انصاف اور طہارتِ نفس کس قدر اعلیٰ تھی، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ۝

ترجمہ کنزالعرفان اور کیونکر اسے واپس لوگے حالانکہ تم میں ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو لیا اور وہ تم سے گاڑھا عہد لے چکیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور تم وہ (مال) کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم (تہائی میں) ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور وہ تم سے مضبوط عہد (بھی) لے چکی ہیں۔

﴿وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ﴾ اور تم وہ (مال) کیسے واپس لے سکتے ہو۔ ﴿مِہر کی واپسی کا بیان کرتے ہوئے مزید فرمایا تم وہ مال عورتوں سے کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم تہائی میں ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور وہ تم سے مضبوط عہد بھی لے چکی ہیں۔ وہ عہد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: کہ اچھے طریقے سے انہیں رکھو گے

”فَأَمْسَاكَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِیْهِ بِإِحْسَانٍ“

اور اگر چھوڑو گے تو اچھے طریقے سے چھوڑ دے۔

(سورہ بقرہ: ۲۲۹)



اس آیت مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلوت صحیح ہو جانے سے پورا مہر دینا پڑتا ہے۔ خلوت صحیح یہ ہے کہ میاں بیوی کسی ایسی جگہ جمع ہو جائیں جہاں ہم بستری کرنے سے کوئی چیز رکاوٹ نہ ہو۔ اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لئے بہار شریعت حصہ 7 کا مطالعہ کیجئے۔

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ
فَاحِشَةً وَمَقْتًا ۚ وَسَاءَ سَبِيلًا ۝

توجہ کنزالایمان اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو مگر جو گزرا وہ بیشک بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت بری راہ۔

توجہ کنزالایمان: اور اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو البتہ جو پہلے ہو چکا (وہ معاف ہے) بیشک یہ بے حیائی اور غضب کا سبب ہے، اور یہ بہت برا راستہ ہے۔

﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ﴾ : اور اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو۔ ﴿زَنَاهُ﴾ جاہلیت میں رواج تھا کہ باپ کے انتقال کے بعد بیٹا اپنی سگی ماں کو چھوڑ کر باپ کی دوسری بیوی سے شادی کر لیتا تھا، اس آیت میں ایسا کرنے سے منع کیا گیا۔
(تفسیر قرطبی، النساء، نعت الایة، ۷۳/۳، ۲۲، الجزء الخامس)

یہاں اگر نکاح سے مراد عقد نکاح ہے تو معلوم ہوا کہ سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے اگرچہ باپ نے خلوت سے پہلے اسے طلاق دے دی ہو اور اگر نکاح سے مراد محبت ہے تو معلوم ہوا کہ جس عورت سے اپنا باپ محبت کرے خواہ نکاح کر کے یا زنا کی صورت میں یا لونڈی بنا کر بہر صورت وہ عورت بیٹے پر حرام ہے کیونکہ یہ بیٹے کی ماں کی طرح ہے۔
﴿مَا قَدْ سَلَفَ﴾ : جو ہو گزرا۔ یعنی جاہلیت کے زمانہ میں تم نے جو ایسے نکاح کر لئے اور اب وہ عورتیں مر بھی چکیں تم پر اس کا گناہ نہیں کیونکہ وہ گناہ قانون بننے سے پہلے تھے۔ یہاں ایک مسئلہ یاد رکھیں کہ اگر مجوسی اسلام لائے اور اس کے نکاح میں اپنی ماں یا بہن ہے تو اسے چھوڑ دینا فرض ہے لیکن اس نے زمانہ کفر میں جو نکاح کئے ہوں، ان سے جو اولاد ہو چکی ہو وہ اولاد حلالی ہوگئی، کیونکہ کفار پر اس طرح کے شرعی احکام جاری نہیں۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَوَّالَتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ

الْأَخِ وَبَنَاتِ الْأَخْتِ وَأُمَّهُنَّ مِمَّنْ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِمَّنْ
الرَّضَاعَةَ وَأُمَّهُنَّ نِسَائِكُمْ وَرَبَابُكُمْ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِمَّنْ نِسَائِكُمُ
الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْبَعُوا أَبْنَاءَ
الْأَخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝۲۳

ترجمہ کنز الایمان: حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنہوں نے دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان بیویوں سے جن سے تم محبت کر چکے ہو پھر اگر تم نے ان سے محبت نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں میں حرج نہیں اور تمہاری نسل بیٹوں کی نہیں اور دو بہنیں اکٹھی کرنا مگر جو گزرا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمہ کنز العرفان: تم پر حرام کر دی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور دودھ (کے رشتے) سے تمہاری بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں (جو ان بیویوں سے ہوں) جن سے تم ہم بستری کر چکے ہو پھر اگر تم نے ان (بیویوں) سے ہم بستری نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنوں کو اکٹھا کرنا (حرام ہے۔) البتہ جو پہلے گزر گیا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿حُزِمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهُنَّ﴾: تم پر حرام کر دی گئیں تمہاری مائیں۔ نسب کی وجہ سے سات عورتیں حرام ہیں وہ یہ ہیں

(۱) ماں، اسی طرح وہ عورت جس کی طرف باپ یا ماں کے ذریعے سے نسب بنتا ہو یعنی دادیاں و تانیاں خواہ قریب کی ہوں یا دور کی سب۔ نہیں ہیں اور اپنی والدہ کے حکم میں داخل ہیں۔ سوتلی ماؤں کی حرمت کا ذکر پہلے ہو چکا۔ (۲) بیٹی، پوتیاں اور نواسیاں کسی درجہ کی ہوں بیٹیوں میں داخل ہیں۔ (۳) بہن (۴) پھوپھی (۵) خالہ (۶) بھتیجی (۷) بھانجی، اس میں بھانجیاں، بھتیجیاں اور ان کی اولاد بھی داخل ہے خلاصہ یہ ہے کہ اپنی اولاد اور اپنے اصول حرام ہیں۔ اس کی تصریح خود اسی آیت میں آگے آرہی ہے۔

﴿وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّائِي أَرْضَعْنَكُمْ﴾: تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا۔ رضاعی رشتے دودھ کے رشتوں کو کہتے ہیں۔ رضاعی ماؤں اور رضاعی بہن بھائیوں سے بھی نکاح حرام ہے بلکہ رضاعی بھتیجے، بھانجے، خالہ، ماموں وغیرہ سب سے نکاح حرام ہے۔ حدیث مبارک میں فرمایا گیا کہ جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتا ہے۔

(بخاری، کتاب الشهادات، باب الشهادة على الانساب .. الح، ۱۹۱/۲، الحديث: ۲۶۴۵)

﴿وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ﴾: اور تمہاری بیویوں کی مائیں۔ چار طرح کی عورتیں مصاہرت کی وجہ سے حرام ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) وہ بیوی جس سے صحبت کی گئی ہو اس کی لڑکیاں۔ (۲) بیوی کی ماں، دادیاں، تانیاں۔ (۳) باپ دادا وغیرہ اصول کی بیویاں۔ (۴) بیٹے پوتے وغیرہ فروع کی بیٹیاں۔

﴿وَنِسَاءُ أَبْنَائِكُمُ الْمَوْلَاةُ﴾: اور تمہاری سوتلی بیٹیاں۔ جن بیویوں سے صحبت کر لی ہو ان کی دوسرے شوہر سے جو بیٹی ہو اس سے نکاح حرام ہے اگرچہ وہ شوہر کی پرورش میں نہ ہو کیونکہ پرورش کی قید اتفاق ہے مگر یہ سوتلی لڑکی صرف شوہر کیلئے حرام ہے، شوہر کی اولاد کے لئے حلال اور شوہر کیلئے بھی جب حرام ہے جبکہ بیوی سے صحبت کر لی ہو اور اگر بغیر صحبت حلاق دی یا وہ فوت ہو گئی تو اس کی بیٹی حلال ہے۔

﴿وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الْمَوْلَاةُ﴾: حقیقی بیٹوں کی بیویاں۔ اس سے معلوم ہوا کہ منسوب لے بیٹوں کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہے اور رضاعی بیٹے کی بیوی بھی حرام ہے کیونکہ وہ نسبی بیٹے کے حکم میں ہے اور پوتے پر پوتے بھی بیٹوں میں داخل ہیں۔ ﴿وَأَنْ تَجْعَلُوا بَيْنَكُمْ وَالْأَحْشَنِينَ﴾: اور دو بہنوں کو اکٹھا کرنا۔ یعنی ایک بہن نکاح میں موجود ہے اور دوسری سے نکاح کر لینا، یہ حرام ہے اور حدیث شریف میں پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا بھی حرام فرمایا گیا ہے۔

(بخاری، کتاب النکاح، باب لا تنكح المرأة على عمتها، ۴۳۵/۳، الحديث: ۵۱۰۹)

نوٹ: تفصیلی معلومات کے لئے فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۱۱ سے اور بہار شریعت حصہ ۷ سے "محرمات کا بیان" پڑھئے۔

پاکو وال پارہ

(وَالْمُحَصَّنَاتُ)

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ۚ وَأُجَلَ
لَكُمْ ۚ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْفِحِينَ ۚ فَمَا
اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا
تَرْضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

توجہ لکنا ایمان اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری ملک میں آجائیں یہ اللہ کا نوشتہ ہے تم پر اور ان کے سوا جو ہیں وہ تمہیں حلال ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو قید لاتے نہ پانی گراتے تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو ان کے بندھے ہوئے مہر انہیں دو اور قرارداد کے بعد اگر تمہارے آپس میں کچھ رضامندی ہو جائے تو اس میں گناہ نہیں بیشک اللہ علم و حکمت والا ہے۔

توجہ لکنا عرفان: اور شوہر داری عورتیں تم پر حرام ہیں سوائے کافروں کی عورتوں کے جو تمہاری ملک میں آجائیں۔ یہ تم پر اللہ کا لکھا ہوا ہے اور ان عورتوں کے علاوہ سب تمہیں حلال ہیں کہ تم انہیں اپنے مالوں کے ذریعے نکاح کرنے کو تلاش کرو نہ کہ زنا کرنے لئے تو ان میں سے جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو ان کے مقررہ مہر انہیں دید واد مقررہ مہر کے بعد اگر تم آپس میں (کسی مقدار پر) راضی ہو جاؤ تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ بیشک اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

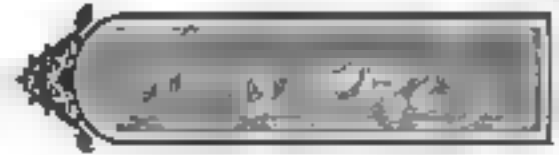
﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾: اور شوہر داری عورتیں۔ ﴿ان عورتوں کا بیان جاری ہے جن سے نکاح حرام ہے، یہاں بتایا جا رہا ہے کہ وہ عورت جس کا شوہر ہو وہ دوسرے مرد پر اس وقت تک حرام ہے جب تک پہلے کے نکاح یا اس کی عدت میں ہو البتہ کافروں کی وہ عورتیں جن کے مسلمان مالک بن جائیں وہ ان کے لئے حلال ہیں، اس کی صورت یہ ہے کہ میدان جنگ سے کفار کی عورتیں گرفتار ہوں اور ان کے شوہر دار الخوہ میں ہوں تو بادشاہ اسلام یا لشکر کا مجاز امیر ان

عورتوں کو مجاہدین میں تقسیم کر دے اور جو قیدی عورت جس مجاہد کے حصے میں آئے وہ اس کے لئے حلال ہے کہ ملک مختلف ہونے کی وجہ سے ان کا سابقہ نکاح ختم ہو گیا، وہ عورت اگر حاملہ ہے تو وضع حمل کے بعد ورنہ ایک ماہواری آجانے کے بعد اس سے ہم بستری کر سکتا ہے۔



فی زمانہ جنگی قیدیوں کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا جاتا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں، ان پر جو ظلم و ستم ڈھائے جاتے ہیں ان کا ٹھکانہ تک لرزادینے والا ہوتا ہے۔ اسلام نے جنگی قیدیوں کے مسئلے میں ایسا بہترین حل پیش کیا کہ جس کی مثال کہیں نہیں ملتی، وہ یہ کہ جنگ میں قید ہونے والے مردوں کو غلام بنالیا جائے اور عورتوں کو لونڈیاں، پھر انہیں بھوکا پیاسا رکھنے، طرح طرح کی اذیتیں دینے یا دن رات ان سے جبری مزدوری لینے کی بجائے ان کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت کی، بلکہ فدیہ لئے بغیر یا فدیہ لے کر ہی سہی انہیں چھوڑ دینے کی ترغیب بھی دی، آزاد کرنے پر ثواب کی بے شمار بشارتیں سنائیں، جنگی قیدیوں کو لونڈی غلام بنانا لازمی قرار نہیں دیا بلکہ مکافاتِ عمل کے طور پر صرف اجازت دی کیونکہ اس دور میں جنگی قیدیوں کو لونڈی غلام بنانے کا رواج تھا جس کو اوپر بیان کردہ طریقوں کے مطابق تدریجاً ختم کیا گیا۔ ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾: ان کے علاوہ سب تمہارے لئے حلال ہیں۔ یعنی جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کے علاوہ تمام عورتوں سے نکاح حلال ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ مزید کچھ عورتیں ایسی ہیں کہ جن کا ذکر مذکورہ بالا آیات میں اگرچہ نہیں مگر ان سے نکاح حرام ہے جیسے چار عورتوں کے نکاح میں ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح، مگر کہ عورت سے نکاح، تین طلاقیں دینے کے بعد حلالہ سے پہلے اسی عورت سے دوبارہ نکاح، اسی طرح پھوپھی بھتیجی، خالہ بھانجی کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا یونہی طلاق یا وفات کی عدت میں نکاح کرنا حرام ہے البتہ ان سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام نہیں، نکاح میں جو رکاوٹ ہے وہ ختم ہونے کے بعد ان سے نکاح ہو سکتا ہے۔

﴿أَنْ تَهْتَفُوا بِأَمْوَالِكُمْ﴾: تم اپنے مالوں کے ذریعے تلاش کرو۔ عورت سے نکاح مہر کے بدلے کیا جائے اور اس نکاح سے مقصود شخص لذت نفس اور شہوت پورا کرنا نہ ہو بلکہ اولاد کا حصول، نسل کی بقا اور اپنے نفس کو حرام سے بچانا مقصود ہو۔ یہاں زانی کو تنبیہ کی جارہی ہے کیونکہ اس کے پیش نظر یہ باتیں نہیں ہوتیں بلکہ اس کا مقصود صرف نفسانی خواہش کی تکمیل ہوتا ہے اور یوں وہ اپنے نطفہ اور مال کو ضائع کر کے دین و دنیا کے خسارے میں گرفتار ہو جاتا ہے۔



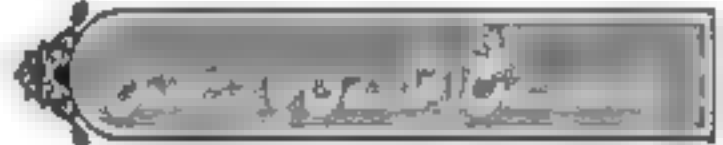
اس آیت میں مہر کا ذکر ہوا اس مناسبت سے یہاں مہر سے متعلق چند ضروری مسائل ذکر کئے جاتے ہیں:

(۱)..... مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے، چاندی میں اس کا وزن دو تولے ساڑھے سات ماشے ہے، اس کی جو قیمت بنتی ہو وہ مہر کی کم از کم مقدار ہے، زیادہ کی کوئی حد نہیں باہمی رضامندی سے جتنا چاہے مقرر کیا جاسکتا ہے لیکن یہ خیال رکھیں کہ مہر اتنا مقرر کریں جتنا دے سکتے ہوں۔

(۲)..... مہر کا مال ہونا ضروری ہے اور جو چیز مال نہیں وہ مہر نہیں بن سکتی، مثلاً مہر یہ ٹھہرا کہ شوہر عورت کو قرآن مجید یا علم دین پڑھادے گا تو اس صورت میں مہر مثل واجب ہوگا۔

(۳)..... نکاح میں مہر کا ذکر ہی نہ ہوا یا مہر کی نفی کر دی کہ مہر کے بغیر نکاح کیا تو نکاح ہو جائے گا اور اگر خلوت صحیح ہو گئی یا دونوں میں سے کوئی مر گیا اور نکاح کے بعد میاں بیوی میں کوئی مہر طے نہیں پایا تھا تو مہر مثل واجب ہے ورنہ جو طے پایا تھا وہ واجب ہے۔ مہر سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے بہار شریعت حصہ ۷ کا مطالعہ کیجئے۔

﴿فَمَا اسْكَنْتُمْ لَهُ مِنْهُنَّ﴾۔ تو ان میں سے جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو۔ یعنی جن عورتوں سے تم شرعی نکاح کر کے جماع وغیرہ کا فائدہ حاصل کرنا چاہو تو انہیں ان کے مقرر کردہ مہر ادا کرو۔



یاد رہے کہ اسلام میں عورت سے نفع اٹھانے کی صرف دو صورتیں جائز ہیں جو قرآن پاک میں بیان کی گئی ہیں:

(۱) شرعی نکاح کے ذریعے۔ (۲) عورت جس صورت میں لونڈی بن جائے۔ لہذا اس کے علاوہ ہر صورت حرام ہے۔ شروع اسلام میں کچھ وقت کیلئے نکاح سے کچھ ملتا جلتا معاہدہ کر کے فائدہ اٹھانے کی اجازت تھی لیکن بعد میں تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قیامت تک کے لئے حرام فرمادیا۔ جیسا کہ حضرت سمرہ جنتی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے (حسد کی صورت میں) نفع اٹھانے کی اجازت دی تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے تو جس کے پاس کوئی ایسی عورت ہو وہ اسے چھوڑ دے اور جو انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ نہ لو۔

(مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة و بیان انه ابیح ثم نسخ... الخ، ص ۷۲۹، الحديث، ۲۱ (۱۴۰۶))

اور حضرت علی المرتضیٰ عظمیٰ اللہ تعالیٰ و جنبۃ الکریم سے روایت ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم نے متعدد سے منع فرمادیا۔ (ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی نکاح المتعة، ۳۶۵/۲، الحدیث: ۱۱۲۴)

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا
مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَمِنْ قِتْلَتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ ۖ بَعْضُكُمْ
مِنْ بَعْضٍ ۚ فَإِنْ كُنَّ حُورًا بِلَا ذُنٍ أَهْلِيْنَ وَأَتُوهُنَّ أَجُورًا هُنَّ بِالنَّكَاحِ
مُحْصَنَاتٌ غَيْرُ مُسَفِّحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتٍ أَحْدَانٍ ۚ فَإِذَا أُحْصِنَ فَإِنَّ أَتَيْنَ
بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ
خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۚ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور تم میں سے جو کسی عورت کے بائیں ہاتھ کی مالک ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے تم میں سے ایک دوسرے سے ہے تو ان سے نکاح کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے اور حسب دستور ان کے مہر انہیں دو قید میں آتیاں نہ مستی نکالتی اور نہ یار بناتی جب وہ قید میں آجائیں پھر برا کام کریں تو ان پر اس سزا کی آدمی ہے جو آزاد عورتوں پر ہے یہ اس کے لئے جیسے تم میں سے زنا کا اندیشہ ہے اور صبر کرنا تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمہ کنز العرفان: اور تم میں سے جو کوئی اتنی قدرت نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کر سکے تو ان مسلمان کنیزوں سے نکاح کر لے جو تمہاری مالک ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ تم سب آپس میں ایک جیسے ہو تو ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کر لو اور اچھے طریقے سے انہیں ان کے مہر دیدو اس حال میں کہ وہ نکاح

کرنے والی ہوں، نہ زنا کرنے والی اور نہ پوشیدہ آشنائیتانے والی۔ پھر جب ان کا نکاح ہو جائے تو اگر وہ کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر آزاد عورتوں کی نسبت آدمی سزا ہے۔ یہ تم میں سے اس شخص کے لئے مناسب ہے جسے بدکاری (میں پڑ جانے) کا اندیشہ ہے اور تمہارا صبر کرنا تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَلْطَمْ مِنْكُمْ طَوْلًا: اور تم میں سے جو کوئی قدرت نہ رکھتا ہو۔﴾ جو شخص آزاد عورت سے نکاح کی قدرت اور وسعت نہ رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ کسی مسلمان کی مومنہ کنیز سے اس کے مالک کی اجازت کے ساتھ نکاح کر لے۔ اپنی کنیز سے نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ مالک کے لئے نکاح کے بغیر ہی حلال ہے۔ (بخاری، النساء، تحت الآية: ۲۵، ۳۶۷/۱)



(۱)۔۔۔ جو شخص آزاد عورت سے نکاح کی قدرت رکھتا ہو اسے بھی مسلمان کنیز سے نکاح کرنا جائز ہے البتہ اگر آزاد عورت نکاح میں ہو تو اب باندی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ (بخاری، النساء، تحت الآية: ۲۵، ۳۶۸/۱)

(۲)۔۔۔۔۔ احناف کے نزدیک کتابیہ لونڈی سے نکاح بھی کر سکتا ہے جبکہ مومنہ کنیز کے ساتھ مستحب ہے۔ (بخاری، النساء، تحت الآية: ۲۵، ص ۲۲۲)

﴿وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ: اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔﴾ اہل عرب اپنے نسب پر فخر کرتے اور لونڈیوں سے نکاح کو باعث عار سمجھتے تھے، ان کے اس خیال کی تردید کی گئی کہ نسب میں تم سب برابر ہو کہ سبھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو لہذا لونڈیوں سے نکاح کرنا باعث شرم نہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ تم سب ایمان میں مشترک ہو کہ تمہارا دین اسلام ہے اور ایمان والا ہونا بڑی فضیلت کا حامل ہے بلکہ فضیلت کا دار و مدار تو ایمان اور تقویٰ پر ہے اس لئے جب لونڈیوں سے نکاح کی حاجت ہو تو شرمناک نہیں، ان کا ایمان والا ہونا کافی ہے۔

(تفسیر کبیر، النساء، تحت الآية: ۲۵، ۴۹/۱، جمل، النساء، تحت الآية: ۲۵، ۳۹/۲، ملخصاً)

﴿فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ: تو اگر وہ کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔﴾ نکاح کے بعد اگر لونڈی زنا کرے تو آزاد عورت کے مقابلے میں اس کی سزا آدمی ہے یعنی آزاد کنواری عورت زنا میں مُلکوث ہو تو اس کی سزا سو کوڑے ہے اور لونڈی کی سزا اس سے آدمی یعنی پچاس کوڑے ہے۔ لونڈی چاہے کنواری ہو یا شادی شدہ اس کی سزا پچاس کوڑے ہی ہے، شادی شدہ لونڈی کو آزاد عورت کی طرح زچہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ رجم میں تحصیف یعنی اس سزا کو اُدھا کرنا ممکن نہیں۔

(فرطی، النساء، تحت الآية: ۲۵، ۲/۳، ۱۰، الجزء الخامس)

﴿ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ﴾: یہ اس شخص کے لئے مناسب ہے جسے زنا کا اندیشہ ہے۔ یعنی آزاد عورت کی بجائے باندی سے نکاح کرنا اس شخص کے لئے مناسب ہے جسے غلبہ شہوت کی وجہ سے زنا میں پڑ جانے کا ڈر ہو اور اگر وہ اس خوف کے باوجود صبر کرے اور پرہیزگار رہے تو یہ بہتر ہے اور جہاں تک ممکن ہو لونڈی سے نکاح نہ کرے کیونکہ کثیر سے نکاح کرنے کی صورت میں جو اولاد ہوگی وہ اس کے مالک کی غلام بنے گی اور لونڈی اپنے مالک کی اجازت کے بغیر شوہر کی خدمت کے لئے بھی نہ آ سکے گی۔ (بیضاوی، النساء، تحت الآية ۲۵، ۲/۱۷۴)

پھر اگر صبر نہیں کر سکتا تو لونڈی سے نکاح کر لے۔ یاد رہے کہ فی زمانہ بین الاقوامی طور پر مرد کو غلام اور عورت کو لونڈی بنانے کا قانون ختم ہو چکا ہے۔



مرد کے لئے نکاح کا شرعی حکم یہ ہے کہ اعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا زیادہ غلبہ ہو اور وہ نامرد بھی نہ ہو، نیز مہر اور نان نفقہ دینے پر قدرت رکھتا ہو تو اس کے لئے نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ لیکن اگر اسے زنا میں پڑنے کا اندیشہ ہے اور وہ زوجیت کے حقوق پورے کرنے پر قادر ہے تو اس کے لئے نکاح کرنا واجب ہے اور اگر اسے زنا میں پڑنے کا یقین ہو تو اس پر نکاح کرنا فرض ہے۔ اگر اسے زوجیت کے حقوق پورے نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو اس کا نکاح کرنا مکروہ اور حقوق پورے نہ کر سکنے کا یقین ہو تو اس کے لئے نکاح کرنا حرام ہے۔ (بہار شریعت، حصہ طہم، ۵/۳۱۲، ملخصاً)

عورت کے لئے نکاح کا شرعی حکم یہ ہے کہ جس عورت کو اپنے نفس سے اس بات کا خوف ہو کہ غالباً وہ شوہر کی اطاعت نہ کر سکے گی اور شوہر کے واجب حقوق اس سے ادا نہ ہو سکیں گے تو اسے نکاح کرنا ممنوع و ناجائز ہے، اگر کرے گی تو گناہگار ہوگی۔ اگر اسے ان چیزوں کا خوف یقینی ہو تو اسے نکاح کرنا حرام قطعی ہے۔ جس عورت کو اپنے نفس سے ایسا خوف نہ ہو اسے اگر نکاح کی شدید حاجت ہے کہ نکاح کے بغیر مَعَاذَ اللہ گناہ میں مبتلا ہو جانے کا ظن غالب ہے تو ایسی عورت کو نکاح کرنا واجب ہے اور اگر نکاح کے بغیر گناہ میں پڑنے کا یقین کلی ہو تو اس پر نکاح کرنا فرض ہے۔ اگر حاجت کی حالت اعتدال پر ہو یعنی نہ نکاح سے بالکل بے پروائی ہو، نہ اس شدت کا شوق ہو کہ نکاح کے بغیر گناہ میں پڑنے کا ظن غالب ہو تو ایسی حالت میں اس کے لئے نکاح کرنا سنت ہے جبکہ وہ اپنے آپ پر اس بات کا کافی اطمینان رکھتی ہو کہ اس سے شوہر کی اطاعت ترک نہ ہوگی اور وہ شوہر کے حقوق اصلاً ضائع نہ کرے گی۔ (لابی رضویہ، ۲۹۱/۱۲، ۲۹۳، ملخصاً)

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾

ترجمہ کنزالایمان: اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے صاف بیان کر دے اور تمہیں اگلوں کی روشنی بتا دے اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان کر دے اور تمہیں تم سے پہلے لوگوں کے طریقے بتا دے اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

﴿وَيَهْدِيكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ اور تمہیں تم سے پہلے لوگوں کے طریقے بتا دے۔ ﴿﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ ما قبل آیات میں تمہارے لئے جو عورتیں حرام یا حلال ہیں بیان ہوئیں یہی عورتیں کچھلی شریعتوں میں بھی اسی طرح حرام و حلال تھیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارے لئے جس کام میں بہتری ہے اللہ تعالیٰ وہ بیان کر دے جیسا کہ پہلے لوگوں سے بیان کیا تھا۔ (جمل، النساء، تحت الآية: ۲۶، ۴۱/۲، طراز، النساء، تحت الآية: ۲۶، ۳۶۹/۱، منقطعاً) اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ گزشتہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جو شرعی احکام قرآن یا حدیث میں تردید کے بغیر منقول ہوئے وہ ہمارے لئے بھی لائق عمل ہیں اور جو ممانعت کے ساتھ نقل ہوئے ان پر ہمیں عمل جائز نہیں۔

وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَسِيلُوا مَيِّلًا عَظِيمًا ﴿٢٧﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمانا چاہتا ہے اور جو اپنے مزوں کے پیچھے پڑے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت الگ ہو جاؤ۔

ترجہ کذا العرفان: اور اللہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمانا چاہتا ہے اور جو لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت دور ہو جاؤ۔

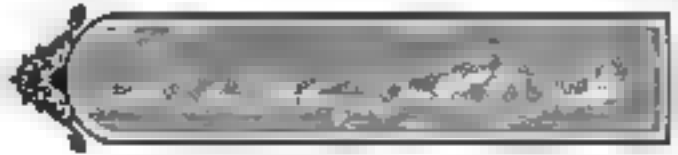
﴿وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ﴾ اور جو لوگ نفسانی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔ ﴿شأن نزول: یہود و نصاریٰ اور مجوسی بھائی اور بہن کی بیٹیوں سے نکاح حلال سمجھتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان سے نکاح کرنے کو حرام فرمایا تو وہ مسلمانوں سے کہنے لگے کہ جس طرح آپ خالہ اور پھوپھی کی بیٹی سے نکاح جائز سمجھتے ہو جبکہ خالہ اور پھوپھی تم پر حرام ہے اسی طرح تم بھائی اور بہن کی بیٹیوں سے بھی نکاح کرو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح زنا میں پڑ جاؤ۔ (مدارک، النساء، تحت الآية، ۲۷، ص ۲۲۳، تفسیر کبیر، النساء، تحت الآية، ۲۷، ۴/۴-۵۵، حلالین، النساء، تحت الآية، ۲۷، ص ۷۵، ملقطاً)

يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ۝۲۸

ترجہ کذا الایمان: اللہ چاہتا ہے کہ تم پر تخفیف کرے اور آدمی کمزور بنایا گیا۔

ترجہ کذا العرفان: اللہ چاہتا ہے کہ تم پر آسانی کرے اور آدمی کمزور بنایا گیا ہے۔

﴿يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ﴾ اللہ چاہتا ہے کہ تم پر آسانی کرے۔ ﴿اللہ عزوجل اپنے بندوں پر آسانی چاہتا ہے اسی لئے انہیں نرم احکام عطا فرماتا ہے اور کئی جگہ رخصتیں عطا فرماتا ہے، لوگوں کی طاقت کے مطابق ہی انہیں حکم دیتا ہے اور ان کے فطری تقاضوں کی رعایت فرماتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان فطری طور پر کمزور پیدا کیا گیا ہے اور اسی فطری کمزوری کا یہ نتیجہ ہے کہ مرد عورت کی طرف بڑی جلدی مائل ہو جاتا ہے، اس کے لئے عورت اور شہوت سے صبر دشوار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم فرماتے ہوئے مردوں کے لئے عورتوں سے شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے نفع اٹھانے کی اجازت دی اور صرف ان عورتوں سے منع کیا جن سے نفع اٹھانے میں فساد عظیم اور بڑے نقصان کا خدشہ تھا۔ اسی لئے منکحی، پرہیزگار اور گناہوں کا تقاضا اور موقع موجود ہونے کے باوجود گناہوں سے بچ رہنے والے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں بڑے محبوب ہیں کہ انہوں نے اللہ عزوجل کی رضا کیلئے اپنی کمزوری کا مقابلہ کیا اور اپنی خواہشات کو پس پشت ڈالا۔ ترغیب کیلئے ایک ایسے ہی متقی بزرگ کا واقعہ پیش خدمت ہے۔



بصرہ میں ایک بزرگ مسکی یعنی ”مشک کی خوشبو میں بسا ہوا“ کے نام سے مشہور تھے، کسی نے بیا ضوار اس خوشبو سے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا ”میں کوئی خوشبو نہیں لگاتا، میرا قصہ بڑا عجیب ہے، میں بغداد میں مطلقاً کارہنے والا ہوں، جوانی میں بہت حسین و جمیل تھا اور صاحب شرم و حیا بھی۔ ایک کپڑے والے کی دوکان پر میں نے ملازمت اختیار کی، ایک روز ایک بڑھیا آئی اور اس نے کچھ قیمتی کپڑے نکلوائے اور دوکاندار سے کہا میں ان کپڑوں کو گھر لے جانا چاہتی ہوں، اس نو جوان کو میرے ساتھ بھیج دیں، جو کپڑے پسند آئیں گے وہ رکھ لیں گے پھر ان کی قیمت اور بقیہ کپڑے اس نو جوان کے ہاتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ مالک دوکان کے کہنے پر میں بڑھیا کے ساتھ ہو لیا۔ وہ مجھے ایک عا لیشان کوٹھی پر لے آئی اور مجھے ایک کمرے میں بٹھا دیا۔ کچھ دیر بعد ایک نو جوان عورت کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا، پھر میرے قریب بیٹھ گئی، میں گھبرا کر نگاہیں نیچی کئے فوراً وہاں سے ہٹ گیا مگر اس پر شہوت سوار تھی وہ میرے پیچھے پڑ گئی، میں نے بہت کہا کہ اللہ عز و جل سے ڈر، وہ ہمیں دیکھ رہا ہے لیکن وہ میرے ساتھ منہ کالا کرنے پر مہمزم تھی۔ میرے ذہن میں اس گناہ سے بچنے کی ایک تجویز آئی تو میں نے اس سے کہا: مجھے بیٹا اٹھلا جانے دو، اس نے اجازت دے دی۔ میں نے بیٹا اٹھلا میں جا کر دل مضبوط کر کے وہاں کی نجاست اپنے ہاتھ منہ اور کپڑوں پر مل لی، اب جوں ہی باہر آیا تو میری عشتہ گھبرا کر بھاگی اور کوٹھی میں ”پاگل، پاگل“ کا شور مچا۔ میں نے وہاں سے بھاگ کر ایک باغ میں پناہ لی، غسل کیا اور کپڑے پاک کر کے وہاں سے چل دیا۔ رات جب میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ کوئی آیا ہے اور میرے چہرے اور لباس پر اپنا ہاتھ پھیر رہا ہے اور کہہ رہا ہے: مجھے جانتے ہو میں کون ہوں؟ سنو! میں جبرائیل علیہ السلام ہوں۔ جب میری آنکھ کھلی تو میرے سارے بدن اور لباس میں خوشبو آ رہی تھی جو آج تک قائم ہے اور یہ سب حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے ہاتھ کی برکت ہے۔ (روض الریاحین بالحکایۃ السامعۃ عشرۃ بعد الاربع مائۃ، ص ۳۳۴-۳۳۵)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً
عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ٣٩

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی

رضامندی کا ہوا اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔

ترجمہ: کذا یعرفان۔ اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ البتہ یہ (ہو) کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔

﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾: باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ۔ نکاح کے ذریعے نفس میں تصرف کی وضاحت کے بعد اب مال میں تصرف کا شرعی طریقہ بیان کیا جا رہا ہے، اس آیت میں باطل طریقے سے مراد وہ طریقہ ہے جس سے مال حاصل کرنا شریعت نے حرام قرار دیا ہے جیسے سود، چوری، اور جوئے کے ذریعے مال حاصل کرنا، جھوٹی قسم، جھوٹی وکالت، خیانت اور غصب کے ذریعے مال حاصل کرنا اور گانے بجانے کی اجرت یہ سب باطل طریقے میں داخل اور حرام ہے۔ یونہی اپنا مال باطل طریقے سے کھانا یعنی گناہ و نافرمانی میں خرچ کرنا بھی اس میں داخل ہے۔

(بخاری، النساء، تحت الآية: ۲۹، ۱/۳۷۰)

اسی طرح رشوت کا لین دین کرنا، ڈنڈی مار کر سودا بیچنا، ملاوٹ والا مال فروخت کرنا، قرض دبا لینا، ڈاکہ زنی، بختہ خوری اور پرچیاں بھیج کر ہراساں کر کے مال وصول کرنا بھی اس میں شامل ہے۔



حرام کمانا اور کھانا اللہ عز و جل کی بارگاہ میں سخت ناپسندیدہ ہے اور احادیث میں اس کی بڑی سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے ۱۴ احادیث درج ذیل ہیں:

(۱)..... حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو بندہ مال حرام حاصل کرتا ہے، اگر اُس کو صدقہ کرے تو مقبول نہیں اور خرچ کرے تو اُس کے لیے اُس میں برکت نہیں اور اپنے بعد چھوڑ کر مرے تو جہنم میں جانے کا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ برائی سے برائی کو نہیں مٹاتا، ہاں نیکی سے برائی کو مٹا دیتا ہے۔ بے شک خبیث کو خبیث نہیں مٹاتا۔“

(مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۲/۳۳، الحدیث: ۳۶۷۲)

(۲)..... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اُس جسم پر جنت حرام فرمادی ہے جو حرام غذا سے پلا بڑھا ہو۔

(کنز العمال، کتاب البیوع، قسم الاقوائ، ۸/۲، الجزء الرابع، الحدیث: ۹۲۵۷)

(3)..... تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: ”اے سعد! اپنی غذا پاک کر لو! مستحباب اللہ غوات ہو جاؤ گے، اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! بندہ حرام کا لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس کے 40 دن کے عمل قبول نہیں ہوتے اور جس بندے کا گوشت حرام سے پلا بڑھا ہو اس کے لئے آگ زیادہ بہتر ہے۔ (معجم الاوسط، من اسمہ محمد، ۳۴/۵، الحدیث: ۶۴۹۵)

(4)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال بڑا گندہ اور بدن غبار آلود ہے اور وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر یارب! یارب! پکار رہا ہے حالانکہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، اور غذا حرام ہو پھر اس کی دعا کیسے قبول ہوگی۔

(مسلم، کتاب الرکاة، باب قبول الصدقة من الکسب الطوب ونزہتها، ص ۵۰۶، الحدیث: ۱۰۱۵۶)

﴿إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾: مگر یہ کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔ یعنی باہمی رضامندی سے جو تجارت کرو وہ تمہارے لئے حلال ہے۔ باہمی رضامندی کی قید سے معلوم ہوا کہ خرید و فروخت کی وہ تمام صورتیں جن میں فریقین کی رضامندی نہ ہو درست نہیں جیسے اکثر ضبط شدہ چیزوں کی نیلامی خریدنا کہ اس میں مالک راضی نہیں ہوتا یونہی کسی کی دکان، مکان زمین یا جائیداد پر جبری قبضہ کر لینا حرام ہے۔ یاد رہے کہ مال کا مالک بننے کے تجارت کے علاوہ اور بھی بہت سے جائز اسباب ہیں جیسے تحفے کی صورت میں، وصیت یا وراثت میں مال حاصل ہو تو یہ بھی جائز مال ہے۔ تجارت کا بطور خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ یہ مالک بننے کی اختیاری صورت ہے۔



احادیث میں تجارت کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 4 احادیث درج ذیل ہیں۔

(1)..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”سچا اور امانت دار تاجر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔“

(ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی التجرار وتسمیة البیعی صلی اللہ علیہ وسلم ایہم، ۵/۳، الحدیث: ۱۲۱۲)

(2)..... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”پاکیزہ کمائی ان تاجروں کی ہے جو گفتگو کے وقت جھوٹ نہیں بولتے، وعدہ کریں تو خلاف ورزی نہیں کرتے، جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہیں کرتے، جب کوئی چیز خریدیں تو اس کی برائی بیان نہیں کرتے اور جب کچھ

بچیں تو اس کی تعریف نہیں کرتے، جب ان پر کسی کا آتا ہو تو دینے میں پس و پیش نہیں کرتے اور جب انہوں نے کسی سے لینا ہو تو اس پر تنگی نہیں کرتے۔
(در مشورۃ النساء، تحت الآية ۲۹، ۴۹۵/۲)

(3)..... حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
”قیمت کے دن تاجر فاسق اٹھائے جائیں گے سوائے اس تاجر کے جو اللہ عزوجل سے ڈرے، بھدکی کرے اور سچ بولے۔“
(ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی النحر و تسمیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، یاہم، ۵/۳، الحدیث: ۱۲۱۴)

(4)..... حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا جس کے پاس اس کی روح قبض کرنے فرشتہ آیا تو اس سے کہا گیا کیا تو نے کوئی نیکی کی ہے؟ وہ بولا، میں نہیں جانتا۔ اس سے کہا گیا غور تو کر۔ کہنے لگا اس کے سوا کچھ اور نہیں جانتا کہ میں دنیا میں لوگوں سے تجارت کرتا تھا اور ان سے (اپنی رقم کا) تقاضا کرتا تو امیر کو مہلت دیتا تھا اور غریب کو معاف کر دیتا تھا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا
”اے فرشتو! اس سے درگزر کرو۔“ (مسند امام احمد، حدیث حذیفہ بن الیمان، ۹/۹۸، الحدیث: ۲۳۴۱۳، مسند، کتاب المساقۃ و المزارعۃ، باب فصل انظار المعسر، ص ۸۴۳، الحدیث: ۲۶ (۱۵۶۰))



اس سے پہلے تجارت کے فضائل بیان کئے گئے اور ذیلی طور میں تجارت کے 14 آداب بیان کئے گئے ہیں جن میں سے اکثر آداب ایسے ہیں جن پر عمل کرنا ہر تاجر کے لئے شرعاً لازم ہے۔

(1).... تاجر کو چاہئے کہ وہ روزانہ صبح کے وقت اچھے ارادے یعنی نیکیوں کے دل میں تازہ کرے کہ بازار اس لئے جاتا ہوں تاکہ حلال کمائی سے اپنے اہل و عیال کی حکم پروری کروں اور وہ مخلوق سے بے نیاز ہو جائیں اور مجھے اتنی فراغت مل جائے کہ میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتا رہوں اور راہِ آخرت پر گامزن رہوں۔ نیز یہ بھی نیت کرے کہ میں مخلوق کے ساتھ شفقت، خلوص اور امانت داری کروں گا، نیکی کا حکم دوں گا، برائی سے منع کروں گا اور خیانت کرنے والے سے باز رہوں گا۔
(2)..... تجارت کرنے والا جعلی اور اصلی نوٹوں کو پہچاننے کا طریقہ سکھے اور نہ خود جعلی نوٹ لے نہ کسی اور کو دے تاکہ مسلمانوں کا حق ضائع نہ ہو۔

(3).... اگر کوئی جعلی نوٹ دے جائے (اور دینے والے کا پتہ نہ چلے) تو وہ کسی اور کو نہیں دینا چاہئے (اور اگر دینے والے کا پتہ چل جائے تو اسے بھی وہ جعلی نوٹ واپس نہیں دینا چاہئے) بلکہ پھاڑ کے پھینک دے تاکہ وہ کسی اور کو دھوکہ نہ دے سکے۔

(4).....اپنے مال کی حد سے زیادہ تعریف نہ کرے کہ یہ جھوٹ اور فریب ہے اور اگر خریدار اس مال کی صفات سے پہلے ہی آگاہ ہو تو اس کی جائز اور صحیح تعریف بھی نہ کرے کہ یہ فضول ہے۔

(5).....عیب دار مال ہی نہ خریدے اگر خریدے تو دل میں یہ عہد کرے کہ میں خریدار کو تمام عیب بتا دوں گا اور اگر کسی نے مجھے دھوکہ دیا تو اس نقصان کو اپنی ذات تک محدود رکھوں گا دوسروں پر نہ ڈالوں گا کیونکہ جب یہ خود دھوکہ باز پر لعنت کر رہا ہے تو اپنی ذات کو دوسروں کی لعنت میں شامل نہیں کرنا چاہئے۔

(6).....اگر اپنے پاس موجود صحیح مال میں کوئی عیب پیدا ہو گیا تو اسے گاہک سے نہ چھپائے ورنہ ظالم اور گناہگار ہوگا۔

(7).....وزن کرنے اور ناپنے میں فریب نہ کرے بلکہ پورا تولے اور پورا ناپے۔

(8).....اصل قیمت کو چھپا کر کسی آدمی کو قیمت میں دھوکہ نہیں دینا چاہئے۔

(9).....بہت زیادہ نفع نہ لے اگرچہ خریدار کسی مجبوری کی وجہ سے اس زیادتی پر راضی ہو۔

(10).....محتاجوں کا مال زیادہ قیمت سے خریدے تاکہ انہیں بھی مسرت نصیب ہو جیسے بیوہ کا سوت اور وہ پھل جو فقراء کے ہاتھ سے واپس آیا ہو کیونکہ اس طرح کی چشم پوشی صدقہ سے بھی زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

(11).....قرض خواہ کے تقاضے سے پہلے اس کا قرض ادا کر دے اور اسے اپنے پاس بلا کر دینے کی بجائے اس کے پاس جا کر دے۔

(12).....جس شخص سے معاملہ کرے، اگر وہ معاملہ کے بعد پریشان ہو تو اس سے معاملہ منسوخ کر دے۔

(13).....دنیا کا بازار اسے آخرت کے بازار سے نہ روکے اور آخرت کا بازار مساجد میں۔

(14).....بازار میں زیادہ دیر رہنے کی کوشش نہ کرے مثلاً سب سے پہلے جائے اور سب کے بعد آئے۔

(کیسیاتے سعادت، رکن دوم در معاملات، اصل سوم آداب کسب، ۱/۳۲۶-۳۴۰، منقطاً)

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ﴾ اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ یعنی ایسے کام کر کے جو دنیا و آخرت میں ہلاکت کا باعث ہوں اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔

(بخاری، النساء، تحت الآية: ۲۹، ۱/۳۷۰)



خود کو ہلاک کرنے کی مختلف صورتیں ہیں، اور ان میں سے 4 صورتیں درج ذیل ہیں:

(1).....مسلمانوں کا ایک دوسرے کو قتل کرنا خود کو ہلاک کرنا ہے کیونکہ احادیث میں مسلمانوں کو ایک جسم کی مانند فرمایا گیا

ہے، جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”تم مسلمانوں کو دیکھو گے کہ وہ ایک دوسرے پر رحم کرنے، دوستی رکھنے اور شفقت کا مظاہرہ کرنے میں ایک جسم کی مانند ہوں گے چنانچہ جسم کے جب کسی بھی حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم جاگنے اور بخار وغیرہ میں اس کا شریک ہوتا ہے۔“

(بخاری، کتاب الادب، باب رحمة الناس والبهائم، ۱۰۲/۴، الحديث: ۶۰۱۱)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”مسلمان (باہم) ایک شخص کی طرح ہیں، اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔“

(مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفهم وتعاضدہم، ص ۱۳۹۶، الحديث: ۶۷ (۲۵۸۶))

جب مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں تو ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا ایسا ہی جیسے اس نے خود کو قتل کیا۔
(۲)..... ایسا کام کرنا جس کی سزا میں اسے قتل کر دیا جائے جیسے کسی مسلمان کو قتل کرنا، شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرنا یا مؤثر نہ ہونا بھی خود کو ہلاک کرنے کی صورتیں ہیں۔ یاد رہے کہ زنا کرنا اور کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے، زنا کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَ إِذَا كَانَ فَاِجْشًا وَسَاءَ
سَبِيلًا ۝ (بنی اسرائیل، ۳۷)
توجہ لکنا العرفان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ
بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔

اور کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والے کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَدًّا فَحَزَّ آؤُهُ جَهَنَّمَ
حَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ
وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ۝ (النساء، ۹۳)
توجہ لکنا العرفان: اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دے
تو اس کا بدلہ جہنم ہے عرصہ دراز تک اس میں رہے گا اور اللہ نے اس
پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور مؤثر نہ ہونے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يُزَيِّدْكُمْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهِ فَيَسُتْ وَهُوَ كَافِرٌ
فَاُولٰٓئِكَ سَمِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
وَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُونَ ۝ (بقرہ، ۲۱۷)
توجہ لکنا العرفان: اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد
ہو جائے پھر کافر بن کر جائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا و
آخرت میں برباد ہو گئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں
بیشد ہیں گے۔

(3)۔۔۔ خود کو ہلاک کرنے کی تیسری صورت خودکشی کرنا ہے۔ خودکشی بھی حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے اپنا گلا گھونٹا تو وہ جہنم کی آگ میں اپنا گلا گھونٹتا رہے گا اور جس نے خود کو نیزہ مارا وہ جہنم کی آگ میں خود کو نیزہ مارتا رہے گا۔“

(بعلاری، کتاب الحائز، باب ما جاء فی قاتل النفس، ۴/۴۶۰، الحديث: ۱۳۶۵)

ان ہی سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو پہاڑ سے گر کر خودکشی کرے گا وہ ناردوزخ میں ہمیشہ گرتا رہے گا اور جو شخص زہر کھا کر خودکشی کرے گا وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ زہر کھاتا رہے گا۔ جس نے لوہے کے ہتھیار سے خودکشی کی تو دوزخ کی آگ میں وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اس سے اپنے آپ کو ہمیشہ زخمی کرتا رہے گا۔“ (بعلاری، کتاب الطب، باب شرب السم والنواء بہ، الخ، ۴/۴۳، الحديث: ۵۷۷۸)

(4)۔۔۔ ایسا کام کرنا جس کے نتیجے میں کام کرنے والا دنیا یا آخرت میں ہلاکت میں پڑ جائے جیسے بھوک ہڑتال کرنا یا باطل طریقے سے مال کھانا وغیرہ۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے غزوہ ذات السلاسل کے وقت ایک سردرات میں احتلام ہو گیا، مجھے غسل کرنے کی صورت میں (سردی سے) ہلاک ہونے کا خوف لاحق ہوا تو میں نے تیمم کر لیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ لی۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اے عمرو! رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھ لی کہ تم جنبی تھے۔ میں نے غسل نہ کرنے کا عذر بیان کیا اور عرض کی: میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝
توجہ! کذا یعرفان اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو، بیشک اللہ تم پر

مہربان ہے۔

یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسکرا دیے اور کچھ نہ فرمایا۔

(ابو داؤد، کتاب الطہارۃ، باب اذا عاف الحب البرد، الخ، ۱/۵۳، الحديث: ۳۳۴)

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا ۖ وَكَانَ ذَلِكَ
عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝

ترجیہ کنزالایمان: اور جو ظلم زیادتی سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

ترجیہ کنزالایمان: اور جو ظلم زیادتی سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

﴿وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدُوًّا ظُلْمًا﴾ اور جو ظلم زیادتی سے ایسا کرے گا۔ ﴿یہاں ظلم و زیادتی کی قید اس لئے لگائی کہ جن صورتوں میں مومن کا قتل جائز ہے اس صورت میں قتل کرنا جرم نہیں جیسے مؤثرہ کو سزا میں یا قاتل کو قصاص میں یا شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے میں یا ڈاکو کو مقابلے یا سزا میں یا باغیوں کو لڑائی میں قتل کرنا یہ سب حکومت کیلئے جائز ہے بلکہ حکومت کو اس کا حکم ہے۔ قتل کے بارے میں مزید تفصیل سورہ مائدہ کی متعدد آیات کے تحت آئے گی۔

إِنْ تَجْتَنِبُوا كِبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ
وَنُدْخِلَكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا ۝۲۱

ترجیہ کنزالایمان: اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

ترجیہ کنزالایمان: اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے دوسرے گناہ بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كِبَآئِرَ﴾ اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو۔ ﴿اس سے پہلی آیات میں بعض کبیرہ گناہ کرنے پر وعید بیان کی گئی اور اس آیت میں کبیرہ گناہوں سے بچنے پر (صغیرہ گناہ بخشے اور عزت کی جگہ داخل کرنے کا) وعدہ ذکر کیا گیا ہے۔
(البحر المحیط، النساء، تحت الآية: ۳۰، ۳/۲۴۳)

ترجمہ: اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔

کبیرہ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ گناہ جس کا مؤثر کتب قرآن و سنت میں بیان کی گئی کسی خاص سخت وعید کا مستحق ہو۔

(الزواجر، مقدمة فی تعریف الکبیرة، ۱۲/۱)

کبیرہ گناہوں کی تعداد مختلف بیان کی گئی ہے چنانچہ 7، 10، 17، 40 اور 700 تک بیان کی گئی ہے۔



(1)..... حضرت ابو ثعلبہ خنسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں لہذا تم انہیں ہرگز ضائع نہ کرو، کچھ چیزیں حرام کی ہیں انہیں ہرگز ہلکانہ جانو، کچھ حدیں قائم کی ہیں تم ہرگز ان سے تجاوز نہ کرو، اور اس نے تم پر رحمت فرماتے ہوئے جان بوجھ کر کچھ چیزوں کے متعلق کچھ نہیں فرمایا تو ان کی جستجو نہ کرو۔“
(دار قطنی، کتاب الرضا، ۲۱۷/۴، الحدیث: ۴۳۵۰)

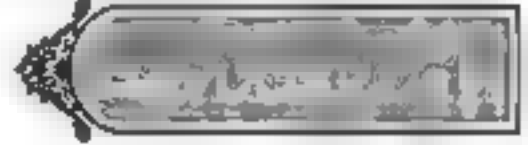
(2)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے، جب وہ اس گناہ سے باز آ جاتا ہے اور توبہ واستغفار کر لیتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ پھر گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھتا ہے یہاں تک کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔“
(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة ويل للمطعمین، ۲۲۰/۵، الحدیث: ۳۳۴۵)

(3)..... حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ”اے گنہ گار! تو گناہ کے انجام بد سے کیوں بے خوف ہے؟ حالانکہ گناہ کی طلب میں رہنا گناہ کرنے سے بھی بڑا گناہ ہے، تیرا دائیں، بائیں جانب کے فرشتوں سے حیا نہ کرنا اور گنہ پر قائم رہنا بھی بہت بڑا گناہ ہے یعنی توبہ کئے بغیر تیرا گناہ پر قائم رہنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے، تیرا گناہ کر لینے پر خوش ہونا اور قہقہہ لگانا اس سے بھی بڑا گناہ ہے حالانکہ تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ کیا سلوک فرمانے والا ہے، اور تیرا گناہ میں ناکامی پر غمگین ہونا اس سے بھی بڑا گناہ ہے، گناہ کرتے ہوئے تیز ہوا سے دروازے کا پردہ اٹھ جائے تو تو ڈر جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی اس نظر سے نہیں ڈرتا جو وہ تجھ پر رکھتا ہے تیرا یہ عمل اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔“
(الزواجر، مقدمة فی تعریف الکبیرۃ، ۲۷/۱)



بڑے بڑے کبیرہ گناہوں کے بارے میں مشہور حدیث یہ ہے: حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا عا لیشان ہے: ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑے گناہ یہ ہوں گے: (۱) اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کرنا۔ (۲) مسلمان کو ناحق قتل کرنا۔ (۳) جنگ کے دن راہ خدا

غزوہ جہل میں جہاد سے فرار ہونا۔ (4) والدین کی نافرمانی کرنا۔ (5) پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ (6) جادو سیکھنا۔ (7) سود کھانا اور (8) یتیم کا مال کھانا۔ (منن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الفرائض، باب کیف فرض الصلوة، ۱/۴۹، الحدیث: ۷۲۵۵)



یہاں مسلمانوں کے فائدے کیلئے ہم چالیس گناہوں کی ایک فہرست بیان کرتے ہیں جن میں اکثر کبیرہ ہیں تاکہ کم از کم یہ تو علم ہو کہ یہ گناہ ہیں اور ہمیں ان سے بچنا ہے۔ (1) اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ٹھہرانا۔ (2) ریا کاری۔ (3) کینہ۔ (4) حسد۔ (5) تکبر۔ (6) اور خود پسندی میں مبتلا ہونا۔ (7) تکبر کی وجہ سے مخلوق کو حقیر جاننا۔ (8) بدگمانی کرنا۔ (9) دھوکہ دینا۔ (10) لالچ۔ (11) حرص۔ (12) تنگدستی کی وجہ سے فقراء کا مذاق اڑانا۔ (13) تقدیر پر ناراض ہونا۔ (14) گناہ پر خوش ہونا۔ (15) گناہ پر اصرار کرنا۔ (16) نیکی کرنے پر تعریف کا طلبگار ہونا۔ (17) حیض والی عورت سے محبت کرنا۔ (18) جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا۔ (19) صف کو سیدھا نہ کرنا۔ (20) نماز میں امام سے سبقت کرنا۔ (21) زکوٰۃ ادا نہ کرنا۔ (22) رمضان کا کوئی روزہ چھوڑ دینا۔ (23) قدرت کے باوجود جح نہ کرنا۔ (24) ریشمی لباس پہننا۔ (25) مرد و عورت کا ایک دوسرے سے مشابہت اختیار کرنا۔ (26) عورتوں کا باریک لباس پہننا۔ (27) اتر کر چلنا۔ (28) مصیبت کے وقت چہرہ نوچنا، تھپڑ مارنا یا گریبان چاک کرنا۔ (29) مقرض کو بلا وجہ تنگ کرنا۔ (30) سود لینا دینا۔ (31) حرام ذرائع سے روزی کمانا۔ (32) ذخیرہ اندوزی۔ (33) شراب پینا، چونا، بیچنا۔ (34) ناپ تول میں کمی کرنا۔ (35) یتیم کا مال کھانا۔ (36) گناہ کے کام میں مال خرچ کرنا۔ (37) مشترکہ کاروبار میں ایک شریک کا دوسرے سے خیانت کرنا۔ (38) غیر کے مال پر ظلماً قابض ہو جانا۔ (39) اجرت دینے میں تاخیر کرنا۔ (40) اور امانت میں خیانت کرنا۔ یہ چند باطنی اور ظاہری گناہ ذکر کئے ہیں، ان سب گناہوں کی معلومات حاصل کرنا اور ان کے احکام سیکھنا ضروری ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو ان گناہوں کی تعریفیں تک یاد نہیں کہ یہ ہوتے کیا ہیں؟^(۱)

﴿لَا تَزِرُ وَازِرَتُكَ مِنْ وِزْرِكَ﴾ ہم تم سے دوسرے گناہ مٹا دیں گے۔ ﴿ارشاد فرمایا کہ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے اور اس کے ساتھ دیگر عبادات بجالاتے رہو گے تو ہم تمہارے دوسرے صغیرہ گناہوں کو اپنے فضل سے معاف فرما دیں گے۔

① کبیرہ گناہوں سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ”جہنم میں لے جانے والے اعمال“ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کرنا بہت مفید ہے۔

دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ یعنی جنت میں داخل کریں گے۔ یاد رہے کہ یہ معاملہ بھی اللہ عز و جل کی مشیت اور مرضی پر ہے۔ یہ بیان صغیرہ گناہوں کے متعلق ہے، کبیرہ گناہ تو بہ ہی سے معاف ہوتے ہیں، البتہ حج مقبول پر بھی یہ بشارت ہے۔ اس کی مزید تحقیق کیلئے قذافی رضویہ شریف کی چوبیسویں جلد میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نہایت تحقیقی کتاب ”اعجاب الامداد فی مکفیرات حقوق العباد“ (بندوں کے حقوق کے معاف کروانے کے طریقے) کا مطالعہ فرمائیں۔^(۱)

وَلَا تَسْتَوُوا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَتَبْنَا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَتَبْنَا ۚ وَسَأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿۳۲﴾

توجہ کنزالایمان: اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر بڑائی دی مردوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ اور اللہ سے اس کا فضل مانگو بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

توجہ کنزالعرفان: اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے، اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ بیشک اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔

﴿وَلَا تَسْتَوُوا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ﴾: اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے بڑائی دی۔ جب ایک انسان دوسرے کے پاس کوئی ایسی نعمت دیکھتا ہے جو اس کے پاس نہیں تو اس کا دل ثلوث میں مبتلا ہو جاتا ہے ایسی صورت میں اس کی حالت دو طرح کی ہوتی ہے (۱) وہ انسان یہ تمنا کرتا ہے کہ یہ نعمت دوسرے سے چھین جائے اور مجھے حاصل ہو جائے۔ یہ حسد ہے اور حسد مذموم اور حرام ہے۔ (۲) دوسرے سے نعمت چھین جانے کی تمنا نہ ہو بلکہ یہ آرزو ہو کہ اس جیسی مجھے

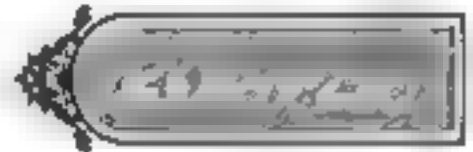
۱ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ کتاب تسہیل و تخریج کے ساتھ ہم ”حقوق العباد کیسے معاف ہوں؟“ مکتبہ المدینہ نے بھی شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، وہاں سے خرید کر اس کا مطالعہ فرمائیں۔

بھی مل جائے، اسے غبطہ کہتے ہیں یہ مذموم نہیں۔

(تفسیر کبیر، النساء، تحت الآية: ۳۲، ۶۵/۴)

لہذا اللہ تعالیٰ نے جس بندے کو دین یا دنیا کی چھت سے جو نعمت عطا کی اسے اس پر راضی رہنا چاہئے۔ شان نزول: جب آیت میراث میں ”لِلَّذِیْکُمْ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِیَّیْنِ“ والا حصہ نازل ہوا اور میت کے ترکہ میں مرد کا حصہ عورت سے دگنا مقرر کیا گیا تو مردوں نے کہا کہ ہمیں اُمید ہے کہ آخرت میں نیکیوں کا ثواب بھی ہمیں عورتوں سے دگنا ملے گا اور عورتوں نے کہا کہ ہمیں اُمید ہے کہ گناہ کا عذاب ہمیں مردوں سے آدھا ہوگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو جو فضیلت دی وہ عین حکمت ہے بندے کو چاہئے کہ وہ اس کی قضا پر راضی رہے۔

(بخاری، النساء، تحت الآية: ۳۲، ۳۷۲/۱)



دل کے صبر و قرار کا نسخہ ہی اللہ عز و جل کی رضا پر راضی رہنا ہے ورنہ دنیا میں کوئی شخص کسی نعمت کی انتہاء کو نہیں پہنچا ہوا اور اگر بالفرض کوئی پہنچا بھی ہو تو کسی دوسری نعمت میں ضرور کم تر ہوگا تو اگر دل کو انہی آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز بنا کر رکھا تو ہزاروں نعمتوں کا مالک ہو کر بھی دل کو قرار نہیں مل سکتا، جیسے ایک آدمی ایک ارب روپے کا مالک ہے لیکن خوبصورت نہیں تو اگر وہ خوبصورتی کی تمنا کرتا رہے گا تو جینا دو بھر ہو جائے گا اور اگر ایک آدمی خوبصورت ہے لیکن جیب میں پیسہ نہیں اور وہ پیسے کو روتا رہے گا تو بھی بے قرار رہے گا اور جس کے پاس پیسہ اور خوبصورتی کچھ نہ ہو لیکن وہ کہے کہ میں اللہ عز و جل کی رضا پر راضی ہوں اور پھر وہ صبر کر کے آخرت کے ثواب کو پیش نظر رکھے تو یقیناً ایسا آدمی دل کا سکون پالے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، سرکارِ عالی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر ابنِ آدم کے پاس مال کی دو وادیاں بھی ہوں تو وہ یہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس تیسری وادی بھی ہو اور اس کا پیٹ تو مٹی ہی بھر سکتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا جو توبہ کرے۔

(بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یضی من حیل الحال، ۲۲۸/۴، الحدیث: ۶۴۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اور جو تم سے اوپر ہو اسے نہ دیکھو، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اپنے اوپر نعمت کو حقیر جانو۔ (مسلم، کتاب الزہد والرقائق، ص ۱۵۸۴، الحدیث: ۲۹۶۳)

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا: مردوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے۔﴾ میاں بیوی میں سے ہر ایک کو اس کے اپنے نیک اعمال کی جزا ملے گی، دونوں کا نیک اور پرہیزگار ہونا انہیں اعمال سے بے نیاز نہ کرے گا۔

شان نزول: اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا کہ ہم بھی اگر مرد ہوتے تو جہاد کرتے اور مردوں کی طرح جان فدا کرنے کا ثواب عظیم پاتے۔
(جلائیں، النساء، تحت الآية: ۳۲، ص ۲۷)

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور انہیں تسکین دی گئی کہ مرد جہاد سے ثواب حاصل کر سکتے ہیں تو عورتیں شوہروں کی فرمانبرداری اور پاکدامنی سے ثواب حاصل کر سکتی ہیں۔

﴿وَسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ﴾ اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ ﴿سُبْحَانَ اللَّهِ﴾ دلوں کے قرار کا کتنا پیارا بیان فرمایا کہ اللہ عزوجل سے اس کا فضل مانگو کہ حقیقت میں سب سے بڑی چیز اللہ کریم کا فضل و کرم ہے۔ اعمال میں کسی کو دوسرے سے لاکھ گنا زیادہ بھی ثواب ملتا ہو لیکن اس کے باوجود وہ اللہ عزوجل کے فضل ہی کا محتاج ہے کیونکہ اس کا جنت میں داخلہ تو اللہ عزوجل کے فضل ہی سے ہوگا۔ بغیر فضل کے اپنے عمل سے کوئی جنت میں نہیں جائے گا لہذا اللہ عزوجل سے اس کا فضل مانگنا چاہیے۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ
أَيْمَانُكُمْ فَأَتَوْهُمْ نَصِيْبُهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝۳۳

توجہ کننا ایمان: اور ہم نے سب کے لئے مال کے مستحق بنادے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ اور قرابت والے اور وہ جن سے تمہارا حلف بندہ چکا نہیں ان کا حصہ دو، بیشک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

توجہ کننا عرفان: اور ماں باپ اور رشتے دار جو کچھ مال چھوڑیں ہم نے سب کے لئے (اُس مال میں) مستحق بنادے ہیں اور جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے انہیں ان کا حصہ دو۔ بیشک اللہ ہر شے پر گواہ ہے۔

﴿وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ اور جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے۔ ﴿اس سے عقد مؤالات مراد ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایسا شخص جس کا نسب محمول ہو وہ دوسرے سے یہ کہے کہ تو میرا مولیٰ ہے میں مر جاؤں تو تو میرا وارث ہوگا اور میں کوئی جرم کروں تو تجھے دیت دینی ہوگی۔ دوسرا کہے: میں نے قبول کیا۔ اس صورت میں یہ عقد صحیح ہو جاتا ہے اور قبول کرنے والا وارث بن جاتا ہے اور دیت بھی اُس پر آ جاتی ہے اور دوسرا بھی اسی کی طرح سے مجہول النسب ہو اور ایسا

عی کہے اور یہ بھی قبول کر لے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کا وارث اور اس کی یمت کا ذمہ دار ہوگا۔ یہ عقد ثابت ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے قائل ہیں۔
(مبارک، النساء، تحت الآية: ۳۳، ص ۲۲۵)

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا
أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ۚ فَالْصَّالِحَاتُ قَنِيطٌ ۖ حَفِظْنَ لِغَيْبِ بِيَمَا حَفِظَ

اللَّهُ ۚ وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي
الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ ۚ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ۚ
إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا كَبِيرًا ﴿۲۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو بیشک اللہ بلند بڑا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: مرد عورتوں پر نگہبان ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو نیک عورتیں (شوہروں کی) اطاعت کرنے والی (اور) ان کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت و توفیق سے حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور (نہ سمجھنے کی صورت میں) ان سے اپنے بستر الگ کر لو اور (پھر نہ سمجھنے پر) انہیں مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو (اب) ان پر (زیادتی کرنے کا) راستہ تلاش نہ کرو۔ بیشک اللہ بہت بلند، بہت بڑا ہے۔

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾: مرد عورتوں پر نگہبان ہیں۔ عورت کی ضروریات، اس کی حفاظت، اسے ادب

سکھانے اور دیگر کئی امور میں مرد کو عورت پر تسلط حاصل ہے گویا کہ عورت رعایا اور مرد بادشاہ، اس لئے عورت پر مرد کی اطاعت لازم ہے، اس سے ایک بات یہ واضح ہوئی کہ میاں بیوی کے حقوق ایک جیسے نہیں بلکہ مرد کے حقوق عورت سے زیادہ ہیں اور ایسا ہونا عورت کے ساتھ نا انصافی یا ظلم نہیں بلکہ عین انصاف اور حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے۔ شان نزول: حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی حبیبہ کو کسی خطا پر ایک طمانچہ مارا جس سے ان کے چہرے پر نشان پڑ گیا، یہ اپنے والد کے ساتھ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے شوہر کی شکایت کرنے حاضر ہوئیں۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قصاص لینے کا حکم فرمایا، تب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قصاص لینے سے منع فرمادیا۔

(بخاری، النساء، تحت الآية: ۳۴، ۳۳۵/۱)

لیکن یہ یاد رہے کہ عورت کو ایسا مارنا جائز ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا زَوَاجَكُمْ إِذَا رَأَيْتُمْ بُرُءًا بَيْنَ يَكُمُ الْوِلَاةَ وَالْوِلَاةَ﴾ اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔ مرد کو عورت پر جو حکمرانی عطا ہوئی اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت بخشی ہے۔



مرد کے عورت سے افضل ہونے کی وجوہات کثیر ہیں، ان سب کا حاصل دو چیزیں ہیں علم اور قدرت۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرد عقل اور علم میں عورت سے فائق ہوتے ہیں، اگرچہ بعض جگہ عورتیں بڑھ جاتی ہیں لیکن مجموعی طور پر ابھی بھی پوری دنیا پر نگاہ ڈالیں تو عقل کے امور مردوں ہی کے سپرد ہوتے ہیں۔ یونہی مشکل ترین اعمال سرانجام دینے پر انہیں قدرت حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ مرد عقل و دانائی اور قوت میں عورتوں سے فوقیت رکھتے ہیں۔ مزید یہ کہ جتنے بھی انبیاء، خلفاء اور ائمہ ہوئے سب مرد ہی تھے۔ گھڑ سواری، تیر اندازی اور جہاد مرد کرتے ہیں۔ امامت کبریٰ یعنی حکومت و سلطنت اور امامت صغریٰ یعنی نماز کی امامت یونہی اذان، خطبہ، حدود و قصاص میں گواہی بالاتفاق مردوں کے ذمہ ہے۔ نکاح، طلاق، رجوع اور بیک وقت ایک سے زائد شادیاں کرنے کا حق مرد کے پاس ہے اور نسب مردوں ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں، یہ سب قرآن مرد کے عورت سے افضل ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ مردوں کی عورتوں پر حکمرانی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد عورتوں پر مہر اور نان نفقہ کی صورت میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اس لئے ان پر حاکم ہیں۔ خیال رہے کہ مجموعی طور پر جنس مرد جنس عورت سے افضل ہے نہ کہ ہر مرد ہر عورت سے افضل۔ بعض عورتیں علم و دانائی میں کئی مردوں سے زیادہ ہیں جیسے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ہم جیسے لاکھوں مردان کے فطین کی خاک کے برابر بھی نہیں۔ یونہی صحابیہ عورتیں غیر صحابی بڑے بڑے بزرگوں سے افضل ہیں۔

﴿فَالصِّرَافُ﴾: نیک عورتیں۔ نیک اور پارسا عورتوں کے اوصاف بیان فرمائے جا رہے ہیں کہ جب ان کے شوہر موجود ہوں تو ان کی اطاعت کرتی اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں مصروف رہتی اور شوہر کی نافرمانی سے بچتی ہیں اور جب موجود نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے مال اور عزت کی حفاظت کرتی ہیں۔



کثیر احادیث میں نیک اور پارسا بیویوں کے اوصاف اور ان کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 2 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)..... حضرت ابوامامہ زوجہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”تقویٰ کے بعد مومن کے لئے نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ اگر وہ اُسے حکم دے تو وہ اطاعت کرے اور اگر اسے دیکھے تو خوش کر دے اور اس پر قسم کھا بیٹھے تو قسم بھی کر دے اور کہیں چلا جائے تو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں بھلائی کرے۔“

(ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب فصل النساء، ۴۱۴/۲، الحدیث: ۱۸۵۷)

(2)..... حضرت عبداللہ بن عباس زوجہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جسے چار چیزیں ملیں اسے دنیا و آخرت کی بھلائی ملی۔ (1) شکر گزار دل۔ (2) یاد خدا کرنے والی زبان۔ (3) مصیبت پر صبر کرنے والا بدن (4) ایسی بیوی کہ اپنے نفس اور شوہر کے مال میں گناہ کی مٹلاشی (یعنی اس میں خیانت

کرنے والی) نہ ہو۔“ (معجم الکبیر، طلق بن حبيب عن ابن عباس، ۱۰۹/۱۱، الحدیث: ۱۱۲۷۵)



نکاح کے لئے عورت کے انتخاب کے وقت اس کی دینداری دیکھ لی جائے اور دین والی ہی کو ترجیح دی جائے۔ جو لوگ عورت کا صرف حسن یا مالدار یا عزت و منصب پیش نظر رکھتے ہیں وہ اس حدیث پر غور کر لیں، حضرت انس زوجہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو کسی عورت سے اس کی عزت کے سبب نکاح کرے، اللہ عز و جل اس کی ذلت میں زیادتی کرے گا اور جو کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی فتاحی ہی بڑھائے گا اور جو اس کے حسب (خاندانی مرتبے) کے سبب نکاح کرے گا تو اللہ عز و جل اس کے کمینہ پن میں زیادتی کرے گا۔“

(معجم الاوسط، من اسمہ ابراہیم، ۱۸/۲، الحدیث: ۲۳۴۲)

﴿وَالَّذِينَ خَافُونَ نُشُوزَهُنَّ﴾ اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں ڈر ہو۔ اس آیت میں نافرمان عورت کی اصلاح کا طریقہ بڑے احسن پیرائے میں بیان فرمایا گیا ہے۔



سب سے پہلے نافرمان بیوی کو اپنی اطاعت کے فوائد اور نافرمانی کے نقصانات بتاؤ نیز قرآن وحدیث میں اس تعلق سے منقول فضائل اور وعیدیں بتا کر سمجھاؤ، اگر اس کے بعد بھی نہ مانیں تو ان سے اپنے بستر الگ کر لو پھر بھی نہ مانیں تو مناسب انداز میں انہیں مارو۔ اس مار سے مراد ہے کہ ہاتھ یا مسواک جیسی چیز سے چہرے اور نازک اعضاء کے علاوہ دیگر بدن پر ایک دو ضربیں لگا دے۔ وہ مار مراد نہیں جو ہمارے ہاں جاہلوں میں رائج ہے کہ چہرے اور سارے بدن پر مارتے ہیں، ہتکوں، گھونسوں اور لاتوں سے پیٹتے ہیں، ڈنڈا یا جو کچھ ہاتھ میں آئے اس سے مارتے اور لہو لہان کر دیتے ہیں یہ سب حرام و ناجائز، گناہ کبیرہ اور پرلے درجے کی جہالت اور کمینگی ہے۔



عورت اور مرد دونوں کو چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ رکھیں، اس سلسلے میں 5 احادیث درج ذیل ہیں:

(۱)..... حضرت عمرو بن احوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”میں تمہیں عورتوں کے حق میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں، وہ تمہارے پاس مقتید ہیں، تم ان کی کسی چیز کے مالک نہیں ہو البتہ یہ کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کی مُردیکب ہوں، اگر وہ ایسا کریں تو انہیں بستروں میں علیحدہ چھوڑ دو، (اگر نہ مانیں تو) ہلکی مار مارو، پس اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ تمہارے عورتوں پر اور عورتوں کے تمہارے ذمہ کچھ حقوق ہیں۔ تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو تمہارے ناپسندیدہ لوگوں سے پامال نہ کرائیں اور ایسے لوگوں کو تمہارے گھروں میں نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو۔ تمہارے ذمے ان کا حق یہ ہے کہ ان سے بھلائی کرو، عمدہ لباس اور اچھی غذا دو۔ (ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها، ۳۸۷/۲، الحدیث: ۱۱۶۶)

(۲)..... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جب عورت اپنے شوہر کو دنیا میں ایذا دیتی ہے تو حورِ عین کہتی ہیں خذ لغزوہ جہنم تجھے قتل کرے، اسے ایذا نہ دے، یہ تو تیرے پاس مہمان ہے، عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آ جائے گا۔ (ترمذی، کتاب الرضاع، باب ۱۹، ج ۲، ۳۹۲/۲، الحدیث: ۱۱۶۷)

(3)۔ اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ زوجہ رسول اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، سرکارِ عالمی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو عورت اس حال میں مری کہ اس کا شوہر اس پر راضی تھا وہ جنت میں داخل ہوگی۔“

(ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة، ۳۸۶/۲، الحدیث: ۱۱۶۴)

(4)۔۔۔۔۔ حضرت ابو ہریرہ زوجہ رسول اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، سرکارِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”میں تمہیں عورتوں کے بارے میں بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں تم میری اس وصیت کو قبول کرو۔ وہ پہلی سے پیدا کی گئیں اور پسلیوں میں سے زیادہ ٹیڑھی اور پروالی ہے۔ اگر تو اسے سیدھا کرنے چلے تو توڑ دے گا اور اگر وہیسی ہی رہے دے تو ٹیڑھی باقی رہے گی۔“

(بخاری، کتاب النکاح، باب الوصیۃ بالنساء، ۴۵۷/۳، الحدیث: ۵۱۸۵)

(5)۔۔۔۔۔ حضرت ابو ہریرہ زوجہ رسول اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”عورت پہلی سے پیدا کی گئی وہ تیرے لئے کبھی سیدھی نہیں ہو سکتی اگر تو اسے برتنا چاہے تو اسی حالت میں برت سکتا ہے اور سیدھا کرنا چاہے گا تو توڑ دے گا اور توڑنا طلاق دینا ہے۔“ (مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، ص ۷۷۵، الحدیث: ۶۱ (۱۴۶۸))

﴿وَإِنْ أَطَعْتُمْ بَعْرًا﴾: پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں۔ یعنی جب گناہ کے بعد توبہ کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرما لیتا ہے تو تمہیں بھی چاہئے کہ تمہاری زیر دست عورت جب قصور کرنے کے بعد معافی طلب کرے اور نافرمانی چھوڑ کر اطاعت گزار بن جائے تو اس کی معذرت قبول کر لو اور توبہ کے بعد اسے تنگ نہ کرو۔



اس آیت سے اُن لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو عورت کے ہزار بار معذرت کرنے، گڑگڑا کر پاؤں پڑنے، طرح طرح کے واسطے دینے کے باوجود اپنی ناک نیچی نہیں کرتے اور صنفِ نازک کو مشقِ ستم بنا کر اپنی بزدلی کو بہادری سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بہادروں کو عاجزی اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِمَا وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا
إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ﴿٢٥﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک بیچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک بیچ

عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا، بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

توجیہ کنواہد فان: اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک مُنصف مرد کے گھر والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک مُنصف عورت کے گھر والوں کی طرف سے (بھیجو) یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان اتفاق پیدا کر دے گا۔ بیشک اللہ خوب جاننے والا، خبردار ہے۔

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا: اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو۔﴾ جب بیوی کو سمجھانے، الگ رکھنے اور مارنے کے باوجود اصلاح کی صورت نہ بن رہی ہو تو نہ مرد طلاق دینے میں جلدی کرے، نہ عورت خلع کے مطالبے پر اصرار کرے بلکہ دونوں کے خاندان کے خاص قریبی رشتہ داروں میں سے ایک ایک شخص کو مُنصف مقرر کر لیا جائے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ چونکہ رشتے دار ایک دوسرے کے خانگی معاملات سے واقف ہوتے ہیں، فریقین کو ان پر اطمینان ہوتا ہے اور ان سے اپنے دل کی بات کہنے میں کوئی جھجک بھی نہیں ہوتی، یہ منصف مناسب طریقے سے ان کے مسئلے کا حل نکال لیں گے اور اگر منصف، میاں بیوی میں صلح کروانے کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین اتفاق پیدا کر دے گا اس لئے حجتی المقدور صلح کے ذریعے اس معاملے کو حل کیا جائے لیکن یہ یاد رکھیں کہ انہیں میاں بیوی میں جدائی کروادینے کا اختیار نہیں یعنی یہ جدائی کا فیصلہ کریں تو شرعاً ان میں جدائی ہو جائے، ایسا نہیں ہو سکتا۔

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي
الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ
وَالصَّاحِبِ بِالْجَنُبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ
لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴿۱۹﴾

توجیہ کنواہد ایمان: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں

اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے بیشک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔

توجہ! کذا العرفان: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور قریب کے پڑوسی اور دور کے پڑوسی اور پاس بیٹھنے والے ساتھی اور مسافر اور اپنے غلام لونڈیوں (کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔) بیشک اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو متکبر، فخر کرنے والا ہو۔

﴿وَاَعْبُدُوا اللَّهَ﴾ اور اللہ کی عبادت کرو۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے حقوق کی تعظیم دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرایا جائے اور بندوں کے آپس میں حقوق یہ ہیں:

۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳

(۱)..... والدین کے ساتھ احسان کرنا ان کے ساتھ احسان یہ ہے کہ والدین کا ادب اور اطاعت کرے، نافرمانی سے بچے، ہر وقت ان کی خدمت کے لئے تیار رہے اور ان پر خرچ کرنے میں بقدر توفیق و استطاعت کمی نہ کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مردہ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: اُس کی ناک خاک آلود ہو۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، کون؟ ارشاد فرمایا: جس نے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے میں پایا اور جنت میں داخل نہ ہوا۔

(مسلم، کتاب البر والصلة والاداب، باب رغم من ادرك ابويه او احدهما عند الكبر الخ، ص ۱۳۸۱، الحديث: ۲۵۵۱) (۲)..... رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا: ان سے حسن سلوک یہ ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے اور قطع تعلقی سے بچے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس کی عمر لمبی ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ (بخاری، کتاب البيوع، باب من احب البسط في الرزق، ۱۰/۲، الحديث: ۲۰۶۷)

حضرت جُمَہر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مردہ کا بدو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”رشتہ کاٹنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔“

(مسلم، کتاب البر والصلة والاداب، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها، ص ۱۳۸۳، الحديث: ۲۵۵۶)

صلہ رحمی کا مطلب بیان کرتے ہوئے صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: صلہ رحم کے معنی رشتہ کو جوڑنا ہے، یعنی رشتہ والوں کے ساتھ نیکی اور سلوک کرنا، ساری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ صلہ رحم واجب ہے اور قطع رحم (یعنی رشتہ کاٹنا) حرام ہے۔ (بہار شریعت، حصہ شانزدہم، سلوک کرنے کا بیان، ۵۵۸/۳)

(4,3)..... یتیموں اور محتاجوں سے حسن سلوک کرنا: یتیم کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ ان کی پرورش کرے، ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص یتیم کی کفالت کرے میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ کیا۔ (بخاری، کتاب الطلاق، باب النعان، ۴۹۷/۳، الحدیث: ۵۳۰۴)

اور مسکین سے حسن سلوک یہ ہے کہ ان کی امداد کرے اور انہیں خالی ہاتھ نہ لوٹائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیوہ اور مسکین کی امداد و خبر گیری کرنے والا راہ خدا عزوجل میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ (بخاری، کتاب النفقات، باب فصل النفقة علی الاہل، ۵۱۱/۳، الحدیث: ۵۳۵۳)

(5)..... ہمسائیوں سے حسن سلوک کرنا: قریب کے ہمسائے سے مراد وہ ہے جس کا گھر اپنے گھر سے ملا ہوا ہو اور دور کے ہمسائے سے مراد وہ ہے جو محلہ دار تو ہو مگر اس کا گھر اپنے گھر سے ملے ہو نہ ہو یا جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی وہ قریب کا ہمسایہ ہے اور وہ جو صرف پڑوسی ہو، رشتہ دار نہ ہو وہ دور کا ہمسایہ یا جو پڑوسی بھی ہو اور مسلمان بھی وہ قریب کا ہمسایہ اور وہ جو صرف پڑوسی ہو مسلمان نہ ہو وہ دور کا ہمسایہ ہے۔ (تفسیرات احمدیہ، النساء، تحت الآية: ۳۶، ص ۲۷۵)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے متعلق برابر وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ پڑوسی کو وارث بنادیں گے۔ (بخاری، کتاب الادب، باب الوصایا بالجار، ۱۰۴/۴، الحدیث: ۶۰۱۴)

(6)..... پاس بیٹھنے والوں سے حسن سلوک کرنا: اس سے مراد بیوی ہے یا وہ جو صحبت میں رہے جیسے رشتہ سفر، ساتھ پڑھنے والا یا مجلس و مسجد میں برابر بیٹھے حتیٰ کہ لہو بھر کے لئے بھی جو پاس بیٹھے اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم ہے۔

(7)..... مسافر کے ساتھ حسن سلوک کرنا: اس میں مہمان بھی داخل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کا اکرام کرے۔ (مسلم، کتاب الايمان، باب الحث علی اکرام الحار۔ الخ، ص ۴۳، الحديث: ۷۴ (۴۷))

(۸) ... لوٹھی غلام کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ ان سے حسن سلوک یہ ہے کہ انہیں اُن کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے، سخت کلامی نہ کرے اور کھانا کپڑا وغیرہ بقدر ضرورت دے۔ حدیث میں ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غلام تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کیا ہے، تو جو تم کھاتے ہو اس میں سے انہیں کھلاؤ، جو لباس تم پہنتے ہو، ویسا ہی انہیں پہناؤ، اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالو اور اگر ایسا ہو تو تم بھی ساتھ میں ان کی مدد کرو۔ (مسلم، کتاب، باب اطعام المسکوک مما یاکل الخ، ص ۹۰۶، الحديث: ۳۸ (۱۶۶۱))

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾: چمک اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو تکبر، فخر کرنے والا ہو۔ کسی کو خود سے حقیر سمجھنا اور حق بات قبول نہ کرنا تکبر ہے، یہ انتہائی مذموم وصف اور کبیرہ گناہ ہے، حدیث میں ہے قیامت کے دن تکبرین کو انسانی شکلوں میں جونیوں کی مانند اٹھایا جائے گا، ہر جانب سے ان پر ذلت طاری ہوگی، انہیں جہنم کے "ہولس" نامی قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا اور بہت بڑی آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لے کر ان پر غالب آ جائے گی، انہیں "طینۃ النہال" یعنی جہنیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔^(۱) (ترمذی، کتاب صفة القيامة، ۴۷-باب، ۲۲۱/۴، الحديث: ۲۵۰۰)

الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ
مِنْ فَضْلِهِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کے لئے کہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: وہ لوگ جو خود بخل کرتے ہیں اور دیگر لوگوں کو بخل کا کہتے ہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں (ان کے لئے شدید عید ہے) اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۱ تکبر کی اقسام، ان کے احکام اور اس کے علاج سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب "تکبر" (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کیجئے۔

﴿الَّذِينَ يَبِخَلُونَ: وہ لوگ جو خود بخل کرتے ہیں۔﴾ لغت عرب میں بخل سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل

سے جو مال دیا اس میں سے سائل کو نہ دینا اور بخل کی شرعی تعریف یہ ہے کہ جو چیز ذمہ میں واجب ہو اسے ادا نہ کرنا۔

(بقوی، النساء، تحت الآية: ۳۷، ۳۳۹/۱)

اور صدر الزا فاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: بخل یہ ہے کہ خود کھائے دوسرے

کو نہ دے۔ مگر یہ ہے کہ نہ کھائے نہ کھلائے۔ نکاح یہ ہے کہ خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے، مجاہد یہ ہے کہ آپ نہ

کھائے دوسرے کو کھلائے۔ (عزائم العرفان، النساء، تحت الآية: ۳۷، ص ۱۶۶، ملوک، النساء، تحت الآية: ۳۷، ص ۲۲۷)

یہاں بخل سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تواریخ میں مذکور اوصاف بیان کرنے میں

بخل کرنا اور اس کا حکم دینا۔ شان نزول: یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو تواریخ میں مذکور سید المرسلین

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے میں بخل کرتے اور چھپاتے تھے۔ (بخاری، النساء، تحت الآية: ۳۷، ۳۷۹/۱)

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مال خرچ کرنے میں بخل کرنا ہے۔ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآية: ۳۷، ۷۸/۴)

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

”دو خصلتیں کسی مومن میں جمع نہیں ہو سکتیں، بخل اور بد خصلتی۔“

(ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی البخل، ۳۸۷/۳، الحديث: ۱۹۶۹)

تہمید: اس سے موجودہ زمانے کے ان علماء کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ خود بھی بیان نہیں کرتے اور بیان کرنے والوں کو بھی طرح طرح کے حیلے بہانے کر کے روکنے کی

کوشش کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

ذکر رو کے فضل کا نئے نقص کا جو یاں رہے
پھر کہے مَرَدُک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

نوٹ: بخل کے بارے میں کافی تفصیل سورہ آل عمران آیت ۱۸۰ میں گزر چکی ہے۔

﴿وَيَكْتُمُونَ مَا أَنشَأَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں۔﴾ اللہ عز و جل

جو نعمت عطا فرمائے اسے اچھی نیت کے ساتھ موقع محل کی مناسبت سے حکمت کو سامنے رکھتے ہوئے ظاہر کرنا چاہیے۔

حضرت ابوالاحوص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میرے والدہ اکندہ بال اور ناپسندیدہ بھتیجی میں سرکار عالی وقار صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تیرے پاس مال

نہیں؟ عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، مجھے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کا مال عطا فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے کو جب کوئی نعمت عطا فرمائے تو اس کا اثر بندے پر دیکھنا پسند فرماتا ہے۔

(مسند امام احمد، مسند المکی، حدیث مالک بن فضالہ ابی الاحوص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۳۸۴/۵، الحدیث: ۱۵۸۹۲)

مسئلہ: اللہ عزوجل کی نعمت کا اظہار اخلاص کے ساتھ ہو تو یہ بھی شکر ہے اور اس لئے آدمی کو اپنی حیثیت کے لائق جائز لباسوں میں بہتر پہننا مستحب ہے۔

وَالَّذِينَ يُتَفَقُّونَ أَمْوَالَهُمْ رِيَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا
بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ﴿۳۸﴾

توجہ کتنا ایمان: اور وہ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کو خرچتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اللہ اور نہ قیامت پر، اور جس کا مصاحب شیطان ہو تو کتنا برا مصاحب ہے۔

توجہ کتنا عرفان: اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی آخرت کے دن پر (تو ان کے لئے شدید عید ہے۔) اور جس کا ساتھی شیطان بن جائے تو کتنا برا ساتھی ہو گیا۔

﴿وَالَّذِينَ يُتَفَقُّونَ أَمْوَالَهُمْ رِيَاءَ النَّاسِ﴾ اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ بخل کی برائی بیان فرمانے کے بعد اب ان لوگوں کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ جو محض دکھاوے اور شہرت کے لئے مال خرچ کرتے ہیں اور اللہ عزوجل کی رضا کا حصول ان کا مقصد نہیں ہوتا۔ یہ بھی اسی حکم میں داخل ہیں جو اوپر گزرا۔

اَلَّذِي يَتَّبِعُكَ مِنْ تَحْتِ الْبُرْجَانِ

اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہئے کہ جو نیک کاموں میں لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں لیکن مقصد صرف واہ واہ کروانا ہوتا ہے، بکثرت خیرات کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ شرط رکھتے ہیں کہ اخبار میں خبر اور تصویر ضرور آنی چاہیے، اسی طرح شادیوں کی فضول رسومات میں لاکھوں روپے اڑا دینے والے بھی عبرت حاصل کریں جو صرف اس لئے رسمیں کرتے ہیں کہ اگر یہ رسمیں بھرپور انداز میں نہ کی گئیں تو لوگ کیا کہیں گے، فلاں نے اتنا خرچ کیا تھا، میں کیوں پیچھے رہوں

وغیرہ۔ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”مجھے تم پر سب سے زیادہ شربِ اصغر یعنی دکھاوے میں مبتلا ہونے کا خوف ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو ان کے حساب کے وقت ارشاد فرمائے گا کہ ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کے لئے دنیا میں تم دکھاوا کرتے تھے اور دیکھو کہ کیا تم ان کے پاس کوئی جزا پاتے ہو؟ (مسند امام احمد، حلیث محمود بن لبید رضی اللہ عنہ، ۱۶۱/۹، الحدیث: ۲۳۶۹۷)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”بے شک جہنم میں ایک دادی ہے جس سے جہنم روزانہ چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ دادی اُمتِ محمدیہ کے ان ریاکاروں کے لئے تیار کی ہے جو قرآن پاک کے حافظ، راہِ خدا میں صدقہ کرنے والے، اللہ تعالیٰ کے گھر کے حاجی اور راہِ خدا عزوجل میں نکلنے والے ہوں گے (لیکن یہ سارے کام صرف ریاکاری کیلئے کر رہے ہوں گے۔)“ (۱)

(معجم الکبیر، الحسن بن ابی عباس، ۱۳۶/۱۲، الحدیث: ۱۲۸۰۳)

﴿وَمَنْ يَتَّبِعِ الشَّيْطَانَ فَهُوَ كَافِرٌ﴾ اور جس کا ساتھی شیطان بن جائے۔ دنیا میں شیطان کا ساتھی اس طرح ہوگا کہ وہ شیطانی کام کر کے اسے خوش کرے کیونکہ جو شیطان کو خوش کرتا ہے شیطان اس کے ساتھ رہتا ہے حتیٰ کہ کھانے پینے، رات بسر کرنے اور دیگر کئی معاملات میں شریک ہو جاتا ہے اسی لئے یہ حکم ہے کہ ہر جائز کام بِسْمِ اللہ پڑھ کر شروع کیا جائے تاکہ شیطان کے لئے روک ہو اور آخرت میں شیطان کا ساتھی ہونا یوں ہوگا کہ وہ ایک شیطان کے ساتھ آتش زنجیر میں جکڑا ہوگا۔

(عازن، النساء، تحت الآية: ۳۸، ۳۷۹/۱)

یہ وعید خاص گناہوں کے ذریعے شیطان کا ساتھی بننے والے کے بارے میں ہے اور جس کا ساتھی شیطان ہو وہ اپنے انجام پر خود ہی غور کر لے کہ کیسا ہوگا۔



شیطان مختلف انداز سے انسان کو بہکانے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت و فرمانبرداری کرنے سے روکتا ہے جیسے شیطان پہلے انسان کو اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت سے روکتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ انسان کو شیطان سے محفوظ کر لیتا ہے تو انسان شیطان کو یہ کہہ کر دور کر دیتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت کی بہت سخت ضرورت ہے کیونکہ مجھے اس دایرہ فانی سے آخرت کے لئے توشہ اور زادِ راہ تیار کرنا بہت ضروری ہے کہ اس کے بغیر آخرت کا سفر ممکن نہیں۔

۱ ریاکاری کے بارے میں مفید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ”ریا کاری“ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ کیجئے۔

جب انسان شیطان کے اس مکر سے بچ جاتا ہے تو شیطان اسے اس طرح بہکانے اور گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ اسے عبادت کرنے میں کاٹلی اور سستی کا حکم دیتا ہے اور کہتا ہے کہ آج رہنے دو کل کر لینا۔ اگر اللہ تعالیٰ انسان کو اس سے بھی محفوظ کر لیتا ہے تو وہ شیطان کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیتا ہے کہ میری موت میرے قبضے میں نہیں، نیز اگر میں آج کا کام کل پر چھوڑوں گا تو کل کا کام کس دن کروں گا کیونکہ ہر دن کے لئے ایک کام ہے۔

جب شیطان اس حیلے سے بھی ناامید ہو جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے انسان! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت جلدی جلدی کرو تا کہ فلاں فلاں کام کے لئے فارغ ہو سکو۔ اگر اللہ تعالیٰ انسان کو اس حیلے سے بھی بچالے تو انسان شیطان کو یہ کہہ کر دفع کر دیتا ہے کہ تھوڑی اور کامل عبادت زیادہ مگر ناقص عبادت سے کہیں بہتر ہے۔

اگر شیطان اس حیلے میں بھی ناکام و نامراد ہو جاتا ہے تو وہ انسان کو ریا کاری کے ساتھ عبادت کرنے کی ترغیب دیتا اور اسے ریا کاری میں مبتلا کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس حیلے سے محفوظ ہو گیا تو وہ یہ کہہ کر ریا کاری کے دوسے کو ٹھکرا دیتا ہے کہ میں کسی اور کی نمائش اور دکھاوے کے لئے عبادت کیوں کروں، کیا اللہ تعالیٰ کا دیکھ لینا میرے لئے کافی نہیں۔

جب شیطان اپنے اس ہتھکنڈے سے بھی ناکام ہو جاتا ہے تو وہ انسان کو خود پسندی میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے کتنا عمدہ کام کیا اور تم نے کتنی زیادہ شب بیداری کی۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس بار بھی محفوظ رہا اور خود پسندی میں مبتلا ہونے سے بچ گیا تو وہ شیطان کے اس دوسے کو یہ کہہ کر رد کر دیتا ہے کہ مجھ میں کوئی خوبی اور بزرگی نہیں، یہ تو سب اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے مجھ جیسے گناہگار کو خاص توفیق عطا فرمائی اور یہ بھی اسی کا فضل و کرم ہے کہ اس نے میری حقیر اور ناقص عبادت کو شرف قبولیت عطا فرمایا، اگر اس کا فضل و کرم شامل حال نہ ہوتا تو میرے گناہوں کے مقابلے میں میری ان عبادتوں کی حیثیت ہی کیا تھی۔

جب لعین شیطان ان تمام تدبیروں سے ناکام ہو جاتا ہے تو پھر یہ حربہ استعمال کرتا ہے جو سب سے زیادہ خطرناک ہے اور شیطان کے اس حربے سے بہت عقلمند اور ہوشیار دل شخص کے علاوہ کوئی اور نہیں بچ سکتا، چنانچہ شیطان کہتا ہے کہ اے نیک بخت انسان! تم لوگوں سے چھپ چھپ کر نیکیاں کرنے میں کوشاں ہو اور اللہ تعالیٰ تمہاری ان نیکیوں کو عنقریب تمام لوگوں میں مشہور کر دے گا تو لوگ تمہیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ کہہ کر یاد کیا کریں گے۔ اس طرح شیطان اسے ریا

کاری میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و عنایت سے انسان کو شیطان کے اس حربے سے بھی محفوظ فرمادے تو وہ شیطان کو یہ کہہ کر ذلیل و خوار اور نامراد کر دیتا ہے کہ اے ملعون! ابھی تک تو تو میرے پاس میرے اعمال کو فاسد و بے کار کرنے آیا کرتا تھا اور اب ان اعمال کی اصلاح و درستی کے لئے آتا ہے تاکہ میرے اعمال کو بالکل ختم کر دے، چل دفع ہو جا، میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، وہی میرا آقا و مولیٰ ہے، میں اپنی نیکیوں کی شہرت کا مشتاق اور طلبگار نہیں ہوں، میرا پروردگار چاہے میرے اعمال ظاہر و مشہور کر دے چاہے پوشیدہ رکھے، چاہے مجھے عزت و مرتبہ عطا فرمائے چاہے مجھے ذلیل و رسوا کر دے۔ سب کا سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے میرے اعمال کا اظہار فرمائے یا نہ فرمائے۔ انسانوں کے قبضے میں کوئی چیز نہیں ہے۔

اگر انسان شیطان کے اس وار سے بھی بچ جائے تو وہ انسان کے پاس آ کر کہتا ہے کہ تجھے اعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ انسان کے نیک اور بد ہونے کا فیصلہ تو روز اول میں ہو چکا ہے، اس دن جو برا ہو گیا وہ برا ہی رہے گا اور جو اچھا اور نیک ہو گیا وہ نیک ہی رہے گا اس لئے اگر تجھے نیک بخت پیدا کیا گیا ہے تو اعمال کو چھوڑنا تمہارے لئے نقصان دہ نہیں اور اگر تجھے بد بخت و شقی پیدا کیا گیا ہے تو تمہارا عمل تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انسان کو شیطان کے اس وار سے بچالیا تو انسان شیطان مردود سے یوں مخاطب ہوتا ہے کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور بندے کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے آقا و مولیٰ کے احکام بجالائے اور اللہ تعالیٰ سارے جہان کا پروردگار ہے، جو چاہتا ہے حکم کرتا اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یقیناً اعمال میرے لئے فائدہ مند ہیں کسی صورت میں بھی نقصان دہ نہیں ہو سکتے کیونکہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے علم میں نیک بخت ہوں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زیادہ ثواب کا محتاج ہوں اور اگر خدا نخواستہ علم الہی میں میرا نام بد بختوں میں ہے تو بھی عبادت کرنے سے اپنے آپ پر ملامت تو نہیں کروں گا کہ اللہ تعالیٰ مجھے طاعت و عبادت کرنے پر سزا دے گا اور کم از کم اتنا تو ضرور ہے کہ نافرمان ہو کر دوزخ میں جانے سے فرمانبردار ہو کر دوزخ میں جانا بہتر ہے اور پھر یہ کہ سب محض احتمالات ہیں ورنہ اس کا وعدہ بالکل حق ہے اور اس کا فرمان بالکل سچ ہے اور اللہ تعالیٰ نے طاعت و عبادت پر ثواب عطا فرمانے کا بے شمار مقامات پر وعدہ فرمایا ہے تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایمان اور طاعت کے ساتھ حاضر ہو گا وہ ہرگز ہرگز جہنم میں داخل نہ ہو گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے سچے و مقدس وعدے کی وجہ سے جنت میں جائے گا۔

لہذا (اے لوگو!) تم خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ، شیطان کے حیلوں سے ہوشیار رہو، ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے رہو اور شیطان مردود سے اسی کی پناہ مانگتے رہو کیونکہ تمام معاملات اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں اور وہی توفیق عطا فرمانے والا ہے، گناہوں سے بچنے اور طاعت و عبادت کرنے کی طاقت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ملتی ہے۔
(مساج العابدین، العقبۃ الثالثة، العالق الثالث: الشیطان، ص ۶۱-۶۲)

وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوَاصُوبًا لِلَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ
وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ۝

توجہ کنزالایمان: اور ان کا کیا نقصان تھا اگر ایمان لاتے اللہ اور قیامت پر اور اللہ کے دیے میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے اور اللہ ان کو جانتا ہے۔

توجہ کنزالایمان: اور اگر وہ اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے تو ان کا کیا نقصان تھا اور اللہ انہیں جانتا ہے۔

﴿وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ: اور ان کا کیا نقصان تھا۔﴾ ناموری اور دکھاوے کے طور پر مال خرچ کرنے والوں کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ یہ اگر اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر صحیح ایمان لاتے اور اللہ عزوجل کے دیئے ہوئے مال میں سے اس کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کیلئے خرچ کرتے تو اس میں سراسر ان کا نفع ہی تھا۔ معلوم ہوا کہ راہ خدا میں خرچ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کی نیت ہونی چاہئے، بصورت دیگر عمل ضائع ہو جائے گا اور اس پر سزا بھی ملے گی۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يُّضَعِفْهَا وَيُؤْتِ
مِنْ لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

توجہ کنزالایمان: اللہ ایک ذرہ بھر ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دوئی کرتا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے۔

توجہ کنزالعرفان: بیشک اللہ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو وہ اسے کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب عطا فرماتا ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾: بیشک اللہ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں فرماتا۔ ﴿اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی پر ایک ذرے جتنا بھی ظلم فرمائے۔﴾ یہاں یہ بات اس معنی میں ہے کہ اللہ عزوجل کسی کے نیک اعمال بغیر کسی وجہ کے ضائع فرما کر ان کی جزا سے محروم کر دے یا کسی مجرم کو اس کے جرم سے زیادہ سزا دیدے، یہ اس کی شان کے لائق نہیں بلکہ اپنے فضل و رحمت سے نیکی کا ثواب عمل کے مقابلے میں بہت زیادہ عطا فرماتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے مومن نیکی کرتا ہے تو دنیا میں رزق اور آخرت میں جنت کی صورت میں ثواب پاتا ہے اور کافر کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کے بدلے دنیا میں ہی اسے رزق دے دیا جاتا ہے اور قیامت کے دن اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی جس پر اسے کوئی جزا ملے۔“

(مسلم، کتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة... الخ، ص ۱۵۰۸، الحديث: ۵۶ (۲۸۰۸))

فَكَيْفَ إِذَا جُئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۖ

توجہ کنزالایمان: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

توجہ کنزالعرفان: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔

﴿فَكَيْفَ إِذَا جُئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ﴾: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں۔ ﴿اس آیت میں کفار و منافقین اور یہود و نصاریٰ کے لئے شدید وعید ہے کہ جب قیامت کے دن تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے ہر نیک اور بد کے ایمان، کفر، نفاق اور تمام اچھے برے اعمال کی گواہی دیں گے، پھر ان سب پر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بنایا جائے گا تو ان کا انجام کیا ہوگا۔ قیامت کے دن دی جانے والی اس گواہی کی تفصیل سورہ بقرہ کی آیت نمبر 143 کے تحت گزر چکی ہے۔

عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے: میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ مجھے وفات کے بعد نہ اٹھایا جائے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے: کاش! ہم پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتیں: کاش! میں کوئی بھولی بسری چیز ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے: کاش! میں راکھ ہوتا۔ (قوت القلوب، الفصل الثانی والثلاثون، شرح مقام المعوف ووصف العائف، الخ، ۱/۴۵۹-۴۶۰، ملخصاً) یہ کلمات ان ہستیوں کے ہیں جو زبان رسالت سے قطعی جنتی ہونے کی بشارت سے بہرہ مند ہوئے، جبکہ اب کے لوگوں کی حالت یہ ہے کہ عمل نام کی کوئی چیز پہنچ نہیں اور بے حساب مغفرت کا یقین دل میں سجائے بیٹھے ہیں۔ اے کاش! ہمیں بھی حقیقی معنوں میں ایمان پر خاتمے کی فکر، قبر و حشر کے پُر ہول لمحات کی تیاری کی سوچ، عذابِ جہنم سے ڈر اور بچاؤ کا رعب غزو و بجل کا خوف نصیب ہو جائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرَضَىٰ
أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْغَايِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ
تَجِدُوا مَاءً فَتَيَسَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۚ
إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُورًا غَفُورًا ﴿۴۳﴾

توجہ کنز الایمان: اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو اور نہ ناپاکی کی حالت میں بے نہائے مگر مسافری میں اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں سے کوئی قضاے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں کو چھوا اور پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو بیشک اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔

توجہ کنز الایمان: اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک سمجھنے نہ لگو وہ بات جو تم کہو اور نہ

نپاکی کی حالت میں (نماز کے قریب جاؤ) حتیٰ کہ تم غسل کر لو سوائے اس کے کہ تم حالتِ سفر میں ہو (تو تیمم کرلو) اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضاے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کر لیا کرو بیشک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا! اذْكُوا وَابْتَاعُوا﴾ شانِ نزول: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دعوت کی، جس میں کھانے کے بعد شراب پیش کی گئی، بعض حضرات نے شراب پی لی کیونکہ اس وقت تک شراب حرام نہ ہوئی تھی پھر مغرب کی نماز پڑھی، امام نے نشے کی حالت میں سورۃ کافرون کی تلاوت کی اور کلمہ ”لا“ چھوڑ گئے جس سے ”نہ“ کی جگہ ”ہاں“ کا معنی بن گیا۔ اس سے معنی غلط ہو گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع فرما دیا گیا،

(بخاری، النساء، تحت الآية: ۴۳، ۳۸۲/۱)

چنانچہ مسلمانوں نے نماز کے اوقات میں شراب ترک کر دی، اس کے بعد سورۃ مائدہ میں شراب کو بالکل حرام کر دیا گیا۔



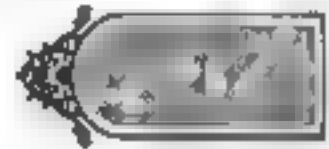
مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ اگر نشے کی حالت میں کوئی شخص کفریہ کلمہ بول دے تو وہ کافر نہیں ہوتا کیونکہ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ میں دونوں جگہ ”لا“ کا ترک کفر ہے کیونکہ اس سے معنی بنے گا کافر! جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو ان کی میں بھی عبادت کرتا ہوں۔ اور یہ کلمہ یقیناً کفریہ ہے لیکن چونکہ یہاں نشے کی حالت تھی اس لئے تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر کفر کا حکم نہ فرمایا بلکہ قرآن پاک میں اُن کو ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا“ سے خطاب فرمایا گیا۔^(۱)

﴿وَلَا جُنُبًا﴾ اور نہ حالتِ جنابت میں۔ ﴿آت﴾ میں پہلا حکم تھا کہ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ جب تم جنابت کی حالت میں ہو تو جب تک غسل نہ کر لو جب تک نماز کے قریب نہ جاؤ یعنی پہلے غسل کرنا فرض ہے۔ ہاں اگر سفر کی حالت میں ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو۔ یہاں سفر کی قید اس لئے ہے کہ پانی نہ ملنا اکثر سفر ہی میں ہوتا ہے ورنہ نہ تو سفر میں تیمم کی کلی اجازت ہے اور نہ تیمم کی اجازت سفر کے ساتھ خاص ہے یعنی اگر سفر میں پانی میسر نہ ہو تو تیمم کی اجازت نہ ہوگی اور یونہی اگر سفر کی حالت نہیں لیکن بیماری وغیرہ ہے جس میں پانی کا استعمال نقصان دہ ہو تو تیمم کی اجازت ہے۔

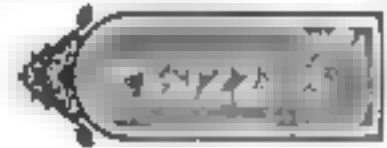
① کفریہ جملوں اور لفاظ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیف ”کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب“ کا مطالعہ ضرور کیجئے۔

﴿وَأَنْ لَّكُمْ مَرْغَبٌ﴾ اور اگر تم بیمار ہو۔ ﴿آیت میں تیسری بات جو ارشاد فرمائی گئی اس میں تیمم کے حکم میں تفصیل بیان کر دی گئی جس میں یہ بھی داخل ہے کہ تیمم کی اجازت جس طرح بے غسل ہونے کی صورت میں ہے اسی طرح بے وضو ہونے کی صورت میں ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو اور تمہیں وضو یا غسل کی حاجت ہے یا تمہیں تکلیف انکسار سے قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آؤ اور تمہیں وضو کی حاجت ہو یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہو اور تم پر غسل فرض ہو گیا ہو تو ان تمام صورتوں میں اگر تم پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو خواہ پانی موجود نہ ہونے کے باعث یا دور ہونے کے سبب یا اس کے حاصل کرنے کا سامان نہ ہونے کے سبب یا سانپ، درندہ، دشمن وغیرہ کے ڈر سے تو تیمم کر سکتے ہو۔ یاد رہے کہ جب عورت کو حیض و نفاس سے فارغ ہونے کے بعد غسل کی حاجت ہو اور اگر اس وقت پانی پر قدرت نہ پائے تو اس صورت میں اسے بھی تیمم کی اجازت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

﴿فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ ﴿آیت کے آخر میں تیمم کرنے کا طریقہ بھی ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ اور چند احکام یہ ہیں:



تیمم کرنے والا پاکی حاصل کرنے کی نیت کرے اور جو چیز مٹی کی جنس سے ہو جیسے گرد، ریت، پتھر، مٹی کا فرش وغیرہ، اس پر دو مرتبہ ہاتھ مارے، ایک مرتبہ ہاتھ مار کر چہرے پر پھیر لے اور دوسری مرتبہ زمین پر ہاتھ پھیر کر کہیں سمیت دونوں ہاتھوں پر پھیر لے۔



(۱).....ایک تیمم سے بہت سے فرائض و نوافل پڑھے جاسکتے ہیں۔

(۲).....تیمم کرنے والے کے پیچھے غسل اور وضو کرنے والے کی اقتدا صحیح ہے۔

نوٹ: تیمم کے بارے میں مزید احکام جاننے کے لئے بہار شریعت، جلد ۱، حصہ نمبر ۲ ”تیمم کا بیان“ مطالعہ فرمائیں۔
آیت مبارکہ کے آخری جز کا شان نزول یہ ہے کہ غزوہ بنی مضر میں جب لشکر اسلام رات کے وقت ایک بیابان میں ٹھہرا جہاں پانی نہ تھا اور صبح وہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ تھا، وہاں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہارگم ہو گیا، اس کی تلاش کے لئے سیدہ و عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں قیام فرمایا، صبح ہوئی تو پانی نہ تھا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔ یہ دیکھ کر حضرت انس بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ”اے آل ابوبکر! یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے یعنی تمہاری برکت سے مسلمانوں کو بہت آسانیاں ہوئیں اور بہت فوائد پہنچے۔ پھر جب اونٹ اٹھایا گیا تو اس کے نیچے ہار مل گیا۔“ (بمعاری، کتاب التیمم، باب التیمم، ۱/۲۳۲، الحدیث: ۳۳۴)

ہار گم ہونے اور رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نہ ملنے میں بہت سی حکمتیں تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہار کی وجہ سے نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وہاں قیام فرمانا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت و مرتبے کو ظاہر کرتا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہار تلاش کرنے میں اس بات کی ہدایت ہے کہ حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کی خدمت مؤمنین کی سعادت ہے، نیز اس واقعے سے تیمم کا حکم بھی معلوم ہو گیا جس سے قیامت تک مسلمان نفع اٹھاتے رہیں گے۔ مَبْحَثَانِ اللہ۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُشْتَرُونَ الضَّلَالَةَ
وَيُرِيدُونَ أَن تَضَلُّوا السَّبِيلَ ۖ

توجہ کنزالایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کو کتاب سے ایک حصہ ملا مگر ای مول لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ سے بہک جاؤ۔

توجہ کنزالعرفان: کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں کتاب سے ایک حصہ ملا کہ وہ مگر ای خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راستے سے بہک جاؤ۔

﴿أَلَمْ تَرَ﴾: کیا تم نے نہ دیکھا۔ ﴿یہاں یہودیوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی تورات ملی جس سے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تو پہچانا لیکن امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جو کچھ تورات میں بیان کیا تھا اس حصہ سے محروم رہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے منکر ہو گئے۔ اس لئے فرمایا کہ انہیں کتاب کا ایک حصہ ملا۔ گویا اللہ عز و جل کی کتاب رکھنے کے باوجود ہدایت کی بجائے گمراہی کے پیروکار ہوئے اور اس کے ساتھ اے مسلمانو! تمہیں بھی گمراہ کرنے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہدایت کا دار و مدار

ہی حضور سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کامل ایمان لانے پر ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَائِكُمْ ۚ وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۚ وَكَفٰی بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝۲۵

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے والی اور اللہ کافی ہے مددگار۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور حفاظت کے لئے اللہ ہی کافی ہے اور اللہ ہی کافی مددگار ہے۔

﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَائِكُمْ﴾ اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے۔ ﴿وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَلِيًّا﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ عز و جل تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اُس نے تمہیں بھی اُن کی عداوت (دشمنی) پر خبردار کر دیا ہے لہذا تمہیں چاہئے کہ اُن دشمنوں سے بچتے رہو۔ یقیناً اللہ عز و جل ہم سے زیادہ ہمارے دشمنوں کو جانتا ہے لہذا جسے وہ دشمن فرما دے وہ یقیناً ہمارا دشمن ہے جیسے شیطان اور کفار و منافقین۔

مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یَحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَۃَ عَنْ مَّوَاضِعِہَا وَیَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَاوَعَصٰیْنَا وَاَسْمَعُ غَیْرَ مُسْمِعٍ وَّارَاعٰی الْیٰسٰ بِاَلْسِنَتِہُمْ وَطَعْنٰ فِی الدِّیْنِ ۚ وَلَوْ اَنَّہُمْ قَالُوْا سَمِعْنَاوَاَطَعْنَا وَاَسْمَعُ وَاَنْظُرْنَا لَکَانَ خَیْرًا لّٰہُمْ وَاَقْوَمَ ۚ وَلٰکِنْ لَّعَنَہُمُ اللّٰهُ بِکُفْرِہِمۡ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝۲۶

ترجمہ کنزالایمان: کچھ یہودی کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنئے آپ سنائے نہ جائیں اور را عنا کہتے ہیں زبانیں پھیر کر اور دین میں طعنہ کے لئے اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور حضور ہم پر نظر فرمائیں تو ان کے لئے بھلائی اور رستی میں زیادہ ہوتا لیکن ان پر تو اللہ نے لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو یقین نہیں رکھتے مگر تھوڑا۔

توجہ لکنا یونان: یہودیوں میں کچھ وہ ہیں جو کلمات کو ان کی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم نے سنا اور مانا نہیں اور آپ سنیں، آپ کو نہ سنایا جائے اور ”راعنا“ کہتے ہیں زبانیں مروڑ کر اور دین میں طعنہ کے لئے، اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو یہ ان کے لئے بہتر اور زیادہ درست ہوتا لیکن ان پر تو اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کر دی تو وہ بہت تھوڑے یقین رکھتے ہیں۔

﴿وَمِنَ الَّذِينَ خَادُوا: یہودیوں میں کچھ وہ ہیں۔﴾ آیت کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہت سے یہودیوں کی خصلت و عادت نہایت ہی بری اور قبیح ہے، ان میں کئی بری عادتیں ہیں: پہلی یہ کہ تو ریت شریف میں اللہ تعالیٰ نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں جو بیان فرمایا ہے، یہودی ان کلمات کو بدل دیتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ جب تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں کچھ حکم فرماتے ہیں تو یہ زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم نے مان لیا لیکن دل سے کہتے ہیں کہ ہم نے قبول نہیں کیا۔ تیسری بات یہ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کئی طرح سے منافقت کرتے ہیں جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایسے جملے بولتے ہیں جن کے دو معنی بنتے ہوں، ایک اچھے اور دوسرے برے۔ اور ان یہودیوں کا طریقہ یہ ہے کہ ظاہر تو اچھے معنی کا تاثر دیتے ہیں لیکن دل میں وہی خبیث معنی مراد لیتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ سنئے اور آپ کو نہ سنایا جائے۔ ”نہ سنایا جائے“ سے ظاہری معنی یہ نکلتا کہ کوئی ناگوار بات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سننے میں نہ آئے اور دوسرا معنی جو وہ مراد لیتے یہ ہوتا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سننا نصیب نہ ہو۔ اور اسی کی دوسری مثال ”راعنا“ کا کلمہ ہے جس کا ظاہری معنی ”ہماری رعایت فرمائیے“ ہے اور یہودی اس کا معنی وہ لیتے جو شانِ مبارک کے لائق نہ ہو حالانکہ اس لفظ کے استعمال سے منع فرما دیا گیا تھا۔ پھر اس کے ساتھی یہودی اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے کہ ہم تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہتے ہیں، اگر آپ نبی ہوتے تو آپ اس کو جان لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اندر کی خباثت کو یہاں ظاہر فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم پر طعن کرنا درحقیقت دینِ اسلام پر طعن کرنا ہے اور یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔ پھر اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ بھی اہلِ ادب کا طریقہ اختیار کرتے اور انہی کی طرح کہتے کہ ”یا رسول اللہ! ہم نے سنا اور دل و جان سے تسلیم کیا، حضور! ہماری بات سنئے اور ہم پر نظرِ کرم فرمائیں“ تو یہ ان کیلئے دنیا و آخرت ہر اعتبار سے بہتر ہوتا۔ لیکن چونکہ یہ ملعون ہیں لہذا انہیں ادب کی توفیق نہیں ہوگی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّن قَبْلُ إِنَّ لَطِيسَ وُجُوهاً فَنَزَدَهَا عَلَىٰ أَذْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ﴿٢٤﴾

توجہ کنزالایمان: اے کتاب والو! ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا تمہارے ساتھ والی کتاب کی تصدیق فرماتا قبل اس کے کہ ہم بگاڑ دیں کچھ منہوں کو تو انہیں پھیر دیں ان کی پیٹھ کی طرف یا انہیں لعنت کریں جیسی لعنت کی ہفتہ والوں پر اور خدا کا حکم ہو کر رہے۔

توجہ کنزالعرفان: اے کتاب والو! جو ہم نے تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرنے والا (قرآن) اتارا ہے اس پر ایمان لے آؤ، اس سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں پھر انہیں ان کی پیٹھ کی صورت پھیر دیں یا ان پر بھی ایسے ہی لعنت کریں جیسے ہفتہ والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم ہو کر ہی رہتا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ﴾ اے کتاب والو! یہاں یہودیوں سے خطاب ہے کہ اے اہل کتاب! ہم نے قرآن اتارا ہے جو تمہارے پاس موجود کتاب یعنی توریت کی تصدیق کرنے والا ہے اس پر ایمان لے آؤ ورنہ ایسا نہ ہو کہ ہم تمہارے چہرے سے آنکھ، ناک، کان، ابرو وغیرہ مٹا کر تمہاری شکلیں بگاڑ دیں اور تمہارے چہرے کو آگے سے بھی ایسی کھال کی طرح کر دیں جیسے سر کا پچھلا حصہ ہوتا ہے کہ اس میں نہ آنکھیں رہیں، نہ ناک نہ وغیرہ اور یا ان یہودیوں پر بھی ہم ایسے ہی لعنت کریں جیسے ہفتہ کے دن نافرمانی کرنے والے یہودی گروہ پر لعنت کی گئی تھی۔ لعنت تو یہودیوں پر ایسی پڑی کہ دنیا انہیں ملعون کہتی ہے۔ اس آیت کے متعلق مفسرین کے چند اقوال ہیں: بعض کہتے ہیں کہ یہ وعید دنیا کے اعتبار سے ہے اور بعض اسے آخرت کے اعتبار سے قرار دیتے ہیں نیز بعض کہتے ہیں کہ لعنت ہو چکی ہے اور وعید واقع ہو گئی ہے اور بعض کہتے ہیں ابھی انتظار ہے۔ بعض کا قول ہے کہ چہرے بگڑنے کی یہ وعید اس صورت میں تھی جبکہ یہودیوں میں سے کوئی ایمان نہ لاتا اور چونکہ بہت سے یہودی ایمان لے آئے اس لئے شرط نہیں پائی گئی اور وعید اٹھ گئی۔

وَمَا يَكْفُرُ بِهِ إِلَّا الْأَعْمَىٰ ۚ وَمِنَ الْأَعْمَىٰ يَاسِينَ ۚ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بہت بڑے یہودی عالم تھے، انہوں نے ملک شام سے واپس آتے ہوئے راستے میں یہ آیت سنی اور اپنے گھر پہنچنے سے پہلے اسلام لا کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نہیں خیال کرتا تھا کہ میں اپنا منہ پیٹھ کی طرف پھر جانے سے پہلے اور چہرے کا نقشہ مٹ جانے سے قبل آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکوں گا یعنی اس خوف سے انہوں نے ایمان لانے میں جلدی کی کیونکہ توریت شریف سے انہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رسول برحق ہونے کا یقینی علم تھا۔

(عزلن، النساء، تحت الآية: ۴۷، ۱/۳۹۰-۳۹۱)

وَمَا يَكْفُرُ بِهِ إِلَّا الْأَعْمَىٰ ۚ وَمِنَ الْأَعْمَىٰ يَاسِينَ ۚ

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو علماء یہود میں بڑی قدر و منزلت رکھتے تھے انہوں نے ایک رات کسی شخص سے یہی آیت سنی تو خوفزدہ ہوئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

(صوح الشام، ذکر فتح مدينة بيت المقدس، ص ۲۳۴-۲۳۵، الجزء الاول)

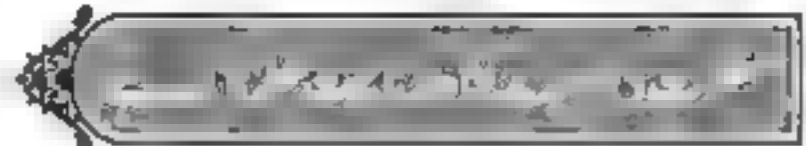
إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ
وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہتا ہے معاف فرمادیتا ہے اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا تو بیشک اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ﴾: بیشک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ ﴿لِمَنْ يَشَاءُ﴾: یہ ہے کہ جو کفر پر مرے اس کی بخشش نہیں ہوگی بلکہ اس کے لئے جہنمی کا عذاب ہے اور جس نے کفر نہ کیا ہو وہ خواہ کتنا ہی

گنہگار اور کبیرہ گناہوں میں ملوث ہو اور بے توبہ بھی مر جائے تب بھی اُس کے لئے جہنم میں ہمیشہ کا داخلہ نہیں ہوگا بلکہ اُس کی مغفرت اللہ عز و جل کی مشیت (یعنی اس کے چاہنے) پر ہے، چاہے تو وہ کریم معاف فرما دے اور چاہے تو اُس بندے کو اس کے گناہوں پر عذاب دینے کے بعد پھر اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرما دے۔ اس آیت میں یہودیوں کو ایمان لانے کی ترغیب ہے۔



یہ یاد رہے کہ کفر کے علاوہ قیامت کے دن ہر گناہ کے بخشے جانے کا امکان ضرور ہے مگر اس امکان کی امید پر گناہوں میں پڑنا بہت خطرناک ہے بلکہ بعض صورتوں میں گناہ کو ہلکا سمجھنے کی صورت میں خود کفر ہو جائے گا۔ کتنا کریم ہے وہ خدا عز و جل جو لاکھوں گناہ کرنے والے بندے کو معافی کی امید دلارہا ہے اور کتنا گھٹیا ہے وہ بندہ جو ایسے کریم کے کرم و رحمت پر دل و جان سے قربان ہو کر اس کی بندگی میں لگنے کی بجائے اس کی نافرمانیوں پر کمر بستہ ہے۔



حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وحشی جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا وہ سلطان دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: مجھے امان دیجئے تاکہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خدا کا کلام سنوں کہ اس میں میری مغفرت اور نجات ہے۔ ارشاد فرمایا: مجھے یہ پسند تھا کہ میری نظر تم پر اس طرح پڑتی کہ تو امان طلب نہ کر رہا ہوتا لیکن اب تو نے امان مانگی ہے تو میں تمہیں امان دیتا ہوں تاکہ تو خدا عز و جل کا کلام سن سکے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ
تَرْجِعُهُمْ كَرُّوا الْعَرْفَانِ: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے۔ (العرفان، ۶۸)

وحشی نے کہا میں شرک میں مبتلا رہا ہوں اور میں نے ناحق خون بھی کیا ہے اور زنا کا بھی مرتکب ہوا ہوں کیا ان گناہوں کے ہوتے حق تعالیٰ مجھے بخش دے گا؟ اس پر سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی اور کوئی کلام نہ فرمایا، پھر یہ آیت نازل ہوئی:

ترجمہ کنزالعرفان: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا

(الفرقان: ۷۰) کام کرے۔

وحشی نے کہا: اس آیت میں شرط کی گئی ہے کہ گناہوں سے مغفرت اسے حاصل ہوگی جو توبہ کر لے اور نیک عمل کرے، جبکہ میں نیک عمل نہ کر سکا تو میرا کیا ہوگا؟ تب یہ آیت تلاوت فرمائی:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک اللہ سے نہیں بخشا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے۔

اب وحشی نے کہا: اس آیت میں مغفرت مشیبت الہی کے ساتھ وابستہ ہے، ممکن ہے میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کے ساتھ حق تعالیٰ کی مشیت مغفرت وابستہ نہ ہو، اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ

ترجمہ کنزالعرفان: تم فرماؤ اے میرے وہ بند و جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نا، مید نہ ہو۔

یہ آیت سن کر وحشی نے کہا اب میں کوئی قید اور شرط نہیں دیکھا اور اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

(مدارج النبوة، قسم سوم، باب عقیقہ: ذکر سان عقیقہ وفتح مکہ، ۳۰۲/۲)

مدارج کے علاوہ بقیہ کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ یہ عرض معروض نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں نہ ہوئی بلکہ دوسرے ذریعے سے ہوئی۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْكُونَ أَنْفُسَهُمْ ۖ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝۳۹

ترجمہ کنزالایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو خود اپنی ستھرائی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ستھرا کرے اور ان پر ظلم نہ ہوگا دانہ خرما کے ڈورے برابر۔

ترجمہ کنزالعرفان: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو خود اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے پاکیزہ

بنادیتا ہے۔ اور ان پر مجبور کے اندر کی جھل کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

﴿الَّذِينَ يُدْخِلُونَ أَنْفُسَهُمْ: جو خود اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔﴾ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنے آپ کو اللہ عزوجل کا بیٹا اور اس کا پیارا بناتے تھے اور کہتے تھے کہ یہود و نصاریٰ کے سوا کوئی جنت میں نہ داخل ہوگا اور یوں اپنی تعریف آپ کرتے تھے اور وہ بھی جھوٹی۔



اس آیت کریمہ میں خود پسندی کی مذمت کا بیان ہے۔ خود پسندی یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے دینی یا دنیاوی کوئی نعمت عطا کی ہو وہ یہ تصور کرے کہ اس نعمت کا ملنا میری ذاتی کاوش کا نتیجہ ہے اور اس پر ناز کرنے لگے۔

(کیمیاء سعادت، رکن سوز مہلکات، اہل بھم، حقیقت عجب و ادلال، ۷۲۵/۲)

خود پسندی ایک مذموم باطنی مرض ہے اور فی زمانہ مسلمانوں کی اکثریت اس میں جتنا نظر آتی ہے۔ اپنے علم و عمل پر ناز کرنا، کثرت عبادت پر اترا نا، عزت، منصب اور دولت پر نازاں ہونا، فنی مہارت پر کسی کی انگشت نمائی برداشت نہ کر سکرنا، کسی اور کو خاطر میں ہی نہ لانا بہت عام ہے۔ ایسے حضرات کو چاہئے کہ ان روایات کا بغور مطالعہ کریں:

(۱)..... رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے کسی نیک عمل پر اپنی تعریف کی تو اس کا شکر ضائع

ہوا اور عمل برباد ہو گیا۔ (کبیر العمال، کتاب الاملاق، قسم الاقوال، المحب، ۲۰۶/۲، الجزء الثالث، الحديث: ۷۶۷۴)

(۲)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، سرکار عالی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: ”تین چیزیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں، (۱) لالچ جس کی اطاعت کی جائے (۲) خواہش جس کی پیروی کی جائے

(۳) بندے کا اپنے عمل کو پسند کرنا یعنی خود پسندی۔ (معجم الاوسط، من اسمہ محمد، ۲۱۲/۴، الحديث: ۵۷۵۴)

(۳)..... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے سراقہ! کیا میں تمہیں جنتی اور جہنمی لوگوں کے بارے

میں نہ بتاؤں؟ عرض کی یا رسول اللہ! ضرور بتائیے۔ ارشاد فرمایا: ”ہر سختی کرنے والا، اتر کر چلنے والا، اپنی بڑائی چاہنے والا

جہنمی ہے جبکہ کمزور اور مغلوب لوگ جنتی ہیں۔ (معجم الکبیر، علی بن رباح عن سراقہ بن مالک، ۱۲۹/۷، الحديث: ۶۵۸۹)

أَنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۖ وَكَفَىٰ بِهِ إِثْمًا مُّبِينًا ۝

دیکھو کیسا اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور یہ کافی ہے صریح گناہ۔

ترجمہ کنزالایمان:

توجہ کنزالعرفان: دیکھو یہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھ رہے ہیں اور کھلے گناہ کے لئے یہی جھوٹ کافی ہے۔

﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ : دیکھو یہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھ رہے ہیں۔ ﴾ جو لوگ اپنے آپ کو بے گناہ اور مقبول بارگاہ بتاتے ہیں حالانکہ وہ ایسے نہیں ہیں ان کے بارے میں فرمایا کہ دیکھو کہ یہ کیسے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اَوْثَرُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ
وَيَقُولُوْنَ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰؤُلَاءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝۵۱
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيْرًا ۝۵۲

توجہ کنزالایمان: کیا تم نے وہ نہ دیکھے جنہیں کتاب کا ایک حصہ طواغیت لاتے ہیں بت اور شیطان پر اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں سے زیادہ راہ پر ہیں۔ یہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جسے خدا لعنت کرے تو ہرگز اس کا کوئی یار نہ پائے گا۔

توجہ کنزالعرفان: کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ طواغیت اور شیطان پر ایمان لاتے ہیں اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ (مشرک) مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کر دے تو ہرگز تم اس کے لئے کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اَوْثَرُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ : کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ طواغیت کعب بن اشرف اور اس کے ساتھ مزید ستر یہودی مشرکین مکہ کے پاس پہنچے اور انہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ قریش بولے کہ ہمیں خطرہ ہے کہ تم بھی کتابی ہو اور ان سے قریب تر ہو۔ اگر ہم نے ان سے جنگ کی اور تم ان سے مل گئے تو ہم کیا کریں گے؟ اگر ہمیں اطمینان دلانا ہو تو ہمارے بتوں کو سجدہ کرو، ان بد نصیبوں نے سجدہ کر لیا۔ ابوسفیان نے کہا کہ بتاؤ ہم ٹھیک راستہ پر ہیں یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)؟ کعب بن اشرف نے کہا کہ تم ٹھیک راہ پر ہو۔ اس پر یہ آیت اتری۔ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآیۃ: ۵۱، ۱۰۱/۴، عازن، النساء، تحت الآیۃ: ۵۱، ۳۹۲/۱، ملفظاً)

اور اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی کہ انہوں نے حضور تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت میں مشرکین کے بتوں تک کو پوجا۔



اس آیت میں ”طاغوت“ کا لفظ آیا ہے۔ یہ ”طغی“ سے بنا ہے جس کا معنی ہے ”سرکشی“۔ جو رب غرورِ جَل سے سرکش ہو اور دوسروں کو سرکش بنائے وہ طاغوت ہے خواہ شیطان ہو یا انسان۔ قرآن کریم نے سردارانِ کفر کو بھی طاغوت کہا ہے۔ چونکہ طاغوت کے لفظ میں سرکشی کا مادہ موجود ہے اس لئے مقررینِ بارگاہِ الہی کیلئے یہ لفظ ہرگز استعمال نہیں ہو سکتا بلکہ جو ان کیلئے یہ لفظ استعمال کرے وہ خود ”طاغوت“ ہے۔

أَمَلَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذَا لَا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ۝۵۲

ترجمہ کنزالایمان: کیا ملک میں ان کا کچھ حصہ ہے ایسا ہوتا تو لوگوں کو بتل بھرنہ دیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: کیا ان کے لئے سلطنت کا کچھ حصہ ہے؟ ایسا ہوتا تو یہ لوگوں کو بتل برابر بھی کوئی شے نہ دیتے۔

﴿أَمَلَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ﴾: کیا ان کے لئے سلطنت کا کچھ حصہ ہے؟ یہودی کہتے تھے کہ ہم ملک اور نبوت کے زیادہ حق دار ہیں تو ہم کیسے عربوں کی اتباع کریں؟ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس دعوے کو جھٹلادیا کہ اُن کا ملک میں کیسے حصہ ہے یعنی کوئی حصہ نہیں ہے اور اگر بالفرض ان کا سلطنت میں کچھ حصہ ہوتا تو ان کا بخل اس درجہ کا ہے کہ یہ لوگوں کو بتل برابر بھی کوئی شے نہ دیتے۔

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ
إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا ۝۵۳

ترجمہ کنزالایمان: یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو ہم نے ابراہیم کی اولاد کو

کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بڑا ملک دیا۔

ترجمہ کنزالعرفان: بلکہ یہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے پس بیشک ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بہت بڑی سلطنت دی۔

﴿أَمْرِ يَحْذَرُونَ النَّاسَ﴾: بلکہ یہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں۔ ﴿اس آیت میں یہودیوں کے اصل مرض کو بیان فرمایا کہ حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو نبوت عطا فرمائی اور ان کے ساتھ ان کے غلاموں کو جو نصرت، غلبہ، عزت وغیرہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان پر یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اہل ایمان سے حسد کرتے ہیں حالانکہ یہودیوں کا یہ فعل مراسر جہالت و حماقت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر فضل فرمایا تھا کہ کسی کو کتاب عطا فرمائی، کسی کو نبوت اور کسی کو حکومت اور کسی کو اکٹھی کئی چیزیں جیسے حضرت یوسف، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کو نوازا تو پھر اگر اللہ عزوجل اپنے حبیب، امام الانبیاء، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کرم سے کتاب اور نبوت و رسالت عطا فرماتا ہے تو اے یہودیو! تم اس سے کیوں جلتے اور حسد کرتے ہو؟

فِيْنَهُمْ مِّنْ اٰمَنَ بِهِۦ وَ مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۚ وَ كَفٰىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝۵۵

ترجمہ کنزالایمان: تو ان میں کوئی اس پر ایمان لایا اور کسی نے اس سے منہ پھیرا اور دوزخ کافی ہے بھڑکتی آگ۔

ترجمہ کنزالعرفان: پھر ان میں کوئی تو اس پر ایمان لے آیا اور کسی نے اس سے منہ پھیرا اور عذاب کے لئے جہنم کافی ہے۔

﴿فِيْنَهُمْ مِّنْ اٰمَنَ بِهِۦ﴾: پھر ان میں کوئی تو اس پر ایمان لے آیا۔ ﴿رَبِّ كَرِيْمٍ عَزَّوَجَلَّ﴾ کا فضل جاری و ساری رہا، اس نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر رسالت کا تاج سجایا، کتاب عطا فرمائی اور انہیں عزت و غلبہ سے نوازا۔ پھر کسی کو تو ایمان لانے کی توفیق مل گئی جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھ والے ایمان لے آئے اور کئی محروم رہے جیسے کعب بن اشرف وغیرہ۔ تو جو نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لایا اس کیلئے جہنم کی بھڑکتی آگ کافی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كَلَّمًا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ
بَدَلًا لَّهُمْ جُلُودًا غَيْرَ هَٰلِكَ ۖ وَتُؤَاغَبُ فِي الْعَذَابِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٥٢﴾

ترجمہ کنزالایمان: جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ لیں، بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے۔ جب کبھی ان کی کھالیں خوب جل جائیں گی تو ہم ان کی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ چکھ لیں۔ بیشک اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

﴿كَلَّمًا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ﴾: جب کبھی ان کی کھالیں خوب جل جائیں گی۔ یہاں کافروں کے سخت عذاب کا تذکرہ ہے اور جہنم کے عذاب کی شدت کا بیان ہے کہ جہنم میں ایسا نہیں ہوگا کہ عذاب کی وجہ سے جل کر آدمی چھوٹ جائے بلکہ عذاب ہوتا رہے گا، کھالیں جلتی رہیں گی اور اللہ تعالیٰ نئی کھالیں پیدا فرماتا رہے گا تا کہ عذاب کی شدت میں کمی نہ آئے۔ یہ ایسے ہی ہوگا جیسے دنیا میں کسی کی کھال جل جائے تو کچھ عرصے بعد صحیح ہو جاتی ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ لَهُمْ فِيهَا آزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ ۖ وَهُمْ فِيهَا
خَالِدُونَ ﴿٥٣﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ہم انہیں باغوں میں لے جائیں گے جن کے

نیچے نہریں رواں ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے لیے وہاں ستھری بیاباں ہیں اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے عنقریب ہم انہیں اُن باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہیں اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ اور ایمان والے۔ ﴿كَافُرُونَ﴾ کافروں کے عذاب اور جہنم کے ذکر کے بعد ایمان والوں پر کرم نوازیوں اور جنتوں کا بیان کیا گیا ہے۔ یہ قرآن پاک کا ایک انداز ہے کہ کافروں کے افعال و عذاب کے ذکر کے ساتھ اہل ایمان کے اعمال و جزا کا ذکر عموماً ہوتا ہے۔ چنانچہ مومنوں کے متعلق فرمایا کہ انہیں باغوں میں داخل کیا جائے گا جہاں انہیں پاکیزہ بیویاں ملیں گے اور وہاں دھوپ نہیں ہوگی بلکہ رب کریم غزوہ جنت کے نور کی چمکی کی روشنی ہوگی اور درخت ہوں گے اور ایسی رحمت ہوگی کہ اس کی راحت و آسائش انسانی فہم اور بیان سے بالاتر ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكُمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿٥٨﴾

ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں کے سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بیشک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے، بیشک اللہ سننا دیکھتا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں ان کے سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بیشک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے، بیشک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ﴾ بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے۔ ﴿يَهَاں آیت میں دو حکم بیان کئے گئے۔ پہلا حکم یہ کہ امانتیں ان کے

حوالے کر دو جن کی ہیں اور دوسرا حکم یہ ہے کہ جب فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔

دووں کی امانت کے ساتھ

یہ دونوں حکم اسلامی تعلیمات کے شاہکار ہیں اور امن و امان کے قیام اور حقوق کی ادائیگی میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ دونوں کی کچھ تفصیل یوں ہے۔

(۱)..... امانت کی ادائیگی: امانت کی ادائیگی میں بنیادی چیز تو مالی معاملات میں حقدار کو اس کا حق دیدینا ہے۔ البتہ اس کے ساتھ اور بھی بہت سی چیزیں امانت کی ادائیگی میں داخل ہیں۔ جیسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو مسلمانوں کا حاکم بنا پھر اس نے ان پر کسی ایسے شخص کو حاکم مقرر کیا جس کے بارے میں یہ خود جانتا ہے کہ اس سے بہتر اور اس سے زیادہ کتاب و سنت کا عالم مسلمانوں میں موجود ہے تو اُس نے اللہ تعالیٰ، اُس کے رسول اور تمام مسلمانوں سے خیانت کی۔“

(معجم الکبیر، عمرو بن دھار عن ابن عباس، ۹۴/۱۱، الحدیث: ۱۱۲۱۶)

(۲)..... انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا: نظام عدل و عدالت کی روح ہی یہ ہے کہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے۔ فریقین میں سے اصلاً کسی کی رعایت نہ کی جائے۔ علماء نے فرمایا کہ حاکم کو چاہئے کہ پانچ باتوں میں فریقین کے ساتھ برابر سلوک کرے۔ (۱) اپنے پاس آنے میں جیسے ایک کو موقع دے، دوسرے کو بھی دے۔ (۲) نشست دونوں کو ایک جیسی دے۔ (۳) دونوں کی طرف برابر متوجہ رہے۔ (۴) کلام سننے میں ہر ایک کے ساتھ ایک ہی طریقہ رکھے۔ (۵) فیصلہ دینے میں حق کی رعایت کرے جس کا دوسرے پر حق ہو پورا پورا دل لائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ انصاف کرنے والوں کو قرب الہی میں نور کے منبر عطا کئے جائیں گے۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلة الامام العادل... الخ، ص ۱۵، ۱۶، الحدیث: ۱۸۲۷)

انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا

مسلمان قاضیوں نے اسلام کے عادلانہ نظام اور برحق فیصلوں کی ایسی عظیم الشان مثالیں قائم کی ہیں کہ دنیا ان کی نظیر پیش نہیں کر سکتی، اس موقع پر ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔ جنگ صفین کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰ عظیم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ایک زمرہ گم ہو گئی، بعد میں جب آپ عظیم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو فہرہ شریف لائے تو وہ زمرہ ایک یہودی کے

پاس پائی، اسے فرمایا یہ زورہ میری ہے، میں نے تمہیں بیچی ہے نہ تجھے میں دی ہے۔ یہودی نے کہا: یہ زورہ میری ہے کیونکہ میرے قبضے میں ہے۔ فرمایا: ہم قاضی صاحب سے فیصلہ کرواتے ہیں، چنانچہ یہ قاضی شریح رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں پہنچے، حضرت علی المرتضیٰ عظمیٰ اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ان کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ قاضی شریح رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! ارشاد فرمائیے۔ فرمایا: اس یہودی کے قبضے میں جو زورہ ہے وہ میری ہے، میں نے اسے نہ بیچی ہے نہ تجھے میں دی ہے۔ قاضی شریح رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودی سے فرمایا: اے یہودی! تم کیا کہتے ہو؟ یہودی بولا: یہ زورہ میری ہے کیونکہ میرے قبضے میں ہے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ عظمیٰ اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے؟ فرمایا: ہاں، قہر اور حسن دونوں اس بات کے گواہ ہیں۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: (کہ حسن آپ کے بیٹے ہیں اور شرعی اصول یہ ہے کہ) بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں جائز نہیں۔ جب اس یہودی نے قاضی صاحب کا عادلانہ فیصلہ سنا تو حیرت زدہ ہو کر کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! آپ مجھے قاضی صاحب کے پاس لے کر آئے اور قاضی صاحب نے آپ ہی کے خلاف فیصلہ کر دیا! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہی مذہب حق ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عز و جل کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، یہ زورہ آپ ہی کی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ عظمیٰ اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اس کے اسلام قبول کرنے سے بہت خوش ہوئے، وہ زورہ اور ایک گھوڑا اسے تجھے میں دے دیا۔ (تاریخ السلفاء، ابو السبطین علی بن ابی طالب، فصل فی بید من اعیان علی۔ الخ، ص ۱۸۴-۱۸۵، الکامل فی التاریخ، ص ۱۸۵، ذکر بعض سیرتہ، ۲/۲۶۵)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ
مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ
تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝

توجہ کنزالایمان اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں

کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ و رسول کے حضور رجوع کروا کر اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہوئے بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔

ترجمہ: کثر العرفان اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے حکومت والے ہیں۔ پھر اگر کسی بات میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اگر اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس بات کو اللہ اور رسول کی بارگاہ میں پیش کرو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔

﴿وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ اور رسول کی اطاعت کرو۔ ﴿یہاں آیت میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اللہ عزوجل ہی کی اطاعت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ عزوجل کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی۔

(بخاری، کتاب الجہاد والسر، باب یقاتل من وراء الامام یتقی بہ، ۲/۲۹۷، الحدیث: ۲۹۵۷)

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے بعد امیر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری کی سابقہ حدیث میں ہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔

(بخاری، کتاب الجہاد والسر، باب یقاتل من وراء الامام یتقی بہ، ۲/۲۹۷، الحدیث: ۲۹۵۷)



حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری فرض ہے، قرآن پاک کی متعدد آیات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا بلکہ رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور اس پر ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا اور تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی پر عذاب جہنم کا مشرودہ سنایا، لہذا جس کام کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا اسے کرنا اور جس سے منع فرمایا اس سے رک جانا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ کنزالعرفان: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو
اور جس سے منع فرمائیں، اُس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک
اللہ کا عذاب سخت ہے۔

وَمَا إِلَيْكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ
عَنْهُ فَأْتَتْهُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ
شَدِيدُ الْعِقَابِ ① (سورہ حشر: ۷)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اور اس چیز کی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنی قوم کے پاس آ کر کہنے لگا: اے میری قوم میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے، میں واضح طور پر تمہیں اُس سے ڈرا رہا ہوں، اپنی نجات کی راہ تلاش کر لو۔ اب ایک گروہ اس کی بات مان کر مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے راتوں رات وہاں سے چلا گیا وہ تو نجات پا گیا اور ایک گروہ نے اس کی بات نہ مانی اور وہیں رکا رہا تو صبح کے وقت لشکر نے ان پر حملہ کر کے انہیں ہلاک کر دیا۔ تو جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لایا اس پر عمل پیرا ہوا وہ اس گروہ جیسا ہے جو نجات پا گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اور جو میں لایا اسے جھٹلایا تو وہ اس گروہ کی طرح ہے جو نہ مان کر ہلاکت میں پڑا۔

(مسلم، کتاب الفضائل، باب شفاعتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ .. الخ، ص ۱۲۵۳، الحدیث، ۱۶ (۲۲۸۳))

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلمان حکمرانوں کی اطاعت کا بھی حکم ہے جب تک وہ حق کے موافق رہیں اور اگر حق کے خلاف حکم کریں تو ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ احکام تین قسم کے ہیں ایک وہ جو ظاہر کتاب یعنی قرآن سے ثابت ہوں۔ دوسرے وہ جو ظاہر حدیث سے ثابت ہوں اور تیسرے وہ جو قرآن و حدیث کی طرف قیاس کے ذریعے رجوع کرنے سے معلوم ہوں۔ آیت میں ”أُولَى الْأَمْرِ“ کی اطاعت کا حکم ہے، اس میں امام، امیر، بادشاہ، حاکم، قاضی، علماء سب داخل ہیں۔

الْمُتَرَاتِلِ الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا
أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَّحَكُمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ
أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ۚ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ①

ترجہ کنزالایمان: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اتر اور اس پر جو تم سے پہلے اتر پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا بیٹا بنائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور بہکا دے۔

ترجہ کنزالعرفان: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ اس پر ایمان لائے ہیں جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا، وہ چاہتے ہیں کہ فیصلے شیطان کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں تو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اسے بالکل نہ مانیں اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں بھٹکا دے۔

﴿الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا﴾: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لے آئے ہیں ﴿شان نزول﴾: شرنامی ایک منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے کہا چلو محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فیصلہ کر دیتے ہیں۔ منافق نے خیال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو کسی کی رعایت نہیں کریں گے اور اس سے میرا مطلب حاصل نہ ہوگا، اس لئے اس نے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود یہ کہا کہ کعب بن اشرف یہودی کو بیچ بناؤ (یہاں آیت میں طاغوت سے اس کعب بن اشرف کے پاس فیصلہ لے جانا مراد ہے) یہودی جانتا تھا کہ کعب بن اشرف رشوت خور ہے، اس لئے اس نے یہودی ہونے کے باوجود اس کو بیچ تسلیم نہ کیا، ناچار منافق کو فیصلہ کے لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور آنا پڑا۔ رسول صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو فیصلہ دیا وہ یہودی کے موافق ہوا اور منافق کے خلاف۔ یہاں سے فیصلہ سننے کے بعد پھر منافق اس یہودی کو مجبور کر کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے آیا، یہودی نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ میرا اور اس کا معاملہ آپ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم طے فرما چکے لیکن یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ سے راضی نہیں بلکہ آپ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں ابھی آ کر اس کا فیصلہ کرتا ہوں، یہ فرما کر مکان میں تشریف لے گئے اور لوگ اور لا کر اس کو قتل کر دیا اور فرمایا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ سے راضی نہ ہو اس کا میرے پاس یہی فیصلہ ہے۔ اس منافق کے درمیان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے لیکن ان آیات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید نازل ہو گئی تھی لہذا اور ثناء کے مطالبے کو مسترد کر دیا گیا۔

(بخاری، النساء، تحت الآية: ۶۰، ۱/۳۹۷)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتُ
 الْمُنَافِقِينَ يُصَدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ۖ فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ
 مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ
 أَرَدْنَا إِلَّا أَحْسَنًا وَتَوْفِيقًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي
 قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق
 تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔ کیسی ہوگی جب ان پر کوئی افتاد پڑے بدلہ اس کا جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا پھر اے
 محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں، اللہ کی قسم کھاتے کہ ہمارا مقصد تو بھلائی اور میل ہی تھا ان کے دلوں کی تو بات اللہ جانتا
 ہے تو تم ان سے چشم پوشی کرو اور انہیں سمجھاؤ اور ان کے معاملہ میں ان سے رسا بات کہو۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ
 منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔ تو کیسی (حالت) ہوگی جب ان پر ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت
 آپڑے پھر اے حبیب! قسمیں کھاتے ہوئے تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی اور اتفاق کرانا
 تھا۔ ان کے دلوں کی بات تو اللہ جانتا ہے پس تم ان سے چشم پوشی کرتے رہو اور انہیں سمجھاتے رہو اور ان کے بارے میں
 ان سے ہدایت کلام کرتے رہو۔

﴿فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ﴾: تو کیسی ہوگی جب ان پر ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی
 مصیبت آپڑے ﴿یہاں منافقوں کے بارے میں فرمایا کہ ویسے تو اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، آپ سے
 منہ پھرتے ہیں لیکن جب ان پر ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت آپڑے جیسے بضر منافق پر آپڑی تو کیا پھر بھی

یہ آپ سے اعراض کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس وقت اپنی کرتوتوں کی تاویلیں کرنے کے لئے قسمیں کھاتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی اور دوفریقوں میں اتفاق کرانا تھا، اس لئے ہمارا آدمی یہودیوں کے پاس فیصلے کیلئے لگا تھا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ﴿٢٣﴾

ترجمہ کنزالایمان اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

ترجمہ کنزالعرفان اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو اے حبیب! تمہاری بارگاہ میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (بھی) ان کی مغفرت کی دعا فرماتے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ﴾ اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ یہاں رسولوں کی تشریف آوری کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتا ہی اس لئے ہے کہ اللہ عزوجل کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کو معصوم بناتا ہے کیونکہ اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خود گنہ ہوں گے تو دوسرے ان کی اطاعت و اتباع کیا کریں گے۔ رسول کی اطاعت اس لئے ضروری ہے کہ اللہ عزوجل کی اطاعت کا طریقہ ہی رسول کی اطاعت کرنا ہے۔ اس سے ہٹ کر اطاعت الہی کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں لہذا جو رسول کی اطاعت کا انکار کرے گا وہ کافر ہوگا اگرچہ ساری زندگی سر پر قرآن اٹھا کر پھرتا رہے۔

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ﴾ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے۔ ﴿آیت کے اس حصے میں اگرچہ ایک خاص واقعے کے اعتبار سے کلام فرمایا گیا۔ البتہ اس میں موجود حکم عام ہے اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو سرورِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کی بارگاہ میں آجائیں کہ یہ بارگاہ، رب کریم عزوجل کی بارگاہ ہے، یہاں کی رضا، رب عزوجل کی رضا ہے اور یہاں کی حاضری، رب کریم عزوجل کی بارگاہ کی حاضری ہے، یہاں آئیں اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے کے ساتھ حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بھی شفاعت کیلئے عرض کریں اور نبی مکرّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کیلئے سفارش فرمادیں تو ان لوگوں پر اللہ عزوجل کی رحمت و مغفرت کی بارشیں برسنی شروع ہو جائیں گی اور اس پاک بارگاہ میں آکر یہ خود بھی گناہوں سے پاک ہو جائیں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”بندوں کو حکم ہے کہ ان (یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ و استغفار کریں۔ اللہ تو ہر جگہ سنتا ہے، اس کا علم، اس کا سمع (یعنی سنا) اس کا فہم (یعنی دیکھنا) سب جگہ ایک سا ہے، مگر حکم یہی فرمایا کہ میری طرف توبہ چاہو تو میرے محبوب کے حضور حاضر ہو۔ قال تعالیٰ: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ وَابَّاءًا رَحِيمًا ﴿۱۵﴾

اگر وہ جو اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول ان کی مغفرت مانگے تو ضرور خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

حضور کے عالم حیات ظاہری میں حضور (یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونا) ظاہر تھا، اب حضور مزارِ انوار ہے اور جہاں یہ بھی میسر نہ ہو تو دل سے حضورِ ہدٰی نور کی طرف توجہ، حضور سے توسّل، فریاد، استغاثہ، طلبِ شفاعت (کی جائے) کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اب بھی ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الہی شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں ”رُوِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرًا لِيْ بُيُوتِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ“ ترجمہ: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ۱۵/۶۵۳)

یاد رہے کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اور وصالِ ظاہری کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پر انوار پر حاضری دے کر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے، اپنی مغفرت و نجات کی التجاء کرنے اور اپنی مشکلات کی دوری چاہنے کا سلسلہ صحابہ

کرام ذی اللہ تعالیٰ عنہم سے چلتا آرہا ہے۔ چنانچہ ذیل میں اس سے متعلق چند واقعات ملاحظہ ہوں

(۱)..... حضرت ابولبابہ بن عبدالمہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر ایک خطا سرزد ہو گئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر نادام ہوئے کہ خود کو ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور کہا: جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہیں فرمائے گا تب تک نہ میں کچھ کھاؤں گا، نہ پیوں گا، نہ کوئی چیز چکھوں گا، یہاں تک کہ مجھے موت آجائے یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب ان کے بارے میں پتا چلا تو ارشاد فرمایا: اگر یہ میرے پاس آجاتا تو میں اس کے لئے مغفرت طلب کرتا لیکن اب اس نے خود کو باندھ لیا ہے تو جب تک اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہ فرمائے گا، میں نہیں کھلوں گا۔ سات دن تک حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ کوئی چیز کھائی، نہ پی، نہ چکھی، حتیٰ کہ ان پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، جب انہیں توبہ کی قبولیت کے بارے میں بتایا گیا تو فرمایا: خدا کی قسم! میں اس وقت تک خود کو نہیں کھلوں گا جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا کر اپنے دستِ اقدس سے مجھے نہیں کھولتے۔ چنانچہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اپنے پیارے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بندشوں سے آزاد فرما دیا۔ (دلائل النبوة للبیہقی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب ومعه الى بی قریظہ۔ الخ، ۱۳/۱-۱۴، عوار، الانفال، تحت الآية ۲۷، ۲/۱۹۰)

(۲)..... بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں توبہ و رجوع کی ایک دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے ایک ایسا بستر خریدا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اور گھر میں داخل نہ ہوئے، میں نے آپ کے روئے انور پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے تو عرض گزار ہوئی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، مجھ سے جو نا فرمانی ہوئی میں اس سے اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۔ ارشاد فرمایا: یہ گدایاں کیوں ہے؟ عرض کی: میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خریدا تھا تا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس پر تشریف فرما ہوں اور اس سے ٹیک لگائیں۔ سرکارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان تصویروں (کو بنانے) والے قیامت کے دن عذاب دیئے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا جو تم نے بنایا انہیں زندہ کرو۔ اور ارشاد فرمایا: ”جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (بخاری، کتاب البیوع، باب التجارة بما یکرہ لیسہ للرجال والنساء، ۲/۲۱، الحدیث: ۲۱۰۵)

(3)..... حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے جمع ہو کر خیر و قدر میں بحث کرنے لگے تو روح الامین حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، آپ باہر اپنی امت کے پاس تشریف لے جائیں انہوں نے ایک نیا کام شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ غصہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخی میں اس طرح نمایاں تھا جیسے سرخ اتار کا دانہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار مبارک پر چھڑا گیا ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس کیفیت کو دیکھ کر کھلے باز و آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لئے آگے بڑھے اور ان کا حال یہ تھا کہ ان کے ہاتھ اور بازو کانپ رہے تھے اور عرض کی ”تُبْنَا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ“ ہم نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں توبہ پیش کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”قریب تھا کہ تم اپنے اوپر جہنم کو واجب کر لیتے، میرے پاس جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر امت کے پاس تشریف لے جائیں، انہوں نے نیا کام شروع کر دیا ہے۔ (معجم الکبیر، ثوبان مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ۵۹/۲، الحديث: ۱۴۲۳)

.....

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا یہ طریقہ صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں نہ تھا بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد بھی یہ عرض و معروض باقی رہی اور آج تک ساری امت میں چلتی آرہی ہے۔ چنانچہ

(1)..... امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں قحط پڑ گیا تو صحابی رسول حضرت بلال بن حارث المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلطان دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرما دیجئے وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں ان سے ارشاد فرمایا: تم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر میرا سلام کہو اور بشارت دے دو کہ بارش ہوگی اور یہ بھی کہہ دو کہ وہ نرمی اختیار کریں۔ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ خلافت میں

حاضر ہوئے اور خبر دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر رونے لگے، پھر فرمایا یا رب! غزوہ جمل، میں کوتاہی نہیں کرتا مگر اسی چیز میں کہ جس سے میں عاجز ہوں۔ (مصنف ابی شیبہ، کتاب الفصائل، ما ذکر فی فصل عمر بن الخطاب

رضی اللہ عنہ، ۴۸۲/۷، الحدیث: ۳۵، وفاء الوفاء، الباب الثامن فی زیارة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الثالث، ۱۳۷۴/۲، الجزء الرابع)

(2)..... ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں شدید قحط پڑا، اہل مدینہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور دیکھو اور چھت میں ایک روشندان بناؤ۔ خُشی کہ روضہ منور اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہے، اہل مدینہ نے جیسے ہی روشندان بنایا تو اتنی کثیر بارش ہوئی کہ سبز گھاس اُگ آئی اور اونٹ موٹے ہو گئے یہاں تک کہ گوشت سے بھر گئے۔

(مس دارمی، باب ما اکرم اللہ تعالیٰ بہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ، ۵۶/۱، الحدیث: ۹۲۰)

(3)..... بادشاہ ابو جعفر منصور نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مسجد نبوی شریف میں مناظرہ کیا، دوران مناظرہ ابو جعفر کی آواز کچھ بلند ہوئی تو امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے (ڈانٹتے ہوئے) کہا: اے امیر المؤمنین! اس مسجد میں اپنی آواز اونچی نہ کر دینا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کو ادب سکھایا کہ ”تم اپنی آوازوں کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند مت کرو۔“ اور دوسری جماعت کی تعریف فرمائی کہ ”بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بے حد کرتے ہیں۔“ اور ایک قوم کی مذمت بیان کی کہ ”بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔“ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و حرمت اب بھی اسی طرح ہے، جس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں تھی۔ یہ سن کر ابو جعفر خاموش ہو گیا، پھر دریافت کیا: اے ابو عبد اللہ! میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر؟ فرمایا: تم کیوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے منہ پھیرتے ہو حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہارے اور تمہارے والد حضرت آدم علیہ السلام کے بروز قیامت اللہ عز و جل کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں بلکہ تم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرف متوجہ ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت مانگو پھر اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (شعنا شریف، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل واعلم ان حرمة النبی۔ الخ، ص ۴۱، الجزء الثانی)

(4)..... مروان نے اپنے زمانہ تسلط میں ایک صاحب کو دیکھا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں، مروان نے (ان کی گردن مبارک پکڑ کر) کہا: جانتے ہو کیا کر رہے ہو؟ اس پر ان صاحب

نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ہاں، میں کسی اہل بیت پھر کے پاس نہیں آیا ہوں، میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: دین پر تہ روؤ جب اس کا اہل اس پر والی ہو، ہاں اس وقت دین پر روؤ جبکہ نا اہل والی ہو۔ یہ صحابی رسول حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ (مسند امام احمد، حدیث ابی یوب انصاری، ۱/۴۸۹، الحدیث: ۲۳۶۴۶)

(5)..... حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف کے بعد ایک اعرابی روضہ اقدس پر حاضر ہوا اور روضہ انور کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، جو آپ نے فرمایا، ہم نے سنا اور جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا، اس میں یہ آیت بھی ہے ”وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا“ میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اللہ عزوجل سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا ہوں تو میرے رب عزوجل سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے۔ اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تجھے بخش دیا گیا۔

(مدارک، النساء تحت الآية: ۶۴، ص ۲۳۶)

الغرض یہ آیت مبارکہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم مدح و ثناء پر مشتمل ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت سے اشعار فرمائے ہیں۔ چنانچہ ”حداائق بخشش“ میں فرماتے ہیں:

مجرم بلائے آئے ہیں جَعَاؤُكَ ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

اور فرمایا:

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مَفَر مَفَر
جو وہاں سے ہو نہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اور فرمایا:

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستان بتایا



اس آیت سے 4 باتیں معلوم ہوئیں۔

- (1)..... اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاجت پیش کرنے کے لئے اُس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا کامیابی کا ذریعہ ہے۔
- (2)..... قبر انور پر حاجت کے لئے حاضر ہونا بھی ”جَعَاؤُكَ“ میں داخل اور خیر النّرون کا معمول ہے۔
- (3)..... بعد وفات مقبولان حق کو ”یا“ کے ساتھ دعا کرنا جائز ہے۔

(4) ... مقبولان بارگاہ الہی مد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا
فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٢٥﴾

توجہ کنز الایمان: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

توجہ کنز العرفان: تو اے حبیب! تمہارے رب کی قسم، یہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنالیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں۔

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ﴾ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ اہل مدینہ پہاڑ سے آنے والے پانی سے باغوں میں آبیاشی کرتے تھے۔ وہاں ایک انصاری کا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھگڑا ہوا کہ کون پہلے اپنے کھیت کو پانی دے گا۔ یہ معاملہ حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کیا گیا۔ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے زبیر! تم اپنے باغ کو پانی دے کر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے پانی کی اجازت اس لئے دی گئی کہ ان کا کھیت پہلے آتا تھا، اس کے باوجود سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انصاری کے ساتھ بھی احسان کرنے کا فرما دیا لیکن مجموعی فیصلہ انصاری کو ناگوار گزرا اور اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ باوجود اس کے کہ فیصلہ میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انصاری کے ساتھ احسان کی ہدایت فرمائی گئی تھی لیکن انصاری نے اس کی قدر نہ کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اپنے باغ کو سیراب کر کے پانی روک لو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اشار الامام بالصلح .. الخ، ۲/۲۱۵، الحدیث: ۲۷۰۸)

اور بتا دیا گیا کہ حبیب خدا، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو تسلیم کرنا فرض قطعی ہے۔ جو شخص تاجدار

رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا وہ کافر ہے، ایمان کا مدار ہی اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو تسلیم کرنے پر ہے۔



اس آیت مبارکہ سے 7 مسائل معلوم ہوئے۔

- (1)..... اللہ عزوجل نے اپنے رب ہونے کی نسبت اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف فرمائی اور فرمایا اے حبیب! تیرے رب کی قسم۔ یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم شان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی پہچان اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سے کرواتا ہے۔
- (2)..... حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ماننا فرض قرار دیا اور اس بات کو اپنے رب ہونے کی قسم کے ساتھ پختہ کیا۔
- (3)..... حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ماننے سے انکار کرنے والے کو کافر قرار دیا۔
- (4)..... تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حاکم ہیں۔
- (5)..... اللہ عزوجل بھی حاکم ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی البتہ دونوں میں لامتناہی فرق ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سی صفات جو اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال ہوتی ہیں اگر وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے استعمال کی جائیں تو شرک لازم نہیں آتا جب تک کہ شرک کی حقیقت نہ پائی جائے۔
- (6)..... رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم دل و جان سے ماننا ضروری ہے اور اس کے بارے میں دل میں بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ اسی لئے آیت کے آخر میں فرمایا کہ پھر اپنے دلوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے متعلق کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور دل و جان سے تسلیم کر لیں۔
- (7)..... اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی احکام کا ماننا فرض ہے اور ان کو نہ ماننا کفر ہے نیز ان پر اعتراض کرنا، ان کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو کافروں کے قوانین کو اسلامی قوانین پر فوقیت دیتے ہیں۔

وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنْ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوْ أَخْرِجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا
فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُمْ ۖ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَآيُوهَ عَطُوبٌ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا

لَهُمْ وَأَشَدُّ تَنَبُّيًّا ۚ وَإِذَا لَاتَيْنَهُمْ مِنْ لَدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ۚ
وَلَهَدَيْنَهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۚ

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر ہم ان پر فرض کرتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دیا اپنے گھریلو چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایب کرتے اور اگر وہ کرتے جس بات کی انہیں نصیحت دی جاتی ہے تو اس میں ان کا بھل تھا اور ایمان پر خوب جمنا۔ اور ایسا ہوتا تو ضرور ہم انہیں اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتے۔ اور ضرور ان کو سیدھی راہ کی ہدایت کرتے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اگر ہم ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دیا اپنے گھریلو چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر وہ ہر وہ کام کر لیتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو ان کے لئے بہت بہتر اور ثابت قدمی کا ذریعہ ہوتا۔ اور ایسا ہوتا تو ہم ضرور انہیں اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب عطا فرماتے۔ اور ہم انہیں ضرور سیدھے راستے کی ہدایت دیتے۔

﴿وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ: اور اگر ہم ان پر فرض کر دیتے۔﴾ یہاں مخلص و منافق سب کے اعتبار سے فرمایا جا رہا ہے کہ اگر ہم ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دیا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے ہی ایب کرتے جیسا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکل جانے اور توبہ کے لئے اپنے آپ کو قتل کا حکم دیا تھا۔ اس آیت کا شان نزول کچھ اس طرح ہے کہ حضرت ثابت بن قیس بن ہماص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک یہودی نے کہا کہ اللہ عزوجل نے ہم پر خود کو قتل کرنا اور گھریلو چھوڑنا فرض کیا تھا، ہم اس کو بجالائے تھے۔ اس پر حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر اللہ عزوجل ہم پر فرض کرتا تو ہم بھی ضرور بجالاتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر طبری، النساء، تحت الآیہ: ۶۶، ۱/۱۶۳)

کہ یہ کہنا تو آسان ہے لیکن اگر واقعی ایسا حکم دیدیا جاتا تو ایک بڑی تعداد اس حکم پر عمل نہ کرتی۔ اس میں بطور خاص منافقین یا نئے نئے مسلمان ہونے والے داخل ہوں گے جیسے منافقین اکثر جہاد سے فرار کی راہ ہی اختیار کرتے تھے اور نئے نئے مسلمان ہونے والے بھی کئی جنگوں میں ثابت قدم نہ رہ سکے۔ جہاں تک مخلصین یعنی جلیل القدر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تعلق ہے تو کتنے ہی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے ہیں جنہوں نے مختلف جنگوں میں خود کو سرکارِ دو عالم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے آگے کھڑا کر دیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حفاظت میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔ مزید فرمایا کہ اگر تمہیں خود کو قتل کرنے یا اپنے گھروں سے نکل جانے کا حکم دیا جاتا تو تم میں سے تھوڑے لوگ ہی کرتے لیکن اگر وہ ہر اس حکم پر عمل کریں جو انہیں دیا جائے خواہ خود کو جان سے مار دینے کا ہو یا گھروں سے نکل جانے کا بہر صورت یہ ان کیلئے بہت بہتر ہوتا اور ایمان پر ثابت قدمی کا ذریعہ ہوتا اور اس پر ہم انہیں عظیم اجر و ثواب عطا فرماتے اور انہیں صراطِ مستقیم کی اعلیٰ درجے کی ہدایت عطا فرماتے۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّالِحِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَافِقًا ۖ

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ﴾ اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے۔ ﴿آیت مبارکہ کا شان نزول﴾ کچھ اس طرح ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کمال درجے کی محبت رکھتے تھے اور انہیں جدائی کی تاب نہ تھی۔ ایک روز اس قدر غمگین اور رنجیدہ حاضر ہوئے کہ چہرے کا رنگ بدل گیا تھا تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دریافت فرمایا، آج رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟ عرض کیا: نہ مجھے کوئی بیماری ہے اور نہ درد سوائے اس کے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سامنے نہیں ہوتے تو انتہاء درجہ کی وحشت و پریشانی ہو جاتی ہے، جب آخرت کو یاد کرتا ہوں تو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہاں میں کس طرح دیدارِ پاسکوں گا؟ آپ اعلیٰ ترین مقام میں ہوں گے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے جنت بھی دی تو اس مقام عالی تک رسائی کہاں؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(بخاری، النساء، تحت الآية: ۶۹، ۱/۴۰۰)

اور انہیں تسکین دی گئی کہ منزلوں کے فرق کے باوجود فرمانبرداروں کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری اور معیت کی نعمت سے سرفراز فرمایا جائے گا اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مخلص فرمانبردار جنت میں ان کی محبت و دیدار سے محروم نہ ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے: آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرے۔

(ابو داؤد، کتاب الادب، باب اخبار الرجل الرجل بمعیتہ ایاء، ۴/۲۹، الحدیث: ۵۱۲۷)

ترجمہ: اگر کوئی شخص کسی شخص کے ساتھ ہو جائے تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بہت محبوب تھی اور دنیا کی رفاقت کے ساتھ ساتھ اخروی رفاقت کا شوق بھی ان کے دلوں میں رچا بسا تھا اور وہ اس کے لئے بڑے فکر مند ہوا کرتے تھے۔ ذیلی سطور میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شوق رفاقت کے چند اور واقعات ملاحظہ ہوں، چنانچہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہا کرتا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کیلئے پانی لایا کرتا اور دیگر خدمت بھی بجالایا کرتا تھا۔ ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: سَلِّ (ماگو) میں نے عرض کیا ”أَسْأَلُكَ مَرَاتِفَتَكَ فِي الْجَنَّةِ“ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اس کے علاوہ اور کچھ؟ میں نے عرض کی: میرا مقصود تو وہی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”تو پھر زیادہ مجھ سے کر کے اپنے معاملے میں میری مدد کرو۔“

(مسلم، کتاب الصلاة، باب فصل السجود والحث علیہ، ص ۲۵۲، الحدیث: ۲۲۶ (۴۸۹))

جب ایک اُحد کے موقع پر حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، آپ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو جنت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گزاری کا شرف عطا فرمائے۔ اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے اور ان کے شوہر اور ان کے بیٹوں کے لئے اس طرح دعا فرمائی کہ ”اللَّهُمَّ اجْعَلْهُمْ رُفَقَاتِي فِي الْجَنَّةِ“ یا اللہ! ہم کو جنت میں میرا رفیق بنا دے۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زندگی بھر غلامیہ یہ کہتی رہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کے بعد دنیا میں بڑی سے بڑی مصیبت مجھ پر آجائے تو مجھ کو اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ومن ساء بنی النجار ... الخ، ام عمارہ بنت کعب، ۸/۳۰۵)

عاشقوں کے امام حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کی زوجہ شدت غم سے فرمانے لگیں: ہائے غم۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا واہ! بڑی خوشی کی بات ہے کہ کل ہم اپنے محبوب قاضی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملاقات کریں گے۔

(سیرت حلبیہ، باب استصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فی دار الارقم، الخ، ۴۲۲/۱)

ایک جنگ کے موقع پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ہاشم بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ”اے ہاشم! رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم جنت سے بھاگتے ہو حالانکہ جنت تو تلواریں (کے سائے) میں ہے۔ آج میں اپنی محبوب ترین ہستیوں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھیوں سے ملاقات کروں گا۔ چنانچہ اسی جنگ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت پائی۔

(اسد الغابہ، باب العین والمیم، عمار بن یاسر، ۱۴۴/۴)

جب حضرت خیاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے (جب انہوں نے دیکھا کہ یہ اسی مرض میں وفات پا جائیں گے) تو فرمایا ”تم خوش ہو جاؤ، کل تم محبوب ترین ہستی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملاقات کرو گے۔

(البدایہ والنہایہ، تم دعلت سہ سبع وثلاثین، ذکر من نومی مہما من الاحیاء، ۴۱۷/۵)

اللہ تعالیٰ ان مقدس ہستیوں کے شوقِ رفاقت کے صدقے ہمیں بھی اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر و حشر اور جنت میں رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین۔



اس آیت میں صدیقین کا لفظ آیا ہے۔ صدیقین انبیاء علیہم السلام کے سچے پیغمبرین کو کہتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ ان کی راہ پر قائم رہیں۔ اسی مناسبت سے یہاں ہم اس کے معانی اور اس کے درجات بیان کرتے ہیں چنانچہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: صدق 6 معانی میں استعمال ہوتا ہے: (1) گفتگو میں صدق۔ (2) نیت و ارادہ میں صدق۔ (3) عزم میں صدق۔ (4) عزم کو پورا کرنے میں صدق۔ (5) عمل میں صدق۔ (6) دین کے تمام مقامات کی تحقیق میں صدق۔ ان معانی کے اعتبار سے صادقین کے بہت سے درجات ہیں اور جس شخص میں کسی خاص چیز میں صدق پایا جائے تو وہ اسی چیز کی نسبت سے صادق کہلائے گا، چنانچہ:

پہلا صدق ”زبان کا صدق“ ہے اور یہ صرف خبریں دینے میں یا ان باتوں میں ہوتا ہے جو خبروں میں شامل

ہوں اور ان سے آگاہی ہو اور اس میں وعدے کو پورا کرنا اور اس کی خلاف ورزی کرنا بھی داخل ہے، لہذا ہر بندے کو چاہئے کہ وہ اپنے الفاظ کی حفاظت کرے اور (ہمیشہ) سچی بات ہی کہے۔

دوسرا صدق ارادے اور نیت سے متعلق ہے اور یہ اخلاص کی طرف لوٹتا ہے، یعنی بندے کی حرکات و سکنات کا باعث صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے، اگر اس میں کوئی نفسانی غرض بھی آجائے تو صدق نیت باطل ہو جاتا ہے اور ایسے شخص کو جھوٹا کہنا صحیح ہے لہذا ہر صادق کا تخلص ہونا ضروری ہے۔

تیسرا صدق ”عزم کا صدق“ ہے کیونکہ بعض اوقات انسان کسی عمل کا پختہ ارادہ کرتا ہے اور دل میں کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا فرمایا تو میں تمام مال صدقہ کر دوں گا یا یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں میرا دشمن سے مقابلہ ہوا تو میں اس سے لڑوں گا اور اس لڑائی میں اگر میں قتل بھی ہو جاؤں تو مجھے اس کی پروا نہ ہوگی یا اگر اللہ تعالیٰ مجھے حکومت دے تو میں انصاف کروں گا اور ظلم کرنے اور مخلوق کی طرف میلان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ یہ عزم و ارادہ دل میں ہوتا ہے اور انتہائی پختہ اور سچا ہوتا ہے لیکن بعض اوقات اس میں دوسری طرف میلان اور خرد دھوتا ہے، نیز ایسی کمزوری ہوتی ہے جو عزم میں صدق کے مقابل اور اس کی ضد ہوتی ہے تو صادق اور صدیق وہ شخص ہے جس کا پختہ ارادہ تمام نیکیوں میں قوت و تامل کے ساتھ ہوتا ہے، اس میں کسی قسم کا میلان، تردد اور کمزوری نہیں ہوتی اور اس کا نفس ہمیشہ نیک کاموں پر پختہ ارادہ رکھتا ہے۔

چوتھا صدق ”عزم کو پورا کرنے کا صدق“ ہے کیونکہ بعض اوقات نفس فی الحال عزم کر لیتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وعدے اور عزم میں کوئی مشقت نہیں ہوتی اور اس میں محنت بھی کم ہوتی ہے لیکن جب حقیقت کا سامنا ہوتا ہے اور قدرت حاصل ہو جاتی ہے اور شہوت کا زور ہوتا ہے تو عزم ختم ہو جاتا ہے اور خواہشات غالب آ جاتی ہیں جس کی وجہ سے وہ عزم کو پورا نہیں کر سکتا اور یہ بات صدق کے خلاف ہے۔

پانچواں صدق ”اعمال کا صدق“ ہے، یعنی انسان کوشش کرے حتیٰ کہ اس کے ظاہری اعمال ایسی بات پر دلالت نہ کریں کہ اس کے دل میں جو کچھ ہے وہ ظاہر کے خلاف ہے۔ یہ کوشش اعمال کو چھوڑنے سے نہ ہو بلکہ باطن کو ظاہر کی تصدیق کی طرف کھینچنے سے ہو اور یہ بات ترک ربیہ سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ ربیہ کا رتو یہی چاہتا ہے کہ اس کے ظاہر سے باطن کی اچھی صفات سمجھی جائیں البتہ کئی نمازی نماز میں بخشوع و خضوع کی صورت میں کھڑے ہوتے ہیں اور

ان کا مقصد دوسروں کو دکھانا نہیں ہوتا لیکن ان کا دل نماز سے غافل ہوتا ہے اور جو شخص اسے دیکھتا ہے وہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا دیکھتا ہے جبکہ باطنی طور پر وہ خواہشات میں سے کسی خواہش کے سامنے بازار میں کھڑا ہوتا ہے، اس طرح یہ اعمال زبان حال سے باطن کی خبر دیتے ہیں اور وہ اس میں جھوٹا ہوتا ہے اور اس سے اعمال میں صدق کی باز پرس ہوگی۔ اسی طرح کوئی شخص سکون و وقار سے چل رہا ہوتا ہے حالانکہ اس کا باطن سکون و وقار سے موصوف نہیں ہوتا تو یہ بھی اپنے عمل میں سچا نہیں اگرچہ اس کی توجہ مخلوق کی طرف نہ ہو اور نہ ہی وہ ان کو دکھا رہا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ظاہر کا باطن کے خلاف ہونا قصد و ارادے سے ہو تو وہ ریا ہے اور اس سے اخلاص ختم ہو جاتا ہے اور قصد و ارادے کے بغیر ہو تو اس سے صدق فوت ہو جاتا ہے اور اس قسم کی خرابی سے نجات کی صورت یہی ہے کہ ظاہر و باطن ایک جیسا ہو بلکہ باطن ظاہر سے بہتر ہو۔

چھٹا اور سب سے اعلیٰ و متّزّر جے کا صدق "مقامات دین میں صدق" ہے، جیسے خوف، امید، تعظیم، زہد، رضا، توکل، محبت اور باقی امور و پیرہ میں صدق پایا جاتا۔ ان امور کی کچھ بنیادیں ہیں جن کے ظاہر ہونے سے یہ نام بولے جاتے ہیں، پھر ان کے کچھ مقاصد اور حقائق ہیں تو حقیقی صادق وہ ہے جو ان امور کی حقیقت کو پالے اور جب کوئی چیز غالب آجائے اور اس کی حقیقت کامل ہو تو اس سے موصوف شخص کو صادق کہا جاتا ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب النیۃ والاعمال والصدق، الباب الثالث، بیان حقیقۃ الصدق ومعناہ ومراتبہ، ۱۱۷/۵-۱۲۲)
یاد رہے کہ اس آیت میں صدیقین سے سلطان دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اکابر صحابہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم سب سے پہلے مراد ہیں جیسے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رحمہم اللہ تعالیٰ عنہ۔ شہداء سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے راہ خدا میں جانیں دیں اور صالحین سے مراد وہ دیندار لوگ ہیں جو حق العباد اور حق اللہ دونوں ادا کریں اور ان کے احوال و اعمال اور ظاہر و باطن اچھے اور پاک ہوں۔

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ ۖ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا ۝

یہ اللہ کا فضل ہے، اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

ترجمہ کنزالایمان:

یہ اللہ کا فضل ہے، اور اللہ جاننے والا کافی ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان:

﴿ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ﴾ یہ اللہ کا فضل ہے۔ ﴿معلوم ہوا کہ جنت میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قرب جنت کی بہت بڑی نعمت ہوگی کیونکہ اللہ عزوجل نے اسے بطور خاص فضیلت میں شمار فرمایا اور اسے اپنا فضل قرار دیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اخذُوا حِذْرَكُمْ فَانفِرُوا ثُبَاتٍ أَوْ تَنْفِرُوا جَمِيعًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! ہوشیاری سے کام لو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! ہوشیاری سے کام لو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو۔

﴿خُذُوا حِذْرَكُمْ﴾: ہوشیاری سے کام لو۔ ﴿اللہ عزوجل کا کروڑ ہا کروڑ احسان ہے کہ اس نے ہمیں زندگی کے کسی بھی شعبے میں اپنے احکام سے محروم نہیں رکھا بلکہ ہر جگہ ہماری رہنمائی فرمائی۔ ماں باپ، بیوی بچے، رشتے دار، پڑوسی، اپنے بیگانے سب کے متعلق واضح ہدایات عطا فرمائیں۔ اسی سلسلے میں ہماری بھلائی کیلئے ہمیں ہوشیار رہنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ دنیا کے دیگر معاملات کی طرح دشمنوں کے مقابلے میں بھی ہوشیاری اور سمجھداری سے کام لو، دشمن کی گھات سے بچو اور اسے اپنے اوپر موقع نہ دو اور اپنی حفاظت کا سامان لے رکھو پھر موقع محل کی مناسبت سے دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو۔ یعنی جہاں جو مناسب ہو امیر کی اطاعت میں رہتے ہوئے اور تجربات و عقل کی روشنی میں مفید تدبیریں اختیار کرو۔ یہ آیت مبارکہ جنگی تیاریوں، جنگی چالوں، دشمنوں کی حربی طاقت کے اندازے لگانے، معلومات رکھنے، ان کے مقابلے میں بھرپور تیاری اور بہترین جنگی حکمت عملی کے جملہ اصولوں میں رہنمائی کرتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسباب کا اختیار کرنا بھی نہایت اہم ہے۔ بغیر اسباب لڑنا مرنے کے مترادف ہے، توکل ترکہ اسباب کا نام نہیں بلکہ اسباب اختیار کر کے امیدیں اللہ عزوجل سے وابستہ کرنے کا نام ہے۔

جنگی تیاری کیلئے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہدایات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)..... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (اس آیت) ”وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ“ اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تم سے بن پڑے۔ (کی تفسیر میں)

فرمایا ”خبردار وہ قوت تیر اندازی ہے، خبردار وہ قوت تیر اندازی ہے، خبردار وہ قوت تیر اندازی ہے۔“

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فصل الرمی والحث علیہ... الخ، ص ۶۱، الحدیث ۱۶۷ (۱۹۱۷))

(2)..... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”مشرکین

سے، اپنے مال، ہاتھ اور زبان سے جہاد کرو (یعنی دین حق کی اشاعت میں ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہو جاؤ)

(نسائی، کتاب الجہاد، باب وجوب الجہاد، ص ۵۰۳، الحدیث: ۳۰۹۳)

(3)..... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرور کائنات، شاہ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے بدلے تین افراد کو جنت میں داخل فرمائے گا (1) ثواب کی نیت سے تیر

بنانے والے کو (2) تیر پھینکنے والے کو (3) تیر پکڑوانے والے کو۔ اور تیر اندازی اور گھڑ سواری میں مقابلہ کیا کرو، تمہارا

تیر اندازی میں مقابلہ کرنا گھڑ سواری میں مقابلہ کرنے سے زیادہ مجھے پسند ہے اور جو تیر اندازی سیکھنے کے بعد اس سے غفلت

کرتے ہوئے چھوڑ دے تو اس نے ایک نعمت کو گنوا دیا۔ (ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الرمی، ۱۹/۳، الحدیث: ۲۵۱۳)

(4)..... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل شام کو خط لکھا کہ اپنی اولاد کو تیرا کی اور گھڑ سواری سکھاؤ۔

(در مشورۃ الانعال، تحت الآیۃ: ۶۰، ۸۶/۴)

وَإِنْ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيْبِطُنَّ فَإِنْ أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ إِذْ

لَمَّا كُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا ۝ وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ

تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يُّكَيِّتُنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں کوئی وہ ہے کہ ضرور دیر لگائے گا پھر اگر تم پر کوئی افتاد پڑے تو کہے خدا کا مجھ پر احسان تھا

کہ میں ان کے ساتھ حاضر نہ تھا۔ اور اگر تمہیں اللہ کا فضل ملے تو ضرور کہے گویا تم میں اس میں کوئی دوستی نہ تھی اے کاش

میں ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی مراد پاتا۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو ضرور دیر لگائیں گے پھر اگر تم پر کوئی مصیبت آ پڑے تو دیر لگانے

والا کہے گا بیشک اللہ نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔ اور اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فضل ملے تو (تکلیف پہنچنے والی صورت میں تو) گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہی نہ تھی (جبکہ اب) ضرور کہے گا: اے کاش میں (بھی) ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کر لیتا۔

﴿وَرَأَىٰ مِنْكُمُ الْيَهُودُ﴾ اور تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو ضرور دیر لگائیں گے۔ یہاں منافقوں کا بیان ہے کہ منافقوں کی حالت یہ ہے کہ حتی الامکان میدان جنگ میں جانے میں دیر لگائیں گے تاکہ کسی طرح ان کی جان چھوٹ جائے اور اگر پھر واقعی ایسا ہو جائے کہ مسلمانوں کو کوئی مصیبت آ پہنچے اور یہ منافقین وہاں موجود نہ ہوں تو بڑی خوشی سے کہیں گے کہ اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ میں وہاں موجود نہ تھا ورنہ میں بھی مصیبت میں پڑ جاتا۔ اور اگر اس کی جگہ مسلمانوں پر اللہ عزوجل کا خصوصی فضل ہو جائے کہ انہیں فتح حاصل ہو جائے اور مال غنیمت مل جائے تو پھر وہی جو تکلیف کے وقت اجنبی اور بیگانے بن گئے تھے اب کہیں گے کہ اے کاش کہ ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تو ہمیں بھی کچھ مال مل جاتا۔ گویا منافقین کا اول و آخر صرف مال کی ہوس ہے۔ انہیں نہ مسلمانوں کی فتح سے خوشی اور نہ شکست سے رنج بلکہ شکست پر خوش اور فتح پر رنجیدہ ہوتے ہیں۔



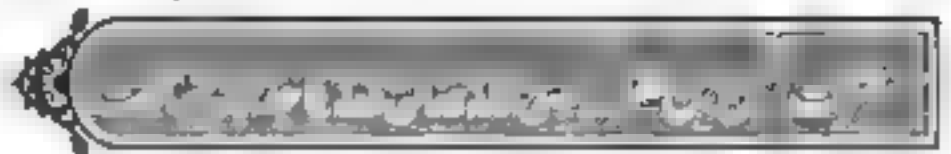
اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خود غرضی، موقع شناسی، مفاد پرستی اور مال کی ہوس منافقوں کا طریقہ ہے۔ دنیا میں وہ شخص کبھی کامیاب نہیں ہوتا جو تکلیف کے موقع پر تو کسی کا ساتھ نہ دے لیکن اپنے مفاد کے موقع پر آگے آگے ہوتا پھرے۔ مفاد پرست اور خود غرض آدمی کچھ عرصہ تک تو اپنی منافقت چھپا سکتا ہے لیکن اس کے بعد ذلت و رسوائی اس کا مقدر ہوتی ہے۔

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۚ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۴۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: تو انہیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہئے جو دنیا کی زندگی بچ کر آخرت لیتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب آئے تو عنقریب ہم اسے بڑا ثواب دیں گے۔

ترجمہ کنزالعرفان: پس جو لوگ دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں بچ دیتے ہیں انہیں چاہیے کہ اللہ کی راہ میں لڑیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر شہید کر دیا جائے یا غالب آ جائے تو عنقریب ہم اسے بہت بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔

﴿فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ: تو اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے۔﴾ یہاں اہل ایمان کا بیان ہے کہ جن لوگوں کی نگاہیں آخرت کی زندگی پر لگی ہوئی ہیں اور وہ آخرت کی خاطر دنیا کی زندگی قربان کرنے کو تیار ہیں انہیں اللہ غزوہ جہاد کی راہ میں لڑنا چاہیے اور اس میں دنیوی نفع کا ہرگز خیال نہ کریں بلکہ ان کا مطلوب مقصود اللہ غزوہ جہاد کی رضا، دین اسلام کی سر بلندی اور حق کا بول بالا ہونا چاہیے۔ جب اس نیت سے کوئی جہاد کرے گا تو وہ شہید ہو جائے یا بچ کر آجائے دونوں صورتوں میں ہار گاہ الہی میں مقبول ہو جائے گا اور اللہ غزوہ جہاد کی ہار گاہ میں عظیم اجر کا مستحق ہوگا۔



حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”میرے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر میں نہ جاسکے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین سے جو پہلی جنگ کی تھی میں اس میں حاضر نہ ہو سکا۔ اگر اب اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی غزوہ میں شرکت کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دکھا دے گا جو میں کروں گا، پھر جب غزوہ احد کا موقع آیا تو کچھ لوگ بھاگنے لگے، حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اے میرے پروردگار غزوہ جہاد! ان بھاگنے والوں میں جو مسلمان ہیں، میں ان کی طرف سے معذرت خواہ ہوں اور جو مشرک ہیں، میں ان سے بدی ہوں۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلواریں کر میدان جنگ کی طرف دیوانہ وار بڑھے۔ راستے میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا ”اے سعد! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جنت۔“ اس پاک پروردگار غزوہ جہاد کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! میں احد پہاڑ کے قریب جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جیسا کارنامہ انہوں نے سر انجام دیا ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے انہیں شہیدوں میں اس حال میں پایا کہ ان کے جسم مبارک پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے اتنی (80) سے زائد زخم تھے، اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعضاء جگہ جگہ سے کاٹ دیئے گئے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچانا بہت مشکل ہو چکا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ نے آپ کو انگلیوں کے نشانات سے پہچانا۔ (بمعاری، کتاب الجہاد والسیر، باب قول اللہ تعالیٰ: من المؤمنین رجال صدقوا... الخ، ۲/۲۵۵، الحدیث: ۲۸۰۵، حیوں الحکایات، الحکایۃ العاشرة، ص ۲۷، منقطعاً)

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

وَالْوِلْدَانَ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ
أَهْلُهَا ۖ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۖ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے جو یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے رب ہمارے ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے راستے میں نہ لڑو اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر (نہ لڑو جو) یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے رب! ہمیں اس شہر سے نکال دے جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لئے اپنی بارگاہ سے کوئی مددگار بنا دے۔

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے راستے میں نہ لڑو۔ ﴿﴾ ارشاد فرمایا گیا کہ جہاد فرض ہے اور اس کے ترک کا تمہارے پاس کوئی عذر نہیں تو تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد نہ کرو حالانکہ دوسری طرف مسلمان مرد و عورت اور بچے ظلم کی جگہ میں پس رہے ہیں اور ان کا کوئی پڑساں حال نہیں اور وہ رب العلمین عزوجل کی بارگاہ میں دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! عزوجل ہمیں اس بستی کے ظالموں سے نجات عطا فرما اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار عطا فرما۔ تو جب مسلمان مظلوم ہیں اور تم ان کو بچانے کی طاقت رکھتے ہو تو کیوں ان کی مدد کیلئے نہیں اٹھتے۔



اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں

(۱)..... جہاد فرض ہے، بلاوجہ جہاد نہ کرنے والا ایسا ہی گنہگار ہوگا جیسے نماز چھوڑنے والا بلکہ کئی صورتوں میں اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ البتہ یہ خیال رہے کہ جہاد کی فرضیت کی کچھ شرائط ہیں جن میں ایک اہم شرط استطاعت یعنی جنگ کی

طاقت ہونا بھی ہے۔ جہاد یہ نہیں ہے کہ طاقت ہو نہیں اور چند مسلمانوں کو لڑائی میں جھونک کر مردا دیا جائے۔ جہاد کبھی فرض عین ہوتا ہے اور کبھی فرض کفایہ۔

(2)..... آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینے کیلئے مسلمانوں کی مظلومیت کا بیان کرنا بہت مفید ہے۔ آیت میں جن کمزوروں کا تذکرہ ہے اس سے مراد مکہ مکرمہ کے مسلمان ہیں۔ اس آیت میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی گئی تاکہ وہ ان کمزور مسلمانوں کو کفار کے ہنچہ ظلم سے چھڑائیں جنہیں مکہ مکرمہ میں مشرکین نے قید کر لیا تھا اور طرح طرح کی ایذائیں دے رہے تھے اور ان کی عورتوں اور بچوں تک پر بے رحمانہ مظالم کرتے تھے اور وہ لوگ ان کے ہاتھوں میں مجبور تھے اس حالت میں وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی خلاصی اور مددِ الہی کی دعائیں کرتے تھے۔ یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا ولی و ناصر کیا اور انہیں مشرکین کے ہاتھوں سے چھڑایا اور مکہ مکرمہ فتح کر کے ان کی زیر دست مدد فرمائی۔

(3)..... آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو ولی اور ناصر (یعنی مددگار) کہہ سکتے ہیں۔

الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ۝^{۲۱} أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۗ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ ۚ وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝^{۲۲}

توجہ کتنا ایمان ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو شیطان کے دوستوں سے لڑو بیشک شیطان کا داؤد کمزور ہے۔ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روک لو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں بعض لوگوں سے ایسا ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرے یا اس سے بھی زائد اور بولے اے رب ہمارے تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا تھوڑی مدت تک ہمیں اور جینے دیا ہوتا، تم فرما دو کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے اور ڈروالوں کے لئے آخرت اچھی اور تم پر تباہی کے برابر ظلم نہ ہوگا۔

توجہ کتنا عرفان: ایمان والے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو تم شیطان کے دوستوں سے جہاد کرو بیشک شیطان کا کمر فریب کمزور ہے۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں ایک گروہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ سے ڈرنا ہوتا ہے یا اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے: اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ تھوڑی سی مدت تک ہمیں اور مہلت کیوں نہ عطا کر دی؟ اے حبیب! تم فرما دو کہ دنیا کا ساز و سامان تھوڑا سا ہے اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت بہتر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

﴿الْمَسْرُور﴾: کیا تم نے نہ دیکھا۔ ﴿اس آیت مبارکہ کا شان نزول یوں ہے کہ مشرکین مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو بہت ایذا نہیں دیتے تھے۔ ہجرت سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت نے تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں کافروں سے لڑنے کی اجازت دیجئے، انہوں نے ہمیں بہت ستایا ہے اور بہت ایذا نہیں دی ہیں۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اُن کے ساتھ جنگ کرنے سے ابھی ہاتھ روک کر رکھو اور ابھی صرف نماز اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اسی کے متعلق فرمایا کہ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن سے شروع اسلام میں مکہ مکرمہ میں کہا گیا کہ ابھی جہاد سے اپنے ہاتھ روکے رکھو اور ابھی صرف نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔ (بخاری، النساء، تحت الآیۃ ۱۰۷۷/۱۰۳)

لیکن پھر جب مدینہ منورہ میں ان پر جہاد فرض کیا گیا تو وہ اس وقت طبعی خوف کا شکار ہو گئے جو انسانی فطرت ہے اور حالت یہ تھی کہ ان میں ایک گروہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ عزوجل سے ڈرنا ہوتا ہے یا اس سے بھی کچھ زیادہ ہی خوفزدہ تھا اور کہنے لگے: اے ہمارے رب! غزوہ جمل، تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ اس کی حکمت کیا ہے؟

یہ سوال حکمت دریافت کرنے کے لئے تھا، اعتراض کرنے کیلئے نہیں۔ اسی لئے اُن کو اس سوال پر تو بخ و ذر نہ فرمایا گیا بلکہ تسلی بخش جواب عطا کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے حبیب! اُصَلِّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، تم ان سے فرما دو کہ دنیا کا ساز و سامان تھوڑا سا ہے، فنا ہونے والا ہے جبکہ پرہیزگاروں کے لئے آخرت تیار کی گئی ہے اور وہی ان کیسے بہتر ہے۔ لہذا جہاد میں خوشی سے شرکت کرو۔

اَیْنَ مَا تَلُوْنَ اَیْذِرْکُمْ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوجٍ مُّشِیْدَةٍ ۚ وَاِنْ تُصِیْبْہُمْ حَسَنَةٌ یَّقُولُوْا هٰذِہٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ ۚ وَاِنْ تُصِیْبْہُمْ سَیِّئَةٌ یَّقُولُوْا هٰذِہٖ مِنْ عِنْدِکَ ۚ قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ ۚ فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَٰثِیَہَا ۝۷۸

ترجمہ کنزالایمان: تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آ لے گی اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو اور انہیں کوئی بھلائی پہنچے تو کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور انہیں کوئی برائی پہنچے تو کہیں یہ حضور کی طرف سے آئی تم فرما دو سب اللہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کوئی بات سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے۔

ترجمہ کنزالعرفان: تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور ان (منافقوں) کو کوئی بھلائی پہنچے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے تو کہتے ہیں: (اے محمد!) یہ آپ کی وجہ سے آئی ہے۔ اے حبیب! تم فرما دو: سب اللہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ کسی بات کو سمجھنے کے قریب ہی نہیں آتے۔

﴿اَیْنَ مَا تَلُوْنَ اَیْذِرْکُمْ الْمَوْتُ﴾: تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی۔ ﴿ہے لوگوں سے فرمایا گیا کہ اے جہاد سے ڈرنے والو! تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور اس سے رہائی پانے کی کوئی صورت نہیں اور جب موت ناگزیر ہے تو بستر پر مرجانے سے راہِ خدا میں جان دینا بہتر ہے کہ یہ سعادت آخرت کی کامیابی کا سبب ہے۔

﴿وَإِنْ تُصِيبْهُمْ حَسَنَةٌ: اور اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچے۔﴾ یہاں سے منافقین کا بیان ہے کہ اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچے جیسے مال میں فراوانی آجائے، کاروبار اچھا ہو جائے، پیداوار زیادہ ہو جائے تو کہتے ہیں یہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے جیسے قحط پڑ جائے یا کوئی اور مصیبت آجائے تو کہتے ہیں اے محمد! یہ آپ کی وجہ سے آئی ہے، جب سے آپ آئے ہیں ایسی ہی سختیوں پیش آرہی ہیں۔ محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم ان سے فرما دو کہ رزق میں کمی بیشی، قحط یا خوشحالی، رنج یا راحت، فتح یا شکست سب حقیقت میں اللہ عزوجل کی طرف سے ہیں یعنی ہر راحت و مصیبت اللہ عزوجل کے ارادے سے آتی ہے، ہاں ہم اس کے اسباب مہیا کر لیتے ہیں نیز یہ بات بھی یاد رہے کہ تنگی راحت کا ذریعہ ہے اور گناہ مصیبت کا سبب ہے۔

مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ وَأَنْتَ سَأَلْتَ النَّاسَ مَسْئُولًا ۖ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝۹

توجہ کثرت الایمان: اے سننے والے! تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور اے محبوب! ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بھیجا اور اللہ کافی ہے گواہ۔

توجہ کثرت البصافان: اے سننے والے! تجھے جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور تجھے جو برائی پہنچتی ہے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور اے حبیب! ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور گواہی کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔

﴿مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ: تجھے جو بھلائی پہنچتی ہے۔﴾ ارشاد فرمایا گیا کہ اے مخاطب! تمہیں جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کریم کا فضل و رحمت ہے اور تجھے جو برائی پہنچتی ہے وہ تیری اپنی وجہ سے ہے کہ تو نے ایسے گناہوں کا ارتکاب کیا کہ تو اس کا مستحق ہوا۔ یہاں بھلائی کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف اور برائی کی نسبت بندے کی طرف کی گئی ہے جب کہ اوپر کی آیت میں سب کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف ہے، خلاصہ یہ ہے کہ بندہ جب مؤثر حقیقی کی طرف نظر کرے تو ہر چیز کو اسی کی طرف سے جانے اور جب اسباب پر نظر کرے تو برائیوں کو اپنی شامت نفس کے سبب سے سمجھے۔

﴿وَأَنْتَ سَأَلْتَ النَّاسَ مَسْئُولًا: اور اے حبیب! ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔﴾ رسول کائنات

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام عرب و عجم اور ساری مخلوق کے لئے رسول بنائے گئے اور کل جہان آپ کا امتی کیا گیا۔ یہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر منصب اور عظیم القربت قدر و منزلت کا بیان ہے۔ اولین و آخرین سارے انسانوں کے آپ نبی ہیں، حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر یوم قیامت تک سب انسان آپ کے امتی ہیں، اسی لئے تمام نبیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ۝۱۰

توجہ کذا الایمان: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔

توجہ کذا العرفان: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے تمہیں انہیں بچانے کے لئے نہیں بھیجا۔

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ ﴿آیت مبارکہ کا شان نزول﴾ کچھ اس طرح ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ عز و جل کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللہ عز و جل سے محبت کی، اس پر آج کل کے گستاخ بدوینوں کی طرح اُس زمانہ کے بعض منافقوں نے کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رب مانا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اُن کے رد میں یہ آیت نازل فرما کر اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی تصدیق فرمادی کہ بے شک رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ (یعنی، النساء، تحت الآیۃ، ۸۰، ۱/۳۶۲)

تو جس نے ان کی اطاعت سے اعراض کیا تو اس کا وبال اسی پر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس لئے نہیں بھیجا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہر صورت انہیں جہنم سے بچائیں بلکہ صرف تبلیغ کیلئے بھیجا ہے۔

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ
غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ
تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿٨١﴾

توجہ کنزالایمان: اور کہتے ہیں ہم نے حکم مانا پھر جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو ان میں ایک گروہ جو کہہ
گیا تھا اس کے خلاف رات کو منصوبے کا نشتا ہے اور اللہ لکھ رکھتا ہے ان کے رات کے منصوبے تو اے محبوب تم ان سے
چشم پوشی کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی ہے کام بنانے کو۔

توجہ کنزالعرفان: اور کہتے ہیں: ہم نے فرمانبرداری کی پھر جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو ان میں ایک
گروہ آپ کے فرمان کے برخلاف رات کو منصوبے بناتا ہے اور اللہ ان کے رات کے منصوبے لکھ رہا ہے تو اے حبیب!
تم ان سے چشم پوشی کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی کارساز ہے۔

﴿وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ﴾ اور کہتے ہیں: ہم نے فرمانبرداری کی۔ ﴿یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی، جو نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کہتے تھے کہ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی اطاعت ہم پر فرض ہے لیکن وہاں
سے اٹھ کر اس کے خلاف کرتے تھے۔﴾
(بخاری، النساء، تحت الآية: ۸۱، ۱/۴۰۵)

ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کے سب منصوبے ان کے عہدہ اعمال میں لکھے جا رہے ہیں اور انہیں اُس کا
بدلہ بھی ملے گا۔ لیکن چونکہ یہ ظاہر اُکلہ پڑھتے تھے اور ظاہری طور پر کفر نہیں کرتے تھے اس لئے ان کے بارے میں کہا
گیا کہ ان سے چشم پوشی کرو یعنی ان کے کافروں کی طرح دنیوی احکام نہیں ہیں۔ ہاں چونکہ ان کی طرف سے خطرہ پایا
جاتا ہے تو اس میں اللہ عز و جل پر بھروسہ رکھو، ان کی طرف سے اللہ عز و جل آپ کو کفایت کرے گا۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا

فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۝۸۷

ترجمہ کنزالایمان: تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

ترجمہ کنزالعرفان: تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

﴿أَفَلَا يَسْتَدِيرُّونَ الْقُرْآنَ﴾: تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ ﴿یہاں قرآن کی عظمت کا بیان ہے اور لوگوں کو اس میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ کیا یہ لوگ قرآن حکیم میں غور نہیں کرتے اور اس کے علوم اور حکمتوں کو نہیں دیکھتے کہ اس نے اپنی فصاحت سے تمام مخلوق کو اپنے مقابلے سے عاجز کر دیا ہے اور قیمتی خبروں سے منافقین کے احوال اور ان کے مکر و فریب کو کھول کر رکھ دیا ہے اور اولین و آخرین کی خبریں دی ہیں۔ اگر قرآن میں غور کریں تو یقیناً اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ اللہ عزوجل کا کلام ہے اور اسے لانے والا اللہ عزوجل کا رسول ہے۔



اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں غور و فکر کرنا اعلیٰ درجے کی عبادت ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ ایک آیت سمجھ کر اور غور و فکر کر کے پڑھنا بغیر غور و فکر کے پورا قرآن پڑھنے سے بہتر ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب التعمق، بیان معاری الفکر، ۱۷۰/۵)

قرآن کا ذکر کرنا، اسے پڑھنا، دیکھنا، چھونا سب عبادت ہے۔ قرآن میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے لیکن یہ بات واضح ہے کہ قرآن میں وہی غور و فکر معتبر اور صحیح ہے جو صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض اور حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحبت یافتہ صحابہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور ان سے تربیت حاصل کرنے والے تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے علوم کی روشنی میں ہو کیونکہ وہ غور و فکر جو اس ذات کے فرائض کے خلاف ہو جن پر قرآن اترا اور اس غور و فکر کے خلاف ہو جو وحی کے نزول کا مشاہدہ کرنے والے بزرگوں کے غور و فکر کے خلاف ہو، وہ یقیناً معتبر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دور جدید کے اُن نت نئے محققین سے بچنا ضروری ہے جو چودہ سو سال کے علماء، فقہاء، محدثین

و مفسرین اور ساری امت کے فہم کو غلط قرار دے کر تو لا یا عملاً یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ قرآن اگر سمجھا ہے تو ہم نے ہی سمجھا ہے، پچھلی ساری امت جاہل ہی گزر گئی ہے۔ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔

﴿وَلَوْ كَانِ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ﴾: اور اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا۔ ﴿یہاں قرآن پاک کی حقانیت پر ایک نہایت آسان اور واضح دلیل دی جا رہی ہے کہ اگر قرآن پاک اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا ہے تو اس میں بہت زیادہ اختلاف ہوتا، اس میں جو غیب کی خبریں دی گئی ہیں وہ موفیصد پوری نہ ہوتیں بلکہ کوئی بات تو پوری ہو جاتی اور کوئی نہ ہوتی لیکن جب ایسا نہ ہوا بلکہ قرآن پاک کی تمام غیبی خبریں بالکل سچی ثابت ہو رہی ہیں تو ثابت ہوا کہ یقیناً یہ کتاب، اللہ عزوجل کی طرف سے ہے نیز اس کے مضامین میں بھی باہم اختلاف نہیں کہ کہیں کوئی بات کہہ دی اور کہیں اس کے برخلاف کوئی دوسری بات کہہ دی۔ اسی طرح فصاحت و بلاغت میں بھی اس میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ مخلوق کا کلام فصیح بھی ہو تو سب یکساں نہیں ہوتا کچھ بلاغت سے بھرپور ہوتا ہے تو کچھ رکیک و گھٹیا قسم کا ہوتا ہے جیسا کہ شعراء اور زباندانوں کے کلام میں دیکھا جاتا ہے کہ بڑے بڑے شاعر کا کوئی کلام بڑا شاندار ہوتا ہے اور کوئی بالکل گنہگار۔ لیکن قرآن چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے کلام کی شان ہے کہ اس کا تمام کلام فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مرتبے پر ہے۔

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى

الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۚ وَلَوْ

لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَا تَبَعْتُمْ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۸۲﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جب ان کے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بات میں کاوش کرتے ہیں اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے مگر تھوڑے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور جب امن یا خوف کی کوئی بات ان کے پاس آتی ہے تو اسے پھیلانے لگتے ہیں حالانکہ اگر اس

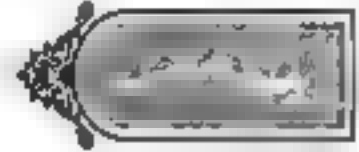
بات کو رسول اور اپنے ہا اختیار لوگوں کی خدمت میں پیش کرتے تو ضرور ان میں سے نتیجہ نکالنے کی صلاحیت رکھنے والے اُس (خبر کی حقیقت) کو جان لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم میں سے چند ایک کے علاوہ سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ: اور جب امن یا خوف کی کوئی بات ان کے پاس آتی ہے۔﴾ یہاں اگرچہ ایک خاص سیاق و سباق میں ایک چیز بیان کی گئی ہے لیکن اس میں جو حکم بیان کیا گیا ہے یہ ہماری زندگی کے ہزاروں گوشوں میں اصلاح کیلئے کافی ہے۔ غلامہ کلام یہ فرمایا گیا کہ جب کبھی امن مثلاً مسلمانوں کی فتح یا خوف مثلاً مسلمانوں کی شکست کی کوئی بات لوگوں کے پاس آتی ہے جو فساد کا باعث بن سکتی ہے تو وہ فوراً اُسے پھیلانے لگتے ہیں حالانکہ اگر اس بات کو یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے ہا اختیار لوگوں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو صاحب رائے اور صاحب بصیرت ہیں کی خدمت میں پیش کرتے اور خود کچھ دخل نہ دیتے تو سمجھدار لوگ ضرور اپنی عقل و دانش یا اپنی تحقیق کی روشنی میں اُس خبر کی حقیقت کو جان لیتے اور یوں بات کا بے بنیاد بننے کی بجائے حقیقت حال کھل کر سامنے آ جاتی۔



اس آیت کو سامنے رکھ کر ہم اپنے گھروں کے معاملات بلکہ ملکی و بین الاقوامی معاملات اور صحافتی معاملات کو جانچ سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں کا حال یہ ہے کہ ایک بات کو کوئی شخص اچھالتا ہے اور پھر وہ موجودہ میڈیا کے ذریعے پوری دنیا میں گردش کرنے لگتی ہے اور کچھ عرصے بعد پتہ چلتا ہے کہ اس بات کا کوئی سرچر ہی نہیں اور وہ سراسر جھوٹی ہے۔ مسلمانوں کو اور اسلام کو بدنام کرنے کیلئے ایسی سازشیں، افواہیں اور خبریں دن رات پھیلائی جا رہی ہیں حتیٰ کہ بعض جگہوں پر یہ بات پھیلائی گئی ہے کہ مسلمانوں کا مذہب یہ ہے کہ کوئی مسلمان اس وقت تک جنت میں نہیں جائے گا جب تک وہ کسی ایک کافر کو قتل نہیں کر لے گا۔ اَلْأَمَانُ وَالْحَفِظُ، کیسا جھوٹ اور کیسی دیدہ دلیری ہے۔ کفار کے ممالک میں مسلمانوں کا جو شخص پھیلا یا جا رہا ہے وہ بھی اسی طرح کی جھوٹی افواہوں کے ذریعے ہے اور پھر ایسی ہی باتیں سن کر مغرب سے مرعوب کچھ پڑھے لکھے سمجھے جانے والے ہمارے لوگ ان باتوں کو اسلام کے نام پر پیش کر کے اسلام کو بدنام کرتے ہیں۔ یہی معاملہ گھروں میں ہے کہ کسی نے کچھ بات کہی، وہ پھیلتے پھیلتے دس مرتبہ اضافوں کے ساتھ ایسی ہو گئی کہ خاندانوں میں لڑائیاں چھڑ گئیں اور تباہیاں مچ گئیں۔ ایسی سینکڑوں باتوں کا ہم سب کو تجربہ ہوگا۔ ان سب کیلئے قرآن نے یہ اصول دیا ہے کہ جب ایسی کوئی بات پہنچے تو اہل دانش اور سمجھدار لوگوں تک پہنچادی جائے وہ غور و فکر اور تحقیق سے اس کی حقیقت حال معلوم

کر لیں گے اور یوں بات کا بھنگڑا اور رائی کا پہاڑ نہیں بنے گا۔ حضرت حفص بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کر دے۔
(مسلم، باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع، ص ۸، الحدیث: ۵۰۵۰)



مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ قیاس جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک علم تو وہ ہے جو قرآن وحدیث سے حاصل ہوتا ہے اور ایک علم وہ ہے جو قرآن وحدیث سے استنباط و قیاس کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ امور دینیہ میں ہر شخص کو دخل دینا جائز نہیں جو اس کا اہل ہو وہی اس میں غور کرے۔

**فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلِّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَىٰ
اللَّهُ أَنْ يَكْفِكَ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۗ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا ۝۸۳**

توجہ کنزالایمان: تو اے محبوب اللہ کی راہ میں لڑو تم تکلیف نہ دیے جاؤ گے مگر اپنے دم کی اور مسلمانوں کو آمادہ کرو قریب ہے کہ اللہ کافروں کی سختی روک دے اور اللہ کی آغج سب سے سخت تر ہے اور اس کا عذاب سب سے کڑا۔

توجہ کنزالعرفان: تو اے حبیب اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ آپ کو آپ کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جائے گی اور مسلمانوں کو (جہاد کی) ترغیب دیتے رہو۔ عنقریب اللہ کافروں کی طاقت روک دے گا اور اللہ کی طاقت سب سے زیادہ مضبوط ہے اور اس کا عذاب سب سے زیادہ شدید ہے۔

﴿فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾: تو اے حبیب اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بدر صغریٰ (جھوٹا غزوہ بدر، اس) کی جنگ جو ابوسفیان سے طے تھی جب اس کا وقت آ پہنچا تو سرکار عالی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں جانے کے لئے لوگوں کو دعوت دی، بعض لوگوں پر یہ گراں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ جہاد نہ چھوڑیں اگرچہ تنہا ہوں اللہ عزوجل آپ کا ناصر و مددگار ہے، اللہ عزوجل

کا وعدہ سچا ہے۔ یہ حکم پا کر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بدر مغربی کی جنگ کے لئے روانہ ہوئے اور صرف ستر سوار ہمراہ تھے۔

(ملارک، النساء، تحت الآية: ۸۴، ص ۲۴۲)

چنانچہ فرمایا گیا کہ آپ جہاد کیلئے جائیں اور آپ کو آپ کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جائے گی خواہ کوئی آپ کا ساتھ دے یا نہ دے اور اگر چہ آپ اکیلے رہ جائیں، ہاں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو اور بس۔ پھر اللہ عز و جل نے فرمایا کہ اللہ کریم کافروں کی سختی کو روک دے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسلمانوں کے اس چھوٹے سے لشکر سے کفار ایسے مرعوب ہوئے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں میدان میں نہ آ سکے۔



اس آیت سے ثابت ہوا کہ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شجاعت میں سب سے اعلیٰ ہیں کہ آپ کو تنہا کفار کے مقابلے میں تشریف لے جانے کا حکم ہوا اور آپ آمادہ ہو گئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حسبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ شجاع اور بہادر تھے۔ (مسلم، کتاب الفصائل، باب فی شجاعة النبی علیہ السلام، وتقدمه للحرب، ص ۱۲۶۲، الحديث: ۴۸ (۲۳۰۷))

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ بہادر اور طاقتور، سخی اور پسندیدہ کسی کو نہیں دیکھا۔ (الشفا، القسم الاول، الباب الثاني، فصل واما الشجاعة والنحلة، ص ۱۱۶، الجزء الاول)

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثل شجاعت و بہادری کا یہ عالم تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ عزم اللہ تعالیٰ وجهہ الکونین جیسے بہادر صحابی کا یہ قول ہے جب لڑائی خوب گرم ہو جاتی تھی اور جنگ کی شدت دیکھ کر بڑے بڑے بہادروں کی آنکھیں پھرا کر سرخ پڑ جایا کرتی تھیں اس وقت میں ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں کھڑے ہو کر اپنا بچاؤ کرتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم سب لوگوں سے زیادہ آگے بڑھ کر اور دشمنوں کے بالکل قریب پہنچ کر جنگ فرماتے تھے اور ہم لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر وہ شخص شمار کیا جاتا تھا جو جنگ میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قریب رہ کر دشمنوں سے لڑتا تھا۔

(الشفا، القسم الاول، الباب الثاني، فصل واما الشجاعة والنحلة، ص ۱۱۶، الجزء الاول)

غزوہ حنین کے دن جب ابتدائے مسلمان کفار کے حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے میدان جنگ سے فرار ہوئے تو ایسے نازک وقت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے بلکہ اپنے سفید خچر پر سوار دشمنوں کی جانب پیش قدمی فرماتے رہے۔ (مسلم، کتاب الجہاد والسير، باب فی غزوة حنین، ص ۹۷۸، الحديث: ۷۶ (۱۷۷۵))

غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کھودتے ہوئے ایک ایسی چٹان ظاہر ہوئی جو کسی سے نہ ٹوٹ سکی، سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وار سے وہ چٹان پارہ پارہ ہو گئی۔

(سنائی، کتاب الجہاد، غزوہ الترمذ والمجیشہ، ص ۵۱۷، الحديث: ۳۱۷۳)

ایک رات اہل مدینہ ایک خوفناک آواز سن کر دہشت زدہ ہو گئے تو اس آواز کی سمت سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے۔

(بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق والسعاء، الخ، ۱۰۸/۴، الحديث: ۶۰۳۳)

اعلیٰ حضرت ذمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

تم ہو حفیظ و مغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث
تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعُ
شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتًا ۝۸۵

ترجمہ کنزالایمان: جو اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: جو اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس کا اجر ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً﴾: جو اچھی سفارش کرے۔ ﴿اچھی سفارش وہ ہے جس میں کسی کو جائز نفع پہنچایا جائے یا تکلیف سے بچایا جائے، اس پر ثواب ہے جیسے کوئی نوکری کا واقعی مستحق ہے اور کسی دوسرے کی حق تلفی نہیں ہو رہی تو سفارش کرنا جائز ہے یا کوئی مظلوم ہے اور پولیس سے انصاف دلوانے میں مدد کیلئے سفارش کی جائے۔ بری سفارش وہ ہے جس میں غلط سفارش کی جائے، ظالم کو غلط طریقے سے بچایا جائے یا کسی کی حق تلفی کی جائے جیسے کسی غیر مستحق کو نوکری دلانے کیلئے سفارش کی جائے یا کسی کو شراب یا سینما کے لائسنس دلوانے کیلئے سفارش کی جائے، یہ حرام ہے۔

وَإِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِأَحْسَنِ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾

توجہ کنزالایمان اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو بیشک
اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

توجہ کنزالعرفان: اور جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ سے جواب دو یا وہی الفاظ کہہ دو۔
بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

﴿وَإِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ﴾ اور جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے۔ ﴿اسلام سے پہلے اہل عرب کی عادت یہ تھی کہ جب
وہ ایک دوسرے سے ملتے تو کہتے ”حَیَّاکَ اللّٰہُ“ یعنی اللہ تعالیٰ تجھے زندہ رکھے اور جب دین اسلام آیا تو اُس میں اس
کلمے کو ”سلام“ سے تبدیل کر دیا گیا اور یہ کلمہ ”حَیَّاکَ اللّٰہُ“ کے مقابلے میں زیادہ کامل ہے کیونکہ جو شخص سلامت ہوگا
تو وہ لازمی طور پر زندہ ہوگا اور صرف زندہ شخص سلامت نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی زندگی مصیبتوں اور آفات سے ملی ہوئی ہے۔
(تفسیر کبیر، النساء، تحت الآية: ۸۶، ۱/۱۶۱)



- اس آیت میں سلام کے بارے میں بیان ہوا اس مناسبت سے ہم یہاں سلام سے متعلق چند شرعی مسائل ذکر کرتے ہیں:
- (۱)..... سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض اور جواب میں افضل یہ ہے کہ سلام کرنے والے کے سلام پر کچھ بڑھائے
مثلاً پہلا شخص السّلام علیکم کہے تو دوسرا شخص وَعَلَيْکُمُ السّلام وَرَحْمَةُ اللّٰہِ کہے اور اگر پہلے نے وَرَحْمَةُ اللّٰہِ
بھی کہا تھا تو یہ وَہوَ کاتہ اور بڑھائے پس اس سے زیادہ سلام و جواب میں اور کوئی اضافہ نہیں ہے۔
 - (۲)..... کافر، گمراہ، قاسق اور استیجا کرتے مسلمانوں کو سلام نہ کریں۔ یونہی جو شخص خطبہ، تلاوت، قرآن، حدیث، مذاکرہ، علم،
اذان اور تکبیر میں مشغول ہو، اس حال میں ان کو بھی سلام نہ کیا جائے اور اگر کوئی سلام کر دے تو اُن پر جواب دینا لازم نہیں۔
 - (۳)..... جو شخص شطرنج، چوسر، تاش، گنجفہ وغیرہ کوئی ناجائز کھیل کھیل رہا ہو یا گانے بجانے میں مشغول ہو یا پاخانہ یا

غسل خانہ میں ہو یا نہ ہو اس کو سلام نہ کیا جائے۔

(4)..... آدمی جب اپنے گھر میں داخل ہو تو بیوی کو سلام کرے، بعض جگہ یہ بڑی غلط رسم ہے کہ میاں بیوی کے اتنے گہرے تعلقات ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو سلام کرنے سے محروم کرتے ہیں حالانکہ سلام جس کو کیا جاتا ہے اس کے لیے سلامتی کی دعا ہے۔

(5)..... بہتر سواری والا، کمتر سواری والا، پیدل چلنے والے کو اور پیدل چلنے والا، بیٹھے ہوئے کو اور چھوٹا بڑے کو اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں۔ سلام سے متعلق شرعی مسائل کی مزید معلومات کے لئے بہار شریعت حصہ 16 کا مطالعہ کیجئے۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ
وَمَنْ أَضَدُّ لِي مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ۖ

ترجمہ کنزالایمان: اللہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور وہ ضرور تمہیں اکٹھا کرے گا قیامت کے دن جس میں کچھ شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

ترجمہ کنزالعرفان: اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ ضرور تمہیں قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

وَمَنْ أَضَدُّ لِي مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل سے زیادہ کس کی بات سچی یعنی اس سے زیادہ سچا کوئی نہیں اس لیے کہ اللہ عزوجل کا جھوٹ بولنا ناممکن و محال ہے کیونکہ جھوٹ عیب ہے اور ہر عیب اللہ عزوجل کیلئے محال ہے، وہ جملہ غیوب سے پاک ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی کلام میں جھوٹ کا ممکن ہونا ذاتی طور پر محال ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات مکمل طور پر صفات کمال ہیں اور جس طرح کسی صفت کمال کی اس سے نفی ناممکن ہے اسی طرح کسی نقص و عیب کی صفت کا ثبوت بھی اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی فرمان

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ۝ توجہ کنذا یعرفان اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

اس عقیدے کی بہت بڑی دلیل ہے، چنانچہ اس آیت کے تحت علامہ عبد اللہ بن احمد نسفی رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں ”اس آیت میں استہمام انکاری ہے یعنی خبر، وعدہ اور وعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا جھوٹ تو بالذات محال ہے کیونکہ جھوٹ خود اپنے معنی ہی کی رو سے قبیح ہے کہ جھوٹ واقع کے خلاف خبر دینے کا نام ہے۔ (مدارک، النساء تحت الآية: ۸۷، ص ۲۴۳)

علامہ بیضاوی رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ اس آیت میں اس سے انکار فرماتا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہو کیونکہ اس کی خبر تک تو کسی جھوٹ کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ (بیضاوی، النساء تحت الآية: ۸۷، ۲/۲۲۹)

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَنْ يُّخْلِفَ اللَّهُ عَهْدًا ۝ (بقرہ: ۸۰) توجہ کنذا یعرفان تو اللہ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرے گا۔

اس آیت کے تحت امام غزالی رازی رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر وعدہ اور وعید میں جھوٹ سے پاک ہے، ہمارے اصحاب اہل سنت و جماعت اس دلیل سے کذب الہی کو ناممکن جانتے ہیں کیونکہ جھوٹ صفت نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے اور معتزلہ اس دلیل سے اللہ تعالیٰ کے جھوٹ کو ممکن مانتے ہیں کیونکہ جھوٹ فی نظیر قبیح ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس کا صادر ہونا محال ہے۔ الغرض ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ یوں نا ممکن ہی نہیں۔ (تفسیر کبیر، البقرہ، تحت الآية: ۸۰، ۱/۵۶۷، ملخصاً)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ کی خبر آزی ہے، کلام میں جھوٹ ہونا عظیم نقص ہے لہذا وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہرگز راہ نہیں پاسکتا کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، اس کے حق میں خبر کے خلاف ہونا سراپا نقص ہے۔ (تفسیر عزیزی، منہج، البقرہ، تحت الآية: ۸۰، ۲/۵۶۷، ملخصاً) اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَمْ يَكُنْ لَكَ رِبٌّ وَأَعَدُّ لَا مُبَدِّلَ لِحُكْمِهِ ۝ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ توجہ کنذا یعرفان اور سچ اور انصاف کے اعتبار سے تیرے رب کے کلمات مکمل ہیں۔ اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں

اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

(انعام: ۱۱۵)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں ”یہ آیت اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بات بہت سی صفتوں کے ساتھ موصوف ہے، ان میں سے ایک صفت اس کا سچا ہونا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے دلائل کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کذب کو محال مانا جائے۔“ (تفسیر کبیر، الاعام، تحت الآية: ۱۱۵، ۱۲۵/۵)

نیز جھوٹ فی نفسہ دو باتوں سے خالی نہیں، یا تو وہ نقص ہوگا یا نہیں ہوگا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جھوٹ ضرور نقص ہے اور جب یہ نقص ہے تو بالاتفاق اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہو گیا کیونکہ وہ ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔ دوسری صورت میں اگر جھوٹ کو نقص وعیب نہ بھی مانا جائے تو بھی یہ اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے کیونکہ اگر جھوٹ نقص نہیں تو کمال بھی نہیں اور اللہ تعالیٰ نہ صرف نقص وعیب سے پاک ہے بلکہ وہ ہر اس شے سے بھی پاک ہے جو کمال سے خالی ہو اگرچہ وہ نقص وعیب میں سے نہ بھی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت صفت کمال ہے اور جس میں کوئی کمال ہی نہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفت کس طرح ہو سکتا ہے۔

یاد رہے کہ لوگوں کے جھوٹ بولنے پر قادر ہونے اور اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ ناممکن و محال ہونے سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ لوگوں کی قدرت مَعَاذَ اللہ، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ گئی یعنی یہ کہنا کہ بندہ جھوٹ بول سکے اور اللہ تعالیٰ جھوٹ نہ بول سکے، اس سے لازم آتا ہے کہ انسان کی قدرت مَعَاذَ اللہ، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ جائے گی، یہ بات سراسر غلط ہے نیز اگر یہ بات سچی ہو کہ آدمی جو کچھ کر سکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جس طرح نکاح کرنا اور بیوی سے ہم بستری کرنا وغیرہ انسان کی قدرت میں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی مَعَاذَ اللہ یہ کر سکتا ہے، یونہی اگر وہ بات سچی ہو تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جس طرح آدمی کھانا کھانے، پانی پینے، اپنے آپ کو دریا میں ڈبو دینے، آگ سے جلانے، خاک اور کانٹوں پر لٹانے کی قدرت رکھتا ہے تو پھر یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ بھی اپنے لئے کر سکتا ہوگا۔ ان صورتوں میں انسان ہر طرح خدائی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ یہ سب باتیں اپنے لئے کر سکتا ہو تو وہ ناقص ومحتاج ہوا اور ناقص ومحتاج خدا نہیں ہو سکتا اور اگر نہ کر سکا تو عاجز ٹھہرے گا اور کمال قدرت میں آدمی سے کم ہو جائے گا اور عاجز خدا نہیں ہو سکتا۔ جبکہ ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے اور محال پر قدرت کی تہمت سے پاک اور منزہ ہے،

نہ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر ہے نہ کسی کی قدرت اس کی قدرت کے ہمسرہ نہ اپنے لئے کسی عیب و نقص پر قادر ہونا اس کی قدوسی شان کے لائق ہے۔

نوٹ: اس مسئلے پر تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 15 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان رسائل کا مطالعہ فرمائیں۔ (1) سُبْحَنُ السُّبُّوحِ عَنْ عَيْبٍ كَذِبٍ مَقْبُوحٍ (جھوٹ جیسے بدترین عیب سے اللہ موزعزل کے پاک ہونے کا بیان)۔ (2) ذَاتَانِ بَاغِ سُبْحَنِ السُّبُّوحِ۔ (رسالہ سُبْحَنِ السُّبُّوحِ کے باغ کا دامن) (3) أَتَقْنَعُ الْخَبِيرُ لِمَالِ الْمُكَذِّبِينَ (اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ ممکن ماننے والوں کے استدلال کا رد)۔

فَمَا لَكُمْ فِي السُّفَقِينَ فَتَيْنَ وَاللَّهُ أَرَاكُمْ بِمَا كَسَبُوا أَتُرِيدُونَ
أَنْ تَهْدُوا مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَمَا لَهُ سَبِيلًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو فریق ہو گئے اور اللہ نے انہیں اونٹنوں کا گم ہونے کے سبب کیا یہ چاہے ہو کہ اسے راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ کیا اور جسے اللہ گمراہ کرے تو ہرگز تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔

ترجمہ کنزالعرفان: تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو گئے حالانکہ اللہ نے ان کے اعمال کے سبب ان (کے دوس) کو الٹا دیا ہے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اسے راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ کر دیا اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو ہرگز تو اس کے لئے (ہدایت کا) راستہ نہ پائے گا۔

﴿فَمَا لَكُمْ فِي السُّفَقِينَ فَتَيْنَ﴾: تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو گئے؟ ﴿اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ منافقین کی ایک جماعت کھلم کھلا مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملی۔ ان کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک فرقہ ان کو قتل کرنے پر اصرار کر رہا تھا اور ایک اُن کے قتل سے انکار کرتا تھا۔ اس معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(مدارك النساء، تحت الآية ۸۸، ص ۲۴۳)

اور فرمایا کہ اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ بن گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ارتداد اور مشرکوں کے ساتھ جاننے کی وجہ سے ان کے دلوں کو الٹا دیا ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا اسے ہدایت کی راہ دکھا دو! یہ محال ہے کیونکہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو تم اس کیلئے ہدایت کا کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔

(روح البیان، النساء، تحت الآية: ۸۸، ۲/۲۵۶)

وَذُو النَوْتِ كُفْرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ
أَوْلِيَاءَ حَتَّى يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فُحِدُوا لَهُمْ وَأَقْتُلُوهُمْ
حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝۸۹

توجہ کنزالایمان: وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ کہیں تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو تم سب ایک سے ہو جاؤ تو ان میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک اللہ کی راہ میں گمراہ نہ چھوڑیں پھر اگر وہ منہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو نہ دوست ٹھہراؤ نہ مددگار۔

توجہ کنزالعرفان: وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے کاش کہ تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ پھر تم سب ایک جیسے ہو جاؤ۔ تو تم ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں پھر اگر وہ منہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو نہ دوست بناؤ اور نہ ہی مددگار۔

﴿وَذُو النَوْتِ كُفْرُونَ كَمَا كَفَرُوا﴾: وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے کاش کہ تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ۔ اس سے پہلی آیات میں منافقوں کی اپنی سرکشی کا بیان ہوا اور اس آیت میں ان کے کفر و سرکشی میں حد سے بڑھنے کا بیان ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! جو منافق ایمان چھوڑ کر کفر و ارتداد کی طرف پلٹ گئے وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے کاش کہ تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ پھر تم سب کفر میں ایک جیسے ہو جاؤ اور جب ان کا یہ حال ہے تو تم ان میں سے

کسی کو اس وقت تک اپنا دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت نہ کریں اور اس سے اُن کے ایمان کا ثبوت نہ مل جائے کہ ان کا ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لئے ہے کسی دنیوی مقصد کے لئے نہیں ہے، پھر اگر وہ ہجرت کرنے سے منہ پھریں اور کفر پر قائم رہنے کو اختیار کریں تو اے مسلمانو! تم انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور اگر وہ تمہاری دوستی کا دعویٰ کریں اور دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کے لیے تیار ہوں تو ان کی مدد نہ قبول کرو کیونکہ یہ بھی دشمن ہیں۔ (روح البیان، النساء، تحت الآية: ۸۹، ۲۵۶/۲، حازن، النساء، تحت الآية: ۸۹، ۴۱۱/۱، ملقط)



اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوتیں

(۱)..... دوسرے کو کافر کرنے کی کوشش کرنا کفر ہے۔

(۲)..... کافر، مرتد، بد مذہب کو دوست بنانا اور ان سے دلی محبت رکھنا حرام ہے اگرچہ وہ کلمہ پڑھتا ہو اور اپنے کو مسلمان کہتا ہو جیسے اُس زمانے کے منافق تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، کفار اور مشرکین سے اتحاد ووداد حرام قطعی ہے قرآن عظیم کی ٹھوس اُس کی تحریم سے گونج رہے ہیں اور کچھ نہ ہو تو اتنا کافی ہے کہ

مَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَوَإِنَّهُمْ مِنْهُمْ

واحد تھا رہتا ہے کہ تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا وہ بے شک ان میں سے ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۱/۲۲۹)

(۳)..... دینی امور میں مشرک سے مدد نہ لی جائے۔ حضرت ابو حمید ساعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”ہم مشرکین سے مدد نہیں لیں گے۔“

(مستدرک، کتاب الجہاد، لا يستعين بالمشرکین علی المشرکین، ۲/۴۵۶، الحدیث: ۲۶۱۰)

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ
حَصْرَتْ صُدُورُهُمْ أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ
لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتِلُوكُمْ فَإِنْ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَالْقُوا

إِلَيْكُمْ السَّلَامُ ۚ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ۝

توجہ کنز الایمان: مگر وہ جو ایسی قوم سے علاقہ رکھتے ہیں کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے یا تمہارے پاس یوں آئے کہ ان کے دلوں میں شک نہ رہے کہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں اور اللہ چاہتا تو ضرور انہیں تم پر قابو دیتا تو وہ بے شک تم سے لڑتے پھر اگر وہ تم سے کنارہ کریں اور نہ لڑیں اور صلح کا پیغام ڈالیں تو اللہ نے تمہیں ان پر کوئی راہ نہ رکھی۔

توجہ کنز الایمان: مگر (ان لوگوں کو قتل نہ کرو) جو ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں کہ تمہارے اور ان کے درمیان (امن کا) معاہدہ ہو یا تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ ان کے دل تم سے لڑائی کرنے سے جک آچکے ہوں یا (تمہارے ساتھ مل کر) اپنی قوم سے لڑیں اور اللہ اگر چاہتا تو ضرور انہیں تم پر مسلط کر دیتا تو وہ بے شک تم سے لڑتے پھر اگر وہ تم سے دور رہیں اور نہ لڑیں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو (صلح کی صورت میں) اللہ نے تمہیں ان پر (لڑائی) کا کوئی راستہ نہیں رکھا۔

﴿إِلَّا الَّذِينَ يَهْتَمُونَ بِالدِّينِ﴾: مگر جو ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں۔ گزشتہ آیت میں قتل کا حکم دیا گیا تھا، اب فرمایا جا رہا ہے کہ کچھ لوگ اس حکم سے خارج ہیں، وہ یہ ہیں:

(1)..... وہ لوگ جن کا ایسی قوم سے تعلق ہو جن سے تمہارا امن کا معاہدہ ہو چکا ہو۔

(2)..... وہ لوگ جو تم سے لڑائی نہ کریں۔

(3)..... وہ لوگ جو تمہارے ساتھ مل کر اپنی قوم سے لڑیں۔ ان سب لوگوں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا مزید احسان بیان فرمایا کہ اگر اللہ عز و جل چاہتا تو ضرور انہیں تم پر مسلط کر دیتا تو وہ بے شک تم سے لڑتے اور تم پر غالب بھی آجاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھا۔

﴿وَإِنْ اعْتَصَلْتُمْ﴾: پھر اگر وہ تم سے دور رہیں۔ یہاں فرمایا کہ اگر کفار تم سے دور رہیں اور نہ لڑیں بلکہ صلح کا پیغام بھیجیں تو اس صورت میں تمہیں اجازت نہیں کہ تم ان سے جنگ کرو۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اب اسلامی سلطان کو صلح کرنے، نہ کرنے کا اختیار ہے۔

(جمل، النساء، تحت الآية ۹۰، ۹۹/۲، حازن، النساء، تحت الآية ۹۰، ۱۶/۱، ملفوظ)

سَيُجَادُونَ آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلًّا
 رُدُّوْا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا فَإِنْ لَمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمْ
 السَّلَامَ وَيَكْفُرُوا أَيْدِيَهُمْ فَاخْذُوهُمْ وَأَقْبِلُوهُمْ حَيْثُ تَقِفْتُمُوهُمْ ۖ وَ
 أُولَئِكَ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مِّبْيٰنًا ۝۱

۱۰۰

ترجمہ کنزالایمان: اب کچھ اور تم ایسے پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امان میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امان میں رہیں جب کبھی ان کی قوم انہیں فساد کی طرف پھیرے تو اس پر اوندھے مڑتے ہیں پھر اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور صلح کی گردن نہ ڈالیں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو انہیں پکڑ دو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور یہ ہیں جن پر ہم نے تمہیں صریح اختیار دیا۔

ترجمہ کنزالایمان: عنقریب تم کچھ دوسروں کو پاؤ گے جو چاہتے ہیں کہ وہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں (لیکن) جب کبھی انہیں فتنے کی طرف پھیرا جاتا ہے تو اس میں اوندھے جا پڑتے ہیں۔ پھر اگر وہ تم سے کنارہ کشی نہ کریں اور تمہارے ساتھ صلح نہ کریں اور اپنے ہاتھ تم (سے لڑنے) سے نہ روکیں تو تم انہیں پکڑ لو اور جہاں پاؤ انہیں قتل کرو اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے خلاف ہم نے تمہیں کھلا اختیار دیا ہے۔

﴿سَيُجَادُونَ آخَرِينَ﴾: عنقریب تم کچھ دوسروں کو پاؤ گے۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں اسد وغطفان دو قبیلوں کے لوگ رہا کاری کے طور پر کلمہ پڑھتے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے اور جب ان میں سے کوئی اپنی قوم سے ملتا اور وہ لوگ ان سے کہتے کہ تم کس چیز پر ایمان لائے؟ تو یہ کہتے کہ بندروں بچھوؤں وغیرہ پر (یعنی اسلام کا مذاق اڑاتے)۔ اس انداز سے ان کا مطلب یہ تھا کہ دونوں طرف تعلقات رکھیں اور کسی جانب سے انہیں نقصان نہ پہنچے یہ لوگ منافقین تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔
 (بخاری، النساء، تحت الآية: ۹۱، ۱۱۲/۱)

اور ان کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ تم سے بھی امن چاہتے ہیں اور اپنی قوم سے بھی لیکن حقیقت میں تمہارے ساتھ نہیں ہیں کیونکہ جب انہیں کسی فتنے مثلاً شرک یا مسلمانوں سے جنگ کی طرف بلایا جاتا ہے تو یہ مسلمانوں کے دشمنوں ہی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ مزید ان کے متعلق فرمایا کہ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ جنگ کرنے سے باز آ کر ایک

طرف نہ ہو جائیں اور تمہارے ساتھ صلح نہ کریں تو ان کے کفر اور غداری اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے سبب ہم نے تمہیں ان کے قتل کرنے کا کھلا اختیار دیا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً
فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا
فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ
وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ
وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ
تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ٩٣

توجہ کنزالایمان: اور مسلمانوں کو نہیں پہنچتا کہ مسلمان کا خون کرے مگر ہاتھ بہک کر اور جو کسی مسلمان کو نا دانستہ قتل کرے تو اس پر ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور خوں بہا کہ مقتول کے لوگوں کو سپرد کی جائے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں پھر اگر وہ اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور خود مسلمان ہے تو صرف ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا اور اگر وہ اس قوم میں ہو کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خوں بہا سپرد کی جائے اور ایک مسلمان مملوک آزاد کرنا تو جس کا ہاتھ نہ پہنچے وہ لگا تار دو مہینے کے روزے رکھے یہ اللہ کے یہاں اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

توجہ کنزالایمان: اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرے مگر یہ کہ غلطی سے ہو جائے اور جو کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر دے تو ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا اور دیت دینا لازم ہے جو مقتول کے گھر والوں کے حوالے کی جائے گی سوائے اس کے کہ وہ معاف کر دیں پھر اگر وہ مقتول تمہاری دشمن قوم سے ہو اور وہ مقتول خود مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا لازم ہے اور اگر وہ مقتول اس قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو تو اس

کے گھر والوں کے حوالے دیت کی جائے اور ایک مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد کیا جائے پھر جسے (غلام) نہ ملے تو دو مہینے کے مسلسل روزے (لازم ہیں۔ یہ) اللہ کی بارگاہ میں اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِمَنْ يَكْفُرُ أَنْ يَمْلِكَ مُوَدَّتَنَا﴾ اور کسی مسلمان کیلئے دوسرے مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں۔ ﴿یہ آیت مبارکہ عیاش بن ربیعہ مخزومی کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان کا واقعہ یوں ہے کہ وہ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں مسلمان ہو گئے اور گھر والوں کے خوف سے مدینہ طیبہ جا کر پناہ گزیں ہو گئے۔ ان کی ماں کو اس سے بہت بے قراری ہوئی اور اس نے حارث اور ابو جہل اپنے دونوں بیٹوں سے جو عیاش کے سوتیلے بھائی تھے یہ کہا کہ خدا کی قسم میں سایہ میں بیٹھوں گی اور نہ کھانا چکھوں گی اور نہ پانی پیوں گی جب تک تم عیاش کو میرے پاس نہ لے کر آؤ۔ وہ دونوں حارث بن زید کو ساتھ لے کر تلاش کے لیے نکلے اور مدینہ طیبہ پہنچ کر عیاش کو پالیا اور ان کو ماں کے جُزع فُزع کرنے، بے قراری اور کھانا پینا چھوڑنے کی خبر سنائی اور اللہ عز و جل کے نام پر یہ عہد کیا کہ ہم دین کے متعلق تجھ سے کچھ نہ کہیں گے، بس تم مکہ مکرمہ چلو۔ اس طرح وہ عیاش کو مدینہ سے نکال لائے اور مدینہ سے باہر آ کر اس کو باندھا اور ہر ایک نے سو سو کوڑے مارے پھر ماں کے پاس لائے تو ماں نے کہا میں تیری مشکیں نہ کھولوں گی جب تک تو اپنا دین ترک نہ کرے گا پھر عیاش کو دھوپ میں بندھا ہوا ڈال دیا اور ان مصیبتوں میں مبتلا ہو کر عیاش نے ان کا کہا مان لیا اور اپنا دین ترک کر دیا۔ اس پر حارث بن زید نے عیاش کو ملامت کی اور کہا تو اسلام پر تھا، اگر یہ حق تھا تو تو نے حق کو چھوڑ دیا اور اگر باطل تھا تو تو باطل دین پر رہا۔ یہ بات عیاش کو بڑی ناگوار گزری اور عیاش نے حارث سے کہا کہ میں تجھے اکیلا پاؤں گا تو خدا کی قسم ضرور تمہیں قتل کر دوں گا اس کے بعد عیاش اسلام لے آئے اور انہوں نے مدینہ طیبہ ہجرت کر لی اور ان کے بعد حارث بھی اسلام لے آئے اور وہ بھی ہجرت کر کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے لیکن اس روز عیاش موجود نہ تھے اور نہ انہیں حارث کے اسلام کی اطلاع ہوئی۔ قباء شریف کے قریب عیاش نے حارث کو دیکھ لیا اور قتل کر دیا تو لوگوں نے کہا، اے عیاش! تم نے بہت برا کیا، حارث اسلام لا چکے تھے۔ اس پر عیاش کو بہت افسوس ہوا اور انہوں نے رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا اور کہا کہ مجھے قتل کے وقت تک ان کے اسلام کی خبر ہی نہ ہوئی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور کفارے کی صورت بیان کی گئی۔

(بخاری، النساء، تحت الآية ۹۲، ۳۶۸/۱)

﴿وَمَنْ قَتَلَ﴾ اور جو قتل کرے۔ ﴿یہاں آیت میں قتل کی چار صورتوں کا بیان ہے اور پھر تین صورتوں میں کفارے کا بیان ہے۔ پہلی صورت یہ کہ مسلمان کا کسی دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے۔

دوسری صورت یہ کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو غلطی سے قتل کر دے جیسے شکار کو مار رہا ہو مگر گولی مسلمان

کو لگ جائے یا کسی کو حربی کافر سمجھ کر مارا لیکن قتل کے بعد معلوم ہوا کہ مقتول تو مسلمان ہے۔ اس صورت میں قاتل پر ایک غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا لازم ہے اور اس کے ساتھ وہ وصیت بھی ادا کرے گا جو مقتول کے وارثوں کو دی جائے گی اور وہ اسے میراث کی طرح تقسیم کر لیں۔ وصیت مقتول کے ترکہ کے حکم میں ہے، اس سے مقتول کا قرضہ بھی ادا کیا جائے گا اور وصیت بھی پوری کی جائے گی۔ ہاں اگر مقتول کے ورثاء وصیت معاف کر دیں تو وہ معاف ہو جائے گی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اگر وہ مقتول دشمن قوم سے ہو لیکن وہ مقتول بذات خود مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا لازم ہے اور وصیت وغیرہ کچھ لازم نہ ہوگی۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر مقتول ذمی ہو یا مسلمان حکومت کی اجازت سے مسلمان ملک میں آیا ہو جسے مُتَحامن کہتے ہیں تو اس کو قتل کرنے کی صورت میں اس کے گھر والوں کو وصیت دی جائے گی اور ایک مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد کیا جائے گا البتہ اگر غلام لونڈی نہ ملے جیسے ہمارے زمانے میں غلام لونڈی ہیں ہی نہیں تو پھر دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے جائیں گے۔ یہ یاد رہے کہ قتل خطا کے کفارہ میں کافر غلام آزاد نہ کیا جائے گا۔ باقی کفارات میں حنفی مذہب میں ہر طرح کا غلام آزاد کر سکتے ہیں جیسے روزے کا یا بظہار کا کفارہ ہو۔

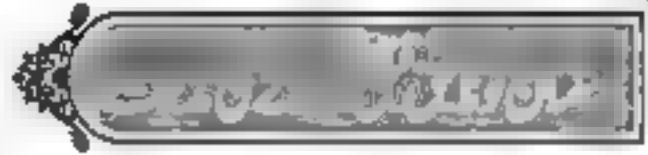
وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَبِدًا قَدْ أَفْجَرُ أَوْ لَوْ أَنَّهَا وَجْهٌ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ

اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴿۹۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کا بدلہ جہنم ہے عرصہ دراز تک اس میں رہے گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَمَنْ يَقْتُلْ﴾ اور جو قتل کرے۔ اس سے پہلی آیت میں غلطی سے کسی مسلمان کو قتل کر دینے کا حکم بیان کیا گیا اور اس آیت میں جان بوجھ کر کسی مسلمان کو قتل کرنے کی آخری وعید بیان کی گئی ہے۔ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآية، ۹۳، ۱۸۲/۴)



کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنا شدید ترین کبیرہ گناہ ہے اور کثیر احادیث میں اس کی بہت مذمت بیان کی گئی ہے، ان میں سے 4 احادیث درج ذیل ہیں۔

(1)..... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ایک کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا ہے۔

(بخاری، کتاب الذہبات، باب قول اللہ تعالیٰ: ومن احببنا، ۳۵۸/۴، الحدیث: ۶۸۷۱)

(2).... کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والا قیامت کے دن بڑے خسارے کا شکار ہوگا۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اگر زمین و آسمان والے کسی مسلمان کے قتل پر جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ سب کو اندھے منہ جہنم میں ڈال دے۔“ (معجم صغیر، باب النہی، من اسمہ علی، ص ۲۰۵، الجزء الاول)

(3).... حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ راوی فرماتے ہیں میں نے عرض کی: مقتول جہنم میں کیوں جائے گا؟ ارشاد فرمایا: اس لئے کہ وہ اپنے ساتھی کو قتل کرنے پر مہم تھا۔

(بخاری، کتاب الايمان، باب وان طاعتان من المؤمنین قتلتا الخ، ۲۳/۱، الحدیث: ۳۱)

(4)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے کسی مومن کے قتل پر ایک حرف جتنی بھی مدد کی تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا ”یہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہے۔“

(ابن ماجہ، کتاب الذہبات، باب التغلیظ فی قتل مسلم صلاً، ۲۶۶/۳، الحدیث: ۲۶۶۰)

افسوس کہ آج کل قتل کرنا بڑا معمولی کام ہو گیا ہے چھوٹی چھوٹی باتوں پر جان سے مار دینا، غنڈہ گردی، وہشت گردی، ڈکیتی، خاندانی لڑائی، تعصب والی لڑائیاں عام ہیں۔ مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہایا جاتا ہے، گروپ اور جتنے اور عسکری ونگ بنے ہوئے ہیں جن کا کام ہی قتل و غارتگری کرنا ہے۔



ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے تعلق کیسا ہونا چاہئے، اس بارے میں 5 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)..... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دیگر مسلمان محفوظ رہیں۔

(بخاری، کتاب الايمان، باب المسلم من سلم المسلمون .. الخ، ۱۵/۱، الحدیث: ۱۰)

(2)..... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لایحیہ۔ الخ، ۱۶/۱، الحدیث: ۱۳)

(3)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے حقیر جانے۔ تقویٰ یہاں ہے اور اپنے سینے کی طرف تین بار اشارہ فرمایا۔ انسان کے لیے یہ برائی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ مسلمان پر مسلمان کی ہر چیز حرام ہے، اس کا خون، اس کا مال، اس

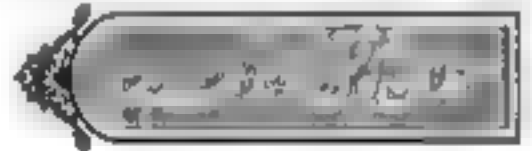
کی آبرو۔ (مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم ظلم المسلم وعذله... الخ، ص ۱۳۸۶، الحدیث: ۳۶ (۲۵۶۴))

(4)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور اچھی باتوں کا حکم نہ دے

اور بری باتوں سے منع نہ کرے۔ (ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة الصبيان، ۳۶۹/۳، الحدیث: ۱۹۲۸)

(5)..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب بیان قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: مہاب المسلم۔ الخ، ص ۵۶، الحدیث: ۱۱۶ (۶۴))



اگر مسلمانوں کے قتل کو حلال سمجھ کر اس کا ارتکاب کیا تو یہ خود کفر ہے اور ایسا شخص ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور قتل کو حرام ہی سمجھا لیکن پھر بھی اس کا ارتکاب کیا تب یہ گناہ کبیرہ ہے اور ایسا شخص مدتِ دراز تک جہنم میں رہے گا۔ آیت میں ”عَالِدًا“ کا لفظ ہے اس کا ایک معنی ہمیشہ ہوتا ہے اور دوسرا معنی عرصہ دراز ہوتا ہے یہاں دوسرے معنی میں مذکور ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا
لِمَنْ آتَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامُ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ ۖ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ
عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝

توجہ کنزالایمان: اے ایمان والو! جب تم جہاد کو چلو تو تحقیق کر لو اور جو تمہیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں تم جیتی دنیا کا اسباب چاہتے ہو تو اللہ کے پاس بہتری نہیں ہیں پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا تو تم پر تحقیق کرنا لازم ہے بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

توجہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! جب تم اللہ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ تم دنیوی زندگی کا سامان چاہتے ہو پس اللہ کے پاس بہت سے قیمت کے مال ہیں۔ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے تو اللہ نے تم پر احسان کیا تو خوب تحقیق کر لو بیشک اللہ تمام اعمال سے خبردار ہے۔

﴿إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتُكْفَرُ عَنْ ذُنُوبِكُمْ غَيْرَ مَكْرُومٍ﴾ اس آیت مبارکہ کا شان نزول کچھ اس طرح ہے کہ جوڈاس بن کھنک جو فدک کے رہنے والے تھے اور ان کے سوا ان کی قوم کا کوئی شخص اسلام نہ لایا تھا، اس قوم کو خبر ملی کہ لشکر اسلام ان کی طرف آ رہا ہے تو قوم کے سب لوگ بھاگ گئے مگر جوڈاس ٹھہرے رہے۔ جب انہوں نے دور سے لشکر کو دیکھا تو اس خیال سے کہ کہیں کوئی غیر مسلم جماعت نہ ہو یہ پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بکریاں لے کر چڑھ گئے۔ جب لشکر آیا اور انہوں نے اللہ اکبر کے نعروں کی آوازیں سنیں تو یہ خود بھی تکبیر پڑھتے ہوئے اتر آئے اور کہنے لگے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ بِالسَّلَامِ عَلَيْكُمْ۔ مسلمانوں نے خیال کیا کہ اہل فدک تو سب کافر ہیں یہ شخص دھوکہ دینے کے لیے ایمان کا اظہار کر رہا ہے۔ اس خیال سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو قتل کر دیا اور بکریاں لے آئے۔ جب تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر تمام ماجرا عرض کیا تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت رنج ہوا اور فرمایا تم نے اس کے سامان کے سبب اس کو قتل کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ مقتول کی بکریاں اس کے اہل خانہ کو واپس کر دو۔ (بخاری، النساء، تحت الآية: ۹۴، ۱/۱۷۶)

یہ روایت الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ بخاری اور دیگر کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔ یہاں اسی کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ اے ایمان والو! جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے یا جس میں اسلام کی علامت و نشانی پاؤ تو اس سے ہاتھ روک لو اور جب تک اس کا کفر ثابت نہ ہو جائے اس پر ہاتھ نہ ڈالو اور اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ ابوداؤد اور ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی لشکر روانہ فرماتے تو حکم دیتے کہ اگر تم کوئی مسجد دیکھو یا اذان سنو تو قتل نہ کرنا۔ (ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب می دعاء

﴿ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ ﴾ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے۔ مسلمانوں کو سمجھانے کیلئے مزید فرمایا کہ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے یعنی جب تم اسلام میں داخل ہوئے تھے تو تمہاری زبان سے کلمہ شہادت سن کر تمہارے جان و مال محفوظ کر دیئے گئے تھے اور تمہارا اظہار ایمان بے اعتبار نہ قرار دیا گیا تھا ایسا ہی اسلام میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تمہیں بھی سلوک کرنا چاہئے اور یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ تمہیں اسلام پر استقامت بخشی اور تمہارا مؤمن ہونا مشہور کیا، لہذا خوب تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں تمہارے ہاتھوں کوئی ایمان دار قتل نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ جو مسلمان کافروں میں رہتا ہو اور اس کے ایمان کی مسلمانوں کو خبر نہ ہو تو اس کے قتل سے نہ کفارہ واجب ہوگا اور نہ دیت۔ یاد رہے کہ پچھلی آیت میں وہ صورت مذکور ہوئی جہاں مسلمان کا اسلام سب کو معلوم ہو مگر اندھیرے وغیرہ کی وجہ سے پتہ نہ لگے اور مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا جائے اور اس آیت میں وہ صورت بیان ہوئی ہے جس میں مسلمان کا ایمان کسی کو معلوم نہیں۔ لہذا ان دونوں آیات میں تعارض نہیں۔

لَا يَسْتَوِي الْقُعْدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَبِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۖ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقُعْدِينَ دَرَجَةً ۖ وَكَذَلِكَ وَعَدَ اللَّهُ الْخَاسِرِينَ ۖ وَقَضَى اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقُعْدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۖ

ترجمہ کنزالایمان: برابر نہیں وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد سے بیٹھ رہیں اور وہ کہ راہ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے بڑا کیا اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ نے جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: عذر والوں کے علاوہ جو مسلمان جہاد سے بیٹھ رہے وہ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں۔ اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ نے درجے کے اعتبار سے فضیلت عطا فرمائی ہے اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔

﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَبِ﴾: عذر والوں کے علاوہ جو مسلمان جہاد سے بیٹھے رہے وہ برابر نہیں۔ ﴿اس آیت میں جہاد کی ترغیب ہے کہ بیٹھے رہنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں بلکہ مجاہدین کے لیے بڑے درجات و ثواب ہیں، اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ بیماری یا بڑھاپے یا نا طاقتی یا نابینائی یا ہاتھ پاؤں کے ناکارہ ہونے اور عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہوں وہ فضیلت سے محروم نہ کئے جائیں گے جبکہ اچھی نیت رکھتے ہوں۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ جب اس آیت کا پہلا حصہ نازل ہوا کہ مجاہدین اور غیر مجاہدین برابر نہیں تو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نابینا صحابی تھے عرض کرنے لگے کہ ”یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، میں نابینا ہوں، جہاد میں کیونکر جاؤں اس پر آیت ”غَيْرُ أُولِي الضَّرَبِ“ نازل ہوئی یعنی معذوروں کو مستثنیٰ کر دیا گیا۔

(بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب قول اللہ لا يستوی القاعدون۔ الخ، ۲/۶۶۳، الحديث: ۲۸۳۲)

اور بخاری شریف میں ہی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت) فرمایا: کچھ لوگ مدینہ میں رہ گئے ہیں ہم کسی گھائی یا آبادی میں نہیں چلتے مگر وہ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں، انہیں عذر نے روک لیا ہے۔ (بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب من حبسه العذر عن الغزو، ۲/۶۶۵، الحديث: ۲۸۳۹)



اس سے معلوم ہوا کہ نیت بہت عظیم عمل ہے کہ حقیقتاً عمل کئے بغیر بھی نیت ہی نیت ہونے کی صورت میں ثواب مل جاتا ہے۔ ہاں یہ ہے جو عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہو سکے اگرچہ وہ نیت کا ثواب پائیں گے لیکن جہاد کرنے والوں کو عمل کی فضیلت اس سے زیادہ حاصل ہے۔ راہ خدا میں جان و مال خرچ کرنے کی کتنی عظیم فضیلت ہے اس کیلئے ذیل کی ۱۴ احادیث کو ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، لوگوں میں سے کون سا شخص افضل ہے؟ ارشاد فرمایا ”جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔“

(بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب اعصل الناس مؤمن يحاهد بنفسه... الخ، ۲/۶۶۹، الحديث: ۲۷۸۶)

(۲)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی: کیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے برابر بھی کوئی عبادت ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”تم اس کی اصطلاح نہیں رکھتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سوال پھر دہرایا، یا تمین بار پوچھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہر بار فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ تیسری بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا جہاد سے واپسی تک اس شخص کی طرح

ہے جو روزے دار ہو، قیام کرنے والا ہو، اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر عمل کرنے والا ہو، روزے اور نماز سے تھکایا اُکتا نہ ہو۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فصل الشهادة فی سبیل اللہ تعالیٰ، ص ۴۴، ۱۰۴، الحدیث: ۱۱۰ (۱۸۷۸))

(3)..... حضرت خرم بن فاکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کیا اس کے لئے سات سو گنا ثواب لکھا جاتا ہے۔

(ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ما جاء فی فصل النعقة فی سبیل اللہ، ۲۳۳/۳، الحدیث: ۱۶۳۱)

(4)..... حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”بے شک اللہ تعالیٰ کی راہ میں (کل کر) ذکر کرنے کا ثواب مال خرچ کرنے سے سات لاکھ گنا زیادہ ہے۔

(مسند امام احمد، مسند الحکیم، حدیث معاذ بن انس العجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۴۱۴/۵، الحدیث: ۱۵۶۴۷)

دَرَجَاتُ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةٌ رَّحِيمَةٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝۹۲

ترجمہ کنزالایمان: اُس کی طرف سے درجے اور بخشش اور رحمت اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اس کی طرف سے بہت سے درجات اور بخشش اور رحمت (ہے) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿دَرَجَاتُ مِّنْهُ﴾: اس کی طرف سے بہت سے درجات۔ ﴿وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کا اجر بیان فرمایا کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کے بہت سے درجات، ان کے گناہوں کی بخشش اور جنت کی نعمتیں ہے اور اللہ تعالیٰ جہاد کرنے والوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔

(تفسیر سمرقندی، النساء، تحت الآية: ۱۹۶، ۳۸۰/۱)



احادیث میں مجاہدین کے جنتی درجات کے بارے میں تفصیل بیان کی گئی ہے، چنانچہ اس سے متعلق 3 احادیث

درج ذیل ہیں

(1)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے جنت میں سو درجے مہیا فرمائے، ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہوگا جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔

(بخاری، کتاب الجہاد والسر، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ... الخ، ۲۵۰/۲، الحدیث: ۲۷۹۰)

(2)..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اے ابوسعید! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو شخص اللہ تعالیٰ کے رتبہ ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَاللّٰهُ وَاسَّلَمَ کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات اچھی لگی تو عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اس بات کو دو بارہ ارشاد فرمائیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو بارہ اسی طرح فرمایا، پھر ارشاد فرمایا ”ایک بات اور بھی ہے جس کی وجہ سے بندے کے سو درجہ بلندی ہوتے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان جتنا فاصلہ ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، وہ درجہ کس چیز سے ملتا ہے؟ ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے۔“

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب بیان ما اعطى الله تعالى للمجاهد فی السعة من الدرجات، ص ۱۰۴۵، الحدیث: ۱۱۶ (۱۸۸۴))

(۳)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے اور اس کا گھر سے کلنا صرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے اور اس کے دین کی تصدیق کی خاطر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس بات کا سامن ہو جاتا ہے کہ (اگر وہ شہید ہو گیا تو) اس کو جنت میں داخل کرے گا یا اجر اور غنیمت کے ساتھ اس کو اس کے مسکن میں واپس کر دے گا جہاں سے وہ روانہ ہوا تھا۔“

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فصل الجہاد والمہاجرة فی سبیل اللہ، ص ۱۰۴۲، الحدیث: ۱۰۴ (۱۸۷۶))

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿۱۶﴾

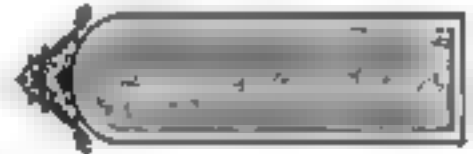
ترجمہ کنزالایمان: وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کا ہے میں تھے کہتے ہیں ہم زمین میں کمزور تھے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے تو ایسوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت بری جگہ پلٹنے کی۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ جن کی جان فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں ان سے (فرشتے) کہتے ہیں: تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے۔ تو فرشتے کہتے ہیں: کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

﴿قَالِیْنَ اَنْفُسِهِنَّ: اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے۔﴾ یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے کلمہ اسلام تو زبان سے ادا کیا مگر جس زمانہ میں ہجرت فرض تھی اس وقت ہجرت نہ کی اور جب مشرکین جنگ بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے گئے تو یہ لوگ ان کے ساتھ ہوئے اور کفار کے ساتھ ہی مارے بھی گئے۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب ان الدین فوقہم الملاحکۃ.. الخ، ۲۰۹/۳، الحدیث: ۴۵۹۶، سنن الکبریٰ لابیہقی، کتاب السیر، باب عرض فہجرۃ، ۲۲/۹، الحدیث: ۱۷۷۴۹)

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جن کی روح فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ فرض ہجرت ترک کر کے اور کافروں کا ساتھ دے کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، ان کی موت کے وقت فرشتے انہیں جہڑکتے ہوئے کہتے ہیں تم اپنے دین کے معاملے میں کس حال میں تھے؟ وہ عذر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور لوگ تھے اور (کافروں کی سرزمین میں رہنے کی وجہ سے) دین کے احکام پر عمل کرنے سے عاجز تھے۔ تو فرشتے ان کا عذر رد کرتے اور انہیں ڈانٹتے ہوئے کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم کفر کی سرزمین سے ایسی جگہ ہجرت کر کے چلے جاتے جہاں تم دین کے احکام پر عمل کر سکتے؟ تو جن لوگوں کے برے احوال یہاں بیان ہوئے یہ وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

(جلالین، النساء، تحت الآیۃ: ۹۷، ص ۸۵، روح البیان، النساء، تحت الآیۃ: ۹۷، ۲۶۸/۲-۲۶۹، منقطعاً)



اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو شخص کسی شہر میں اپنے دین پر قائم نہ رہ سکتا ہو اور یہ جانے کہ دوسری جگہ جانے سے اپنے فرائض دینی ادا کر سکے گا اس پر ہجرت واجب ہو جاتی ہے۔ اس حکم کو سامنے رکھ کر کافروں کے درمیان رہنے والے بہت سے مسلمانوں کو غور کرنے کی حاجت ہے۔ اللہ عزوجل توفیق عطا فرمائے۔ حدیث میں ہے جو شخص اپنے دین کی حفاظت کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوا اگرچہ ایک بالشت ہی کیوں نہ ہو اس کے لیے جنت واجب ہوئی اور اس کو حضرت ابراہیم اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میسر ہوگی۔

(تفسیر سمرقندی، الصکیوت، تحت الآیۃ: ۵۶، ۵۴۲/۲)



اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہجرت کی اقسام بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک قسم کہ دار الاسلام سے ہجرت ہو، اس بارے میں فرماتے ہیں:

دار الاسلام، اس سے ہجرت عامہ حرام ہے کہ اس میں مساجد کی ویرانی و بے حرمتی، قبور مسلمین کی بربادی،

عورتوں، بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہوگی اور ہجرت خاصہ میں تین صورتیں ہیں،

(۱)..... اگر کوئی شخص کسی خاص وجہ سے کسی خاص مقام میں اپنے دینی فرائض بجا نہ لاسکے اور دوسری جگہ انہیں بجالانا ممکن ہو تو اگر یہ خاص اسی مکان میں ہے تو اس پر فرض ہے کہ یہ مکان چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلا جائے، اور اگر اس محلہ میں معذور ہو تو دوسرے محلہ میں چلا جائے اور اس شہر میں مجبور ہو تو دوسرے شہر میں چلا جائے۔

(۲)..... یہاں اپنے مذہبی فرائض بجالانے سے عاجز نہیں اور اس کے ضعیف ماں یا باپ یا بیوی یا بچے جن کا نفقہ اس پر فرض ہے وہ نہ جاسکیں گے یا نہ جائیں گے اور اس کے چلے جانے سے وہ بے وسیلہ رہ جائیں گے تو اس کو دائر الاسلام سے ہجرت کرنا حرام ہے،

حدیث میں ہے: کسی آدمی کے گنہگار ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ وہ اسے ضائع کر دے جس کا نفقہ اس کے ذمے تھا۔
یا وہ عالم جس سے بڑھ کر اس شہر میں عالم نہ ہو اسے بھی وہاں سے ہجرت کرنا حرام ہے۔

(۳)..... نہ فرائض سے عاجز ہے نہ اس کی یہاں حاجت ہے، اسے اختیار ہے کہ یہاں رہے یا چلا جائے، جو اس کی مصلحت سے ہو وہ کر سکتا ہے، یہ تفصیل دائر الاسلام میں ہے۔
(فتاویٰ رضویہ، ۱۳۱/۱۴-۱۳۲، ملخصاً)

إِلَّا الْمُسْتَضْعِفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ

حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۝ فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۖ

وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: مگر وہ جو دبا لیے گئے مرد اور عورتیں اور بچے جنہیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے نہ راستہ جائیں تو قریب ہے کہ اللہ ایسوں کو معاف فرمائے اور اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: مگر وہ مجبور مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ تو کوئی تدبیر کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور نہ راستہ جانتے ہوں۔ تو عنقریب اللہ ان لوگوں سے درگزر فرمائے گا اور اللہ معاف فرمانے والا، بخشنے والا ہے۔

﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعِفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ﴾: مگر وہ مجبور مرد اور عورتیں اور بچے۔ اس آیت اور اس کے

بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مجبور مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ ہجرت کرنے کی طاقت رکھتے ہوں، نہ ان کے پاس اخراجات ہوں اور نہ ہی وہ ہجرت گاہ کا راستہ جانتے ہوں تو ایسے عاجز اور مجبور لوگ ہجرت نہ کرنے پر قابل گرفت نہیں، عنقریب اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے درگزر فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ معاف فرمانے والا، بخشنے والا ہے۔
(جلالین، النساء، تحت الآية: ۹۸، ص ۸۵، روح البیان، النساء، تحت الآية: ۹۷، ۲/۲۶۹، ملخصاً)

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْعَبًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ
وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْوُتُّ
فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں گمراہ چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے تو وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتے ہو نکلا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔

﴿وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے۔ ﴿شأن نزول﴾: اس سے پہلی آیت جب نازل ہوئی تو حضرت جندب بن صخرہ رضی اللہ عنہ نے اسے سنا، یہ بہت بوڑھے شخص تھے، کہنے لگے کہ میں مسیحی لوگوں میں تو ہوں نہیں کیونکہ میرے پاس اتنا مال ہے کہ جس سے میں مدینہ طیبہ ہجرت کر کے پہنچ سکتا ہوں۔ خدا کی قسم، اب میں مکہ مکرمہ میں ایک رات نہ ٹھہروں گا، مجھے لے چلو چنانچہ ان کو چار پائی پر لے کر چلے لیکن مکہ مکرمہ کے بالکل قریب ہی مقام یثعیم میں آ کر ان کا انتقال ہو گیا۔ آخری وقت انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور کہا، یا رب! اغزز بجل، یہ تیرا ہے اور یہ تیرے رسول کا ہے، میں اُس چیز پر بیعت کرتا ہوں جس پر تیرے رسول نے بیعت لی۔ صُبْحَانَ اللَّهِ، یہ خبر پام کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا، کاش وہ مدینہ پہنچے تو ان کا اجر کتنا بڑا ہوتا اور مشرک ہونے لگے اور کہنے لگے کہ جس مطلب کے لئے نکلے تھے وہ نہ ملا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (بعوی، النساء، تحت الآية: ۱۰۰، ۱/۳۷۵)

اور ان کی عظمت و شان کو بہترین انداز میں بیان فرمایا کہ جو راہِ خدا میں ہجرت کرے پھر اسے منزل تک پہنچنے سے پہلے موت آجائے تو اس کا اجر اللہ کریم کے وعدے اور اس کے فضل و کرم سے اس کے ذمہ کرم پر ہے، یوں نہیں کہ اس پر بطور معاوضہ واجب ہے کیونکہ اس طور پر کوئی چیز اللہ غفور و جل پر واجب نہیں۔ اللہ غفور و جل کی شان اس سے بلند ہے۔



اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو پورا کرنے سے عاجز ہو جائے وہ اس نیکی کا ثواب پائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جس شخص نے نیکی کا ارادہ کیا اور نیکی نہیں کی تو اس کی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور جس نے نیکی کا ارادہ کیا اور نیکی کر لی تو اس کے لئے دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور جس نے گناہ کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو اس کا گناہ نہیں لکھا جاتا اور اگر وہ گناہ کر لے تو ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے۔“

(مسلم، کتاب الایمان، باب اذا هم العبد بحسنه کتب۔ الخ، ص ۷۹، الحدیث: ۲۰۶، ۱۳۰)



صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرمان کا خلاصہ ہے کہ طلبِ علم، جہاد، حج و زیارت و مدینہ، نیکی کے کام، زہد و قناعت اور رزقِ حلال کی طلب کے لیے ترکِ وطن کرنا خدا اور رسول کی طرف ہجرت ہے اس راہ میں مرجانے والا اجر پائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے علم حاصل کرتے ہوئے موت آگئی وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان صرف درجہ بڑت کا فرق ہوگا۔

(معجم الاوسط، باب الیاء، من اسسہ یعقوب، ۱۲۷۵/۶، الحدیث: ۹۱۵۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو حج کے لئے نکلا اور مرگیا، قیامت تک اس کے لئے حج کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو عمرہ کے لئے نکلا اور مرگیا، اس کے لئے قیامت تک عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا۔ (مسند ابو یعلیٰ، مسند ابی ہریرہ، ۴۱۱/۵، الحدیث: ۶۳۲۷)

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا

مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھا کر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بیشک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھا کر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بیشک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

﴿وَإِذَا خَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ﴾ اور جب تم زمین میں سفر کرو۔ اس آیت میں نماز کو قصر کرنے کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے یعنی سفر کی حالت میں ظہر، عصر اور عشاء میں چار فرضوں کی بجائے دو پڑھیں گے۔



یہاں آیت کی مناسبت سے نماز قصر سے متعلق 4 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں

- (1) ... اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں چار رکعت والی نماز کو پورا پڑھنا جائز نہیں ہے۔
- (2) ... کافروں کا خوف قصر کے لیے شرط نہیں، چنانچہ حضرت اعلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ہم تو امن میں ہیں (مگر ہم کیوں قصر کرتے ہیں؟) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اس کا مجھے بھی تعجب ہوا تھا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا اس پر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے یہ اللہ عزوجل کی طرف سے صدقہ ہے تم اس کا صدقہ قبول کرو۔

(مسلم، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة المسافرين وقصرها، ص ۳۴۷، الحديث: ۴ (۶۸۶))

آیت کے نازل ہونے کے وقت چونکہ سفر اندیشہ سے خالی نہ ہوتے تھے اس لیے آیت میں اس کا ذکر ہوا ہے ورنہ خوف اور اندیشہ کا ہونا کوئی شرط نہیں ہے، نیز صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی عمل تھا کہ امن کے سفر میں بھی قصر فرماتے جیسا کہ اوپر کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور اس کے علاوہ احادیث سے بھی یہ ثابت ہے۔

- (3) جس سفر میں قصر کیا جاتا ہے اس کی کم سے کم مدت تین رات دن کی مسافت ہے جو اونٹ یا پیدل کی متوسط

رفتار سے طے کی جاتی ہو اور اس کی مقدار میں خشکی اور دریا اور پہاڑوں میں مختلف ہو جاتی ہیں۔ ہمارے زمینی، میدانی سفر کے اعتبار سے فی زمانہ اس کی مسافت بانوے کلومیٹر بنتی ہے۔

(4)..... قصر صرف فرضوں میں ہے، سنتوں میں نہیں اور سفر میں سنتیں پڑھنی چاہئیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضر کی نماز اور سفر کی نماز کو فرض فرمایا تو ہم حضر میں فرض نماز سے پہلے بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور بعد میں بھی اور سفر میں فرض نماز سے پہلے بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور بعد میں بھی۔ (ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب التطوع فی السفر، ۵۶۱/۱، الحدیث، ۱۰۷۲)

نماز قصر کے بارے میں مزید مسائل جاننے کے بہار شریعت حصہ 4 سے ”نماز مسافر کا بیان“ مطالعہ فرمائیں

وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقِمْ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلِيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلِيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَذَٰلِكُم مِّنْ كُفْرُوَالُو تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّنْ مَّطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَّرْضَىٰ أَن تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ۝

توجہ کنزالایمان: اور اے محبوب جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کر لیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہئے کہ اپنی پناہ اور

اپنے ہتھیار لیے رہیں کافروں کی تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں اور تم پر مضائقہ نہیں اگر تمہیں مینہ کے سبب تکلیف ہو یا بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی پناہ لیے رہو بیشک اللہ نے کافروں کے لئے خواری کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اے حبیب! جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کر لیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھیں اور (انہیں بھی) چاہئے کہ اپنی حفاظت کا سامان اور اپنے ہتھیار لیے رہیں۔ کافر چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو ایک ہی دفعہ تم پر حملہ کر دیں اور اگر تمہیں بارش کے سبب تکلیف ہو یا بیمار ہو تو تم پر کوئی مضائقہ نہیں کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی حفاظت کا سامان لئے رہو۔ بیشک اللہ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ: اور جب تم ان میں ہو۔﴾ اس آیت میں نماز خوف کی جماعت کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کا شان نزول یہ ہے کہ غزوہ ذات الرقاع میں جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکین نے دیکھا کہ آپ نے تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ نماز ظہر یا جماعت ادا فرمائی تو انہیں افسوس ہوا کہ انہوں نے اس وقت میں کیوں نہ حملہ کیا اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا ہی اچھا موقع تھا۔ ان میں بعضوں نے کہا کہ اس کے بعد ایک اور نماز ہے جو مسلمانوں کو اپنے ماں باپ سے زیادہ پیاری ہے یعنی نماز عصر، لہذا جب مسلمان اس نماز کے لیے کھڑے ہوں تو پوری قوت سے حملہ کر کے انہیں قتل کر دو۔ اس وقت حضرت جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ نماز خوف ہے یعنی اب یوں نماز پڑھیں۔ (بخاری، النساء تحت الآیة: ۱۰۶، ۱/۲۲۳)

ترجمہ کنزالعرفان: اور جب تم ان میں ہو۔ اس آیت میں نماز خوف کی جماعت کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

اس آیت میں نماز خوف کا طریقہ یہ بیان کیا گیا کہ حاضرین کو دو جماعتوں میں تقسیم کر دیا جائے، ان میں سے ایک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں نماز پڑھائیں اور ایک جماعت دشمن کے مقابلہ میں کھڑی رہے۔ پہلی جماعت ایک رکعت پڑھ کر اور مغرب میں دو رکعتیں پڑھ کر دشمن کے مقابلہ میں چلی جائے اور دوسری جماعت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے آجائے پھر بعد میں وہ اپنی ایک ایک بقیہ رکعت

پڑھ لیں اور جن کی دوباتی ہیں وہ دو پڑھ لیں اور دونوں جماعتیں ہر وقت اسلحہ ساتھ رکھیں یعنی نماز میں بھی مسلح رہیں۔ معلوم ہوا کہ نماز کی جماعت ایسی اہم ہے کہ ایسی سخت جنگ کی حالت میں بھی جماعت کا طریقہ سکھایا گیا۔ افسوس ان پر جو بلا وجہ جماعت چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ اس میں ستائیس گنا زیادہ ثواب ہے۔

﴿وَذَٰلِیْنَ یُنَکِفُونَ﴾ اور کافر چاہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ تمہیں حفاظت کا سامان اور ہتھیار ساتھ رکھنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ کفر یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ ایک ہی دفعہ تم پر حملہ کر دیں اور اگر ہتھیار تمہارے پاس ہوں گے تو دشمن تم پر اچانک حملہ کرنے کی جرأت نہ کرے گا۔ آیت کے اس حصے کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غزوہ ذات الرقاع سے جب فارغ ہوئے اور دشمن کے بہت آدمیوں کو گرفتار کیا اور اموال غنیمت ہاتھ آئے اور کوئی دشمن مقابلے میں باقی نہ رہا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کے لیے جنگل میں تنہا تشریف لے گئے، دشمن کی جماعت میں سے غورث بن حارث یہ خبر پا کر تلواریں لیے ہوئے چھپ چھپ کر پہاڑ سے اتر اور اچانک تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا اور تلواریں کھینچ کر کہنے لگا یا محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ۔“ اور ساتھ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی۔ جب اُس نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر تلواریں چلانے کا ارادہ کیا تو اوندھے منہ گر پڑا اور تلواریں اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئیں۔ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ تلواریں لے کر فرمایا کہ تجھے مجھ سے کوئی بچائے گا؟ کہنے لگا، میرا بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ پڑھ تو تیری تلواریں تجھے دے دوں گا، اس نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ میں کبھی آپ سے نہ لڑوں گا اور زندگی بھر آپ کے کسی دشمن کی مدد نہ کروں گا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تلواریں اس کو دے دی کہنے لگا، یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ مجھ سے بہتر ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہاں! ہمارے لائق یہی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ہتھیار اور بچاؤ کا سامان ساتھ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

(ابو سعید، النساء، تحت الآية: ۱۰۲، ۱/۱۷۹)

﴿إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًی﴾ اگر تمہیں کوئی تکلیف ہو۔ حکم تھا کہ اپنی حفاظت کا سامان ہر وقت ساتھ رکھو لیکن حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی تھے اور اس وقت ہتھیار رکھنا ان کے لیے بہت تکلیف دہ تھا، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور حالتِ عذر میں ہتھیار رکھول رکھنے کی اجازت دی گئی۔ (قرطبی، النساء، تحت الآية: ۱۰۲، ۱/۲۵۶، الجزء الخامس)

فَإِذَا قُضِيَتْ الصَّلَاةُ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ
فَإِذَا أَطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
كِتَابًا مَّوْقُوتًا ﴿۱۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو حسب دستور نماز قائم کرو بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: پھر جب تم نماز پڑھ لو تو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے اللہ کو یاد کرو پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو حسب معمول نماز قائم کرو بیشک نماز مسلمانوں پر مقررہ وقت میں فرض ہے۔

﴿فَادْكُرُوا اللَّهَ﴾: تعالیٰ کو یاد کرو۔ یعنی ذکر الہی کی ہر حال میں بیٹھ کر اور کسی حال میں اللہ غرز جن کے ذکر سے غافل نہ رہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر فرض کی ایک حد تعیین فرمائی سوائے ذکر کے کہ اس کی کوئی حد نہ رکھی بلکہ فرمایا کہ ذکر کرو کھڑے بیٹھے کروٹوں پر لیٹے، رات میں ہو یا دن میں، خشکی میں ہو یا تری میں، سفر میں اور حضر میں، غنا میں اور فقر میں، تندرستی اور بیماری میں پوشیدہ اور ظاہر۔

(تفسیر طبری، النساء، تحت الآية: ۱۰۳، ۱۰۴/۲۶۰)



یہاں آیت کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متعلق ۲ شرعی مسائل ملاحظہ ہوں

(۱)..... اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازوں کے بعد جو کلمہ توحید کا ذکر کیا جاتا ہے وہ جائز ہے جیسا کہ مشائخ کی عادت ہے اور بخاری و مسلم کی احادیث صحیحہ سے بھی یہ ذکر ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یوں کہا کرتے تھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا

مَنْعَتْ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ“ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اے اللہ! جو تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روکے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی دولت مند کو تیرے مقابلے پر دولت نفع نہیں دے گی۔

(بخاری، کتاب الادان، باب الذکر بعد الصلاۃ، ۲۹۴/۱، الحدیث: ۸۴۴)

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہر نماز میں سلام پھیرنے کے بعد یہ فرماتے تھے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ الْبِعَمَّةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الْقَاءُ الْحَسَنُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ“ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ کلمات بلند آواز سے فرماتے تھے۔

(مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وبيان صوته، ص ۲۹۹، الحدیث: ۱۳۹ (۵۹۱))

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ”بلند آواز سے ذکر کرتا جبکہ لوگ فرض نماز سے فارغ ہو جاتے یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں رائج تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”جب میں اس (بلند آواز سے ذکر کرنے) کو سنتا تو اسی سے لوگوں کے (نماز سے) فارغ ہونے کو جان لیتا تھا۔

(بخاری، کتاب الادان، باب الذکر بعد الصلاۃ، ۲۹۳/۱، الحدیث: ۸۴۶، مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب الذکر بعد الصلاۃ، ص ۲۹۹، الحدیث: ۱۲۲ (۵۸۳))

البتہ یہ یاد رہے کہ ذکر کرتے وقت اتنی آواز سے ذکر کیا جائے کہ کسی نمازی یا سونے والے کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔

(۲)..... ذکر میں تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر، ثناء، دعاء سب داخل ہیں۔

﴿کِتَابًا مَّقْشُورًا﴾ مقررہ وقت پر فرض ہے۔ نماز کے اوقات مقرر ہیں لہذا لازم ہے کہ ان اوقات کی رعایت کی جائے۔



اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر میں دو نمازیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ احادیث میں بھی سفر کے دوران دو نمازوں کو جمع کرنے کی نفی کی گئی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کوئی نماز اس کے غیروقت میں پڑھی ہو مگر دو نمازیں کہ ایک ان میں سے

نماز مغرب ہے جسے مزدلفہ میں عشاء کے وقت پڑھا تھا اور وہاں فجر بھی روز کے معمولی وقت سے پہلے تاریکی میں پڑھی تھی۔

(مسند، کتاب الحج، باب استحباب زیادة التعلیس بصلاة الصبح... الخ، ص ۶۷۱، الحدیث: ۲۹۲ (۱۲۸۹))

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ”رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک بار کے سوا کبھی کسی سفر میں مغرب و عشاء ملا کر نہ پڑھی۔

(ابو داؤد، کتاب صلاة المسافرين، باب الجمع بین الصلاتین، ۹/۲، الحدیث: ۱۲۰۹)

یاد رہے کہ جس سفر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھا وہ حجۃ الوداع کا سفر تھا اور نویں ذی الحجہ کو مزدلفہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں نمازوں کو ملا کر پڑھا تھا اور دیگر جن احادیث میں دو نمازیں جمع کرنے کا ذکر ہے وہاں جمع صوری مراد ہے یعنی پہلی نماز آخری وقت میں اور دوسری نماز اول وقت میں ادا کی گئی جیسا کہ درج ذیل دو روایات سے واضح ہے، چنانچہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ”میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچنے کی جلدی ہوتی تو (آخری وقت سے کچھ دیر پہلے) مغرب کی اقامت کہہ کر نماز پڑھ لیتے، سلام پھیر کر کچھ دیر ٹھہرتے پھر عشاء کی اقامت ہوتی اور نماز عشاء کی دو رکعتیں پڑھتے۔

(بخاری، کتاب تفسیر الصلاة، باب یصلی المغرب ثلاثاً فی السفر، ۳۷۴/۱، الحدیث: ۱۰۹۲)

حضرت نافع اور حضرت عبداللہ بن واقد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مؤذن نے نماز کے لئے کہا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”چلتے رہو، یہاں تک کہ جب شفق ڈوبنے کے قریب ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتر کر نماز مغرب پڑھی، پھر انتظار فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی، اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز عشاء پڑھی، پھر فرمایا ”حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب (کسی کام کی وجہ سے) جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے کیا۔

(ابو داؤد، کتاب صلاة المسافرين، باب الجمع بین الصلاتین، ۱۰/۲، الحدیث: ۱۲۱۲)

نوٹ: اس مسئلے سے متعلق تفصیلی اور تحقیقی معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی پانچویں جلد میں موجود

اعلیٰ حضرت امام محمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ”حَاجِزُ الْبَحْرَيْنِ الْوَاقِعِي عَنْ جَمْعِ الصَّلَاتَيْنِ“ (دو نمازیں ایک وقت میں پڑھنے کی ممانعت پر رسالہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

وَلَا تَهْنُؤْا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۚ إِن تَكُونُوا تَأْكُمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْكُمُونَ كَمَا
تَأْكُمُونَ ۚ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝۱۴

ترجمہ کنزالایمان: اور کافروں کی تلاش میں سستی نہ کرو اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو انہیں بھی دکھ پہنچتا ہے جیسا تمہیں پہنچتا ہے اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: اور کافروں کی تلاش میں سستی نہ کرو۔ اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو جیسے تمہیں دکھ پہنچتا ہے ویسے ہی انہیں بھی دکھ پہنچتا ہے حالانکہ تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

﴿وَلَا تَهْنُؤْا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۚ﴾ اور کافروں کی تلاش میں سستی نہ کرو۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ اُحد کی جنگ سے جب ابوسفیان اور ان کے ساتھی واپس ہوئے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُحد میں حاضر ہوئے تھے انہیں مشرکین کے شائب میں جانے کا حکم دیا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم زخمی تھے، انہوں نے اپنے زخموں کی شکایت کی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (بخاری، النساء، تحت الآية، ۱۰۴، ۱۰۵/۱، ۲۶/۱)

اور فرمایا گیا کہ اگر تمہیں تکلیف پہنچی ہے تو انہیں بھی پہنچی ہے نیز تمہیں تو تکلیفیں اٹھانے پر اللہ عزوجل سے ثواب کی امید ہے جبکہ کافروں کو ایسی کوئی امید نہیں تو تم ہچکا کرنے میں سستی نہ کرو۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ
اللَّهُ ۚ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِبِينَ خَصِيمًا ۝۱۵ وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ
عَفُورًا رَحِيمًا ۝۱۶

ترجمہ کنزالایمان: اے محبوب بیشک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے اور دعا والوں کی طرف سے نہ جھگڑو۔ اور اللہ سے معافی چاہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

توبۃ کذا العرفان: اے حبیب! بیشک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری تاکہ تم لوگوں میں اس (حق) کے ساتھ فیصلہ کرو جو اللہ نے تمہیں دکھایا ہے اور تم خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑانہ کرنا۔ اور اللہ کی بارگاہ میں استغفار کریں۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ﴾: اے حبیب! بیشک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری۔ ﴿اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ انصار کے قبیلہ بنی ظفر کے ایک شخص طعمہ بن ابیرق نے اپنے مسایہ قنادہ بن نعمان کی زرہ چھڑا کر آٹے کی بوری میں ایک یہودی کے ہاں چھپا دی جب زرہ کی تلاش ہوئی اور طعمہ پر شبہ کیا گیا تو وہ انکار کر گیا اور قسم کھا گیا۔ بوری پھٹی ہوئی تھی اور آٹا اس میں سے گرنا جاتا تھا، اس کے نشان سے لوگ یہودی کے مکان تک پہنچے اور بوری وہاں پائی گئی، یہودی نے کہا کہ طعمہ اس کے پاس رکھ گیا ہے اور یہودیوں کی ایک جماعت نے اس کی گواہی دی اور طعمہ کی قوم بنی ظفر نے یہ غم کر لیا کہ یہودی کو چور قرار دیں گے اور اس پر قسم کھالیں گے تاکہ ہماری قوم رسوا نہ ہو اور ان کی خواہش تھی کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم طعمہ کو بری کر دیں اور یہودی کو سزا دیں۔ اسی لیے انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے طعمہ کے حق میں اور یہودی کے خلاف جھوٹی گواہی دی۔ تب یہ آیت کریمہ اتری۔

(بیضاوی، النساء، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ۲/۲۴۸)



اس آیت میں بظاہر خطاب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہے لیکن درحقیقت قیامت تک کے حکام کو سنانا مقصود ہے کہ فیصلہ کرنے میں کوتاہی نہ کیا کریں اور صحیح طرز کو بغیر زورِ رعایتِ مزاپوری دیا کریں۔ طعمہ بظاہر مومن تھا اور یہودی کافر تھا مگر فیصلہ اس موقع پر یہودی کے حق میں ہوا۔



اسی آیت سے تعصب کا رد بھی ہوتا ہے کہ اسلام میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں کہ آدمی اپنی قوم یا خاندان کی ہر معاملے میں تائید کرے مگر چہ وہ باطل پر ہوں بلکہ حق کی اتباع کرنا ضروری ہے۔ اس میں رنگ و نسل، قوم و علاقہ، ملک و صوبہ، زبان و ثقافت کے ہر قسم کے تعصب کا رد ہے۔ کثیر احادیث میں بھی تعصب کا شدید رد کیا گیا ہے، چنانچہ ان میں سے 3 احادیث درج ذیل ہیں:

(۱)..... حضرت فہیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میرے والد نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، کیا اپنی قوم سے محبت رکھنا بھی تعصب ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”نہیں، بلکہ اپنی قوم کی ظلم میں مدد کرنا تعصب ہے۔“

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العصبیۃ، ۳۲۷/۴، الحدیث: ۳۹۴۹)

(۲)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو بلا وجہ جنگ کرے یا تعصب کی جانب بلائے یا تعصب کی وجہ سے غمہ کرے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔“

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العصبیۃ، ۳۲۶/۴، الحدیث: ۳۹۴۸)

(۳)..... حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین شخص وہ ہوگا جس نے کسی کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کر لی۔“

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب اذا التقى المسلمان بسوءهما، ۳۳۹/۴، الحدیث: ۳۹۶۶)

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنْفُسَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ﴿۱۰۶﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور ان کی طرف سے نہ جھگڑنا جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں بیشک اللہ نہیں چاہتا کسی بڑے دغا باز گنہگار کو۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑنا جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں۔ بیشک اللہ پسند نہیں کرتا اُسے جو بہت خیانت کرنے والا، بڑا گناہگار ہو۔

﴿وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ﴾ اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے نہ جھگڑنا: ﴿﴾ گزشتہ آیت میں اور اس آیت میں فرمایا کہ خیانت کرنے والوں کی طرف سے نہ جھگڑو۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑنا جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں بیشک اللہ نہیں چاہتا کسی بڑے دغا باز گنہگار کو۔

اس سے دکالت کا پیشہ کرنے والوں کو غور کرنا چاہیے کہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ وکیل کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا موکل مجرم

وخائن ہے لیکن وہ مال بٹورنے کے چکر میں مظلوم کو ظالم اور ظالم کو مظلوم بنا دیتا ہے اور ظالم کی طرف داری کرتا ہے، اس کی طرف سے دلائل پیش کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، دوسرے فریق کا حق مارتا ہے اور نہ جانے کن کن حرام کاموں کا مُرتکب ہوتا ہے۔ کورٹ پچھری سے تعلق رکھنے والے حضرات ان باتوں کو بخوبی جانتے ہیں۔ ان حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ اللہ عزوجل کے اس فرمان کو بغور پڑھیں، نیز اللہ تعالیٰ کے ان فرامین پر غور کریں، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَكْسِبُوا آلَ حَقٍّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْسِبُوا آلَ حَقٍّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۶۷﴾
توجہ! کذا العرفان: اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق نہ چھپاؤ۔

اور ارشاد فرمایا:

وَلَا تَاْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتَذُنُوا أَيْهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِيَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۶۸﴾ (نفرہ: ۱۸۸)
اور ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَعْمَلْ يَاتٍ بِمَا غُلٍّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ثُمَّ تَوَلَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۶۹﴾ (ال عمران: ۱۶۹)
توجہ! کذا العرفان: اور جو خیانت کرے تو وہ قیامت کے دن اس چیز کو لے کر آئے گا جس میں اس نے خیانت کی ہوگی پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان ارشادات پر غور کریں اور اپنے برے افعال سے توبہ کریں، چنانچہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو خیانت کرنے والے کی پر وہ پوشی کرے تو وہ بھی اس ہی کی طرح ہے۔“

(ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب النہی عن الستر علی من عل، ۹۳/۳، الحدیث: ۲۷۱۶)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”وہ شخص ملعون ہے جو اپنے مسلمان بھائی کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ دھوکہ کرے۔“

(تاریخ بغداد، ۲۶۲-محمد بن احمد بن محمد بن حاکم... الخ، ۳۶۰/۱)

یہ بھی یاد رہے کہ جھوٹی وکالت کی اجرت حرام ہے۔

يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُمْ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّنُونَ مَا لَا يَرْغَى مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: آدمیوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے اور اللہ ان کے پاس ہے جب دل میں وہ بات تجویز کرتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: وہ لوگوں سے شرماتے ہیں اور اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ اللہ اُس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ رات کو ایسی بات کا مشورہ کرتے ہیں جو اللہ کو پسند نہیں اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

﴿يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ﴾: وہ لوگوں سے شرماتے ہیں۔ یعنی طمعہ اور اس کی قوم کے افراد لوگوں سے حیا کرنے کی بنا پر اور ان کی طرف سے نقصان پہنچنے کے ڈر سے اُن سے تو شرماتے اور چھپتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے حالانکہ وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے اور اس کے عذاب سے ڈرا جائے کیونکہ وہ ان کے احوال کو جانتا ہے اور اس سے ان کا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں حتیٰ کہ وہ ان کے اس عمل سے بھی واقف ہے جب وہ اپنے دل میں ایسی بات تجویز کرتے ہیں اور رات میں ایسی بات کا مشورہ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں جیسے بے گناہ پر الزام لگانا، جھوٹی قسم کھانا اور جھوٹی گواہی دینا، اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام ظاہری و باطنی تمام اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ان کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں۔ (جلالین، النساء، تحت الآية، ۹۷، ص ۸۶، روح البیان، النساء، تحت الآية، ۱۰۸، ۲۷۹/۲، ۲۸۰، ملخصاً)



یہ آیت مبارکہ تقویٰ و طہارت کی بنیاد ہے۔ اگر انسان یہ خیال رکھے کہ میرا کوئی حال اللہ عز و جل سے چھپا ہوا نہیں تو گناہ کرنے کی ہمت نہ کرے۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ اسی چیز کے ذریعے لوگوں کو گناہوں سے رکھنے کا حکم دیا ہے کہ اللہ عز و جل دیکھ رہا ہے۔ اس جملے کا اگر کوئی شخص مراقبہ کر لے اور اسے اپنے دل و دماغ میں بٹھالے تو گناہوں کا علاج نہایت آسان ہو جائے گا۔ حضرت سہل بن عبد اللہ شتری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، میں تین سال کی عمر کا تھا کہ

رات کے وقت اٹھ کر اپنے ماموں حضرت محمد بن سوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو نماز پڑھتے دیکھتا۔ ایک دن انہوں نے مجھ سے فرمایا: کیا تو اس اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا جس نے تجھے پیدا کیا ہے؟ میں نے پوچھا: میں اسے کس طرح یاد کروں؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جب لیٹنے لگو تو تین بار زبان کو حرکت دے بغیر محض دل میں یہ کلمات کہو:

”اللَّهُ مَعِيَ، اللَّهُ نَاطِرٌ إِلَيَّ، اللَّهُ شَهِيدٌ“

اللہ عزوجل میرے ساتھ ہے، اللہ عزوجل مجھے دیکھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ میرا گواہ ہے۔

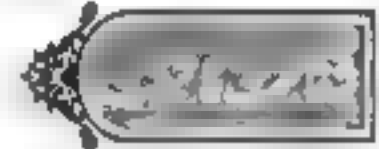
(حضرت بہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں) میں نے چند راتیں یہ کلمات پڑھے اور پھر ان کو بتایا، انہوں نے فرمایا: ہر رات سات مرتبہ یہ کلمات پڑھو، میں نے ایسا ہی کیا اور پھر انہیں بتایا تو انہوں نے فرمایا: ہر رات گیارہ مرتبہ یہ کلمات پڑھو۔ میں نے اسی طرح پڑھا تو مجھے اپنے دل میں اس کی لذت معلوم ہوئی۔ جب ایک سال گزر گیا تو میرے ماموں نے کہا: میں نے جو کچھ تمہیں سکھایا ہے اسے یاد رکھو اور قبر میں جانے تک ہمیشہ پڑھنا، یہ تمہیں دنیا و آخرت میں نفع دے گا۔ میں نے کئی سال تک ایسا کیا تو میں نے اپنے اندر اس کا اثر پایا، پھر ایک دن میرے ماموں نے فرمایا: اے بہل! اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ ہو، اسے دیکھتا ہو اور اس کا گواہ ہو، کیا وہ اس کی نافرمانی کرتا ہے؟ تم اپنے آپ کو گناہوں سے بچا کر رکھو۔ (احیاء العلوم، کتاب ریاضۃ النفس و تہذیب الاخلاق... الخ، بیان الطريق فی ریاضۃ الصبیان... الخ، ۹۱/۳)

هَآنَتُمْ هَؤُلَاءِ جَدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُجَادِلُ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَمْ مَنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ۝۱۹

ترجمہ کنزالایمان: سنئے ہو یہ جو تم ہو دنیا کی زندگی میں تو ان کی طرف سے جھگڑے تو ان کی طرف سے کون جھگڑے گا اللہ سے قیامت کے دن یا کون ان کا وکیل ہوگا۔

ترجمہ کنزالعرفان: (اے لوگو!) سن لو، یہ تم ہی ہو جو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑے تو قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ سے کون جھگڑے گا یا کون ان کا کارساز ہوگا؟

﴿هَآئِنْتُمْ هَآؤَ لَا تُجِدُ لَكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا : سن لو، یہ تم ہی ہو جو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑے۔﴾
یہاں عام لوگوں سے اور بطور خاص طعمہ کی قوم سے خطاب فرمایا گیا ہے کہ اے لوگو! سن لو، تم جو آج دنیا کی زندگی میں ان خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑتے ہو تو جب قیامت کے دن خیانت کرنے والا مجرم اللہ عزوجل کی بارگاہ میں پیش ہوگا اور اللہ عزوجل اس کے عذاب کا فیصلہ فرمادے گا تو اس وقت کون ان کی طرف سے اللہ عزوجل سے جھگڑے گا یا کون ان کا وکیل و کارساز ہوگا؟ یعنی جیسے دنیا میں تم فیصلہ کرنے والے کو دھوکہ دیدیتے ہو اس طرح دھوکہ دینے کے لئے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں جھگڑنا ناممکن ہے کہ اللہ عزوجل سے کچھ پوشیدہ نہیں۔



یاد رہے کہ اس آیت میں شفاعت کا انکار نہیں کیونکہ محبوبوں کی شفاعت اور چھوٹے بچوں کا اپنے ماں باپ کی بخشش کے لئے رب تعالیٰ سے ناز کے طور پر جھگڑنا آیات و احادیث سے ثابت ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ اِلٰهِ ذُنُوبِهِ
قریبتہ کنز العرفان۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں شفاعت کر سکے۔ (سورۃ بقرہ: ۲۵۵)

اور حضرت علی المرتضیٰ عظمیٰ اللہ تعالیٰ وجہہ التکرم سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”قیامت کے دن جب کچے بچے کے ماں باپ کو اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل کرے گا تو وہ اپنے رب عزوجل سے جھگڑے گا۔ فرمایا جائے گا ”اِنَّهَا السَّقَطُ الْمُرَاغِمُ رَبُّهُ“ اے کچے بچے اپنے رب عزوجل سے جھگڑنے والے! اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جا تب وہ انہیں اپنے ناف سے کھینچے گا حتیٰ کہ انہیں جنت میں داخل کر دے گا۔

(ابن ماجہ، کتاب الحناظر، باب ما جاء فیما یسقط بسقط، ۲/۲۷۳، الحدیث: ۱۶۰۸)

مگر یہ جھگڑا رب کریم کی بارگاہ میں ناز کا ہوگا نہ کہ مقابلے کا۔

وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْءًا اَوْ یُظْلَمْ نَفْسُهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہُ غَفُوْرًا
رَّحِیْمًا ۝ وَمَنْ یَّکْسِبْ اِثْمًا فَانْبَا یُکْسِبْہُ عَلٰی نَفْسِہٖ ۝ وَكَانَ اللّٰہُ
عَلِیْمًا حَکِیْمًا ۝ وَمَنْ یَّکْسِبْ خَطِیْئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ یَرْمِہٖ بِرَدِّیَا

فَقَدْ احْتَلَّ بِهٖتَانَا وَاشْمَامِيْنَا ع

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشے والا مہربان پائے گا اور جو گناہ کمائے تو اس کی کمائی اسی کی جان پر پڑے اور اللہ علم و حکمت والا ہے اور جو کوئی خطایا گناہ کمائے پھر اسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے اس نے ضرور بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔ اور جو گناہ کمائے تو وہ اپنی جان پر ہی گناہ کمار ہا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور جو کوئی غلطی یا گناہ کا ارتکاب کرے پھر کسی بے گناہ پر اس کا الزام لگا دے تو یقیناً اس نے بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔

﴿وَمَنْ يَعْصِ سُوْرًاۙ﴾ اور جو برما مل کرے۔ ﴿اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں تین چیزیں بیان فرمائی گئیں۔ پہلی یہ کہ جو شخص کوئی برما مل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ عز و جل سے معافی کا طلبگار ہو اور سچی توبہ کرے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرے تو وہ اللہ عز و جل کو غفور و رحیم پائے گا۔ سُبْحَانَ اللّٰہ۔ دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ جو گناہ کرے گا وہی اس گناہ کا وبال اٹھائے گا، یہ نہ ہوگا کہ گناہ کوئی کرے اور اس کا وبال کسی دوسرے کی گردن پر رکھ دیا جائے۔

﴿وَمَنْ يَعْصِ سُوْرًاۙ﴾ اور جو برما مل کرے۔ ﴿اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات میں تین چیزیں بیان فرمائی گئیں۔ پہلی یہ کہ جو شخص کوئی برما مل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ عز و جل سے معافی کا طلبگار ہو اور سچی توبہ کرے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرے تو وہ اللہ عز و جل کو غفور و رحیم پائے گا۔ سُبْحَانَ اللّٰہ۔ دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ جو گناہ کرے گا وہی اس گناہ کا وبال اٹھائے گا، یہ نہ ہوگا کہ گناہ کوئی کرے اور اس کا وبال کسی دوسرے کی گردن پر رکھ دیا جائے۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ جو کسی گناہ جار یہ کا سبب بنا تو اسے گناہ کرنے والوں کے گناہ سے بھی حصہ ملے گا جیسے کسی نے سینما کھولا یا شراب خانہ کھولا یا بے حیائی کا اڈا کھولا یا اپنی دکان وغیرہ پر قلمیں چلائیں جہاں لوگ بیٹھ کر دیکھیں یا کسی کو غلط راہ پر لگا دیا یا کسی کو شراب، جو یا نیشے کا عادی بنا دیا تو اس صورت میں گناہ کا کام کرنے والے اور اسے اس راہ پر گانے والے دونوں کو گناہ ہوگا۔ احادیث میں یہ مضمون بکثرت ملتا ہے، چنانچہ ان میں سے 4 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر وہ جان جسے ظلماً قتل کیا جائے تو اس کے خون کا گناہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے بیٹے پر ہوگا کیونکہ اس نے قتل کا طریقہ نکالا۔ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء باب خلق آدم صلوٰۃ اللہ علیہ و آلہ وسلم، ۴/۱۳، الحدیث: ۳۳۳۵)

(2)..... حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا پھر اس کے بعد اُس پر عمل کیا گیا تو عمل کرنے والے کے ثواب کی مثل ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور اُن عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہ ہوگی اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کیا پھر اس کے بعد اُس پر عمل کیا گیا تو عمل کرنے والے کے گناہ کی مثل گناہ اُس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور اُن عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔

(مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ حسنة او سبقة، الخ، ص ۱۴۳۷، الحديث: ۱۵ (۲۶۷۳))

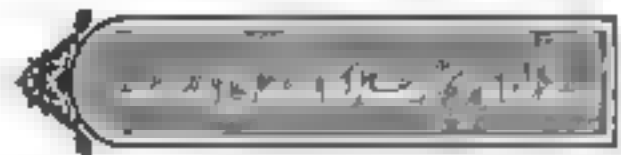
(3)..... حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے کسی بھلائی کے کام پر رہنمائی کی تو اس کے لئے وہ کام کرنے والے کی طرح ثواب ہے۔“

(مسلم، کتاب الامارة، باب فصل اعانة العاری فی سبیل اللہ، الخ، ص ۱۰۵۰، الحديث: ۱۳۳ (۱۸۹۳))

(4)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ہدایت کی طرف بلائے تو اسے دیا ثواب ملے گا جیسا اس کی پیروی کرنے والے کو ملے گا اور ان پیروی کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جو گمراہی کی طرف بلائے تو اسے ویسا گناہ ملے گا جیسا اس کی پیروی کرنے والے کو ملے گا اور ان پیروی کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

(مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ حسنة او سبقة، الخ، ص ۱۴۳۸، الحديث: ۱۶ (۲۶۷۴))

﴿وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا﴾ اور جو کوئی غلطی یا گناہ کا ارتکاب کرے۔ ﴿﴾ اس آیت میں تیسری بات ارشاد فرمائی گئی کہ جس نے کسی بے گناہ پر الزام لگایا تو اس نے بہتان اور بہت بڑے گناہ کا بوجھ اٹھایا۔ آیت میں گناہ سے مراد گناہ کبیرہ اور خطا سے مراد گناہ صغیرہ ہے۔



اس آیت سے معلوم ہوا کہ بے گناہ کو تہمت لگانا سخت جرم ہے وہ بے گناہ خواہ مسلمان ہو یا کافر کیونکہ طعنہ نے یہودی کافر کو بہتان لگایا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی۔ احادیث میں بھی بے گناہ پر تہمت لگانے کی وعیدیں بیان کی گئی ہیں، چنانچہ

حضرت ابو ذر وہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس

نے کسی کی کوئی ایسی بات ذکر کی جو اس میں نہیں تاکہ اس کے ذریعے اس کو عیب زدہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں قید کر دے گا یہاں تک کہ وہ اپنی کئی ہوئی بات ثابت کرے۔ (اس سے مراد یہ ہے کہ وہ طویل عرصے تک عذاب میں مبتلا رہے گا)

(معجم الاوسط، من اسعہ مقدم، ۳۲۷/۶، الحدیث: ۸۹۳۶)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مرد یا عورت نے اپنی لونڈی کو ”اے زانیہ“ کہا جبکہ اس کے زنا سے آگاہ نہ ہو تو قیامت کے دن وہ لونڈی انہیں کوڑے لگائے گی، کیونکہ دنیا میں ان کے لئے کوئی حد نہیں۔ (مسندک، کتاب الحدود، ذکر حد القذف، ۵۲۸/۵، الحدیث: ۸۱۷۱)



اس آیت سے ایک تو کسی پر بہتان لگانے کا حرام ہونا واضح ہوا اور دوسرا اسلام کے اعلیٰ اخلاقی اصولوں کا علم ہوا کہ اسلام میں انسانی حقوق کا کس قدر پاس اور لی ظ ہے، حتیٰ کہ کافر تک کے حقوق اسلام میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ واقعہ اور آیات مبارکہ کفار کے سامنے پیش کرنے کی ہیں کہ دیکھو اسلام کی تعلیمات کتنی حسین اور عمدہ ہیں۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ
وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَصْرِفُونَكَ مِنْ شَيْءٍ ۖ وَأَنْزَلَ اللَّهُ
عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ ۖ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ
عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور اے محبوب اگر اللہ کا فضل و رحمت تم پر نہ ہوتا تو ان میں کے کچھ لوگ یہ چاہتے کہ تمہیں دھوکا دے دیں اور وہ اپنے ہی آپ کو بہکا رہے ہیں اور تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اے حبیب! اگر تمہارے اوپر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں ایک گروہ نے آپ

کو (صحیح فیصد کرنے سے) ہٹانے کا ارادہ کیا تھا حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو گمراہ کر رہے تھے اور آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔ ﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنْ ظُلُمَاتٍ إِلَى نُورٍ﴾ ان میں سے ایک گروہ نے ارادہ کیا تھا۔ ﴿یہاں سابقہ واقعہ کے اعتبار سے کلام چل رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اللہ عزوجل نے تم پر بڑا فضل فرمایا اور رحمت کی کہ تمہیں نبی معصوم بنایا اور رازوں پر مطلع فرمایا۔ اگر پروردگار عالم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معصوم نہ بنایا ہوتا اور آپ پر تمام علوم ظاہر نہ کر دیئے ہوئے تو یہ آپ کو بہکا دیتے۔ یہاں بہکانے سے مراد دھوکہ دے کر غلط فیصلہ کروالینا ہے۔ وہ لوگ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں یہ تو اپنے آپ کو گمراہ کر رہے ہیں کیوں کہ اس کا وبال انہیں پر ہے، یہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دھوکا نہیں دے سکتے کیونکہ ان کی حفاظت ان کا رب عزوجل فرماتا ہے۔ نیز فرمایا کہ یہ لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہمیشہ کے لئے معصوم بنایا ہے۔

﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ اور تمہیں وہ سب کچھ سکھا دیا جو تم نہ جانتے تھے۔ ﴿یہ آیت مبارکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم مدح پر مشتمل ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ کو دین کے امور، شریعت کے احکام اور غیب کے وہ علوم عطا فرمادیئے جو آپ نہ جانتے تھے۔



یہاں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب سے متعلق چند ضروری باتیں ذہن نشین رکھیں کہ مسلمانوں کا عقیدہ اس بارے میں کیا ہے۔ یہ باتیں پیش نظر ہیں تو ان شاء اللہ عزوجل کوئی گمراہ بہکا نہ سکے گا، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:

(۱)..... بے شک غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر (یعنی اتنی بات) خود ضروریات دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

(۲)..... بے شک غیر خدا کا علم اللہ تعالیٰ کی معلومات کو حاوی نہیں ہو سکتا، برابر تو دور کنار۔ تمام اولین و آخرین، انبیاء

وَمُرْسَلِينَ، ملائکہ و مقررین سب کے علوم مل کر علوم الہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرا سی یوند کے کروڑویں حصے کو ہے کہ وہ تمام سمندر اور یہ یوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں (یعنی ان کی ایک انتہا ہے)، اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کے علوم وہ غیر متناہی در غیر متناہی ہیں (یعنی ان کی کوئی انتہا ہی نہیں)۔ اور مخلوق کے علوم اگر چہ عرش و فرش، مشرق و مغرب، روز اول تا روز آخر جملہ کائنات کو محیط ہو جائیں پھر بھی متناہی ہیں کہ عرش و فرش دو حدیں ہیں۔ روز اول و روز آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔

(3)..... بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا تو جملہ علوم خلق کو علم الہی سے اصلاً نسبت ہونی محال قطعی ہے نہ کہ مَعَاذَ اللّٰہِ تَوْہِمِ مساوات۔

(4)..... اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دیئے سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کثرت وافر نعموں کا علم ہے یہ بھی ضرور یا تو دین سے ہے جو اس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔

(5)..... اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و تمام جہان سے اتم و اعظم ہے، اللہ عزوجل کی عطا سے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اتنے نعموں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عزوجل ہی جانتا ہے۔

یاد رہے کہ یہاں ”مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ“ میں وہ سب کچھ داخل ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں جانتے۔ معتبر تفاسیر میں اس کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ درج ذیل پانچ تفاسیر میں اس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

(1) تفسیر البحر المحیط، النساء، تحت الاية: ۱۱۳/۳، (2) تفسیر طبری، النساء، تحت الاية: ۱۱۳،

۲۷۵/۴، (3) نظم الدرر، النساء، تحت الاية: ۱۱۳/۲، (4) راد المسیر فی علم التفسیر، النساء، تحت

الاية: ۱۱۳، ص ۳۲۴، (5) روح المعانی، النساء، تحت الاية: ۱۱۳، ۱۸۷/۳

﴿وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾ اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔ امام فخر الدین رازی رَحِمَہُ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کو جو علم عطا فرمایا اس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَمَا أَوْتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (ہی اسرہیل: ۸۵) توجہ! کتنا عارفان: اور (اے لوگو!) تمہیں بہت تموزا علم دیا گیا ہے۔

اسی طرح پوری دنیا کے بارے میں ارشاد فرمایا:

توجہ کنزالعرفان: اے حبیب! تم فرما دو کہ دنیا کا ساز و سامان تھوڑا سا ہے۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ (النساء ۷۷)

تو جس کے سامنے پوری دنیا کا علم اور خود ساری دنیا قلیل ہے وہ جس کے علم کو عظیم فرما دے اس کی عظمتوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر، النساء، تحت الآية: ۱۱۳، ۲۱۷/۱)

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ
إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ
نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۱۱۳﴾

توجہ کنزالایمان: ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو اللہ کی رضا چاہنے کو ایسا کرے اسے عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

توجہ کنزالعرفان: اُن کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی مگر ان لوگوں (کے مشوروں) میں جو صدقے کا یا نیکی کا یا لوگوں میں باہم صلح کرانے کا مشورہ کریں اور جو اللہ کی رضا مندی تلاش کرنے کے لئے یہ کام کرتا ہے تو اسے عنقریب ہم بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔

﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ﴾: ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں۔ ﴿یہاں عام لوگوں کے حوالے سے بیان فرمایا گیا کہ ان کے زیادہ تر کلام اور مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی کیونکہ عوامی کلام زیادہ تر فضولیات پر مشتمل ہوتا ہے اور ان کے مشورے بے فائدہ مغز ماری پر مبنی ہوتے ہیں جن کا نتیجہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ان کی بجائے وہ لوگ جو آپس میں اچھے کاموں کیلئے کلام یا مشورہ کرتے ہیں جیسے صدقہ دینے کا حکم دیتے ہیں یا لوگوں کو نیکی کی دعوت دیتے ہیں یا نیکی کی دعوت عام کرنے کیلئے مشورے کرتے ہیں یا لوگوں میں صلح کروانے کیلئے مل بیٹھتے ہیں تو ایسے لوگوں کے مشوروں میں خیر اور بھلائی ہے۔



اس آیت مبارکہ میں اُس گروہ کے لئے نصیحت ہے جن کے مشورے فضولیات پر مشتمل ہوتے ہیں یا جو معاذ اللہ

گناہ کو پروان چڑھانے کیلئے مشورے کرتے ہیں جیسے سینما بنانے، بے حیائی کے سینٹر بنانے، فلمی صنعت کی ترقی کیلئے مشورے کرتے ہیں یہ مشورے صرف خیر سے خالی نہیں بلکہ شر سے بھرپور ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ ان کے مقابلے میں آیت مبارکہ میں ان لوگوں کیلئے بشارت ہے جو نیکی کے کام کیلئے مشورے کرتے ہیں، ملک کے مسائل حل کرنے کیلئے، قوم کی پریشانیاں دور کرنے کیلئے، عوام کے معاملات سلجھانے کیلئے، لڑنے والوں کے درمیان صلح کرنے والے کیلئے، میاں بیوی اور دیگر رشتے داروں کے جھگڑے ختم کروانے کیلئے، دوستوں میں ناراضگی ختم کر کے جائز دوستی کروانے کیلئے مشورے کرنے والے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ یونہی بطور خاص اس آیت میں جن حضرات کا تذکرہ ہے وہ ہے نیکی کی دعوت کیلئے مشورے کرنے والے۔ ایسے تمام لوگوں کے مشورے خیر اور بھلائی سے بھرپور ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ نیکی کی دعوت عام ہو، مسلمانوں کا بچہ بچہ نمازی بنے، لوگ سنتوں کے پابند ہوں، ان میں خوفِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہو، بے حیائی کا خاتمہ ہو، لڑائی جھگڑے ختم ہو جائیں، مسلمان با عمل بن جائیں، لوگوں کے گھرا من کا گہوارہ بن جائیں، گھروں میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہو، اللہ عزوجل کے پیاروں کا ذکر ہو۔ الغرض جو لوگ ان کاموں کیلئے مشورے کرتے ہیں وہ سب اللہ عزوجل کے پیارے ہیں۔ آیت مبارکہ کے چند پہلوؤں کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے ورنہ حقیقت میں یہ آیت نئی معاملات سے لے کر صوبائی، قومی، ملکی اور بین الاقوامی معاملات سب کو شامل ہے۔

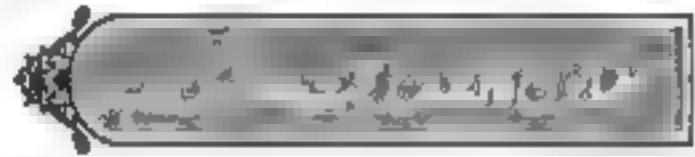
﴿وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَجْعَلْ مَوْضِعَاتِ اللَّهِ﴾ اور جو اللہ کی رضا مندی تلاش کرنے کے لئے یہ کام کرتا ہے۔ ﴿اجھے مشوروں پر اجر و ثواب ملتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمادیا کہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ یہ کام اللہ عزوجل کی رضا کیلئے کئے جائیں تب اجر عظیم ہے ورنہ اگر ریاکاری کیلئے، اپنی واہ وادہ کروانے کیلئے، خود کو بڑا لیڈر، یا مصلح کہلوانے کیلئے، لوگوں میں عزت و شہرت و دولت حاصل کرنے کیلئے، نیک نامی کیلئے، بڑا عالم یا مبلغ یا متحرک کہلوانے کیلئے یہ عمل کئے تو سراسر جہاں اور خسارہ ہے۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ١١٥

توجہ کنزالایمان: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پٹنے کی۔

توجہ کنزالعرفان: اور جو اس کے بعد کما اس کے لئے ہدایت بالکل واضح ہو چکی رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ﴾ اور جو رسول کی مخالفت کرے۔ ﴿اس آیت میں دو چیزوں سے منع کیا گیا ہے جو حقیقت میں ایک ہیں۔ پہلی چیز کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت جائز نہیں اور دوسری بات کہ مسلمانوں کے راستے سے ہٹ کر چلنا جائز نہیں کیونکہ مسلمانوں کا راستہ اطاعت رسول کا راستہ ہے تو اس سے ہٹنا اطاعت رسول سے ہٹنا ہوگا۔



یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کا اجماع و اتفاق حجت و دلیل ہے اور اس کی مخالفت جائز نہیں جیسا کہ کتاب و سنت کی مخالفت جائز نہیں۔

(مدارک النساء، تحت الآية: ۱۱۵، ص ۲۵۳)

نیز اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جماعت پر اللہ عز و جل

کا ہاتھ ہے (مسالی، کتاب تحریم الدم، قتل من فارق الجماعة.. الخ، ص ۶۵۶، الحديث: ۴۰۲۷)

ایک اور حدیث میں ہے کہ سوا اِغْثَم یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرو جو اس گروہ سے جدا ہوا وہ جہنم میں گرا۔

(مستدرک، کتاب العلم، من شدَّ شذَّ في النار، ۳۱۲/۱، الحديث: ۴۰۳)

اس سے واضح ہے کہ حق مذہب اہل سنت و جماعت ہے کیونکہ یہی مسلمانوں کی اکثریت کا ہے اور یہی بڑی جماعت ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١٦﴾

ترجمہ کنزالایمان: اللہ اسے نہیں بخشا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔

ترجمہ کنزالعرفان: اللہ اس بات کو نہیں بخشا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ﴾: اللہ شرک کو نہیں بخشے گا۔ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ یہ آیت ایک بوڑھے اعرابی کے حق میں نازل ہوئی جس نے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا نبی اللہ! میں بوڑھا ہوں، گناہوں میں غرق ہوں، اس کے سوا کہ جب سے میں نے اللہ عزوجل کو پہچانا اور اس پر ایمان لایا ہوں اس وقت سے کبھی میں نے اس کے ساتھ شرک نہیں کیا اور اس کے سوا کسی اور کو کارساز حقیقی نہیں بنایا اور جرأت و دلیری کے ساتھ گناہوں میں مبتلا نہ ہوا اور ایک پل بھی میں نے یہ گمان نہ کیا کہ میں اللہ عزوجل سے بھاگ سکتا ہوں، میں شرمندہ ہوں، تائب ہوں، مغفرت چاہتا ہوں، اللہ عزوجل کے یہاں میرا کیا حال ہوگا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری، النساء، تحت الآية ۱۱۶، ۱/۴۳۰)



- (۱) یہ آیت اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ شرک نہیں بخشا جائے گا جبکہ مشرک اپنے شرک پر مرے اور یہی حکم کفر کا ہے بلکہ علماء نے یہاں شرک سے مراد کفر لیا ہے۔ ہاں کافر و مشرک زندگی میں توبہ کرے تو اس کی توبہ یقیناً مقبول ہے۔
- (۲) آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ، حقوق اللہ اور حقوق العباد تمام گناہ قابل مغفرت ہیں اگرچہ حقوق العباد کی مغفرت کا طریقہ یہ ہوگا کہ اللہ عزوجل حق العبد صاحب حق سے معاف کرادے گا۔
- (۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ کفر و شرک کے علاوہ گناہوں کی بخشش یقینی نہیں بلکہ امید ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ جسے چاہے بخشے۔ اب اللہ عزوجل کے چاہے گا یہ معلوم نہیں لہذا یہ آیت گناہ پر دلیر نہیں کرتی بلکہ گناہ سے روکتی ہے۔

إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنْسًا وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا ﴿١١٤﴾

ترجمہ کنزالایمان: یہ شرک والے اللہ کے سوا نہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو اور نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو۔

ترجمہ کنزالعرفان: یہ شرک کرنے والے اللہ کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند عورتوں کی اور یہ عبادت نہیں کرتے مگر سرکش شیطان کی۔

﴿إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِىَ إِلَّا إِنشَاءً﴾: یہ شرک کرنے والے اللہ کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند عورتوں کی۔ ﴿شرکین کے بارے میں فرمایا کہ یہ کچھ عورتوں کو پوجتے ہیں یعنی مونث بتوں کو پوجتے ہیں جیسے لات، غزلی، منات وغیرہ یہ سب مونث نام ہیں۔﴾ (بقرہ، النساء، تحت الآية: ۱۱۷، ۱۱۸/۳۸۴)

یونہی عرب کے ہر قبیلے کا ایک بت ہوتا تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے اور اس کو اس قبیلہ کی انٹی یعنی عورت کہتے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مشرکین عرب اپنے باطل معبودوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اس لئے آیت میں فرمایا کہ مشرک عورتوں کو پوجتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ مشرکین بتوں کو زیور وغیرہ پہنا کر عورتوں کی طرح سجاتے تھے اس لئے انہیں عورتیں فرمایا گیا ہے۔﴾ (ابو سعید، النساء، تحت الآية: ۱۱۷، ۱۱۸/۵۸۵)

ان مشرکین کے متعلق فرمایا کہ یہ حقیقت میں شیطان مردود کو پوجتے ہیں کیونکہ اسی کے بہکانے سے ہی یہ بت پرستی کرتے ہیں۔

لَعْنَةُ اللّٰهِ وَقَالَ لَا تَتَّخِذْ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿۱۱۸﴾

ترجمہ کنزالایمان: جس پر اللہ نے لعنت کی اور بولا قسم ہے میں ضرور تیرے بندوں میں سے کچھ ٹھہرایا ہوا حصہ لوں گا۔

ترجمہ کنزالعرفان: جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس نے کہا: میں ضرور تیرے بندوں سے مقررہ حصہ لوں گا۔

﴿لَعْنَةُ اللّٰهِ﴾: جس پر اللہ نے لعنت کی۔ ﴿یہاں شیطان مراد ہے، اس پر اللہ غزوہ جہنم نے لعنت کی اور اس نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے مقررہ حصہ ضرور لوں گا۔ یعنی انہیں اپنا اطاعت گزار بنائوں گا۔﴾

وَلَا ضَلَالَتُهُمْ وَلَا مَنِيَّةٌ وَلَا مُرْتَبَعٌ فَلْيَبْتَئِكُنَّ إِذَا نَالَ نَعَامٌ وَلَا مُرْتَبَعٌ
فَلْيَغْفِرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ ۖ وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ
خَسِرَ خُسْرًا مُّبِينًا ۖ

ترجمہ کنزالایمان: قسم ہے میں ضرور انہیں بہکادوں کا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز بدل دیں گے اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ صریح ٹوٹے میں پڑا۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور انہیں امیدیں دلاؤں گا تو یہ ضرور جانوروں کے کان چیریں گے اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا تو یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے تو وہ کھلے نقصان میں جا پڑا۔

وَلَا ضَلَالَتُهُمْ: اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا۔ یہ شیطان کا کہنا تھا کہ میں ضرور لوگوں کو طرح طرح کی چیزوں کی، کبھی لمبی عمر کی، کبھی لذت دنیا کی، کبھی باطل خواہشات اور کبھی اور قسم کی امیدیں دلاؤں گا اور وہ ان امیدوں کی دنیا میں پھرتے رہیں گے اور اللہ عزوجل سے غافل رہیں گے۔



شیطان مردود کا بڑا مقصد لوگوں کو بہکانا اور عملی اعتبار سے ایسا کر دینا ہے کہ نجات و مغفرت کا کوئی راستہ باقی نہ رہے، اس کے لئے وہ مختلف طریقے اپناتا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ لمبے عرصے تک زندہ رہنے کی سوچ انسان کے دل، دماغ میں بٹھا کر موت سے غافل رکھتا ہے، حتیٰ کہ اسی آس امید پر جیتے جیتے اچانک وہ وقت آ جاتا ہے کہ موت اپنے دردناک شکنجے میں گس لیتی ہے پھر اب پچھتائے کیا، موت جب چڑیاں چک گئیں کھیت، ناچار اپنے کئے اعمال کے انجام سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ فی زمانہ لوگوں کی اکثریت موت کو بھول کر دنیا کی لمبی امیدوں میں کھوئی ہوئی ہے۔ امام غزالی

ذخماً للہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”لمی زندگی کی امید دل میں باندھ لینا جہالت اور نادانی کی وجہ سے ہوتا ہے یا پھر دنیا کی محبت کی وجہ سے۔ جہالت اور نادانی تو یہ ہے کہ آدمی اپنی جوانی پر بھروسہ کر بیٹھے اور بڑھاپے سے پہلے مرنے کا خیال ہی دل سے نکال دے، اسی طرح آدمی کی ایک نادانی یہ ہے کہ تندرستی کی حالت میں ناگہانی موت کو ناممکن سمجھے۔ لہذا ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ ان باتوں میں غور کرے ”کیا لاکھوں بچے جوانی کی دہلیز پر پہنچنے سے پہلے ہی راہی عدم نہ ہوئے؟ کیا ہزاروں انسان چڑھتی جوانی میں موت سے ہم آغوش نہ ہوئے؟ کیا سینکڑوں نوجوان بھری جوانی میں قلمہ اجل نہ بنے؟ کیا دسویں نوجوان بیمار یوں کا شکار نہ ہوئے؟ ان باتوں میں غور و فکر کے ساتھ ایک اور بات دل میں بٹھالے کہ موت اس کے اختیار میں نہیں کہ جب یہ چاہے گا تو اسی وقت آئے گی، اس طرح جوانی یا کسی اور چیز پر بھروسہ کرنا خود ہی ایک نادانی نظر آئے گی۔ لمی زندگی کی امید کی دوسری وجہ دنیا کی محبت ہے، انسان اپنے دل کو تسلی دیتا رہتا ہے کہ ابھی تو زمانہ پڑا ہے، ابھی کس نے مرنا ہے میں پہلے یہ مکان بنالوں، قلاں کاروبار شروع کر لوں، اچھی گاڑی خرید لوں، سہولیات سے اپنی زندگی بھریوں جب بڑھاپا آئے گا تو اللہ اللہ کرنے لگ جائیں گے اس طرح ہر کام سے دس کام نکالتا چلا جاتا ہے حتیٰ کے ایک دن پیغام اجل آ پہنچتا ہے اب بچھٹانے کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہیں بچتا۔ اس میں جتنا شخص کو چاہئے کہ دنیا کی بے ثباتی اور اس کی حقیقت کے بارے میں معلومات حاصل کرے کیونکہ جس پر دنیا کی حقیقت آشکار ہو جائے کہ دنیا کی لذت چند روزہ ہے اور موت کے ہاتھوں اسے ایک دن ختم ہونا ہی ہے وہ اسے عزیز نہیں رکھ سکتا۔

(کمپیالے سعادت، رکس چھارم، مسجیات، اصل دھم، اسباب طول امل، ۹۹۵/۲-۹۹۶، ملخصاً)

ولا غافل نہ ہو یکدم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے باغیچے چھوڑ کر خالی زمیں اندر سماتا ہے

﴿وَلَا مَرِيئًا﴾ اور میں ضرور انہیں حکم دوں گا۔ یہ شیطان کا قول ہے کہ اس نے کہا میں لوگوں کو حکم دوں گا کہ وہ بتوں کے نام پر جانوروں کے کان چیریں یا اس طرح کی دوسری حرکتیں کریں۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا کہ اونٹنی جب پانچ مرتبہ بچہ جن دیتی تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور اس سے نفع اٹھانا اپنے اوپر حرام کر لیتے اور اس کا دودھ بتوں کے لئے وقف کر دیتے اور اس کو بخیرہ کہتے تھے۔ شیطان نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی تھی کہ ایسا کرنا عبادت ہے۔

﴿وَلَا مَرِيئًا﴾ اور میں ضرور انہیں حکم دوں گا کہ وہ لوگوں کو حکم دے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ضرور بدلیں گے۔

یاد رہے کہ اللہ عزوجل کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خلافِ شرع تبدیلیاں حرام ہیں۔ احادیث میں اس کی کافی تفصیل موجود ہے۔ ان میں سے ۱۴ احادیث درج ذیل ہیں

(۱)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو عورت کا لباس پہنے اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو مرد کا لباس پہنے۔

(ابو داؤد، کتاب النہاس، باب فی لباس النساء، ۸۳/۴، الحدیث: ۴۰۹۸)

(۲)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے زنانہ مردوں اور مردانہ عورتوں پر لعنت فرمائی اور ارشاد فرمایا: ”انہیں اپنے گھروں سے باہر نکال دو۔“

(بخاری، کتاب النہاس، باب اخراج المعتصہین بالنساء من البیوت، ۷۴/۴، الحدیث: ۵۸۸۶)

(۳)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مرد اور مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتیں صبحِ شام اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے غضب میں ہوتے ہیں۔“

(۴)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بالوں میں دوسرے کے بال لگانے والی اور لگوانے والی اور بدنِ گودنے والی اور گودانے والی پر لعنت فرمائی۔“

(مسلم، کتاب النہاس والریہ، باب تحريم فعل الواصلة والمسنوطة... الخ، من ۱۱۷۵، الحدیث: ۱۱۹ (۲۱۲۴))

يَعِدُّهُمْ وَيَبَيِّنُهُمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۚ ۝ اُولَٰئِكَ
مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ۝ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
أَبَدًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۖ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: شیطان انہیں وعدے دیتا ہے اور آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انہیں وعدے نہیں دیتا مگر فریب

کے اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور اس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کچھ دیر جاتی ہے کہ ہم انہیں باغوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں اللہ کا سچا وعدہ اور اللہ سے زیادہ کس کی بات تھی۔

ترجمہ کنزالعرفان: شیطان انہیں وعدے دیتا ہے اور آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انہیں صرف فریب کے وعدے دیتا ہے۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور یہ اس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو عنقریب ہم انہیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، (یہ) اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ کس کی بات تھی ہے؟

﴿يَعِدُهُمْ﴾: شیطان انہیں وعدے دیتا ہے۔ ﴿اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کا طریقہ واردات بیان فرمایا کہ یہ لوگوں کو طرح طرح کی اُمیدیں دلاتا اور دوسوے ڈالتا ہے تاکہ انسان گمراہی میں پڑے جیسے مشرکوں کو ان کا شرک اچھا کر کے دکھاتا ہے، منافقوں کو ان کی منافقت پسند کرواتا ہے، گناہ کے کام کرنے والوں کو مثلاً قلمیں بنانے، گانے بجانے والوں کو ان کے کام کلچر، تہذیب، آزادی اور روشن خیالی جیسے ناموں سے مرغوب کر کے دکھاتا ہے، یونہی ریاکاری، شادی بیاہ کی غلط رسومات اور فضول خرچی کے کام لوگوں سے مقام و مرتبہ اور اسٹیٹس وغیرہ کے نام پر کرواتا ہے لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ شیطان انہیں دھوکہ دیتا ہے کیونکہ وہ جس چیز کے نفع اور فائدہ کی توقع دلاتا ہے درحقیقت اس میں سخت ضرر اور نقصان ہوتا ہے۔

﴿أُولَٰئِكَ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ﴾: ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ ﴿یعنی جو لوگ شیطان کو اپنا دوست بناتے اور اس کی باتوں پر عمل کرتے ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ لوگ جہنم سے بچنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے بلکہ یہ جہنم میں ضرور داخل ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(بخاری، النساء، تحت الآية: ۱۲۱، ۴۳۲/۱)

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾: اور جو ایمان لائے۔ ﴿کفار کے بارے میں وعید بیان کرنے کے بعد یہاں ایمان والوں کے لئے جنت کے وعدہ کا بیان فرمایا گیا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے تو عنقریب ہم انہیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے پانی، دودھ، شراب اور شہد کی نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کی بات سچی نہیں۔

(بخاری، النساء، تحت الآية: ۱۲۲، ۴۳۲/۱، ۴۳۳، روح البیان، النساء، تحت الآية: ۱۲۲، ۲۹۰/۲، ملقط)

لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ ۚ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ ۖ
وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ
الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا
يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ﴿۱۲۴﴾

توجہ کنز الایمان: کام نہ کچھ تمہارے خیالوں پر ہے اور نہ کتاب والوں کی ہوس پر، جو برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور اللہ کے سوانہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا نہ مددگار اور جو کچھ بھلے کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور انہیں تل بھر نقصان نہ دیا جائے گا۔

توجہ کنز العرفان: نہ تمہاری جھوٹی امیدوں کی کوئی حیثیت ہے اور نہ ہی اہل کتاب کی جھوٹی امیدوں کی۔ جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ کے سوانہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا اور نہ مددگار اور جو کوئی مرد ہو یا عورت اچھے عمل کرے اور وہ مسلمان بھی ہو تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر تل کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

﴿مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ﴾: جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہاں لوگوں سے فرمایا گیا کہ نجات کا دار و مدار نہ تو تمہاری جھوٹی امیدیں ہیں کہ اے مشرک! تم نے سوچ رکھا ہے کہ بت تمہیں نفع پہنچائیں گے اور نہ ہی نجات اہل کتاب کی جھوٹی امیدوں پر ہے جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ عزوجل کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، ہمیں آگ چند روز سے زیادہ نہ جلانے کی یہود و نصاریٰ کا یہ خیال بھی مشرکین کی طرح باطل ہے بلکہ اللہ عزوجل کا قانون یہ ہے کہ جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا خواہ مشرکین میں سے ہو یا یہود و نصاریٰ میں سے اور کافر اللہ عزوجل کے سوانہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا اور نہ مددگار، البتہ جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان بھی ہو تو یہی باعمل مسلمان لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور یہ اپنے عمل کی جس جزا کے مستحق ہیں اس میں سے تل کے برابر بھی کم کر کے ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ
إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ﴿۲۵﴾

توجہ کنزالایمان: اور اس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا منہ اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ نیکی والا ہے اور ابراہیم کے دین پر چلا جو ہر باطل سے جدا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنایا۔

توجہ کنزالعرفان: اور اُس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو اور وہ ابراہیم کے دین کا پیرو کار ہو جو ہر باطل سے جدا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنالیا۔

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ﴾ اور اُس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا ﴿کفار و مشرکین کے مذاہب کا باطل ہونا بیان کرنے کیلئے ایمان والوں کا بیان کیا گیا اور اب ایمان والوں کے امام و پیشوا اور قائد و رہنما حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیان کیا جا رہا ہے کہ اچھا دین تو تابع فرمان مسلمان کا ہے جو اطاعت و اخلاص اختیار کرے اور دین ابراہیمی کی پیروی کرے جو کہ دین اسلام کے موافق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت و ملت سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ملت میں داخل ہے اور دین محمدی کی خصوصیات اس کے علاوہ ہیں۔ دین محمدی کی اتباع کرنے سے شریعت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی بھی ہو جاتی ہے۔ چونکہ عرب اور یہود و نصاریٰ سب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت پر فخر کرتے تھے اور آپ کی شریعت ان سب کو مقبول تھی اور شریعت محمدی اس پر حاوی ہے تو ان سب کو دین محمدی میں داخل ہونا اور اس کو قبول کرنا لازم ہے۔

﴿خَلِيلًا﴾ گہرا دوست۔ ﴿خُلْتُ﴾ کے معنی ہیں غیر سے منقطع ہو جانا، یہ اس گہری دوستی کو کہا جاتا ہے جس میں دوست کے غیر سے انقطاع ہو جائے۔ ایک معنی یہ ہے کہ ظلیل اس حُب کو کہتے ہیں جس کی محبت کاملہ ہو اور اس میں کسی قسم کا خلل اور نقصان نہ ہو۔ یہ معنی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پائے جاتے ہیں۔



یہ یاد رہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جو کمالات ہیں وہ سب کے سب سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَاللّٰهُ وَسَلَّمَ کو حاصل ہیں۔ حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہُ عَزَّوَجَلَّ کے خلیل بھی ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”بے شک اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا خلیل بنایا اسی طرح مجھے بھی اپنا خلیل بنایا ہے۔“

(مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب الہی عن ماء المساجد علی الفور - الخ، ص ۲۷۰، الحدیث ۲۳ (۵۳۲))
اور اس سے بڑھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حبیب بھی ہیں جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے، حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ ”میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حبیب ہوں اور یہ حقرا نہیں کہتا۔“

(ترمذی، کتاب المساقب، باب ما جاء فی فصل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۱-تابع باب، ۳۵۴/۵، الحدیث: ۳۶۳۶)



بزرگان دین نے خلیل و حبیب کے فرق کو یوں بیان فرمایا ہے۔

(۱)..... حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قیامت کے دن رسوائی سے بچنے کی دعا مانگی۔ (سورۃ الشعراء: ۸۷)
جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کے صدقے ان کے صحابہ وَحِی اللہ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو قیامت کی رسوائی سے بچانے کا مژدہ سنایا۔ (سورۃ التحریم: ۸)

(۲)..... حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے رب تعالیٰ سے ملاقات کی تمنا کی۔ (سورۃ الصافات: ۹۹)
جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خود بلا کر شرف ملاقات سے سرفراز فرمایا۔ (سورۃ بنی اسرائیل: ۱)

(۳)..... حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہدایت کی آرزو فرمائی۔ (سورۃ الصافات: ۹۹)
اور حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔ (سورۃ الفتح: ۲)
(۴)..... حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس فرشتے معزز مہمان بن کر آئے۔ (سورۃ الداریات: ۲۴)
اور حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کیلئے رب تعالیٰ نے فرمایا: فرشتے ان کے شکری و سپاہی بنے۔ (سورۃ التوبہ: ۱۰، ال عمران: ۱۲۵، التحریم: ۴)

(۵)..... حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی امت کی مغفرت کی دعا مانگی۔ (سورۃ ابراہیم: ۴۱)

اور حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خود اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ”اپنی امت کی مغفرت مانگو۔“ (سورۃ محمد: ۱۹)
(۶)..... حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بعد والوں میں اپنا ذکر جمیل باقی رہنے کی دعا کی۔ (الشعراء: ۸۴)

اور حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے خود رب کریم عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا

ذکر بلند کر دیا۔

(الم نشرح: ۴)

(7)..... حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا انہوں نے قوم لوط سے عذاب دور کئے جانے میں بہت کوشش کی۔

(ہود: ۷۶، ۷۷-عکبوت: ۳۲)

اور حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ربِّ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اللہ ان کافروں پر بھی عذاب نہ کرے گا جب تک اے رحمت عالم تو ان میں تشریف فرما ہے۔

(انعام: ۳۳)

(8)..... حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: اے اللہ! میری دعا قبول فرما۔

(ابراہیم: ۴۰)

اور حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ماننے والوں سے اللہ ربِّ الْعَالَمِینَ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔

(المومن: ۶۰)

(تلاوی رضویہ: ۸/۳۷-۸۲، ۱۸۲ ملخصاً)

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا ۝۱۳۶

توجہ کنزالایمان: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے۔

توجہ کنزالعرفان: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔

﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا﴾: اور اللہ ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔ ﴿اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ہر شے کو محیط ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا علم اور قدرت ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور کسی شے کے جتنے پہلو ہو سکتے ہیں وہ تمام کے تمام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم میں ہیں کوئی اس سے خارج نہیں۔ یہاں علمی افادے کے طور پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان دُخْنَةُ اللّٰہِ تعالیٰ علیہ کی ایک عبارت پیش خدمت ہے، فرماتے ہیں ”علم و قدرت الہی ہر شے کو محیط ہونے کے بھی یہ معنی نہیں کہ اس کے علم و قدرت ہر جگہ مُتَمَكِّن ہیں کہ جگہ یا طرف میں ہونا جسم و جسمائیت کی شان ہے اور وہ اور اس کے صفات ان سے مُتَعَالٰی، بلکہ احاطہ علم کے معنی یہ ہیں کہ ہر شے واجب یا ممکن یا مُمْتَنِع معدوم یا موجود حادث یا قدیم اسے معلوم ہے۔ احاطہ قدرت کے معنی یہ ہیں کہ ہر ممکن پر اسے قدرت ہے۔“

(تلاوی رضویہ: ۱۱/۶۲۰)

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۚ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيْهِنَّ ۚ وَمَا يُثَلِّ عَلَيْكُمْ فِي

الْكِتَابِ فِي يَتَّى النِّسَاءِ الَّتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ
أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالسُّتْعَفَيْنِ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامَى
بِالنِّقِصِ وَمَاتَفَعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ﴿١٢٤﴾

توجہ کنزالایمان: اور تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرماؤ کہ اللہ تمہیں ان کا فتویٰ دیتا ہے اور وہ جو تم پر قرآن میں پڑھا جاتا ہے ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں کہ تم انہیں نہیں دیتے جو ان کا مقرر ہے اور انہیں نکاح میں بھی لانے سے منہ پھرتے ہو اور کمزور بچوں کے بارے میں اور یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھلائی کرو تو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

توجہ کنزالعرفان: اور آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ مانگتے ہیں: تم فرماؤ کہ اللہ اور جو کتاب تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی ہے وہ تمہیں ان (عورتوں) کے بارے میں فتویٰ دیتے ہیں (کہ ان کے حقوق ادا کرو) اور (وہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے) ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں جنہیں تم ان کا مقرر کیا ہو (میراث کا) حصہ نہیں دیتے اور ان سے نکاح کرنے سے بے رغبتی کرتے ہو (حکم یہ دیتا ہے کہ تم یہ کام نہ کرو۔) اور کمزور بچوں کے بارے میں (فتویٰ دیتا ہے کہ ان کے حقوق ادا کرو) اور یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو اور تم جو نیکی کرتے ہو تو اللہ اسے جانتا ہے۔

﴿وَيَسْتَفِئُونَكَ فِي النِّسَاءِ﴾: اور آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ مانگتے ہیں۔ ﴿شان نزول﴾: زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگ عورت اور چھوٹے بچوں کو میت کے مال کا وارث قرار نہیں دیتے تھے۔ جب آیت میراث نازل ہوئی تو انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، کیا عورت اور چھوٹے بچے وارث ہوں گے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس آیت سے جواب دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یتیموں کے اولیاء کا دستور یہ تھا کہ اگر یتیم لڑکی صاحب مال و جمال ہوتی تو اس سے تھوڑے مہر پر نکاح کر لیتے اور اگر حسن و مال نہ رکھتی تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر حسن صورت نہ رکھتی اور ہوتی مالدار تو اس سے نکاح نہ کرتے اور اس اندیشہ سے دوسرے کے نکاح

میں بھی نہ دیتے کہ وہ مال میں حصہ دار ہو جائے گا اللہ تعالیٰ نے یہاں بتایا کہ ان عادتوں سے منع فرمایا۔
(بخاری، النساء تحت الآية: ۱۲۷، ۱۳۵/۱)



قرآن پاک میں قیموں، بیواؤں اور معاشرے کے کمزور و محروم افراد کیلئے بہت زیادہ ہدایات دی گئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیموں، بیواؤں، محروم، کمزوروں اور محروم لوگوں کو ان کے حقوق دلا تا اللہ عز و جل کی سنت ہے اور اس کیلئے کوشش کرنا اللہ عز و جل کو بہت پسند ہے۔ اس ضمن میں چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱)..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ایک شخص نے تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تیرا دل نرم ہو جائے؟ اس نے عرض کی جی ہاں۔ ارشاد فرمایا تیرے پاس کوئی قیم آئے تو اس کے سر پہ ہاتھ پھیرو اور اپنے کھانے میں سے اسے کھلاؤ، تیرا دل نرم ہو جائے گا اور تیری حاجتیں بھی پوری ہوں گی۔

(مصنف عبد الرزاق، کتاب الجامع، باب اصحاب الاموال، ۱۳۵/۱۰، الحدیث: ۲۰۱۹۸)

(۲)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے تین قیموں کی پرورش کی وہ رات کو قیام کرنے والے، دن کو روزہ رکھنے والے اور صبح شام اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی تلوار سونپنے والے کی طرح ہے اور وہ جنت میں دو بھائیوں کی طرح ہوں گے جیسا کہ یہ دو بھائی ہیں۔“ اور اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملایا۔ (ابن ماجہ، کتاب الادب، باب حق الیتیم، ۱۹۴/۴، الحدیث: ۳۶۸۰)

(۳)..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بیواؤں اور مسکینوں پر خرچ کرنے والا راہ خدا عز و جل میں جہاد کرنے والے اور رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔“ (ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الحث علی المسکین، ۶/۳، الحدیث: ۲۱۴۰)

(۴)..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو میرے کسی امتی کی حاجت پوری کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ اس کے ذریعے اس امتی کو خوش کرے تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ عز و جل کو خوش کیا اور جس نے اللہ عز و جل کو خوش کیا اللہ عز و جل اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (شعب الایمان، الثالث والعمسون من شعب الایمان... إلخ، ۱۱۵/۶، الحدیث: ۷۶۵۳)

وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

أَنْ يُصْلِحَ بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ
الشُّعْخَ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۲۸﴾

توجہ کنزالایمان اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو ان پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح خوب ہے اور دل لالچ کے پھندے میں ہیں اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری کرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

توجہ کنزالعرفان اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو ان پر کوئی حرج نہیں کہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح بہتر ہے اور دل کو لالچ کے قریب کر دیا گیا ہے۔ اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری اختیار کرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

﴿وَإِنْ امْرَأَةٌ حَاثَتْ مِنْ بَيْنِهِمَا شُكُّهَا﴾ اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی زیادتی کا اندیشہ ہو۔ ﴿الْقُرْآنُ﴾ نے گھریلو زندگی اور معاشرتی برائیوں کی اصلاح پر بہت زور دیا ہے اسی لئے جو گناہ معشرے میں بگاڑ کا سبب بنتے ہیں اور جو چیزیں خاندانی نظام میں بگاڑ کا سبب بنتی ہیں اور خرابیوں کو جنم دیتی ہیں ان کی قرآن میں بار بار اصلاح فرمائی گئی ہے جیسا کہ یہاں فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو، زیادتی تو اس طرح کہ شوہر اس سے علیحدہ رہے، کھانے پینے کو نہ دے یا اس میں کمی کرے یا مارے یا بدزبانی کرے اور اعراض یعنی منہ پھیرنا یہ کہ بیوی سے محبت نہ رکھے، بول چال ترک کر دے یا کم کر دے۔ تو ان پر کوئی حرج نہیں کہ آپس میں افہام و تفہیم سے صلح کر لیں جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ عورت شوہر سے اپنے مطالبات کچھ کم کر دے اور اپنے کچھ حقوق کا بوجھ کم کر دے اور شوہر یوں کرے کہ باوجود رغبت کم ہونے کے اس بیوی سے اچھا برتاؤ نہ تکلف کرے۔ یہ نہیں کہ عورت ہی کو قربانی کا بکرہ بنایا جائے۔ مرد و عورت کا یوں آپس میں صلح کر لینا زیادتی کرنے اور جدائی ہو جانے دونوں سے بہتر ہے کیونکہ طلاق اگرچہ بعض صورتوں میں جائز ہے مگر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں نہایت ناپسندیدہ چیز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق دینا ہے۔

(ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب کراہیۃ الطلاق، ۳۷۰/۲، الحدیث، ۲۱۷۸)



میاں بیوی کے اعتبار سے بھی اور اس سے ہٹ کر بھی معاملہ یہ ہے کہ دل لالچ کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں، ہر ایک اپنی راحت و آسائش چاہتا ہے اور اپنے اوپر کچھ مشقت گوارا کر کے دوسرے کی آسائش کو ترجیح نہیں دیتا۔ لہذا جو شخص دوسرے کی راحت کو مقدم رکھتا ہے اور خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو سکون پہنچاتا ہے وہ بہت باہمت ہے، اسی طرح کی چیزوں کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُؤْثِرْهُمَا فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٩﴾

(سورۃ حشر: ۹)

اور ارشاد فرمایا:

لَتُبْلَوْنَ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسَعْنَ مِنَ الَّذِينَ أَوْثَرُوا لَكُم مِّن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذَىٰ كَثِيرًا ۖ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَاتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِّنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿١٨٦﴾

(ال عمران: ۱۸۶)

اور ارشاد فرمایا:

وَلَا تَسْتَوِي الْحَصَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ وَإِذَا هُم بِالْقِتْلِ هُمْ أَحْسَنُ فَرَادًا ۚ أَلَيْسَ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَآلِهَ وَلِيِّ حَنِيمٍ ﴿٣٠﴾ وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا ۚ وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٣١﴾

(سورۃ حم السجده: ۳۰، ۳۱)

ترجمہ کنزالعرفان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید ہمت تھی، اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: بے شک ضرورت ہماری آزمائش ہوگی تمہارے مال اور تمہاری جانوں میں اور بے شک ضرورت اگلے کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت کچھ برا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور نیکی اور ہدیٰ برابر نہ ہو جائیں گی اے سننے والے برائی کو بھڑکی سے ٹال جیسی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔ اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔

حدیث شریف میں ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو تم سے قطع تعلق کرے تم اس سے رشتہ جوڑو اور جو تم پر ظلم کرے تم اس سے درگزر کرو۔ (شعب الایمان، السادس والخمسون من شعب الایمان... الخ، ۲۲۲/۶، الحدیث: ۷۹۵۷)

﴿وَإِنْ تَحْسَبُوا: اور اگر تم نیکی کرو۔﴾ یہاں بطور خاص عورتوں کے حوالے سے فرمایا گیا کہ اے مردو! اگر تم نیکی اور خوفِ خدا اختیار کرو اور باوجود نامرغوب ہونے کے اپنی موجودہ عورتوں پر صبر کرو اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور انہیں ایذا ورنج دینے سے اور جھگڑا پیدا کرنے والی باتوں سے بچتے رہو اور ان کے ساتھ زندگی گزارنے میں نیک سلوک کرو اور یہ جانتے رہو کہ وہ تمہارے پاس امانتیں ہیں اور یہ جان کر حسن سلوک کرتے رہو تو اللہ عز و جل تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَبْلُغُوا كُلَّ
السَّبِيلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ
كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۳۹﴾

توجہ کذا الیمان: اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو چاہے کتنی ہی حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو ادھر میں لگتی چھوڑ دو اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

توجہ کذا العرفان: اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو اگرچہ تم کتنی ہی (اس کی) حرص کرو تو یہ نہ کرو کہ (ایک ہی بیوی کی طرف) پورے پورے جھک جاؤ اور دوسری لگتی ہوئی چھوڑ دو اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری اختیار کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ: اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو۔﴾ یعنی اگر تمہاری ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو یہ تمہاری قدرت میں نہیں کہ ہر چیز میں تم انہیں برابر رکھو اور کسی چیز میں ایک کو دوسری پر ترجیح نہ ہونے دو، نہ میلان و محبت میں اور نہ خواہش و رغبت میں اور نہ نظر و توجہ میں، تم کوشش کر کے یہ تو کر نہیں سکتے لیکن اگر اتنا تمہاری قدرت میں نہیں ہے اور اس وجہ سے ان تمام پابندیوں کا بوجھ تمہارے اوپر نہیں رکھا گیا اور قلبی محبت اور طبعی میلان جو تمہارے اختیار میں نہیں ہے اس میں برابری کرنے کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا تو یہ تو نہ کرو کہ ایک ہی بیوی کی طرف پورے پورے جھک جاؤ اور دوسری بیوی کے لازمی حقوق بھی ادا نہ کرو بلکہ تم پر لازم ہے کہ جہاں تک تمہیں قدرت و اختیار ہے وہاں تک یکساں برتاؤ کرو، محبت اختیاری شے نہیں تو بات چیت، حسن اخلاق، کھانے، پہننے، پاس رکھنے اور ایسے امور جن

میں برابری کرنا اختیار میں ہے ان امور میں دونوں کے ساتھ ضرور یکساں سلوک کرو۔

وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ﴿۱۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کثرت سے تم میں ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ کثرت والا حکمت والا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اگر وہ (میاں بیوی) دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ وسعت والا حکمت والا ہے۔

﴿وَإِنْ يَتَفَرَّقَا﴾ اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں۔ یعنی اگر میاں بیوی میں صلح نہ ہو سکے اور طلاق واقع ہو جائے تو دونوں اللہ غزوہ جہل پر توکل کریں، اللہ کریم، عورت کو اچھا خاوند اور مرد کو اچھی بیوی عطا فرما دے گا اور وسعت بھی بخشے گا۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اگر وہ (میاں بیوی) دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ وسعت والا حکمت والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نہ عورت بالکل مرد کی محتاج ہے اور نہ مرد بالکل عورت کا حاجت مند، سب رب غزوہ جہل کے حاجت مند ہیں، ایک دوسرے کے بغیر کام چل سکتا ہے۔ عام طور پر طلاق کے بعد عورت اور اس کے گھر والے بہت غمزدہ ہوتے ہیں۔ ایسے موقع پر اگر یہ آیت مبارکہ بار بار پڑھی جائے تو ان شاء اللہ غزوہ جہل دل کو تسکین دے گی اور اللہ غزوہ جہل مناسب حل بھی عطا فرما دے گا۔ اس میں شوہروں کو بھی ہدایت ہے کہ وہ اپنے آپ کو بیویوں کے مالک و مختار نہ سمجھیں اور یہ نہ سمجھیں کہ اگر انہوں نے چھوڑ دیا تو اب کائنات میں کوئی ان عورتوں کا سہارا نہیں رہے گا۔ نہیں نہیں، اللہ غزوہ جہل ان کو سہارا دے گا۔ اسی سلسلے میں یہاں ایک مفید و حقیقی پیش خدمت ہے۔ اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا، جس بندے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھے ”إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ فِيْ مُصِيبَتِيْ وَ اَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا“ تو اللہ تعالیٰ اسے مصیبت پر ثواب عطا فرمائے گا اور اس سے بہتر چیز اسے عطا کرے گا۔ فرماتی ہیں: جب میرے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے یہی دعا پڑھی، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بہترین شوہر یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عطا فرما دیئے۔ (مسلم، کتاب الحائز، باب ما يقال عند المصيبة، ص ۴۵۷، الحديث: ۴ (۹۱۸))

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰتٰوْا
 الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي
 السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي
 السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَآءْ يُدْهِبْكُمْ
 اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾

توجہ کنز الایمان۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بیشک تاکید فرمادی ہے ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تم کو کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر کفر کرو تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں والا۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کافی ہے کارساز۔ اے لوگو وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور دوسروں کو لے آئے اور اللہ کو اس کی قدرت ہے۔

توجہ کنز العرفان: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بیشک ہم نے ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تمہیں بھی تاکید فرمادی ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر نہ مانو تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بے نیاز ہے، خوبیوں کا مالک ہے۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کافی کارساز ہے۔ اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور دوسروں کو لے آئے اور اللہ اس پر قادر ہے۔

﴿اِنْ يَّشَآءْ يُدْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ﴾ اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے۔ اللہ عزوجل کائنات سے غنی ہے۔ ساری کائنات اس کی عبادت کرنے لگے تو اس کی شان میں کوئی اضافہ نہیں ہو جاتا اور ساری دنیا اس کی نافرمان ہو جائے تو اس کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ وہ غنی، بے پرواہ ہے وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور دوسرے لوگوں کو لے

آئے، تمہیں موت دے کر دوسری قوم کو یہاں آباد کر دے جیسے فرعون کے ملک کا دوسروں کو مالک بنا دیا۔ اس کی شان بلند ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے جسے میں ہدایت دوں لہذا مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا اور تم سب فقیر ہو سوائے اس کے جسے میں غنی کر دوں لہذا مجھ سے مانگو، میں تمہیں روزی دوں گا اور تم سب مجرم ہو سوائے اس کے جسے میں سلامت رکھوں تو تم میں سے جو یہ جان لے کہ میں بخش دینے پر قادر ہوں پھر مجھ سے معافی مانگے تو میں اسے بخش دوں گا اور پرواہ بھی نہ کروں گا اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندہ مردے، تر و خشک سب میرے بندوں میں سے سب سے نیک بندے کے دل پر ہو جائیں (یعنی سارے انسان اس نیک آدمی کی طرح ہو جائیں) تو یہ ان کی نیکی میرے ملک میں مجھ کے برابر اضافہ نہ کرے گی اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندہ مردے تر و خشک میرے بندوں میں سے بد بخت ترین آدمی کے دل کے مطابق ہو جائیں تو ان کے یہ جرم میرے ملک سے مجھ کے برابر کم نہ کریں گے اور اگر تمہارے پچھلے زندہ مردے تر و خشک ایک میدان میں جمع ہوں اور پھر تم میں سے ہر شخص اپنی انتہائی تمناؤں پر رزق مجھ سے مانگے پھر میں ہر مانگنے والے کو دیدوں تو یہ میرے ملک کے مقابل ایسے ہی کم ہوگا جیسے تم میں سے کوئی دریا پر گزرے اور اس میں سوئی ڈبوئے پھر اسے اٹھائے (یعنی کچھ بھی کم نہ ہوگا)۔ یہ اس لیے ہے کہ میں عطا کرنے والا ہوں، بہت دینے والا ہوں، جو چاہتا ہوں کرتا ہوں میری عطا کیلئے صرف میرا فرما دینا کافی ہے اور میرے عذاب کیلئے صرف میرا فرما دینا ہی کافی ہے۔ میرا حکم کسی شے کے متعلق یہ ہے کہ جب کچھ چاہتا ہوں تو صرف اتنا فرماتا ہوں ”ہو جا“ تو وہ ہو جاتی ہے۔ (ترمذی، کتاب صفة القيامة، ۴۸-باب، ۲۲۲/۴، الحدیث، ۲۵۰۳)

مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝

ترجمہ کنز الایمان: جو دنیا کا انعام چاہے تو اللہ ہی کے پاس دنیا و آخرت دونوں کا انعام ہے اور اللہ مستند دیکھتا ہے۔

ترجمہ کنز العرفان: جو دنیا کا انعام چاہتا ہے تو دنیا و آخرت کا انعام اللہ ہی کے پاس ہے اور اللہ ہی مستند دیکھتا ہے۔

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا﴾: جو دنیا کا انعام چاہے۔ ﴿اس کا معنی یہ ہے کہ جس کو اپنے عمل سے دنیا مقصود ہو تو وہ دنیا ہی پاسکتا ہے لیکن وہ ثواب آخرت سے محروم رہتا ہے اور جس نے عمل رضائے الہی اور ثواب آخرت کے لئے کیا ہو تو اللہ عزوجل دنیا و آخرت دونوں میں ثواب دینے والا ہے تو جو شخص اللہ عزوجل سے فقط دنیا کا طالب ہو وہ نادان، خسیس اور کم ہمت ہے۔ جب اللہ عزوجل کے پاس دنیا و آخرت سب کچھ ہے تو اس سے دنیا و آخرت کی بھلائی مانگو، مانگنے والے میں ہمت چاہیے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نہ تو دنیا کو اپنا اصل مقصود بنایا جائے کہ آخرت کو فراموش کر دے اور نہ بالکل ترک دنیا ہی کر دینی چاہیے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ
 أَنفُسِكُمْ أَوَالِدَافِئِينَ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ
 أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا ۚ وَإِنْ تَلَوَّا أَوْ تَعْرِضُوا
 فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۲۵﴾

توجہ کنزالایمان: اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر ہو بہر حال اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ پڑو اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیر دو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

توجہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ چاہے تمہارے اپنے یا والدین یا رشتہ داروں کے خلاف ہی (گواہی) ہو۔ جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر بہر حال اللہ ان کے زیادہ قریب ہے تو (نفس کی) خواہش کے پیچھے نہ چلو کہ عدل نہ کرو۔ اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیر دو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

﴿كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ﴾: انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ۔ ﴿اس آیت مبارکہ میں عدل و انصاف کے تقاضے پورا کرنے کا

اہم حکم بیان کیا گیا اور جو چیزیں آدمی کو نا انصافی کی طرف مائل کرنے کا سبب بن سکتی ہیں ان کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا کہ یہ چیزیں انصاف کرنے میں آڑے نہ آئیں۔ آخر باعدوری، رشتے داروں کی طرف داری کرنا، تعلق والوں کی رعایت کرنا، کسی کی امیری کی وجہ سے اس کی حمایت کرنا یا کسی کی غریبی پر ترس کھا کر دوسرے فریق پر زیادتی کر دینا، یہ وہ تمام چیزیں ہیں جو انصاف کے تقاضے پورے کرنے میں رکاوٹ ہیں ان سب کو شمار کروا کر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ فیصلہ کرتے ہوئے اور گواہی دیتے ہوئے جو صحیح حکم ہے اس کے مطابق چلو اور کسی قسم کی تعلق داری کا لحاظ نہ کرو حتیٰ کہ اگر تمہارا فیصلہ یا تمہاری گواہی تمہارے سگے ماں باپ کے بھی خلاف ہو تو عدل سے نہ ہٹو۔



اس کی عظیم ترین مثال اس حدیث مبارک کی روشنی میں ملاحظہ کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ زوجہ اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ”قبیلہ قریش کی ایک عورت نے چوری کی تو اس کے خاندان والوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سفارش کرنے کے لئے کہا: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفارش کی تو تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ پھر کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا، پھر فرمایا: تم سے پہلے لوگوں کو اس بات نے ہلاک کیا کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ اللہ عزوجل کی قسم! اگر قاطرہ بنت محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی چوری کر لیتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔“

(بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ۵۶-باب، ۱/۲، ۱۶۸، الحدیث: ۳۴۷۵)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالَّذِي آتَزَّلَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝

توجہ کنزالایمان: اے ایمان والو! ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اپنے ان رسول پر اتاری

اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔

توجیہ کنزالایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل کی (ان سب پر ہمیشہ) ایمان رکھو اور جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کو نہ مانے تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ﴾ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو۔ ﴿یٰۤاٰہلَ الْاٰیْمَانِ کُوْنُوْا عَلٰی کُلِّ نَبَاٍ مِّنْ دُوْنِ الَّذِیْنَ یَخْتَلِفُوْنَ فِیْہِ سَبْعَ ثَمٰثٍ یُّضِلُّوْنَ سُبُوْحًا ۙ وَیُضِلُّوْنَ یَوْمَ الْقٰیٰمَةِ ۚ﴾ یہاں اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا ”اٰمِنُوْا“ ”ایمان لاؤ“ اگر یہ خطاب حقیقی مسلمانوں کو ہے تو اس کا معنی ہوگا کہ ایمان پر ثابت قدم رہو۔ اور اگر یہ خطاب یہود و نصاریٰ سے ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ اے بعض کتابوں اور بعض رسولوں پر ایمان لانے والو! تم مکمل ایمان لاؤ یعنی تمام کتابوں اور تمام رسولوں پر جن میں قرآن اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی داخل ہیں۔ اور اگر یہ خطاب منافقین سے ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اے ایمان کا ظاہری دعویٰ کرنے والو! اخلاص کے ساتھ ایمان لے آؤ۔ یہاں جو فرمایا گیا کہ رسول اور کتاب پر ایمان لاؤ تو رسول سے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور کتاب سے قرآن پاک مراد ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ اہل ایمان کا لفظ حقیقی معنی کے اعتبار سے موجودہ زمانے میں صرف مسلمانوں پر بولا جاسکتا ہے، کسی اور مذہب والے پر خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی اس لفظ کو نہیں بول سکتے۔ آیت میں فرمایا گیا ہے کہ تم اللہ عزوجل پر اور اس کے رسول، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اور قرآن پر اور اس سے پہلی ہر کتاب اور رسول پر ایمان لاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے مگر عمل صرف قرآن شریف پر ہی ہوگا۔ ان کتابوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ اللہ عزوجل کی بھیجی ہوئی کتابیں ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا اَلَمْ یَكُنْ اللّٰهُ لَیْغْفِرْ لَهُمْ وَلَا لَیْهْدِیْہُمْ سَبِیْلًا ۙ

توجیہ کنزالایمان۔ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے

اللہ ہرگز نہ نہیں بخشے نہ نہیں راہ دکھائے۔

توجہ کنز العرفان: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں اور بڑھ گئے تو اللہ ہرگز نہ نہیں بخشے گا اور نہ نہیں راہ دکھائے گا۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا بِبَيْتِكَ يَا إِبْرَاهِيمَ﴾: شان نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے پھر پھڑے کی پوجا کر کے کافر ہوئے پھر اس کے بعد ایمان لائے پھر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور انجیل کا انکار کر کے کافر ہو گئے پھر محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کا انکار کر کے اور کفر میں بڑھ گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ ایمان لائے پھر ایمان کے بعد کافر ہو گئے پھر ایمان لائے یعنی انہوں نے اپنے ایمان کا اظہار کیا تا کہ ان پر مؤمنین کے احکام جاری ہوں پھر کفر میں بڑھے یعنی کفر پر ان کی موت ہوئی۔ (بخاری، النساء، تحت الآية: ۱۳۷، ۱/۱۴۰) ان کے متعلق فرمایا گیا کہ اللہ عزوجل انہیں نہیں بخشے گا یعنی جبکہ یہ کفر پر ہیں اور کفر پر مریں کیونکہ کفر بخشا نہیں جاتا مگر جب کہ کافر توبہ کرے اور ایمان لائے تو بخشش کا مستحق ہو گیا جیسا کہ ایک اور مقام پر فرمایا:

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ (سفال: ۳۸) توجہ کنز العرفان: تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے تو جو ہوگز راہ انہیں معاف فرمادیا جائے گا۔

حدیث شریف میں ہے ”اسلام سارے سابقہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔“

(مسلم، کتاب الايمان، باب کون الاسلام یهدم ما قبله، الخ، ص ۷۴، الحدیث: ۱۹۲ (۱۲۱))

بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۖ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۗ أَيْبَتُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ الْعِزَّةُ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۖ

توجہ کنز الایمان: خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو

دوست بناتے ہیں کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں تو عزت تو ساری اللہ کے لیے ہے۔

توجیہ کذا یعرفان۔ منافقوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ تو تمام عزتوں کا مالک اللہ ہے۔

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الْكُفْرَ مِنْ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾: وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ اس سے پہلی آیت مبارکہ میں منافقوں کیلئے دردناک عذاب کی وعید بیان کی گئی ہے اور پھر منافقوں کی ایک کڑوت بھی بیان کی گئی ہے کہ یہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اسلام غالب نہ ہوگا اور اس لئے وہ کفار کو صاحبِ قوت و شوکت سمجھ کر ان سے دوستی کرتے تھے اور ان سے ملنے میں عزت جانتے تھے حالانکہ کفار کے ساتھ دوستی ممنوع ہے اور ان سے ملنے میں عزت سمجھنا باطل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافروں سے محبت اور دوستی رکھنا منافقوں کی علامت ہے خصوصاً مسلمانوں کے مقابلہ میں۔ ایسے سب لوگوں کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ کیا یہ لوگوں کے پاس جا کر عزت تلاش کرتے ہیں حالانکہ تمام عزتوں کا مالک اللہ عزوجل ہے تو وہی خداوندِ کریم ہی عزت والا ہے اور اللہ عزوجل کی عطا سے وہ عزت والے جنہیں اللہ عزوجل عزت دے جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور مؤمنین۔ منافقوں کے مذکورہ بالا طرزِ عمل کو سامنے رکھ کر آج دنیا کے حالات کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ مرض آج کل بکثرت پایا جا رہا ہے، انہوں کو چھوڑ کر بیگانوں سے دوستیاں، مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے پیار، باہمی اتحاد سے عزت حاصل کرنے کی بجائے کفار کے قدموں میں بیٹھ کر عزت حاصل کرنے کی کوشش کرنا مسلمان قوم میں کس طرح سرایت کئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذَا مَثَلْتُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ۝۱۳

توجہ کنزالایمان: اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں اتار چکا کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بیشک اللہ کافروں اور منافقوں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

توجہ کنزالعرفان: اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرما چکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ کسی دوسری بات میں مشغول نہ ہو جائیں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔ بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ: اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرما چکا ہے۔﴾ اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر فرمادیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں جب وہ اس خبیث فعل میں مصروف ہوں تو ان کے پاس نہ بیٹھو بلکہ حکم یہ ہے کہ ایسی جگہ پر جاؤ ہی نہیں اور اگر جانا پڑ جائے تو جب ہاتھ سے روکنا ممکن ہو تو ہاتھ سے روکو اور اگر زبان سے روک سکتے ہو تو زبان سے روکو اور اگر یہ بھی نہ کر سکو تو دل میں اس حرکت سے نفرت کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ جاؤ اور ان کی ہم نشینی ہرگز اختیار نہ کرو کیونکہ جب قرآن، شریعت یا دین کا مذاق اڑایا جا رہا ہو اور اس کے باوجود کوئی آدمی وہاں بیٹھا رہے تو یا تو یہ خود اس فعل میں مبتلا ہو جائے گا یا ان کی صحبت کی نحوست سے متاثر ہوگا یا کم از کم اتنا تو ثابت ہو ہی جائے گا کہ اس شخص کے دل میں بھی دین کی قدر و قیمت نہیں ہے کیونکہ اگر اللہ عزوجل، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، قرآن مجید اور دین مبین سے محبت ہوتی تو جہاں ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہاں ہرگز نہ بیٹھتا کیونکہ انسانی فطرت ہے کہ جہاں آدمی کے پیارے کو برا کہا جائے وہاں وہ نہیں بیٹھتا جیسے کسی کے ماں باپ کو جس جگہ گالی دی جائے وہاں بیٹھنا آدمی برداشت نہیں کر سکتا۔ تو جب ماں باپ کی توہین اور گالی والی جگہ پر بیٹھنا آدمی کو گوارا نہیں تو جہاں اللہ تعالیٰ، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن و دین کا مذاق اڑایا جا رہا ہو وہاں کوئی مسلمان کیسے بیٹھ سکتا ہے؟ کیا معاذ اللہ، اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قدر ماں باپ کے بھی برابر نہیں ہے۔

اس آیت سے وہ لوگ سبق حاصل کریں جو قلموں، ڈراموں، گانوں، تھیٹروں، دوستوں کی گپوں اور بد مذہبوں کی صحبتوں میں دین کا مذاق اڑاتا ہوا دیکھتے ہیں اور پھر بھی وہاں بیٹھتے رہتے ہیں بلکہ مَعَاذَ اللہ ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہوتے ہیں۔ بری صحبت کے بارے میں احادیث بکثرت ہیں۔ ان میں سے 5 احادیث درج ذیل ہیں

(1)..... رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”برے ساتھی سے بچ کر تو اسی کے ساتھ پہچانا جائے گا (یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست و برخاست ہوتی ہے لوگ اسے ویسا ہی جانتے ہیں۔)

(ابن عساکر، الحسین بن محمد بن محمد بن حمدان... الخ، ۴/۱۶۶)

(2)..... حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیک اور برے ہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی دھونک رہا ہے مشک دارا یا تو تجھے مشک ویسے ہی دے گا یا تو اس سے خرید لے گا، اور کچھ نہ سہی تو خوشبو تو آئے گی اور وہ دوسرا تیرے کپڑے جلادے گا یا تو اس سے بدبو پائے گا۔

(3)..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی بد مذہب کو سلام کرے یا اس سے بکثرت پیشانی ملے یا ایسی بات کے ساتھ اس سے پیش آئے جس میں اس کا دل خوش ہو تو اس نے اس چیز کی تحقیر کی جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اتاری۔

(تاریخ بغداد، ۵۳۷۸- حدیث رحمہ بن مایع، ابوریاد المعمری... الخ، ۱۰/۲۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمہم عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم ان سے دور رہو اور وہ تم سے دور رہیں کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔

(صحیح مسلم، باب الہی عن الروایۃ عن الصحابہ والاحتیاط فی تحملہا، ص ۹، الحدیث: ۷/۷)

(4)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عا لیشان ہے: ”آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہذا تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ دیکھے کس سے دوستی کر رہا ہے۔

(ترمذی، کتاب الزہد، ۴۵-باب، ۱۶۷/۴، الحدیث: ۲۳۸۵)

مولانا معنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صحبت طالح ترا طالح کند

صحبت صالح ترا صالح گند

یعنی اچھے آدمی کی صحبت تجھے اچھا کر دے گی اور برے آدمی کی صحبت تجھے برا بنا دے گی۔^(۱)

الَّذِينَ يَتَرَضُّونَ بِكُمْ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ
مَعَكُمْ وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحِذْ عَلَيْكُمْ وَ
نَسْتَعْلِمُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ قَالَهُ يُحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۖ وَلَنْ
يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ۚ

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو تمہاری حالت کا کرتے ہیں تو اگر اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے کہیں کیا ہم تمہارے ساتھ
نہ تھے اور اگر کافروں کا حصہ ہو تو ان سے کہیں کیا ہمیں تم پر قابو نہ تھا اور ہم نے تمہیں مسلمانوں سے بچایا تو اللہ تم سب
میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

ترجمہ کنزالعرفان: وہ جو تمہارے اوپر (گردش زمانہ) کا انتظار کرتے رہتے ہیں پھر اگر اللہ کی طرف سے تمہیں فتح ملے
تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کے لئے (فتح کا) حصہ ہو تو (ان سے) کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب
نہ تھے؟ اور (کیا) ہم نے مسلمانوں کو تم سے روکے (نہ رکھا؟ تو اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اور
اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

﴿الَّذِينَ يَتَرَضُّونَ بِكُمْ﴾ وہ جو تم پر انتظار کرتے ہیں۔ یہاں منافقوں کی حالت کا بیان ہے کہ اے مسلمانو! یہ منافق
تمہارے اوپر گردش زمانہ کا انتظار کرتے ہیں پھر اگر اللہ غزوہ جنگ کی طرف سے تمہیں فتح ملے تو مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ
کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ لہذا ہمیں بھی مال غنیمت دو۔ اور اگر کافروں کو فتح نصیب ہو جائے تو ان سے کہتے ہیں کہ کیا
ہم تم پر غالب نہ تھے کہ تمہیں پکڑ سکتے تھے مگر پھر بھی ہم نے تمہیں نہ پکڑ کر تمہاری مدد کی اور ہم نے مسلمانوں کو تم سے روکے
رکھا لہذا ہمارا حصہ دو۔ الغرض منافقوں کی زندگی صرف اپنے مفاد کے گرد گھومتی ہے وہ کسی کے ساتھ بھی حقیقی طور پر مخلص نہیں۔

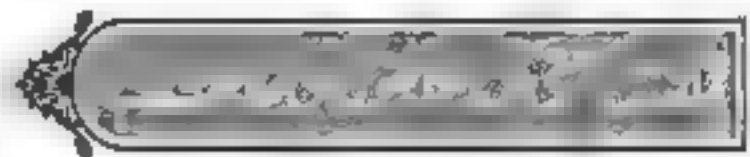
۱..... اچھی صحبت اور نیک ماحول پانے کے لئے دعوت اسلامی کے ساتھ وابستہ ہو جائیے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَى يُدْرَأُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

ترجمہ کنزالایمان بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا اور جب نماز کو کھڑے ہوں تو ہارے جی سے لوگوں کا دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔

ترجمہ کنزالعرفان بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑے ست ہو کر لوگوں کے سامنے ریا کاری کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں۔

﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ﴾: بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں۔ یہاں منافقوں کی ایک اور بری خصلت کا بیان ہے وہ یہ کہ یہ اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، حقیقتاً تو مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں کیونکہ حقیقت میں تو اللہ تعالیٰ کو فریب دینا ممکن نہیں۔ ان کے اس فریب کا جواب انہیں اللہ عزوجل دے گا کہ انہیں غافل کر کے مارے گا، دنیا میں انہیں رسوا کرے گا اور قیامت میں انہیں عذاب میں مبتلا کرے گا۔ ان منافقوں کی علامت یہ ہے کہ جب مؤمنین کے ساتھ نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو مرے دل سے اور سستی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان تو ہے نہیں جس سے عبادت کا ذوق اور بندگی کا لطف انہیں حاصل ہو سکے، محض لوگوں کو دکھانے کیلئے نماز پڑھتے ہیں۔



اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سستی کرنا منافقوں کی علامت ہے۔ نماز نہ پڑھنا یا صرف لوگوں کے سامنے پڑھنا جبکہ تنہائی میں نہ پڑھنا یا لوگوں کے سامنے شوع و خضوع سے اور تنہائی میں جلدی جلدی پڑھنا یا نماز میں ادھر ادھر خیال لیجانا، دلجمعی کیلئے کوشش نہ کرنا وغیرہ سب سستی کی علامتیں ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کسی نے حضرت حاتم اہم ذہن اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کی نماز کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: جب نماز کا وقت قریب آتا ہے تو میں کامل وضو کرتا ہوں پھر جس جگہ نماز ادا کرنے کا ارادہ ہوتا ہے وہاں آ کر اتنی دیر بیٹھ جاتا ہوں کہ میرے اعضاء اکٹھے ہو جائیں، اس کے بعد یہ تصور باندھ کر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں کہ کعبہ معظمہ میرے سامنے ہے، پل صراط میرے قدموں کے نیچے ہے، جنت میرے دائیں طرف اور جہنم بائیں طرف ہے، مَلِكُ الْمَوْتِ عَلَیْهِ السَّلَام میرے پیچھے کھڑے ہیں اور میرا یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ میری آخری نماز ہے، پھر میں امید اور خوف کے درمیان قیام کرتا ہوں اور جیسے تکبیر کہنی چاہئے ویسے تکبیر کہتا ہوں اور ٹھہر ٹھہر کر قراءت کرتا ہوں، عاجزی کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، ڈرتے ہوئے سجدہ کرتا ہوں، بائیں پنڈلی پر بیٹھ کر اپنے قدم کا پچھلا حصہ بچھا دیتا ہوں اور دایاں قدم انگوٹھے پر کھڑا کر دیتا ہوں، پھر اخلاص کے ساتھ باقی افعال ادا کرتا ہوں اب میں نہیں جانتا کہ میری نماز قبول بھی ہوئی یا نہیں۔

(احیاء العلوم، کتاب اسرار الصلاة ومہانتها، الباب الاول، فصحة العشرع، ۲۰۶/۱)

مُذَبِّدٌ بَيْنَ بَيْنَ ذَلِكَ لَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ ۖ وَمَنْ يُضِلِلِ
اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: بیچ میں ڈگمگارہے ہیں نہ ادھر کے نہ ادھر کے اور جسے اللہ گمراہ کرے تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔

ترجمہ کنزالایمان: درمیان میں ڈگمگارہے ہیں، نہ ان کی طرف ہیں نہ ان کی طرف اور جسے اللہ گمراہ کرے تو تم اس کے لئے کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔

﴿مُذَبِّدٌ بَيْنَ بَيْنَ ذَلِكَ﴾: درمیان میں ڈگمگارہے ہیں۔ ﴿لَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ﴾: یعنی منافقین کفر اور ایمان کے درمیان ڈگمگارہے ہیں کیونکہ نہ تو یہ حقیقی طور پر مومن اور مخلص ایمان والوں کے ساتھ ہیں اور نہ واضح طور پر کافر اور مرتع شرک کرنے والوں کے ساتھ ہیں اور اے حبیب! اُحْشِیْ لِلَّهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ذَاہِ وَنَعْمَ، آپ ان منافقین کے راہ راست پر آنے کی امید نہ رکھیں کیونکہ جسے ہدایت و توفیق کی لیاقت نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو آپ اس کے لئے کوئی ایسا راستہ نہ پائیں گے جس پر چل کر

وہ حق تک پہنچ سکے۔ (بخاری، النساء، تحت الآية: ۱۴۳، ۱۴۴/۱، روح البیان، النساء، تحت الآية: ۱۴۳، ۱۴۴/۲، ۳۰۸/۲، ملقطاً)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ
الْمُؤْمِنِينَ أَوْ تُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ﴿۱۴۴﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! کافروں کو دوست نہ بناؤ مسلمانوں کے سوا کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کے لئے صریح حجت کر لو۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کے لئے صریح حجت قائم کر لو۔

﴿أَوْلِيَاءَ: دوست۔﴾ اس آیت میں مسلمانوں کو بتایا گیا کہ کفار کو دوست بنانا منافقین کی خصلت ہے، لہذا تم اس سے بچو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ کافروں کو دوست بنا کر منافقت کی راہ اختیار کرو اور یوں اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کی بھت قائم کر لو۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَهُمْ صَرِيحًا ﴿۱۴۵﴾

ترجمہ کنزالایمان: بیشک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ: بیشک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں۔﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا جو انہیں عذاب سے بچا سکے اور جہنم کے سب سے نیچے طبقہ سے انہیں باہر نکال سکے۔ (روح البیان، النساء، تحت الآية: ۱۴۵، ۱۴۵/۲، ۳۰۹/۲)

یاد رہے کہ منافق کا عذاب کافر سے بھی زیادہ ہے کیونکہ وہ دنیا میں خود کو مسلمان کہہ کر کے مجاہدین کے ہاتھوں

سے بچا رہا ہے اور کافر ہونے کے باوجود مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور اسلام کے ساتھ استہزاء کرنا اس کا شیوہ رہا ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ

فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۱۳۶﴾

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَدَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴿۱۳۷﴾

توجہ کتنا الیمین: مگر وہ جنہوں نے توبہ کی اور سنورے اور اللہ کی رسی مضبوط تھامی اور اپنا دین خالص اللہ کے لئے کر لیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا۔ اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ اور اللہ ہے صلہ دینے والا جاننے والا۔

توجہ کتنا العرفان: مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین خالص اللہ کے لئے کر لیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا۔ اور اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لاؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اور اللہ قدر کرنے والا جاننے والا ہے۔

﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا﴾ مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی۔ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفاق سے توبہ کر لی اور اپنے فاسد احوال کی اصلاح کر لی اور اللہ تعالیٰ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کر لیا اور اس کی اطاعت میں صرف اسی کی رضا چاہی تو ایسے لوگ جنت کے بلند درجات میں مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور انہیں ان کا سابقہ نفاق کوئی نقصان نہ دے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا جس میں یہ نفاق سے سچی توبہ کرنے والے بھی شریک ہوں گے اور اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن جاؤ اور اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ شکر گزار

مسلمانوں کی قدر کرنے والا اور انہیں جاننے والا ہے۔ (روح البیان، النساء، تحت الآية: ۱۴۶-۱۴۷، ۲/۳۰۹-۳۱۱)

حصارہ



(لَا يُحِبُّ اللَّهُ)

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلِمَ ۚ وَكَانَ
اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا ﴿١٣٨﴾

ترجمہ کنزالایمان: اللہ پسند نہیں کرتا بری بات کا اعلان کرنا مگر مظلوم سے اور اللہ سنا جانتا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: بری بات کا اعلان کرنا اللہ پسند نہیں کرتا مگر مظلوم سے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

﴿لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ﴾: بری بات کا اعلان کرنا اللہ پسند نہیں کرتا۔ ﴿ایک قول یہ ہے کہ بری بات کے اعلان سے مراد کسی کے پوشیدہ معاملات کو ظاہر کرنا ہے جیسے کسی کی غیبت کرنا یا کسی کی چغلی کھانا وغیرہ۔

(جمل، النساء، تحت الآية: ۱۴۸، ۱۴۴/۲)

یعنی اللہ عزوجل اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ کوئی شخص کسی کے پوشیدہ معاملات کو ظاہر کرے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بری بات کے اعلان سے مراد گالی دینا ہے۔

(مدارك، النساء، تحت الآية: ۱۴۸، ص ۲۶۱)

یعنی اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو گالی دے۔

اللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ السَّيِّئِينَ سُبُلَهُمْ

گالی دینا گنہ اور مسلمان کی شان سے بعید ہے۔ اس کے بارے میں 3 احادیث درج ذیل ہیں۔

(1)..... حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ اسے گالی دیتا ہے۔

(شرح السنہ، کتاب البر والصلة، باب السترة، ۴۸۹/۶، الحديث: ۳۴۱۲)

(2)..... حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔

(بہاری، کتاب العتق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لا ترجعوا بعدی کفاراً، الخ، ۴۳۴/۴، الحديث: ۷۰۷۶)

(3)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آپس میں گالی دینے والے دو آدمی جو کچھ کہیں تو وہ (یعنی اس کا ذیال) ابتداء کرنے والے پر ہے جب تک کہ مظلوم حد سے نہ بڑھے۔ (مسلم، کتاب الابر والصفة والاداب، باب النهی عن السباب، ص ۱۳۹۶، الحدیث: ۶۸ (۲۵۸۷))

بری بات کا اعلان اللہ عزوجل کو پسند نہیں البتہ مظلوم کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ ظالم کے ظلم کو بیان کرے، لہذا وہ چور یا غاصب کی نسبت کہہ سکتا ہے کہ اس نے میرا مال چرایا یا غصب کیا ہے۔ (حمل، النساء، تحت الآية: ۱۴۸، ۱۴۵/۲)

اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ ایک شخص ایک قوم کا مہمان ہوا تھا اور انہوں نے اچھی طرح اس کی میزبانی نہ کی، جب وہ وہاں سے نکل تو ان کی شکایت کرتا ہوا نکلا۔ (بصاری، النساء، تحت الآية: ۱۴۸، ۲۷۲/۲)

اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔ ایک شخص سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں زبان درازی کرتا رہا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے مگر وہ باز نہ آیا تو ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو جواب دیدیا، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، یہ شخص مجھے برا بھلا کہتا رہا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ نہ فرمایا اور میں نے ایک مرتبہ جواب دیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اٹھ گئے۔ ارشاد فرمایا "ایک فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا اور جب تم نے جواب دیا تو فرشتہ چل گیا اور شیطان آ گیا۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری، النساء، تحت الآية: ۱۴۸، ۱۴۴/۱)

اگرچہ یہ روایتیں صحیح ہیں مگر اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو میزبان کی

مہمان نوازی سے خوش نہیں ہوتے اگرچہ گھر والے نے کتنی ہی تنگی سے کھانے کا اہتمام کیا ہو۔ خصوصاً رشتے داروں میں اور بالخصوص سسرالی رشتے داروں میں مہمان نوازی پر شکوہ شکایت عام ہے۔ ایک کھانا بنایا تو اعتراض کہ دو کیوں نہیں بنائے؟ دو بنائے تو اعتراض کہ تین کیوں نہیں بنائے؟ نمکین بنایا تو اعتراض کہ میٹھا کیوں نہیں بنایا؟ میٹھا بنایا تو اعتراض کہ فلاں میٹھا کیوں نہیں بنایا؟ الغرض بہت سے مہمان ظلم و زیادتی اور ایذا رسانی سے باز نہیں آتے اور ایسے رشتے داروں

کو دیکھ کر گھر والوں کی طبیعت خراب ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ حدیث مبارک میں مہمان کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی مسلمان شخص کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے پاس اتنا عرصہ ٹھہرے کہ اسے گناہ میں مبتلا کر دے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، وہ اسے گناہ میں کیسے مبتلا کرے گا؟ ارشاد فرمایا وہ اپنے بھائی کے پاس ٹھہرا ہوگا اور حال یہ ہوگا کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہوگی جس سے وہ اس کی مہمان نوازی کر سکے۔ (مسلم، کتاب اللقطة، باب الصیافة ونحوها، ص ۹۵۱، الحدیث ۱۵ (۱۷۲۶))



آیت میں مظلوم کو ظلم بیان کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مظلوم، حاکم کے سامنے ظالم کی برائی بیان کر سکتا ہے، یہ غیبت میں داخل نہیں۔ اس سے ہزار ہا مسائل معلوم ہو سکتے ہیں۔ حدیث کے راویوں کا فعل یا عیب وغیرہ بیان کرنا، چور یا غاصب کی شکایت کرنا، ملک کے غداروں کی حکومت کو اطلاع دینا سب جائز ہے۔ غیبت کے جواز کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب کسی نہ کسی بڑے فائدے کی وجہ سے ہیں۔

إِنْ تَبَدُّوا خَيْرًا أَوْ تُخَفُّوهُ أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا ۝۱۳۹

ترجمہ کنزالایمان: اگر تم کوئی بھلائی اعلانیہ کر دیا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو بیشک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے۔

ترجمہ کنزاعرفان: اگر تم کوئی بھلائی اعلانیہ کر دیا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو بیشک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے۔

﴿إِنْ تَبَدُّوا خَيْرًا﴾: اگر تم کوئی بھلائی اعلانیہ کرو۔ ﴿أَوْ تُخَفُّوهُ﴾: ارشاد فرمایا کہ اگر تم کوئی نیک کام اعلانیہ کر دیا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو یہ افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سزا دینے پر ہر طرح سے قادر ہونے کے باوجود اپنے بندوں کے گناہوں سے درگزر کرتا اور انہیں معاف فرماتا ہے لہذا تم بھی اپنے اوپر ظلم و ستم کرنے والوں کو معاف کرو اور لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرو۔ (تفسیر سمرقندی، النساء، تحف الآیة: ۱۴۹، ۱۴۹/۱، روح البیان، النساء، تحت الآیة: ۱۴۹، ۳۱۲/۲، ملفوظاً)



اس آیت سے معلوم ہوا کہ ظالم سے بدلہ لینا اگرچہ جائز ہے لیکن ظالم سے بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود اس کے ظلم پر صبر کرنا اور اسے معاف کر دینا بہتر اور اجر و ثواب کا باعث ہے، اسی چیز کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَأِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَدَرْتُمْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّبَصُورَتِمْ ۖ (سجۃ: ۱۲۶)

توجہ کنذا العرفان: اور اگر تم (کسی کو) سزا دینے لگو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہو اور اگر تم صبر کرو تو بیشک صبر والوں کیلئے صبر سب سے بہتر ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَلَمَنْ صَدَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝ (شوری: ۴۳)

توجہ کنذا العرفان: اور بیشک جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یہ ضرور ہمت والے کاموں میں سے ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ (شوری: ۴۰)

توجہ کنذا العرفان: اور برائی کا بدلہ اس کے برابر برائی ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے، بیشک وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

اور ارشاد فرمایا:

وَلِيَعْفُوا وَلِيَصْفَحُوا ۚ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (نور: ۲۲)

توجہ کنذا العرفان: اور انہیں چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری بخشش فرما دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”بے شک اللہ تعالیٰ درگزر فرمانے والا ہے اور درگزر کرنے کو پسند فرماتا ہے۔“

(مستدرک، کتاب الحدود، لول سارق قطعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۵۴۶/۵، الحدیث: ۸۲۱۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: اے میرے رب! غزوہ جمل، تیرے بندوں میں سے کون تیری بارگاہ میں زیادہ عزت والا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”وہ بندہ جو بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود معاف کر دے۔“

(شعب الایمان، السامع والعمسور من شعب الایمان... إلخ، فصل فی ترک العصب۔ الخ، ۳۱۹/۶، الحدیث: ۸۳۲۷)



اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حقوق خدا پر شفقت و رحم کرنا اللہ عزوجل کو بہت محبوب ہے۔ احادیث میں لوگوں پر شفقت و مہربانی اور رحم کرنے کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، ترغیب کے لئے 4 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)..... حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”رحم کرنے والوں پر رحمت فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمانوں کی بادشاہت کا مالک تم پر رحم کرے گا۔“
(ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة المسلمین، ۳۷۱/۳، الحدیث: ۱۹۳۱)

(2)..... حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس کی مدد چھوڑے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت (پوری کرنے کی کوشش) میں ہو اللہ عزوجل اس کی حاجت پوری فرمادیتا ہے اور جو شخص مسلمان سے کسی ایک تکلیف کو دور کرے اللہ عزوجل قیامت کی تکلیف میں سے اس کی ایک تکلیف دور کرے گا اور جو شخص مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (بخاری، کتاب المظالم والعصب، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلم، ۱۲۶/۲، الحدیث: ۲۴۴۲)

(3)..... حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے کی توقیر نہ کرے اور اچھی بات کا حکم نہ دے اور بری بات سے منع نہ کرے۔ (ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی رحمة الصبیان، ۳۶۹/۳، الحدیث: ۱۹۲۸)

(4)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں اچھا وہ شخص ہے جس سے بھلائی کی امید ہو اور جس کے شر سے امن ہو اور تم میں برا وہ شخص ہے جس سے بھلائی کی امید نہ ہو اور جس کے شر سے امن نہ ہو۔“
(ترمذی، کتاب النفس، ۷۶-باب، ۱۱۶/۴، الحدیث: ۲۲۷۰)

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ
وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ
يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا
لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں۔ یہی ہیں ٹھیک ٹھیک کافر اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کریں اور کہتے ہیں ہم کسی پر تو ایمان لاتے ہیں اور کسی کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں۔ تو یہی لوگ بکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ﴾ اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کریں۔ ﴿يَا أَيُّهَا مَنَافِقُ﴾ یہ آیت مبارکہ یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی کہ یہودی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انہوں نے کفر کیا اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے لیکن انہوں نے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر کیا۔

(بخاری، النساء، تحت الآیۃ: ۱۰۰، ۱/۴۴۴)

ان کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ اللہ عزوجل اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے میں فرق کرتے ہیں اس طرح کہ اللہ عزوجل پر ایمان لائیں اور اس کے رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام پر نہ لائیں اور انہی کے متعلق فرمایا کہ یہ بکے کافر ہیں

کیونکہ صرف بعض رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا کفر سے نہیں بچاتا بلکہ سب پر ایمان لانا ضروری اور ایک ہی کا انکار بھی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے انکار کے برابر ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ
سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أَجْرُهُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انہیں عنقریب اللہ ان کے ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی (پر ایمان لانے) میں فرق نہ کرے تو عنقریب اللہ ان کے اجر عطا فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ﴾ اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے۔ ﴿یہاں آیت میں ایمان والوں سے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے اور اس میں کبیرہ گناہوں کا مَرْتَبَکب بھی داخل ہے کیونکہ وہ اللہ عزوجل اور اس کے سب رسولوں پر ایمان رکھتا ہے۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ﴾ اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے۔

مُخْتَلَف فرقے والے کبیرہ گناہ کرنے والوں کیلئے ہمیشہ کے عذاب جہنم کا عقیدہ رکھتے ہیں، اس آیت سے ان کے اس عقیدہ کا بطلان (یعنی غلط ہونا) ثابت ہو گیا۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَأَن طَآئِفَتٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ آتَتْهُمْ (حجرات: ۹) ترجمہ کنزالایمان: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کفر نہیں کیونکہ جنگ و جدال گناہ ہے لیکن دونوں گروہوں کو مومن فرمایا گیا۔ نیز صحیح بخاری میں ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سفید کپڑے پہن کر آرام فرما رہے تھے، پھر میں دوبارہ حاضر ہوا تو

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہو چکے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو بندہ یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی وعدے پر اس کا انتقال ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہوا۔ میں نے عرض کی: خواہ اس نے زنا یا چوری کی، ارشاد فرمایا ”خواہ اس نے زنا یا چوری کی۔ میں نے پھر عرض کی: اگر چہ وہ زنا یا چوری کرے! ارشاد فرمایا ”اگر چہ وہ زنا یا چوری کرے، میں نے پھر عرض کی: خواہ اس نے زنا یا چوری کی، ارشاد فرمایا ”خواہ اس نے زنا یا چوری کی، خواہ ابو ذر کی ناک خاک آلود ہو جائے۔ (معاری، کتاب اللباس، باب الثیاب البیض، ۵۷/۴، الحدیث: ۵۸۲۷) اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لئے ہے جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں۔

(ترمذی، کتاب صفة القيامة، ۱۱ باب منہ، ۱۹۸/۴، الحدیث: ۲۴۴۴)

ان احادیث سے بھی معلوم ہوا کبیرہ گناہ کرنے والا کافر نہیں کیونکہ کافر نہ تو کبھی جنت میں جائے گا اور نہ ہی سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے بلکہ جنت میں صرف مسلمان جائیں گے اور تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت بھی صرف مسلمانوں کو نصیب ہوگی اگر چہ وہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں۔

یاد رہے کہ اہل سنت کا اجماع ہے کہ مومن کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا، چنانچہ شرح عقائد نسفیہ میں ہے ”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اہل قبلہ میں سے جو شخص بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کے لئے دعا و استغفر بھی کی جائے گی اگر چہ اس کا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہونا معلوم ہو حالانکہ اس بات پر پہلے ہی امت کا اتفاق ہے کہ مومن کے علاوہ کسی اور کے لئے نماز جنازہ اور دعا و استغفار جائز نہیں۔ (شرح عقائد نسفیہ، مبحث الکبیرہ، ص ۱۱۰)

شرح فقہ اکبر میں ہے ”ہم خارجیوں کی طرح کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کسی مسلمان کی تکفیر نہیں کریں گے اگر چہ وہ گناہ کبیرہ ہو البتہ اگر وہ کسی ایسے گناہ کو حلال جانے جس کی حرمت قطعی دلیل سے ثابت ہو تو وہ کافر ہے، اور ہم معتزلہ کی طرح کسی کبیرہ گناہ کرنے والے سے ایمان کا وصف ساقط نہیں کریں گے اور کبیرہ گناہ کرنے والے کو حقیقی مومن کہیں گے کیونکہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایمان دل سے تصدیق کرنے اور زبان سے اقرار کرنے کا نام ہے جبکہ

(شرح فقہ اکبر، الکبیرہ لا تخرج المومن عن الایمان، ص ۷۱ و ۷۴)

عمل کا تعلق کمال ایمان سے ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”آدی حقیقتہً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیر خدا کو معبود یا مُستقل بالذات واجب الوجود نہ جانے۔ بعض نصوص میں بعض افعال پر اطلاق شرک تشبیہاً یا تعلیلاً یا بارادہ و مقارنت باعتبار منافی توحید و امثال ذلک من التاویلات المعروفة بین العلماء وارد ہوا ہے، جیسے کفر نہیں مگر انکار ضروریات دین اگرچہ ایسی ہی تاویلات سے بعض اعمال پر اطلاق کفر آیا ہے یہاں ہرگز علی الاطلاق شرک و کفر مصطلح علم عقائد کہ آدی کو اسلام سے خارج کر دیں اور بے توبہ مغفور نہ ہوں زہار مراد نہیں کہ یہ عقیدہ اجماعیہ اہلسنت کے خلاف ہے، ہر شرک کفر ہے اور کفر مزیل اسلام، اور اہلسنت کا اجماع ہے کہ مومن کسی کبیرہ کے سبب اسلام سے خارج نہیں ہوتا ایسی جگہ نصوص کو علی اطلاق کفر و شرک مصطلح پر حمل کرنا اشتیائے خوارج کا مذہب مطرود ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۱۳/۱۸)

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ آدی صرف دو چیزوں سے مشرک ہوتا ہے (۱) غیر خدا کو معبود ماننے سے، (۲) اللہ کے علاوہ کسی کو مستقل بالذات ماننے سے۔ ان دو چیزوں کے علاوہ کسی تیسری چیز سے آدی حقیقتاً مشرک نہیں ہوتا۔ اور بعض احادیث وغیرہ میں جو کچھ کاموں کو بغیر کسی قید کے شرک یا کفر کہا گیا ہے ان کی تاویلات و توجیہات علماء میں مشہور ہیں یعنی یا تو وہاں کفر و شرک سے تشبیہ مراد ہوتی ہے یا اس کام پر شریعت نے شدت ظاہر کرنے کیلئے لفظ شرک استعمال کیا ہوتا ہے یا وہاں شرک سے مراد وہ صورت ہوتی ہے کہ جب اس فعل کے ساتھ کوئی ایسا ارادہ یا اعتقاد ملا ہو جو توحید کے منافی ہو۔ (جیسے غیر خدا کو سجدہ کرنا مطلقاً شرک نہیں لیکن اگر اس کے ساتھ ارادہ شرک موجود ہو تو یقیناً شرک ہے۔) تو غیر شرک کو جہاں شرک کہا گیا ہو وہاں وہ حقیقی کفر و شرک مراد نہیں ہوتا جس کی وجہ سے آدی اسلام سے خارج اور بغیر توبہ کے مرنے پر دائمی جہنمی قرار پائے کیونکہ اہلسنت کا اجماع ہے کہ مسلمان کبیرہ گناہ کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ قرآن و حدیث کی مذکورہ بالا قسم کی تصریحات کو ہماری بیان کردہ تفصیل کے ملحوظ رکھے بغیر حقیقی کفر و شرک قرار دینا خارجیوں کا مردود مذہب ہے۔

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنِزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُوا

مُوسَىٰ أَكْبَرُ مِنْ ذَلِكَ فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ الصَّعِقَةُ

بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ فَعَفَوْنَا

عَنْ ذَلِكَ ؕ وَاتَيْنَا مُوسَىٰ سُلْطٰنًا مُّبِينًا ﴿١٥٢﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے محبوب اہل کتاب تم سے سوال کرتے ہیں کہ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دو تو وہ تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے کہ بولے ہمیں اللہ کو علانیہ دکھا دو تو انہیں کڑک نے آلیا ان کے گناہوں پر پھر پھڑا لے بیٹھے بعد اس کے کہ روشن آیتیں ان کے پاس آ چکیں تو ہم نے یہ معاف فرما دیا اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ دیا۔

ترجمہ کنزالایمان: (اے حبیب!) اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دیں تو یہ لوگ تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے ہیں جو انہوں نے کہا تھا: (اے موسیٰ!) اللہ ہمیں اعلانیہ دکھا دو تو ان کے ظلم کی وجہ سے انہیں کڑک نے پکڑ لیا پھر ان کے پاس روشن نشانیاں آ جانے کے باوجود وہ پھڑے کو (معبود) بنا بیٹھے۔ پھر ہم نے یہ معاف کر دیا اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ عطا فرمایا۔

﴿يَسْئَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ: اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں۔﴾ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہودیوں میں سے کعب بن اشرف اور فحاح بن عازوراء نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہمارے پاس آسمان سے یکبارگی کتاب لائیے جیسے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ریت لائے تھے۔ ان کا یہ سوال ہدایت حاصل کرنے کے لئے نہ تھا بلکہ سرکشی و بغاوت کی وجہ سے تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(عازن، النساء، تحت الآية: ۱۵۳، ۱/۴۴۵)

اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی کے طور پر فرمایا گیا کہ آپ ان کے سوالوں پر تعجب نہ کریں کہ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یکبارگی قرآن نازل ہونے کا سوال کرتے ہیں کیونکہ یہ سوال ان کی کما درجہ کی جہالت کی وجہ سے ہے اور اس قسم کی جہالتوں میں ان کے باپ دادا بھی گرفتار تھے۔ اگر ان کا سوال طلبِ ہدایت کے لئے ہوتا تو پھر دیکھا جاتا مگر وہ تو کسی حال میں ایمان لانے والے نہ تھے۔ ان کے باپ داداؤں کے ایسے کردار کی وضاحت کیلئے ان کی دو حرکتوں کو بیان کیا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوہِ طور پر تشریف لے جانے کے بعد پھڑے کو معبود بنا لیا اور دوسری بات یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مطالبہ کیا کہ ہم آپ

کا اس وقت تک یقین نہیں کریں گے جب تک آپ ہمیں خدا اعلیٰ نہ دکھانے دیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تو یہ مطالبہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یکبارگی کتاب نازل کروائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کریں گے لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یکبارگی تورات نازل ہوئی تو بجائے اطاعت کرنے کے انہوں نے خدا غرور و جبر کے دیکھنے کا سوال کر دیا اور اصل مسئلہ ہی یہ ہے کہ نہ کرنے کے سو بہانے ہوتے ہیں۔

﴿وَاتَيْنَا مُوسَىٰ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا: اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ عطا فرمایا۔﴾ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روشن غلبہ و تسلط عطا فرمایا گیا کہ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو توبہ کے لئے خود ان کے اپنے قتل کا حکم دیا تو وہ انکار نہ کر سکے اور انہوں نے آپ علیہ السلام کی اطاعت کی۔

وَمَنْ نَعْنَأُوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمْ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾

ترجمہ کنزالایمان: پھر ہم نے ان پر طور کو اونچا کیا ان سے عہد لینے کو اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور ان سے فرمایا کہ ہفتہ میں حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔

ترجمہ کنزالعرفان: پھر ہم نے ان سے عہد لینے کے لئے ان پر کوہ طور کو بلند کر دیا اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور ان سے فرمایا کہ ہفتہ کے دن میں حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا۔

﴿وَمَنْ نَعْنَأُوْقَهُمُ الطُّوْرَ: پھر ہم نے ان پر کوہ طور کو بلند کر دیا۔﴾ یہودیوں کے متعلق مزید تین باتوں کا بیان کیا جا رہا ہے۔ پہلی یہ کہ ان سے تورات پر عمل کرنے کا عہد لینے کیلئے کوہ طور کو ان کے سروں پر معلق کر دیا۔ دوسری بات یہ کہ بیت المقدس یا اودینحانی بستی کے دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے گزرنے کا حکم دیا جس کی انہوں نے نافرمانی کی۔ تیسری بات یہ کہ انہیں ہفتے کے دن شکار کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن انہوں نے تینوں باتوں میں خلاف ورزی کی اور اللہ غرور و جبر سے مضبوط عہد کر کے توڑ دیا۔

فَمَا نَقْضِهِمْ مِّيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ
حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ
إِلَّا قَلِيلًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: تو ان کی کیسی بد عہد یوں کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور اس لئے کہ وہ آیات الہی کے منکر ہوئے
اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے اور ان کے اس کہنے پر کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان کے
دلوں پر مہر لگا دی ہے تو ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے۔

ترجمہ کنزالعرفان: تو (ہم نے ان پر لعنت کی) ان کے عہد کو توڑنے اور اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرنے اور انبیاء کو ناحق
شہید کرنے اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے (کہ) ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں
پر مہر لگا دی ہے تو (ان میں سے) بہت تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔

﴿فَمَا نَقْضِهِمْ مِّيثَاقَهُمْ﴾ تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے۔ ﴿یہاں سے اہل کتاب کے جرائم کی ایک فہرست اور اس
پر غضب الہی عزوجل کا بیان شروع ہے۔ یہودیوں کے جرائم کی فہرست طویل ہے۔ اس آیت اور اس سے اگلی آیات میں
ان کے نصف درجن سے زائد جرائم بیان کئے گئے ہیں:

- (۱)۔۔۔ یہودیوں نے اللہ عزوجل سے کئے ہوئے عہد کو توڑا اس کی تفصیل اس سے گزشتہ آیت میں گزر چکی۔
- (۲)۔۔۔ یہودیوں نے اللہ عزوجل کی نشانوں کا انکار کیا جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں
جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات۔
- (۳)۔۔۔ یہودیوں نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو شہید کیا اور یہودی خود سمجھتے تھے کہ ان کا انبیاء علیہم الصلوٰۃ
والسلام کو شہید کرنا ناحق ہی تھا۔

- (۴)۔۔۔ یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں، چونکہ

یہ بھی ان کا جھوٹ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو ٹھکرانا تھا لہذا یہ بھی سبب عذاب ہوا۔ پانچواں اور چھٹا جرم اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿بَلَّغْ اللَّهُ عَلَيْهِمَا: بلکہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔﴾ ارشاد فرمایا کہ یہودی کہتے ہیں ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ غزو و غلبے نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے لہذا کوئی وعظ و نصیحت ان کے دلوں پر کارگر نہیں ہو سکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفر اور بدکاریاں دل پر مہر لگ جانے کا باعث ہو جاتی ہیں۔

وَيَكْفُرِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ﴿۱۵۶﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور مریم پر بڑا بہتان اٹھایا۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور (ان پر لعنت کی) ان کے کفر اور مریم پر بڑا بہتان لگانے کی وجہ سے۔

﴿وَيَكْفُرِهِمْ: اور ان کے کفر کی وجہ سے۔﴾ یہودیوں کا پانچواں جرم یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کفر کیا اور ان کا چھٹا جرم یہ تھا کہ انہوں نے حضرت مریمؑ کو جس اللہ تعالیٰ غنا پر تہمت لگائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پاکدامن عورت پر تہمت لگانا سخت گناہ ہے اور خصوصاً کسی مقدس عورت پر اور مقدس نسبت رکھنے والی پر تہمت لگانا اور بھی زیادہ سنگین ہے۔ اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے والوں کی مذمت زیادہ بیان کی گئی۔

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَىٰ ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ
وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ
مِّنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ﴿۱۵۷﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا اور ہے یہ کہ انہوں نے

نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کے لئے اس کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا اور وہ جو اس کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی اور بیشک انہوں نے اس کو قتل نہ کیا۔

ترجمہ کذا العرفان: اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا حالانکہ انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان (یہودیوں) کے لئے (عیسیٰ سے) ملتا جلتا (ایک آدمی) بنا دیا گیا اور بیشک یہ (یہودی) جو اس عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ) سوائے گمان کی پیروی کے ان کو اس کی کچھ بھی خبر نہیں اور بیشک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا۔

﴿وَقَوْلِهِمْ﴾ اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے۔ ﴿اس آیت میں یہودیوں کے ساتویں سنگین جرم کا بیان کیا گیا کہ یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کر دیا ہے اور عیسائیوں نے اس کی تصدیق کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی تکذیب فرمادی۔ کیونکہ واقعہ یوں ہوا کہ جو منافق شخص یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پتہ دینے کے لئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں داخل ہوا وہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہم شکل ہو گیا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان پر تشریف لے گئے۔ یہودیوں نے اسی منافق کو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دھوکے میں سولی دے دی لیکن پھر خود بھی حیران تھے کہ ہمارا آدمی کہاں گیا نیز اس کا چہرہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا تھا اور ہاتھ پاؤں مختلف۔ (مدارک النساء، تحت الآیۃ: ۱۵۷، ص ۲۶۳-۲۶۴)

اس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہو رہا ہے اور اسی وجہ سے وہ شک میں پڑ گئے اور یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ مقتول کون ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ یہ مقتول حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ چہرہ تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے لیکن جسم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نہیں، لہذا یہ وہ نہیں۔ یہودیوں کی پیروی میں آج کل قادیانی بھی اسی جہالت میں گرفتار ہیں۔

بَلْ رَافَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٥٨﴾

ترجمہ کنزالایمان: بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا تھا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

﴿بَلْ رَافَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾: بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا تھا۔ ﴿حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیح سلامت آسمان پر اٹھائے جانے کے متعلق بکثرت احادیث وارد ہیں۔ اس کا کچھ بیان سورہ آل عمران کی آیت نمبر 55 کے تحت تفسیر میں گزر چکا ہے۔

وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ
يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔

ترجمہ کنزالعرفان: کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے گا اور قیامت کے دن وہ (عیسیٰ) ان پر گواہ ہوں گے۔

﴿إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ﴾: مگر وہ اس پر ایمان لائے گا۔ اس آیت کی تفسیر میں چند اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کو اپنی موت کے وقت جب عذاب کے فرشتے نظر آتے ہیں تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آتے ہیں اور اس وقت کا ایمان مقبول و معتبر نہیں۔

(فرطی، النساء، تحت الآية: ۱۵۹، ۲۹۸/۳، الجزء الخامس، جلائیں، النساء، تحت الآية: ۱۵۹، ص ۹۱، ملغطاً)

لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہر کتابی اپنی موت سے پہلے اللہ تعالیٰ یا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے گا لیکن موت کے وقت کا ایمان مقبول نہیں، اور اس سے کچھ نفع نہ ہوگا۔

(بقوی، النساء، تحت الآية: ۱۵۹، ۳۹۷/۱)

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے پہلے ہر یہودی اور عیسائی اور وہ افراد جو غیر خدا

کی عبادت کرتے ہوں گے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئیں گے حتیٰ کہ اس وقت ایک ہی دین، دین اسلام ہوگا۔ اور یہ اس وقت ہوگا کہ جب آخری زمانے میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے۔ اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق حکم کریں گے اور دین محمدی کے اماموں میں سے ایک امام کی حیثیت میں ہوں گے اور عیسائیوں نے ان کے متعلق جو گمان باندھ رکھے ہیں انہیں باطل فرمائیں گے، دین محمدی کی اشاعت کریں گے اور اس وقت یہود و نصاریٰ کو یا تو اسلام قبول کرنا ہوگا یا قتل کر ڈالے جائیں گے، جز یہ قبول کرنے کا حکم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کرنے کے وقت تک ہے۔ (بعوی، النساء،

تحت الآية: ۱۵۹/۱، ۳۹۷/۱، بحار، النساء، تحت الآية: ۱۵۹، صاوی، النساء، تحت الآية: ۱۵۹، ۱۵۶/۱، ملقط)

اس قول سے معلوم ہوا کہ ابھی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات واقع نہیں ہوئی کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے پہلے سارے اہل کتاب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائیں گے۔ حالانکہ ابھی یہودی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہیں لائے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت زمین پر تشریف لائیں گے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس آمد پر سارے یہودی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئیں گے اس طرح کہ سب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اللہ عزوجل کا بندہ اور اللہ عزوجل کی طرف سے ایک کلمہ ہونے کا اقرار کر کے مسلمان ہو جائیں گے۔

﴿يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَيْدًا: وہ ان پر گواہ ہوں گے۔﴾ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے دن یہودیوں پر تو یہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں زبان طعن و راز کی اور نصاریٰ پر یہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رب ٹھہرایا اور خدا عزوجل کا شریک جانا جبکہ اہل کتاب میں سے جو لوگ ایمان لے آئیں گے ان کے ایمان کی بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام شہادت دیں گے۔

فَيُظْلِمُ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَمًا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٌ أُحِلَّتْ لَهُمْ
وَيُصَلِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ﴿١٦﴾

ترجمہ کنزالایمان: تو یہودیوں کے بڑے ظلم کے سبب ہم نے وہ بعض ستھری چیزیں کہ ان کے لئے حلال تھیں ان پر

حرام فرمادیں اور اس لئے کہ انہوں نے بہتوں کو اللہ کی راہ سے روکا۔

ترجمہ کنز العرفان: تو یہودیوں کے بڑے ظلم کی وجہ سے اور ان کے بہت سے لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنے کی وجہ سے ہم نے ان پر وہ بعض پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں جو ان کے لئے حلال تھیں۔

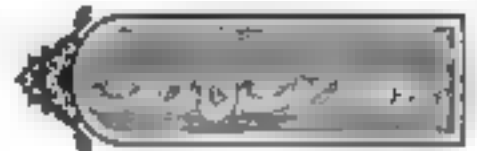
﴿فَوُضِّلَ مِنْ أَلْيَنَ مَا ذُكِّرُوا﴾: تو یہودیوں کے بڑے ظلم کی وجہ سے۔ ﴿یہودیوں کی کرتوتیں اور پرہیزگاری کی گئیں اور اس آیت میں ان کے جرائم کی سزا کی ایک صورت یہ بیان فرمائی گئی کہ ان کی زیادتیوں کی وجہ سے ان پر کئی حلال چیزیں بھی حرام کر دی گئیں۔

وَأَخْلَاهُمْ رَبُّهُمَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلَهُمْ آمَوَالُ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ
وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور اس لئے کہ وہ سود لیتے حالانکہ وہ اس سے منع کیے گئے تھے اور لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے اور ان میں جو کافر ہوئے ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمہ کنز العرفان: اور اس لئے (حرام کیس) کہ وہ سود لیتے حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا اور وہ باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھا جاتے تھے اور ان میں سے کافروں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَأَخْلَاهُمْ رَبُّهُمَا﴾: اور ان کے سود لینے کی وجہ سے۔ ﴿یہودیوں میں اعتقادی خرابیوں کے ساتھ عملی برائیاں بھی موجود تھیں چنانچہ سود کھانا اور رشوت لینا ان میں عام تھا۔ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے کی خصلت کی خاطر شرعی احکام بھی بدل دیتے۔



اس آیت سے سود کی حرمت اور رشوت کی قباحیت و خباثت بھی معلوم ہوئی۔ سود لینا شدید حرام ہے۔ حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مروی کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک سود ستر

گناہوں کا مجموعہ ہے، ان میں سب سے چھوٹا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔

(ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب فطیظ فی الرباء، ۷۶/۳، الحدیث: ۲۲۷۴)

سود سے متعلق مزید کلام سورہ بقرہ آیت نمبر 275-278 اور سورہ آل عمران کی آیت نمبر 130 کے تحت گزر چکا ہے، اور رشوت کے بارے میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ”سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رشوت لینے والے، دینے والے اور ان کے مابین لیمن دین میں مدد کرنے والے پر لعنت فرمائی۔“

(مسند امام احمد، مسند الانصار، ومن حدیث ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۳۲۷/۸، الحدیث: ۲۲۴۶۲)

لَٰكِنَ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ
وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ
وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: ہاں جو ان میں علم میں کچے اور ایمان والے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اتر اور جو تم سے پہلے اتر اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

ترجمہ کنزالعرفان: لیکن ان میں علم میں پختگی والے اور ایمان والے ایمان لاتے ہیں اُس پر جو اے حبیب! تمہاری طرف نازل کیا گیا اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

﴿لَٰكِنَ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ﴾ لیکن ان میں علم میں پختگی والے۔ یہودیوں کی اکثریت گمراہ اور بدکردار تھی لیکن ان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی جو گزشتہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان، راسخ و مضبوط علم، صاف عقل اور کامل بصیرت رکھتے تھے، انہوں نے اپنے علم سے دین اسلام کی حقانیت کو جانا اور سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔



وَأَسْخَ فِي الْعِلْمِ وَهُوَ عَالِمٌ بِحَسْبِ كَالْعِلْمِ اس کے دل میں اتر گیا ہو جیسے مضبوط درخت وہ ہے جس کی جڑیں زمین میں جگہ پکڑ چکی ہوں، اس سے مراد خوش عقیدہ اور باعمل علماء ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالم باعمل کا ثواب دوسروں سے زیادہ ہے کیونکہ باعمل عالم خود بھی نیک ہے اور وہ دوسروں کو بھی نیک بناتا ہے۔ چاہے کہ عالم کا عمل سخت بُری کامیابی ہو اور اس کی ہر ادا تبلیغ کرے۔ اس سے اشارہ یہ بھی معلوم ہوا کہ بے دین یا بے عمل عالم کا عذاب بھی دوسروں سے زیادہ ہے کیونکہ وہ گمراہ بھی ہے اور گمراہ کُن بھی اور اس کی بد عملی دوسروں کو بھی بد عمل بنادے گی۔

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَاللُّهُدَىٰ مِنْ بَعْدِهِ
وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَآلِ سُلَيْمَانَ وَعِيسَىٰ
وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَهَارُونَ وَصَالِحِينَ وَاتَّبَعْنَا دَاوُدَ وَزَبُورًا

ترجمہ کنزالایمان: بیشک اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یوسف اور ہارون اور سلیمان کو وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کی طرف بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یوسف اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ﴾ بیشک ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی۔ ﴿اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ ان کے لئے آسمان سے یکبارگی کتاب نازل کی جائے تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لے آئیں گے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان پر نجات قائم کی گئی کہ

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا بکثرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں جن میں سے گیارہ کے اُسماء شریفہ یہاں آیت میں بیان فرمائے گئے ہیں، اہل کتاب اُن سب کی نبوت کو مانتے ہیں، تو جب اس وجہ سے ان میں سے متعدد کی نبوت تسلیم کرنے میں اہل کتاب کو کچھ پس و پیش نہ ہوا تو ایمانُ الانبیاء، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت تسلیم کرنے میں کیا عذر ہے؟ نیز رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بھیجنے کا مقصد مخلوق کی ہدایت اور ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید و معرفت کا درس دینا اور ایمان کی تکمیل اور عبادت کے طریقوں کی تعلیم ہے اور کتاب کے متعزیز طور پر نازل ہونے سے یہ مقصد بڑے کامل طریقے سے حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ تھوڑا تھوڑا آسان دل نشین ہوتا چلا جاتا ہے، اس حکمت کو نہ سمجھنا اور اعتراض کرنا کمال درجے کی حماقت ہے۔ مَبْحَثَةُ اللَّهِ! کیسے دل نشین اور پیارا جواب ہے۔

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ
عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور رسولوں کو جن کا ذکر آگے ہم تم سے فرما چکے اور ان کو جن کا ذکر تم سے نہ فرمایا اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا۔

ترجمہ کنزاعرفان: اور (ہم نے بھیجے) بہت سے ایسے رسول جن کا ذکر ہم تم سے پہلے فرما چکے اور بہت سے وہ رسول جن کا ذکر تم سے نہ فرمایا اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا۔

﴿وَرُسُلًا﴾ اور بہت سے رسول۔ ﴿ارشاد فرمایا گیا کہ بہت سے رسول وہ ہیں جن کا قرآن شریف میں نام لے کر ذکر ہو چکا اور بہت سے وہ ہیں جن کا اب تک ان کے ناموں کی تفصیل کے ساتھ قرآن پاک میں ذکر نہیں فرمایا گیا۔ ان سب رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام میں وہ کتنے ہیں جن پر یکبارگی کتاب اتری۔ تو جب سب نبیوں علیہم الصلوٰۃ والسلام پر یکبارگی کتاب نہیں اتری تو نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یکبارگی کتاب نہ اترنا یہودیوں کیلئے کیوں باعثِ اعتراض بنا ہوا ہے؟ ﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا﴾ اور اللہ نے موسیٰ سے کلام فرمایا۔ یہ بھی یہودیوں کے اعتراض کے جواب کا حصہ ہے کہ

جس طرح حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے واسطہ کلام فرمانا دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کیلئے انکار کا ذریعہ نہیں ہو سکتا جن سے اس طرح کلام نہیں فرمایا گیا تو ایسے ہی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کتاب کا یکبارگی نازل ہونا بھی دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے انکار کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ (عازنہ النساء تحت الآية: ۱۶۴، ۱۵۲/۱)

آیت کے اس حصے سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام انبیاء بنی اسرائیل علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بہت شان والے ہیں کہ ان کا ذکر خصوصیت سے علیحدہ ہوا۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خاص عظمتیں بخشی ہیں، ایک نبی کی خصوصیت تمام نبیوں میں ڈھونڈنا غلطی ہے جیسے ہر نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ
الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿۲۵﴾

ترجمہ کنزالعرفان: رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سنانے کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: (ہم نے) رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سنانے (بھیجے) تاکہ رسولوں (کو بھیجے) کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کے لئے کوئی عذر (باقی) نہ رہے اور اللہ بزدست ہے، حکمت والا ہے۔

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ﴾: رسول بھیجے خوشخبری دیتے اور ڈر سنانے۔ ﴿رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کا مقصد نیک اعمال پر ثواب کی بشارت اور برے اعمال پر عذاب سے ڈرانا ہے اور ایک حکمت یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کے بعد لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ مل سکے کہ اگر ہمارے پاس رسول آتے تو ہم ضرور ان کا حکم مانتے اور اللہ عزوجل کے مطیع و فرمانبردار ہوتے۔ اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کی بعثت سے پہلے مخلوق پر عذاب نہیں فرماتا جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ يَبْعَثَ رَسُولًا﴾

ترجمہ کنزالعرفان: اور ہم کسی کو عذاب دینے والے نہیں ہیں

جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں۔

(بنی اسرائیل: ۱۵)

لَٰكِن اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
يَشْهَدُونَ ۚ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا ۝۱۳۱

ترجمہ کنزالایمان: لیکن اے محبوب اللہ اس کا گواہ ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا وہ اس نے اپنے علم سے اتارا ہے اور فرشتے گواہ ہیں اور اللہ کی گواہی کافی۔

ترجمہ کنزائورقان: لیکن اے حبیب اللہ گواہی دیتا ہے اس کی جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا، اس نے اسے اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور فرشتے گواہی دیتے ہیں اور اللہ کافی گواہ ہے۔

﴿لَٰكِن اللّٰهُ يَشْهَدُ﴾ لیکن اللہ گواہی دیتا ہے۔ ﴿اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں دو طرح کے اقوال ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے (۱)..... مَشْهُودٌ لَهُ یعنی جس کے حق میں گواہی دی جا رہی ہے وہ قرآن پاک ہے کیونکہ یہودیوں نے آسمان سے یکبارگی کتاب اتارنے کا مطالبہ کیا تھا (النساء، آیت ۱۵۳)

اس آیت میں ان کے مطالبے کا جواب ہے۔ اس صورت میں مفہوم یہ بنتا ہے کہ یہودی اگرچہ قرآن کے آسمانی کتاب ہونے کو نہ مانیں لیکن اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اللہ عزوجل آپ کی طرف اتارنے والے قرآن کی حقانیت کی گواہی دیتا ہے اور اس کے اللہ عزوجل کی طرف سے نازل ہونے کے فرشتے بھی گواہ ہیں، اور اللہ عزوجل کی گواہی کافی ہے۔

(۲)..... دوسرا مفہوم یہ ہے کہ مَشْهُودٌ لَهُ یعنی جس کے حق میں گواہی ہے وہ خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ہے اور جس کے ذریعے گواہی دی جا رہی ہے وہ قرآن پاک ہے اور معنی یہ بنتا ہے کہ یہودیوں نے تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی گواہی قرآن کے ذریعے دی اور فرشتے بھی نبوت پر گواہ ہوئے۔ (تفسیر کبیر، النساء تحت الآیۃ: ۱۶۶، ۱۶۷، ۲۶۸-۲۶۹، ص ۱۶۶، النساء تحت الآیۃ: ۱۶۶، ۱۶۷، ۲۶۸، ملفوظ)

اللہ عزوجل کی گواہی یہ ہے کہ اس نے گزشتہ کتابوں میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خبر دی اور سرکارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معجزات عطا فرمائے جیسے وزیر یا حاکم کا شاہی تمغہ یا شاہ کی گواہی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَصْدُ وَاَعَنَ سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلًّا بَعِيدًا ۝۱۶۷

ترجمہ کنزالایمان: وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بیشک وہ دور کی گمراہی میں پڑے۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بیشک وہ دور کی گمراہی میں جا پڑے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ بیشک جنہوں نے کفر کیا۔ ﴿یہاں یہودیوں کی حالت کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا اور حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نعت و صفت چھپا کر اور لوگوں کے دلوں میں شبہ ڈال کر لوگوں کو اللہ عزوجل کی راہ سے روکا، بے شک وہ ان حرکتوں کی وجہ سے دور کی گمراہی میں جا پڑے کیونکہ ان میں گمراہ ہونا اور گمراہ کرنا دونوں چیزیں جمع ہو گئیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرْ لَهُمْ وَلَا يَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ۝۱۶۸ إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝۱۶۹

ترجمہ کنزالایمان: بیشک جنہوں نے کفر کیا اور حد سے بڑھے اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا نہ انہیں کوئی راہ دکھائے۔ مگر جہنم کا راستہ کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ظلم کیا، اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں کسی راستے کی ہدایت فرمائے گا۔ مگر جہنم کے راستے (کی) جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ بیشک جنہوں نے کفر کیا۔ ﴿یہاں بھی یہودیوں کا بیان ہے کہ انہوں نے اللہ عزوجل کے ساتھ کفر اور کتاب الہی یعنی تورات میں موجود سرکارِ دعو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بدل کر اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کر کے ظلم کیا تو ایسے لوگ جب تک اپنے کفر پر قائم رہیں اور کفر پر مریں ان کی بخشش کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ انہیں کسی صحیح راہ کی ہدایت ملے گی البتہ جہنم کا راستہ ان کیلئے ضرور کھلا ہوا ہے اور وہ بالکل واضح ہوگا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ ۖ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٤٠﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے تو ایمان لاؤ، اپنے بھلے کو اور اگر تم کفر کرو تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تشریف لائے تو ایمان لاؤ، تمہارے لئے بہتر ہوگا اور اگر تم کفر کرو گے تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

﴿قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ﴾: بیشک تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تشریف لائے۔ تمام بنی نوع انسان کو عظیم خوشخبری سنائی جا رہی ہے کہ اے لوگو! تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حق کے ساتھ تشریف لائے، وہ خود بھی حق ہیں اور ان کا ہر قول، ہر ادا حق ہے، ان کی شریعت حق ہے، ان کی طبیعت حق ہے، ان کی تعلیم حق ہے، وہاں باطل کا گز نہیں۔ لہذا ان پر ایمان لے آؤ، اس میں تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے اور اگر تم خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا انکار کرو گے تو اس میں ان کا کچھ ضرر نہیں اور اللہ عزوجل تمہارے ایمان سے بے نیاز ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۗ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ ۖ الْقَهْمَاءُ إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۖ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۗ

إِنَّهُمْ أَخَيْرُكُمْ ۖ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهُ وَاحِدٌ ۖ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۖ
لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝

توجیہ کنز الایمان: اے کتاب والو اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ پر نہ کہو مگر سچ، مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کے یہاں کی ایک روح تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین نہ کہو باز رہو اپنے بھلے کو اللہ تو ایک ہی خدا ہے پاکی اُسے اس سے کہ اس کے کوئی بچہ ہو اسی کا مال ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ کافی کار ساز ہے۔

ترجمہ کنز العرفان۔ اے کتاب والو! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ پر حج کے سوا کوئی بات نہ کہو۔ بیشک مسیح، مریم کا بیٹا عیسیٰ صرف اللہ کا رسول اور اس کا ایک کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک خاص روح ہے تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو (کہ معبود) تین ہیں۔ (اس سے) باز رہو، (یہ) تمہارے لئے بہتر ہے۔ صرف اللہ ہی ایک معبود ہے، وہ پاک ہے اس سے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کافی کارساز ہے۔

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ: اے اہل کتاب۔﴾ اس سے پہلے والی آیات میں یہودیوں کی دین میں زیادتیوں اور ان کے جرائم کو بیان فرمایا، اب عیسائیوں کے دین میں غلو اور حد سے بڑھنے کے بارے میں بیان فرمایا جا رہا ہے۔

١٠٠٠

عیسائی چار بڑے فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے (1) یعقوبیہ۔ (2) ملاکیہ۔ (3) نسطوریہ۔ (4) مرقوسیہ۔ ان میں سے ہر ایک حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جداگانہ کفریہ عقیدہ رکھتا تھا۔ یعقوبیہ اور ملاکیہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کہتے تھے۔ نسطوریہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے جبکہ مرقوسیہ فرقے کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ تین میں سے تیسرے ہیں، اور اس جملے کا کیا مطلب ہے اس میں بھی ان میں اختلاف تھا، بعض تین

اُنھوں (یعنی وجود) مانتے تھے اور کہتے تھے کہ باپ، بیٹا، روح القدس تین ہیں اور باپ سے ذات، بیٹے سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور روح القدس سے ان میں غُلُوْل کرنے والی حیات مراد لیتے تھے گویا کہ اُن کے نزدیک اللہ تین تھے اور اس تین کو ایک بتاتے تھے۔ بعض کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بتوثنیت (یعنی انسانیت) اور الوہیت کے جامع ہیں، ماں کی طرف سے اُن میں ناسوتیت آئی اور باپ کی طرف سے الوہیت آئی "لَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا" (اللہ تعالیٰ عموں کی بات سے پاک اور بہت ہی بلند والا ہے) یہ فرقہ ہندی عیسائیوں میں ایک یہودی نے پیدا کی جس کا نام ہولنس تھا، اُس نے انہیں گمراہ کرنے کے لیے اس طرح کے عقیدوں کی تعلیم دی۔ (بخاری، النساء، تحت الآية ۱۷۱، ۱۵۱/۱)

اس آیت میں اہل کتاب کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں افراط و تفریط سے باز رہیں، انہیں خدا اور خدا کا بیٹا بھی نہ کہیں اور حلول و اتحاد کے عیب لگا کر ان کی تحقیق بھی نہ کریں، بلکہ ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت مریم زحیٰ اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے ہیں، ان کے لیے اس کے سوا اور کوئی نسب نہیں، صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کا ایک کلمہ ہیں جو رب تعالیٰ نے حضرت مریم زحیٰ اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف بھیجا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص روح ہیں۔ لہذا انہیں چاہئے کہ اللہ عز و جل اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں اور تصدیق کریں کہ اللہ عز و جل ایک ہے، بیٹے اور اولاد سے پاک ہے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کریں اور اس کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ عز و جل کے رسولوں میں سے ہیں۔

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَن كُفِّرَ عَنْ ذُنُوبِهِۦٓ أَوْ يَدْعُ إِلَىٰ تَبَتُّلٍ أَن يَنْتَظِرَ لِقَاءَ رَبِّهِۦٓ﴾ اور نہ کہو (کہ معبود) تین ہیں۔ بعض عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، بعض انہیں تیسرا خدا مانتے تھے اور بعض انہیں کو خدا مانتے تھے، ان تینوں فرقوں کی تردید کے لئے یہ آیت کریمہ اتری۔ لفظ "اللہ" میں ایک فرقے کی تردید ہے۔ "فاحد" میں دوسرے کی اور "سہ حصۃ ان ینکون لثقلید" میں تیسرے کی۔ عقل مند انسان خود ہی غور کر لے آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، جتنے انسان ہیں سب اسی کے بندے اور مملوک ہیں انہی میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مریم زحیٰ اللہ تعالیٰ عنہا بھی داخل ہیں اور جب یہ بھی بندے اور مملوک ہیں تو ان کا بیٹا اور بیوی ہونا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب یہود و باتوں سے پاک اور منزہ ہے۔

لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلّٰهِ وَلَا الْمَلِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ ۚ

وَمَنْ يَسْتَكْفُرْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمُ إِلَيْهِ جَمِيعًا ﴿١٤٧﴾

ترجمہ کنزالایمان: ہرگز مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ نفرت نہیں کرتا اور نہ مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے تو کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان سب کو اپنی طرف ہانکے گا۔

ترجمہ کنزالعرفان: نہ تو مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ عار کرتا ہے اور نہ مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے تو عنقریب وہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔

﴿لَنْ يَسْتَكْفِرَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ﴾: مسیح اللہ کا بندہ بننے سے ہرگز عار نہیں کرتا۔ ﴿نَجْرَانِ﴾ کے عیسائیوں کا ایک وفد سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عیب لگاتے ہیں کہ انہیں اللہ عزوجل کا بندہ کہتے ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری

(بیضاوی، النساء، تحت الآیہ ۱۷۲، ۲/۲۸۴)
جس میں فرمایا گیا کہ اللہ عزوجل کا بندہ ہونا باعثِ فخر ہے نہ کہ باعثِ شرم۔ نیز اللہ عزوجل کی عبادت سے نفرت کرنا اور اس میں شرم محسوس کرنا کافر کا کام ہے مسلمان کا نہیں۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُمُ
مِّنْ فَضْلِهِ ۚ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنَكَفُوا اسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا
أَلِيمًا ۖ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٤٨﴾

ترجمہ کنزالایمان: تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کی مزدوری انہیں بھرپور دے کر اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا تھا انہیں دردناک سزا دے گا اور اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

ترجمہ کنزالعرفان: تو وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے تو (اللہ) انہیں ان کے پورے اجر عطا فرمائے گا اور انہیں اپنے فضل سے اور زیادہ دے گا اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا تھا انہیں دردناک سزا دے گا اور وہ اللہ کے سوا نہایت کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

﴿فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا: تو جو ایمان والے ہیں۔﴾ یہاں اللہ عزوجل کی بندگی کو اپنا اعزاز اور اپنے سر کا تاج سمجھنے والوں یعنی مومنین صالحین کو بشارت اور اللہ عزوجل کی بندگی سے نفرت و تکبر کرنے والوں کو وعید بیان کی گئی ہے۔ پہلے گروہ کو بھرپور اجر دے گا اور اس کے ساتھ ان پر فضل الہی کی مزید بارش برے گی جس میں اللہ عزوجل کا دیدار بھی شامل ہے۔ اس کے برعکس عبادت الہی کے منکروں اور اس سے تکبر کرنے والوں کو دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا ﴿۱۴۲﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے لوگو! بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آگئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ: اے لوگو!﴾ یہاں تمام انسانوں سے خطاب ہے، وہ کہیں کے ہوں اور کبھی بھی ہوں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اس سے معلوم ہوا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کسی زمانے، کسی جگہ اور کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں۔ عام اعلان فرمادیا گیا، اے لوگو! تمہارے پاس وہ تشریف لائے جو سرتاپا اللہ عزوجل کی معرفت کی دلیل ہیں جن کی صداقت پر ان کے معجزے گواہ ہیں اور وہ منکرین کی عقلوں کو حیران کر دیتے ہیں۔ جس قدر معجزے پہلے پیغمبروں علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملے ان سے زائد حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم از سر تا قدم پاک خود اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ذات و صفات کی دلیل ہیں چنانچہ

سرکارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بال شریف معجزہ کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں رہا تو ان کو ہمیشہ دشمنوں پر فتح ہوتی رہی۔ ہر قل کی پگڑی میں رہا تو اس کے سر کے درد کو آرام رہا۔ حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے کفن میں تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بال شریف رکھ دیئے جائیں تاکہ قبر کی مشکل آسان ہو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی کہ مجھے غسل دے کر میری آنکھوں اور لبوں پر سلطانِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ناخن اور بال شریف رکھ دیئے جائیں تاکہ حسابِ قبر میں آسانی ہو۔ معلوم ہوا کہ بال مبارک قبر کی مشکل آسان کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیماروں کو بال مبارک کا غسل شدہ پانی پلایا کرتے تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھرایک بار بال مبارک پہنچ گئے تو انہوں نے ساری رات ملائکہ کی تسبیح و تہلیل سنی۔

سو کئے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی مٹھنا بن کے تمہارے گیسو
ہم یہ کاروں پہ یا رب تپش محشر میں
سایہ اقلن ہوں ترے پیارے کے پیارے گیسو

آنکھ شریف کا معجزہ کہ قیامت تک کے واقعات کو دیکھا، جنت و دوزخ، عرش و کرسی کو ملاحظہ فرمایا، بلکہ خود رب غزوہ جمل کو دیکھا۔ نمازِ کسوف میں جنت و دوزخ کو مسجد کی دیوار میں دیکھا۔ پیچھے مقتدی جو کچھ کریں اس کو ملاحظہ فرمادیں۔ ناک مبارک کا معجزہ کہ جس نے محبت کی خوشبو یمن سے آتی ہوئی سونگھی۔ زبان کا معجزہ کہ جن کی ہر بات وحیِ خدا اور وہ زبان جو کہ کُن کی گنجی ہے۔ منہ کا لعاب معجزہ کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھربانڈی میں ڈال دیا تو ہانڈی کی ترکاری میں برکت ہوئی۔ آٹے میں ڈال دیا تو چار سیر آٹا ہزاروں آدمیوں نے کھایا پھر بھی استغناء رہا۔ خیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دھتھی کی دھتھی آٹکھ میں لگا دیا تو آنکھ کو آرام ہو گیا۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں غار میں سانپ نے کانا اس پر لگا دیا تو اس کو آرام۔ کھاری کنویں میں ڈال دیا تو اس کا پانی میٹھا ہو گیا۔ ہاتھ مبارک بھی دلیل کہ بدر کے دن ایک مٹھی کنکر کفار کو مارے تو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ”آپ نے نہ پھینکے بلکہ ہم نے پھینکے۔ اسی ہاتھ میں آ کر کنکروں نے کلمہ شریف پڑھا۔ اس ہاتھ سے بیعت لی گئی تو رب غزوہ جمل نے فرمایا کہ ”ان کے ہاتھوں پر ہمارا ہاتھ ہے۔ انگلیاں معجزہ کہ ایک پیالہ پانی میں انگلیاں رکھ دیں، اس سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ انگلی ہی کے اشارے سے چاند چیر دیا۔

پاؤں مبارک بھی معجزہ کہ پتھر پر چلیں تو پتھر ان کا اثر لے لے اور فرش پر بھی چلیں اور عرش پر بھی۔ غرض کہ ان کا ہر ہر عضو پاک اور ہر بال مبارک رب غزوۂ جہنم کے پہچاننے کی دلیل ہے۔ پسینہ مبارک معجزہ کہ جس میں گلاب کی بے مثل خوشبو۔ جاگنا اور سونا معجزہ کہ ہر ایک کی نیند وضو توڑ دے مگر سرکارِ عالی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نیند وضو نہیں توڑتی۔ تمام جسم پاک سایہ سے محفوظ کہ سایہ بھی کسی کے قدم کے نیچے نہ آئے غرض کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہر وصف معجزہ اور ہر حالت رب تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہے۔

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا﴾ اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔ ﴿﴾ روشن نور سے مراد قرآن پاک ہے جو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ہمیں ملا۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ
وَفَضْلٍ وَيَهْدِيُهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۱۴۵

ترجمہ کنزالایمان: تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کی رسی مضبوط تھامی تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔

ترجمہ کنزالعرفان: تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کی رسی مضبوطی سے تھام لی تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔

﴿فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ﴾: تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا۔ ﴿﴾ ایمان والوں کو رحمت، فضل اور سیدھے راستے کی بشارت عطا فرمائی گئی ہے۔ رحمت جنت ہے اور فضل جنت میں کرم پامائے کرم والے امور ہیں اور سیدھا راستہ دین اسلام ہے جو سیدھا قرب الہی تک پہنچاتا ہے۔

يَسْتَفْتُونَكَ ۚ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ

وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتُ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا
وَلَدٌ ۖ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثُ مِمَّا تَرَكَ ۖ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً
رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ
تَضِلُّوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۴۱﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلامہ میں فتویٰ دیتا ہے اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں سے اس کی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر اللہ تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے کہ کہیں بہک نہ جاؤ اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: اے حبیب! تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلامہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کسی مرد کا انتقال ہو جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی (حصہ ہوگا) اور اگر بھائی بہن ہوں (جن میں) مرد بھی (ہوں) اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے تاکہ تم بہک نہ جاؤ اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔

﴿يَسْتَفْتُونَكَ﴾: تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔ ﴿آيَاتِ مَبَارَكَةٍ﴾ میں گلالہ کی وراثت کا بیان کیا گیا ہے۔ گلالہ اس کو کہتے ہیں جو اپنے بعد نہ باپ چھوڑے، نہ اولاد۔ اس آیت کے شان نزول کے متعلق بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار تھے تو سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ

ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش تھے، تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرما کر اس کا پانی اُن پر ڈالا تو انہیں افاقہ ہوا (آئینہ کھول کر دیکھا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے)۔ عرض کیا، یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، میں اپنے مال کا کیا انتظام کروں؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (بخاری، کتاب الفرائض، باب قول اللہ تعالیٰ یوصیکم اللہ الخ، ۳۱۶/۴، الحدیث: ۶۲۲۳، مسلم، کتاب الفرائض، باب میراث الکلاۃ، ص ۸۷۲، الحدیث: ۱۶۱۶)

ابوداؤد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے جابر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، میرے علم میں تمہاری موت اس بیماری سے نہیں ہے۔

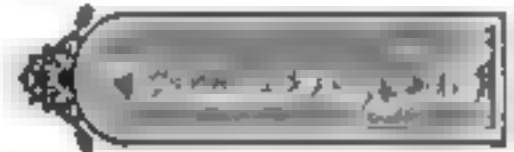
(ابو داؤد، کتاب الفرائض، باب من کان لیس له ولد وله اخوات، ۱۶۵/۳، الحدیث: ۲۸۸۷)

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔

(۱)..... بزرگوں کا وضو کا پانی تبرک ہے اور اس کو حصولِ شفا کے لئے استعمال کرنا سنت ہے۔

(۲)..... مریضوں کی عیادت سنت ہے۔

(۳)..... نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علومِ غیب عطا فرمائے ہیں اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت اس مرض میں نہیں ہے۔



آیت میں جو مسائل بیان ہوئے ان کا خلاصہ و وضاحت یہ ہے

(۱)..... اگر کوئی شخص فوت ہو اور اس کے ورثاء میں باپ اور اولاد نہ ہو تو سگی اور باپ شریک بہن کو وراثت سے مال کا آدھا حصہ ملے گا جبکہ صرف ایک ہو اور اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی حصہ ملے گا۔

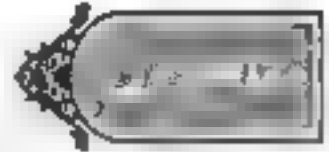
(۲)..... اور اگر بہن فوت ہوئی اور ورثاء میں نہ باپ ہوں نہ اولاد تو بھائی اُس کے کل مال کا وارث ہوگا۔

(۳)..... اگر فوت ہونے والے نے بہن بھائی دونوں چھوڑے تو بھائی کو بہن سے دگنا حصہ ملے گا۔

اہم تنبیہ: وراثت کے مسائل میں بہت وسعت اور قیود ہوتی ہیں۔ آیت میں جو صورتیں موجود تھیں ان کو

بیان کر دیا لیکن اگر وراثت کا کوئی مسئلہ درپیش ہو تو بغیر کسی ماہر میراث عالم کے خود حل نہ نکالیں۔

سُورَةُ الْمَائِدَةِ



سورہ مائدہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے، البتہ یہ آیت ”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ“ حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں اس آیت کی تلاوت فرمائی۔
(بخاری، تفسیر سورة المائدة، ۱/۱۵۸)



اس سورت میں 16 رکوع، 120 آیات، 12464 حروف ہیں۔



عربی میں دسترخوان کو ”مائدہ“ کہتے ہیں اور اس سورت کی آیت نمبر 112 تا 115 میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آسمان سے مائدہ یعنی کھانے کے ایک دسترخوان کے نزول کا مطالبہ کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے مائدہ کے نازل ہونے کی دعا کی، اس واقعے کی مناسبت سے اس سورت کا نام ”سورہ مائدہ“ رکھا گیا۔



(۱)..... اس سورت کی ایک آیت مبارکہ کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے ان سے کہا ”اے امیر المؤمنین! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ اپنی کتاب میں ایک آیت کی تلاوت کرتے ہیں، اگر وہ آیت ہم یہودیوں کے گروہ پر نازل ہوئی ہوتی تو (جس دن یہ نازل ہوتی) ہم اس دن کو عید بناتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”وہ کون سی آیت ہے؟ اس یہودی نے عرض کی (وہ یہ آیت ہے)

توجہ دے کر فرمایا: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ
يَعْقِبُ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (مائیدہ: ۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”ہم اس دن اور اس جگہ کو بھی جانتے ہیں جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی، (جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت) حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن عرفات کے میدان میں مقیم تھے (اور جمعہ عرفہ دونوں مسلمانوں کی عید کے دن ہیں۔)

(بخاری، کتاب الایمان، باب زیادة الایمان ونقصانه، ۲۸/۱، الحدیث: ۴۵)

(2)..... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ”جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سورہ مائدہ نازل ہوئی اور اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر سوار تھے تو سواری میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہ رہی اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سواری سے نیچے تشریف لے آئے۔“

(مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ۵۸۹/۲، الحدیث: ۶۶۵۴)

(3)..... حضرت عی ہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”تم اپنے مردوں کو سورہ مائدہ اور عورتوں کو سورہ نور سکھاؤ۔“

(شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان... الخ، فصل فی فضائل السور والآیات، ۴۶۹/۲، الحدیث: ۲۴۲۸)

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”سورہ مائدہ میں چونکہ مردوں کے لئے بہت (زجر و توبیخ) ڈانٹ ڈپٹ ہے اس لئے انہیں سورہ مائدہ سکھانے کا حکم دیا گیا اور سورہ نور میں عورتوں کے لئے بہت (زجر و توبیخ) ڈانٹ ڈپٹ ہے کہ اس میں واقعہ انک اور زینت کے مقام ظاہر کرنے کی حرمت وغیرہ ان چیزوں کا بیان ہے جو عورتوں سے متعلق ہیں، اس لئے انہیں سورہ نور سکھانے کا حکم دیا گیا۔“ (بصیر القدیر، حرف العین، ۴۳۳/۴، تحت الحدیث: ۵۴۸۲)



اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں یہودیوں اور عیسائیوں کے باطل عقائد و نظریات ذکر کر کے ان کا رد کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

(1)..... مسلمانوں کو تمام جائز معاہدے پورا کرنے کا حکم دیا گیا اور ان جانوروں کے بارے میں بتایا گیا جو مسلمانوں

پر حرام ہیں اور جو مسلمانوں کے لئے حلال ہیں۔

(2)..... وضو، غسل اور تیمم کے احکام بیان کئے گئے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے اور نا انصافی کرنے سے بچنے کا حکم دیا گیا۔

(3)..... بنی اسرائیل سے عہد لینے، ان کے عہد کی خلاف ورزی کرنے اور اس کے انجام کو بیان کیا گیا۔

(4)..... بنی اسرائیل کا بجا رہنے سے جہاد نہ کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

(5)..... چوری کرنے اور ڈاکہ ڈالنے کی سزا کا بیان، شراب اور جوئے کی حرمت کا بیان، قسم کے کفارے کا بیان، احرام کی حالت میں شکار کے احکام۔ قرآن کے احکامات پر عمل کو ترک کرنے کی وعید، یہودیوں، عیسائیوں، منافقوں اور مشرکوں سے ہونے والی بحث کا بیان ہے۔

(6)..... مسلمانوں کو اپنی اصلاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اصلاح کا طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہ بھی فرمایا گیا کہ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کی جائے اور گناہ و سرکشی کے کاموں پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون حرام ہے، کفار کے ساتھ دوستی کرنا حرام ہے نیز گواہی کے متعلق فرمایا کہ گواہی دینے والا عادل ہو اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے اور مسلمانوں کے درمیان مساوات قائم کی جائے۔

(7)..... اللہ تعالیٰ کا دین ایک ہی ہے اگر چہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعت اور ان کے طریقے مختلف تھے۔

(8)..... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پوری مخلوق کو عام ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عام تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(9)..... عبرت اور نصیحت کے لئے اس سورت میں یہ تین واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں۔ (1) حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بنی اسرائیل کا واقعہ۔ (2) حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو بیٹوں قابیل اور ہابیل کا واقعہ۔ (3) حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزے ”کھانے کے دسترخوان“ کے نازل ہونے کا واقعہ۔



سورہ مائدہ کی اپنے سے ما قبل سورت ”نساء“ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورہ نساء میں مختلف صریح اور ضمنی معاہدے بیان کئے گئے تھے جیسے نکاح اور مہر کے معاہدے، وصیت، امانت، وکالت، عاریت، اجارہ وغیرہ کے معاہدے اور سورہ مائدہ میں ان معاہدوں کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(تاسق السر، سورۃ المائدہ، ص ۸۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔

ترجمہ کنزالایمان:

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَذِفُوا بِالْعُقُودِ ۖ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُشْتَلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّ الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو تمہارے لئے حلال ہوئے بے زبان مویشی مکروہ جو آگے سنایا جائے گا تم کو لیکن شکار حلال نہ سمجھو جب تم احرام میں ہو بیشک اللہ حکم فرماتا ہے جو چاہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! تمام عہد پورے کیا کرو۔ تمہارے لئے چوپائے جانور حلال کر دیے گئے سوائے ان کے جو (آگے) تمہارے سامنے بیان کئے جائیں گے لیکن احرام کی حالت میں شکار حلال نہ سمجھو۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے۔

﴿أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾: تمام عہد پورے کرو۔ عہد کا معنی عہد ہیں، انہیں پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے مراد کون سے عہد ہیں اس بارے میں مفسرین کے چند اقوال ہیں:

(1)..... امام ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہاں اہل کتاب کو خطاب فرمایا گیا ہے اور معنی یہ ہیں کہ اے اہل کتاب کے مومنو! میں نے گزشتہ کتابوں میں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے کے متعلق جو تم سے عہد لئے ہیں وہ پورے کرو۔

(2)..... بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس آیت میں خطاب مومنین کو ہے، انہیں اپنے عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(3)..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ان عقود یعنی عہدوں سے مراد ایمان اور وہ عہد ہیں جو حرام و حلال کے متعلق قرآن پاک میں لئے گئے۔

(4)..... بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس میں مومنین کے باہمی معاہدے مراد ہیں۔ (حازن، المائتہ، تحت الآیۃ: ۱، ۱۵۸/۱)

﴿أُحِلَّتْ لَكُمْ جَمَاهِرٌ مِنْ دُونِهَا﴾ یہاں سے حلال جانوروں کا بیان کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ جن کی حرمت شریعت میں بیان ہوئی ہے ان کے سوا تمام جو پائے تمہارے لئے حلال کئے گئے۔ اس میں ان کفار کا رد ہے جو بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور بخیرہ، سائبہ وغیرہ کو حرام سمجھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرام صرف وہ ہے جسے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حرام فرمادیں۔ حلال کے لئے خاص دلیل کی ضرورت نہیں، کسی چیز کا حرام نہ ہونا ہی حلال کی دلیل ہے جس طرح اس آیت میں واضح طور پر فرمادیا گیا۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو مسلمانوں کے پاکیزہ کھانوں کو حلیے بہانوں سے حرام بلکہ شرک قرار دیتے رہتے ہیں۔

﴿وَأَنْتُمْ حُرُمٌ﴾ اور تم حالت احرام میں ہو۔ ﴿احرام کی حالت میں خشکی کا شکار کرنا حرام ہے جبکہ دریائی شکار جائز ہے۔ (بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل واما بیان انواعہ، ۱۲۷/۲)

خیال رہے کہ مُحْرِمٌ (یعنی احرام والے) کا شکار کیا ہو انہ مُحْرِمٌ کو حلال ہے نہ غیر کو، احرام خواہ حج کا ہو یا عمرہ کا۔ اس سورۃ کے آخر میں بھی مُحْرِمٌ کے شکار کے مسائل کا بیان آئے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشُّهُرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ
وَلَا الْقُلَآئِدَ وَلَا أَقْمِينَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنْ رَبِّهِمْ وَ
رِضْوَانًا ۖ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ تَوَدُّ أَنْ صَلُّواكُمْ
عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا ۚ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا
تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

توجیہ کنز العرفان: اے ایمان والو! حلال نہ ٹھہرا اللہ کے نشان اور نہ ادب والے مہینے اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں اور نہ جن کے گلے میں علامتیں آویزاں اور نہ ان کا مال آبرو جو عزت والے گھر کا قصد کر کے آئیں اپنے رب کا فضل اور اس کی خوشی چاہتے اور جب احرام سے نکلو تو شکار کر سکتے ہو اور تمہیں کسی قوم کی عداوت کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روکا تھا زیادتی کرنے پر نہ ابھارے اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

توجیہ کنز العرفان: اے ایمان والو! اللہ کی نشانیاں حلال نہ ٹھہراؤ اور نہ ادب والے مہینے اور نہ حرم کو بھیجی گئی قربانیاں اور (نہ حرم میں لائے جانے والے وہ جانور) جن کے گلے میں علامتی پٹے ہوں اور نہ ادب والے گھر کا قصد کر کے آنے والوں (کے مال و عزت) کو جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے ہیں اور جب احرام سے باہر جاؤ تو شکار کر سکتے ہو اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے زیادتی کرنے پر نہ ابھارے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔

﴿لَا تُؤْثِرُوا عَلَى اللَّهِ﴾ اللہ کی نشانیاں حلال نہ ٹھہراؤ۔ ﴿اس آیت میں دین کی نشانیوں کی قدر کرنے کا حکم فرمایا ہے اور معنی یہ ہیں کہ جو چیزیں اللہ عزوجل نے فرض کیں اور جو منع فرمائیں سب کی حرمت کا لحاظ رکھو۔ نیز جو چیزیں اللہ عزوجل کی نشانیاں قرار پائیں ان کا احترام کرنا بہت ضروری ہے لہذا دینی عظمت والی چیزوں کا احترام کیا جائے گا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴿۳۲﴾ (الحج: ۳۲) دلوں کا تقویٰ ہے۔

اس شُعَائِرِ اللہ یعنی اللہ عزوجل کی نشانیوں میں خانہ کعبہ، قرآن پاک، مسجد، اذان، بزرگوں کے مزارات وغیرہ سب ہی داخل ہیں بلکہ جس چیز کو اللہ عزوجل کے مقبول بندوں سے نسبت ہو جائے وہ بھی شُعَائِرِ اللہ بن جاتی ہے جیسے حضرت ہاجرہ زحیٰ اللہ تعالیٰ عنہا کے قدم صفا و مردہ پہاڑوں پر پڑے تو وہ پہاڑ شُعَائِرِ اللہ بن گئے اور رب کریم عزوجل نے فرمادیا: إِنَّ الصَّغَاوَاتِ مَرُوكَا مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ (البقرہ: ۱۵۸) توجیہ کنز العرفان: بیشک صفا و مردہ اللہ کی نشانوں سے ہیں۔

﴿وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ﴾ اور نہ حرمت والے مہینوں کو۔ ﴿فرمایا گیا کہ حرمت والے مہینوں کو حلال نہ ٹھہراؤ۔ محترم مہینے چار ہیں، رجب، ذیقعد، ذوالحجہ اور محرم۔ زمانہ جاہلیت میں بھی کفار ان کا ادب کرتے تھے اور اسلام نے بھی ان کا احترام

باقی رکھا۔ یاد رہے کہ اولاً اسلام میں ان مہینوں میں جنگ حرام تھی، اب ہر وقت جہاد ہو سکتا ہے، لیکن ان کا احترام بدستور باقی ہے۔ اس کی تفصیل سورہ توبہ، آیت نمبر 36 میں آئے گی۔

﴿وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْفَلَاحِيَّ﴾: اور نہ حرم کی قربانیاں اور نہ علامتی بچے والی قربانیاں۔ ﴿عرب کے لوگ قربانیوں کے مکے میں حرم شریف کے درختوں کی چھال وغیرہ سے ہار بن کر ڈالتے تھے تاکہ دیکھنے والے جان لیں کہ یہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں ہیں اور ان سے چھیڑ خوانی نہ کریں۔ حرم شریف کی ان قربانیوں کے احترام کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿وَلَا آتُونَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ﴾: اور نہ ادب والے گھر کا قصد کر کے آنے والوں (کے مال و عزت) کو ﴿ادب والے گھر کا قصد کر کے آنے والوں سے مراد حج و عمرہ کرنے کے لئے آنے والے ہیں۔ آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ثمر بن ہند ایک مشہور بد بخت تھا وہ مدینہ طیبہ میں آیا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخلوق خدا کو کیا دعوت دیتے ہیں؟ تا جدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اپنے رب عزوجل پر ایمان لانے اور اپنی رسالت کی تصدیق کرنے اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی دعوت دیتا ہوں۔ وہ کہنے لگا، بہت اچھی دعوت ہے، میں اپنے سرداروں سے رائے لے لوں تو میں بھی اسلام لاؤں گا اور انہیں بھی لاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے آنے سے پہلے ہی اپنے اصحاب کو خبر دے دی تھی کہ قبیلہ ربیعہ کا ایک شخص آنے والا ہے جو شیطانِ زبان بولے گا۔ اس کے چلے جانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”کافر کا چہرہ لے کر آیا اور غدار و بد عہد کی طرح پیٹھ پھیر کر گیا، یہ اسلام لانے والا نہیں۔ چنانچہ اس نے فریب کیا اور مدینہ شریف سے نکلتے ہوئے وہاں کے مولیٰ اور اموال لے گیا۔ اگلے سال وہ یمامہ کے حاجیوں کے ساتھ تجارت کا کثیر سامان اور حج کی قلاذہ پوش یعنی مخصوص ہار والی قربانیاں لے کر حج کے ارادہ سے نکلا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی طرح کو دیکھا اور چاہا کہ مولیٰ اس سے واپس لے لیں لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمادیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری، المائدة، تحت الآیۃ: ۲، ۱۰۹/۱) اور حکم دیا گیا کہ حج کے ارادے سے نکلا ہوا سے کچھ نہ کہا جائے۔

﴿وَإِذَا حَلَلْتُمْ﴾: اور جب تم احرام سے فارغ ہو جاؤ۔ ﴿احرام سے فارغ ہونے کے بعد حرم شریف سے باہر شکار کرنے کی اجازت ہے۔ یہ حکم درحقیقت ایک اجازت ہے مگر یہ اباحت (جائز ہونا) ایسی قطعی ہے کہ اس کا منکر کافر ہے۔

﴿وَلَا يَجُوزُ مِنْكُمْ﴾ اور تمہیں برا بھیختہ نہ کرے۔ ﴿مراد یہ ہے کہ اہل مکہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حدیثیہ کے دن عمرہ کرنے سے روکا لیکن تم ان کے اس معاہدہ فعل کا انتقام نہ لو۔ البتہ یہ یاد رہے کہ اب کافر کو مسجد حرام سے روکا جائے گا کیونکہ بعد میں ممانعت کا حکم نازل ہو گیا تھا، چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا الشِّرْكُوتُ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَأُ بِوَالْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ (التوبہ: ۳۸) ترجمہ: کفر اور شرک: مشرک نہ رہے، ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔

﴿وَتَعَاوَنُوا﴾ اور ایک دوسرے کی مدد کرو۔ ﴿اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کا حکم دیا ہے (۱) نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کا۔ (۲) گناہ اور زیادتی پر باہمی تعاون نہ کرنے کا۔ ہر سے مراد ہر وہ نیک کام ہے جس کے کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے اور تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ ہر اس کام سے بچا جائے جس سے شریعت نے روکا ہے۔ ائمہ سے مراد گناہ ہے اور غُلُوَان سے مراد اللہ تعالیٰ کی حدود میں حد سے بڑھنا۔ (حلالین، المائدہ، تحت الآية: ۲، ص ۹۱) ایک قول یہ ہے کہ ائمہ سے مراد کفر ہے اور غُلُوَان سے مراد ظلم یا بدعت ہے۔ (عارف، المائدہ، تحت الآية: ۲، ۱/۱۶۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں نیکی سے مراد سنت کی پیروی کرنا ہے۔

(صلوی، المائدہ، تحت الآية: ۲، ۱/۱۶۶)

حضرت نو اس بن سمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیکی حسن اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور لوگوں کا اس سے واقف ہونا تجھے ناپسند ہو۔

(ترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء من البر والایم، ۱۷۳/۴، الحدیث: ۲۳۹۶)

یہ انتہائی جامع آیت مبارکہ ہے، نیکی اور تقویٰ میں ان کی تمام انواع و اقسام داخل ہیں اور ائمہ اور غُلُوَان میں ہر وہ چیز شامل ہے جو گناہ اور زیادتی کے زمرے میں آتی ہو۔ علم دین کی اشاعت میں وقت، مال، درس و تدریس اور تحریر وغیرہ سے ایک دوسرے کی مدد کرنا، دین اسلام کی دعوت اور اس کی تعلیمات دنیا کے ہر گوشے میں پہنچانے کے لئے باہمی تعاون کرنا، اپنی اور دوسروں کی عملی حالت سدحار نے میں کوشش کرنا، نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا، ملک و ملت

کے اجتماعی مفادات میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا، سوشل ورک اور سماجی خدمات سب اس میں داخل ہے۔ گناہ اور ظلم میں کسی کی بھی مدد نہ کرنے کا حکم ہے۔ کسی کا حق مارنے میں دوسروں سے تعاون کرنا، رشوتیں لے کر فیصلے بدل دینا، جھوٹی گواہیاں دینا، بلاوجہ کسی مسلمان کو پھنسا دینا، ظالم کا اس کے ظلم میں ساتھ دینا، حرام و ناجائز کا روبرو کرنے والی کمپنیوں میں کسی بھی طرح شریک ہونا، بدی کے اڈوں میں نوکری کرنا یہ سب ایک طرح سے برائی کے ساتھ تعاون ہے اور ناجائز ہے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ! قرآن پاک کی تعلیمات کتنی عمدہ اور اعلیٰ ہیں، اس کا ہر حکم دل کی گہرائیوں میں اترنے والا، اس کی ہر آیت گمراہوں اور گمراہ گروں کے لئے روشنی کا ایک مینار ہے۔ اس کی تعلیمات سے صحیح فائدہ اسی وقت حاصل کیا جاسکتا ہے جب ان پر عمل بھی کیا جائے۔ افسوس، فی زمانہ مسلمانوں کی ایک تعداد عملی طور پر قرآنی تعلیمات سے بہت دور جا چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی مسلمانوں کو قرآن کے احکامات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِزْيِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ
وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ
إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ
ذَلِكُمْ فُسْقٌ الْيَوْمَ يَبْسُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ
وَاحْشَوْنَ الْيَوْمَ أَكَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَيْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي
وَمَرَضَيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْصَصَةٍ غَيْرِ
مُتَجَانِفٍ لِإِيْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ②

توضیح کذا الیمن: تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور وہ جو کلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مر اور جسے کسی جانور نے سینک مارا اور جسے کوئی درندہ

کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کر لو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈال کر بانٹا کرنا یہ گناہ کا کام ہے، آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمہ کذا العرفان۔ تم پر حرام کر دیا گیا ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور وہ جو بغیر دھاری دار چیز (کی چوٹ) سے مارا جائے اور جو بلندی سے گر کر مرا ہو اور جو کسی جانور کے سینگ مارنے سے مرا ہو اور وہ جسے کسی درندے نے کھا لیا ہو مگر (درندوں کا شکار کیا ہوا) وہ جانور جنہیں تم نے (زندہ پا کر) ذبح کر لیا ہو اور جو کسی بت کے آستانے پر ذبح کیا گیا ہو اور (حرام ہے) کہ پانسے ڈال کر قسمت معلوم کرو یہ گناہ کا کام ہے۔ آج تمہارے دین کی طرف سے کافرا نا امید ہو گئے تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا تو جو بھوک پیاس کی شدت میں مجبور ہو اس حال میں کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو (تو وہ کھا سکتا ہے۔) تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿حُذِرْتُ عَلَيْكُمْ: تم پر حرام کر دیا گیا ہے۔﴾ سورت کی پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ تم پر جو پائے حلال ہیں سوائے ان جو پایوں کے جو آگے بیان کئے جائیں گے۔ یہاں انہیں کا بیان ہے اور گیارہ چیزوں کے حرام ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۱)..... مردار یعنی جس جانور کے لیے شریعت میں ذبح کا حکم ہو اور وہ بے ذبح مر جائے۔

(۲)..... پینے والا خون۔

(۳)..... سور کا گوشت اور اس کے تمام اجزاء۔

(۴)..... وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بتوں کے نام پر ذبح کرتے

تھے اور جس جانور کو ذبح تو صرف اللہ عز و جل کے نام پر کیا گیا ہو مگر دوسرے اوقات میں وہ غیر خدا کی طرف منسوب رہا ہو وہ حرام نہیں جیسا کہ عبد اللہ کی گائے، عقیقے کا بکرا، ولیم کا جانور یا وہ جانور جن سے اولیاء کی ارواح کو ثواب پہنچانا منظور ہو ان کو ذبح کے وقت کے علاوہ اولیاء دُخَفَ اللہ تعالیٰ غلظہم کے ناموں کے ساتھ نامزد کیا جائے مگر ذبح ان کا فقط اللہ عز و جل کے نام پر ہو، اس وقت کسی دوسرے کا نام نہ لیا جائے وہ حلال و طیب ہیں۔ اس آیت میں صرف اسی کو حرام فرمایا گیا ہے

جس کو ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو، جو لوگ ذبح کی قید نہیں لگاتے وہ آیت کے معنی میں غلطی کرتے ہیں اور ان کا قول تمام معتبر تفاسیر اور خود مفہوم قرآن کے خلاف ہے۔

(5)..... گلا گھونٹ کر مارا ہوا جانور۔

(6)..... وہ جانور جو لاٹھی پتھر، ڈھیلے، گولی چھرے یعنی بغیر دھاردار چیز سے مارا گیا ہو۔

(7)..... جو کر کر مرا ہو خواہ پہاڑ سے یا کنوئیں وغیرہ میں۔

(8)..... وہ جانور جسے دوسرے جانور نے سینک مارا ہو اور وہ اس کے صدمے سے مر گیا ہو۔

(9)..... وہ جسے کسی درندہ نے تھوڑا سا کھایا ہو اور وہ اس کے زخم کی تکلیف سے مر گیا ہو لیکن اگر یہ جانور مرنہ گئے ہوں اور ایسے واقعات کے بعد زندہ بچ گئے ہوں پھر تم انہیں باقاعدہ ذبح کر لو تو وہ حلال ہیں۔

(10)..... وہ جو کسی بت کے تھان پر بطور عبادت کے ذبح کیا گیا ہو جیسا کہ اہل جاہلیت نے کعبہ شریف کے گرد تین سو ساٹھ پتھر نصب کئے تھے جن کی وہ عبادت کرتے اور ان کے لیے ذبح کرتے تھے اور اس ذبح سے ان کی تعظیم و تقرب کی نیت کرتے تھے۔ اس صورت کا بطور خاص اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ طریقہ بطور خاص ان میں رائج تھا۔

(11)..... کسی کام وغیرہ کا حکم معلوم کرنے کے لئے پانسہ ڈالنا، زمانہ جاہلیت کے لوگوں کو جب سفر یا جنگ یا تجارت یا نکاح وغیرہ کام درپیش ہوتے تو وہ تین تیروں سے پانسے ڈالتے اور جو ”ہاں“ یا ”نہ“ نکلتا اس کے مطابق عمل کرتے اور اس کو حکم الہی جانتے۔ ان سب کی ممانعت فرمائی گئی۔

﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ تکمیل دین سے متعلق یہ آیت مبارکہ حجۃ الوداع میں عرفہ کے روز، جمعہ کے دن، عصر کے بعد نازل ہوئی اور بتا دیا گیا کہ حرام و حلال کے جو احکام ہیں وہ اور قیاس کے قانون سب مکمل کر دیئے، اسی لئے اس آیت کے نزول کے بعد بیان حلال و حرام کی کوئی آیت نازل نہ ہوئی اگرچہ ”وَالْتَقُوا يَوْمَئِذٍ جُعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ“ نازل ہوئی جو وعظ و نصیحت پر مشتمل ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ دین کامل کرنے کے معنی اسلام کو غالب کرنا ہے جس کا یہ اثر ہے کہ حجۃ الوداع میں جب یہ آیت نازل ہوئی تو کوئی مشرک مسلمانوں کے ساتھ حج میں شریک نہ ہو سکا۔ ایک قول یہ ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ میں نے تمہیں دشمن سے امن دی، ایک قول یہ ہے کہ دین کا اکمال یعنی مکمل کرنا یہ ہے کہ وہ پچھلی شریعتوں کی طرح منسوخ نہ ہوگا اور قیامت تک باقی رہے گا۔

(بخاری، المعالفة، تحت الآية، ۳، ۱/۴۶۴)



اس آیت کے متعلق بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا، اے امیر المؤمنین! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے، اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے کے دن عید مناتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا ”کون سی آیت؟“ اس یہودی نے یہی آیت ”الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ“ پڑھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی تھی اور اس کے نازل ہونے کے مقام کو بھی پہچانتا ہوں، وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا۔“

(بخاری، کتاب الایمان، باب زیادة الايمان ونقصانه، ۲۸/۱، الحديث: ۴۵، مسلم، کتاب التفسیر، ص ۱۶۰۹، الحديث: ۳۰۱۷) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ہمارے لئے وہ دن عید ہے۔ نیز ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس روز یہ نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں، جمعہ اور عرفہ۔

(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة المائدة، ۳۲/۵، الحديث: ۳۰۵۵)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی کا دن منانا جائز اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے ورنہ حضرت عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم صاف فرما دیتے کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور اس روز کو عید منانا ہم بدعت جانتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ عید میلاد منانا جائز ہے کیونکہ وہ اللہ عز و جل کی سب سے عظیم نعمت کی یادگار و شکر گزاری ہے۔

﴿وَأَشْمَتُ عَلَيْكُمْ تَعَبِقَ﴾ اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ ﴿مراد یہ ہے کہ مکہ مکرمہ فتح فرما کر میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ مکہ مکرمہ کی فتح اللہ عز و جل کی عظیم نعمت تھی۔

﴿وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ ﴿یعنی میں نے تمہارے لئے دین کے طور پر اسلام کو پسند کر لیا کہ اس کے سوا کوئی اور دین قبول نہیں۔



اس آیت سے کئی احکام معلوم ہوئے:

پہلا یہ کہ صرف اسلام اللہ عزوجل کو پسند ہے یعنی جو اب دین محمدی کی صورت میں ہے، باقی سب دین اب ناقابل قبول ہیں۔

دوسرا یہ کہ اس آیت کے نزول کے بعد قیامت تک اسلام کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہو سکتا۔

تیسرا یہ کہ اصول دین میں زیادتی کی نہیں ہو سکتی۔ اجتہادی فروغی مسئلے ہمیشہ نکلتے رہیں گے۔

چوتھا یہ کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا کیونکہ دین کامل ہو چکا، سورج نکل آنے پر چراغ کی ضرورت نہیں، لہذا قادیانی جھوٹے، بد دین اور خدا عزوجل کے کلام اور دین کو ناقص سمجھنے والے ہیں۔ پانچواں یہ کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی لاکھوں نیکیاں کرے خدا عزوجل کو پیارا نہیں کیونکہ اسلام جڑ ہے اور اعمال شاخیں اور پتے اور جڑ کاٹ جانے کے بعد شاخوں اور پتوں کو پانی دینا بے کار ہے۔

﴿فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ﴾: تو جو بھوک پیاس کی شدت میں مجبور ہو۔ ﴿اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اوپر حرام چیزوں کا بیان کر دیا گیا ہے لیکن جب کھانے پینے کو کوئی حلال چیز میسر ہی نہ آئے اور بھوک پیاس کی شدت سے جان پر بن جائے اس وقت جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت کھانے پینے کی اجازت ہے اس طرح کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو یعنی ضرورت سے زیادہ نہ کھائے اور ضرورت اسی قدر کھانے سے رفع ہو جاتی ہے جس سے خطرہ جان جاتا رہے۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ ۖ قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ ۚ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ

الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ ۚ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكَنَّ

عَلَيْكُمْ وَادْكُرُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اے محبوب تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال ہوا تم فرما دو کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں اور جو شکاری جانور تم نے سدھالیے انہیں شکار پر دوڑاتے جو علم تمہیں خدا نے دیا اس میں سے انہیں سکھاتے تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لیے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کو حساب کرتے دیر نہیں لگتی۔

ترجمہ کذا یعرفان: اے حبیب! تم سے پوچھتے ہیں کہ اُن کے لئے کیا حلال ہوا؟ تم فرما دو کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں اور ان شکاری جانوروں (کا شکار) جنہیں تم نے شکار پر دوڑاتے ہوئے شکار کرنا سکھا دیا ہے۔ تم انہیں وہ سکھاتے ہو جس کی اللہ نے تمہیں تعلیم دی ہے تو اس میں سے کھاؤ جو وہ شکار کر کے تمہارے لئے روک دیں اور (شکاری جانور کو چھوڑتے وقت) اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

﴿مَا ذَا أُجِلْ لَهُمْ: اُن کے لئے کیا حلال ہوا؟﴾ یہ آیت حضرت عدی بن حاتم اور حضرت زید بن مہملہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں نازل ہوئی جن کا نام سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ”زَيْدُ الْحَيَرِ“ رکھا تھا۔ ان دونوں صاحبوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ہم لوگ کتے اور باز کے ذریعے سے شکار کرتے ہیں تو کیا ہمارے لئے حلال ہے؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

آیت میں ”طَيِّبَات“ کو حلال فرمایا گیا ہے اور ”طَيِّبَات“ وہ چیزیں ہیں جن کی حرمت قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ طَيِّبَات وہ چیزیں ہیں جن کو سلیم الطبع لوگ پسند کرتے ہیں اور خبیث وہ چیزیں ہیں جن سے سلیم طبیعتیں نفرت کرتی ہیں۔ (بہاوی، المائدة، تحت الآية: ۴، ۲۹۵/۲)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کی حرمت پر دلیل نہ ہونا بھی اس کی حلت کے لئے کافی ہے۔

﴿الْجَوَاهِر: شکاری جانور﴾ شکاری جانوروں سے کیا ہوا شکار بھی حلال ہے خواہ وہ شکاری جانور درندوں میں سے ہوں جیسے کتے اور چیتے کے شکار یا شکاری جانور کا تعلق پرندوں سے ہو جیسے شکرے، باز، شاہین وغیرہ کے شکار۔ جب اس طرح سدھا کر ان کی تربیت کر دی جائے کہ وہ جو شکار کریں اس میں سے نہ کھائیں اور جب شکاری ان کو چھوڑے تب شکار پر جائیں اور جب بلائے واپس آجائیں ایسے شکاری جانوروں کو معلم (یعنی سکھایا ہوا) کہتے ہیں۔

﴿وَمَا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ: جو وہ شکار کر کے تمہارے لئے روک دیں﴾ یعنی تمہارے سدھائے ہوئے شکاری کتے یا جانور جب شکار کر کے لائیں اور اُس میں سے خود کچھ نہ کھائیں تو اگرچہ جانور مر گیا ہو تب بھی حلال ہے اور اگر کتے نے کچھ کھا لیا ہو تو حرام ہے کہ یہ اس نے اپنے لئے شکار کیا، تمہارے لئے نہیں۔

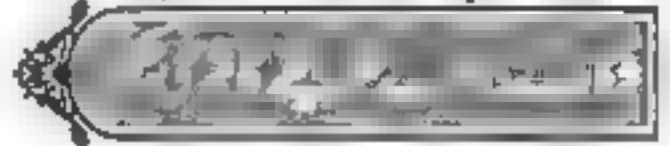
آیت کا خلاصہ: آیت سے جو معلوم ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے کتا یا شکرہ وغیرہ کوئی شکاری جانور شکار پر چھوڑا تو اس کا شکار چند شرطوں سے حلال ہے۔

(۱)..... شکاری جانور مسلمان یا کتانی کا ہوا اور سکھایا ہوا ہو۔

(۲)..... اس نے شکار کو زخم لگا کر مارا ہو۔

(۳)..... شکاری جانور بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر چھوڑا گیا ہو۔

(۴)..... اگر شکاری کے پاس شکار زندہ پہنچا ہو تو اس کو بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرے اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو حلال نہ ہوگا۔ مثلاً اگر شکاری جانور مُعْلَم (یعنی سکھایا ہوا) نہ ہو یا اس نے زخم نہ کیا ہو یا شکار پر چھوڑتے وقت جان بوجھ کر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ نہ پڑھا ہو یا شکار زندہ پہنچا ہو اور اس کو ذبح نہ کیا ہو یا مُعْلَم (یعنی سکھائے ہوئے جانور) کے ساتھ غیر مُعْلَم (یعنی نہ سکھایا ہو جانور) شکار میں شریک ہو گیا ہو یا ایسا شکاری جانور شریک ہو گیا ہو جس کو چھوڑتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ نہ پڑھا گیا ہو یا وہ شکاری جانور مجوسی کافر کا ہو، ان سب صورتوں میں وہ شکار حرام ہے۔



تیرے شکار کرنے کا بھی یہی حکم ہے اگر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر تیرا مارا اور اس سے شکار مجروح (یعنی زخمی) ہو کر مر گیا تو حلال ہے اور اگر نہ مرا تو دوبارہ اس کو بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ کر ذبح کرے اگر اس پر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ نہ پڑھی یا تیرا زخم اس کو نہ لگایا زندہ پانے کے بعد اس کو ذبح نہ کیا ان سب صورتوں میں حرام ہے۔

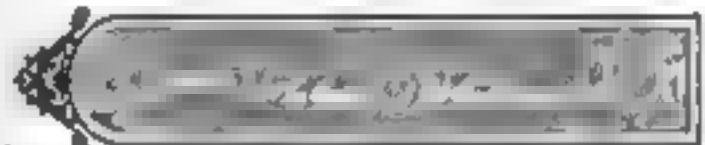
نوٹ: شکار کے مسائل کی مزید تفصیل کیلئے بہار شریعت حصہ ۱۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ ۖ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَلَلٌ لَّكُمْ
وَطَعَامُكُمْ حَلَلٌ لَهُمْ ۚ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ
الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ
غَيْرِ مُسَفِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ
فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ ۖ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ۝

توجہ کنزالایمان: آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پارسا عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی جب تم انہیں ان کے مہر و قید میں لاتے ہوئے نہ مستی نکالتے اور نہ آشنا بناتے اور جو مسلمان سے کافر ہو اس کا کپ دھرا سب اکارت گیا اور وہ آخرت میں زیاں کا رہے۔

ترجیہ کنزالعرفان: آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پاکدامن مسلمان عورتیں اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان کی پاکدامن عورتیں (تمہارے لئے حلال کر دی گئیں) جبکہ تم ان سے نکاح کرتے ہوئے انہیں ان کے مہر دو، نہ زنا کرتے ہوئے اور نہ انہیں پوشیدہ آشنا بناتے ہوئے اور جو ایمان سے پھر کر کافر ہو جائے تو اس کا ہر عمل برباد ہو گیا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا۔

﴿الْيَوْمَ أَجِلُّ لَكُمْ الْكَفَالَةَ﴾: آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں۔ اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بھی مسلمانوں کیلئے حلال ہے خواہ یہودی ذبح کرے یا عیسائی، یونہی مرد ذبح کرے یا عورت یا بکھدار بچہ۔ لیکن یہ یاد رکھنا نہایت ضروری ہے کہ ان اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے جو واقعی اہل کتاب ہوں، موجودہ زمانے میں عیسائیوں کی بہت بڑی تعداد ڈھریے اور خدا کے منکر ہو چکے ہیں لہذا ان کا ذبیحہ حلال ہے اور نہ عورتیں۔



(۱)..... اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح حلال ہے لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ وہ واقعی اہل کتاب ہوں، دہریہ نہ ہوں جیسے آج کل بہت سے ایسے بھی ہیں۔

(۲)..... یہ اجازت بھی دائر الاسلام میں رہنے والی ذمیہ اہل کتاب عورت کے ساتھ ہے۔ موجودہ زمانے میں جو اہل کتاب ہیں یہ خرابی ہیں اور لڑ پیہ اہل کتاب کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۳)..... ایک اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ یہ اجازت صرف مسلمان مردوں کو ہے مسلمان عورت کا نکاح کتابی مرد سے قطعی حرام ہے۔

(۴)..... اہل کتاب عورتوں میں سے اچھے کردار والی سے نکاح کیا جائے یہ حکم مستحب ہے۔

(5)..... اہل کتاب عورت سے ازدواجی تعلقات نکاح کے ذریعے ہی قائم کئے جائیں، پوشیدہ دوستیاں لگانا یا پوشیدہ یا اعلانیہ بدکاری کرنا ان کے ساتھ بھی حرام ہے۔

(6)..... اہل کتاب عورت کو بھی مہر دیا جائے گا۔

﴿عَذِيبٌ مُّسْفُوحٌ﴾: نہ کہ مستی نکالتے ہوئے۔ ﴿ناجائز طریقہ﴾ پر مستی نکالنے سے بے دھڑک زنا کرنا اور آشنا بنانے سے پوشیدہ زنا مراد ہے۔

﴿وَمَنْ يَنْتَفِرْ بِالْإِيمَانِ﴾: اور جو ایمان سے پھر کر کافر ہو جائے۔ ﴿آیت مبارکہ کے آخر میں مُرِيد کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اس کے تمام نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ آخرت میں اس کیلئے کوئی اجر و ثواب باقی نہیں رہتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ
وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ
وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ
أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَسَّؤُوا
صَعِيدًا طَيِّبًا فَاْمَسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ
لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ
عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ①

توجہ کنزالایمان: اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنے منہ دھوؤ اور کہنوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گنوں تک پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب سترے ہو لو اور اگر تم بیمار یا سفر میں ہو یا تم میں کوئی نقصان

حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کر دو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو، اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب سہرا کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے کہ کہیں تم احسان مانو۔

ترجمہ کنز العرفان: اے ایمان والو! جب تم نماز کی طرف کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھو لو اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھو لو اور اگر تم بے غسل ہو تو خوب پاک ہو جاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیٹا الخلاء سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کر لو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اس سے مسح کر لو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے تاکہ تم شکر ادا کرو۔

﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ﴾: جب نماز کی طرف کھڑے ہونے لگو۔ آیت مبارکہ میں وضو اور تیمم کا طریقہ اور ان کی حاجت کب ہوتی ہے اس کا بیان کیا گیا ہے۔



وضو کے چار فرض ہیں (۱) چہرہ دھونا۔ (۲) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا دھونا۔ (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ (۴) ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا۔



(۱)..... جتنا دھونے کا حکم ہے اس سے کچھ زیادہ دھو لینا مستحب ہے کہ جہاں تک اعضاء وضو کو دھویا جائے گا قیامت کے دن وہاں تک اعضاء روشن ہوں گے۔ (بخاری، کتاب الوضوء، باب فصل الوضوء والفر المحطلون۔، الحج، ۲۱/۱، الحديث، ۱۳۶)

(۲)..... رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر نماز کے لئے تازہ وضو فرمایا کرتے جبکہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب تک وضو ٹوٹ نہ جاتا اسی وضو سے ایک سے زیادہ نمازیں ادا فرماتے، ایک وضو سے زیادہ نمازیں ادا کرنے کا عمل تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔ (بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من غیر حدث، ۹۵/۱، الحديث، ۲۱۴-۲۱۵، عمدة القاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من غیر حدث، ۵۹۰/۲، تحت الحديث، ۲۱۴)

(3)..... اگرچہ ایک وضو سے بھی بہت سی نمازیں فرائض و نوافل درست ہیں مگر ہر نماز کے لئے جداگانہ وضو کرنا زیادہ برکت و ثواب کا ذریعہ ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ ابتدائے اسلام میں ہر نماز کے لئے جداگانہ وضو فرض تھا بعد میں منسوخ کیا گیا (اور جب تک بے وضو کرنے والی کوئی چیز واقع نہ ہو ایک ہی وضو سے فرائض و نوافل سب کا ادا کرنا جائز ہو گیا۔)

(مدارک، المائدة، تحت الآية: ۶، ص ۲۷۴)

(4)..... یاد رہے کہ جہاں دھونے کا حکم ہے وہاں دھونا ہی ضروری ہے وہاں مسح نہیں کر سکتے جیسے پاؤں کو دھونا ہی ضروری ہے مسح کرنے کی اجازت نہیں، ہاں اگر موزے پہنے ہوں تو اس کی شرائط پائے جانے کی صورت میں موزوں پر مسح کر سکتے ہیں کہ یہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے۔

﴿وَأَن لَّكُم مِّنْهُ جُنُبًا﴾ اور اگر تم حالت جنابت میں ہو۔ ﴿جنابت کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ شہوت کے ساتھ منی کا خارج ہونا۔



جنابت کے کئی اسباب ہیں: (1) جاتے میں شہوت کے ساتھ اچھل کر منی کا خارج ہونا۔ (2) سوتے میں احتلام ہو جانا۔ (3) ہم بستری کرنا اگرچہ منی خارج نہ ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ غسل کئے بغیر نماز پڑھنا، تلاوت قرآن کرنا، قرآن پاک کو چھونا اور مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔ جو کام جنابت کی حالت میں منع ہیں حیض و نفاس کی حالت میں بھی منع ہوں گے لیکن جب تک عورت حائضہ یا نفاس کی حالت میں ہے غسل کرنے سے پاک نہ ہوگی جبکہ چٹھی غسل کرنے سے پاک ہو جاتا ہے، اسی طرح حیض و نفاس کی حالت میں بیوی سے صحبت کرنا بھی منع ہے جبکہ جنابت کی حالت میں صحبت کرنا منع نہیں۔

(احکام القرآن، سورة المائدة، باب الغسل من الجنابة، ۲/۴۵۷)

حیض و نفاس سے بھی غسل لازم ہو جاتا ہے۔ حیض کا مسئلہ سورہ بقرہ آیت نمبر 222 میں گزر گیا اور نفاس سے غسل لازم ہونا اجماع سے ثابت ہے اور تیمم کا بیان سورہ نساء آیت نمبر 43 میں تفصیل سے گزر چکا۔ مزید تفصیل جاننے کیلئے فقہی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔ (1)

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الّٰزِي وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ اِذْ قُلْتُمْ

①..... وضو، غسل اور تیمم کے بارے میں شرعی مسائل جاننے کیلئے امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیف ”نماز کے احکام“ کا مطالعہ کرنا بھی

بہت مفید ہے۔

سَبِّعْنَاوَاطْعْنَا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور وہ عہد جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے کہا ہم نے سنا اور مانا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اپنے اوپر اللہ کا احسان اور اس کا وہ عہد یاد کرو جو اس نے تم سے لیا تھا جب تم نے کہا: ہم نے سنا اور مانا اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

﴿وَإِذْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ: اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو۔﴾ اس آیت میں بیعت عقبہ یا بیعت رضوان کی طرف اشارہ ہے۔
(مدارک، المائدة، تحت الآية: ۷، ص ۲۷۶)

مجموعی طور پر آیت مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اے صحابہ! اللہ عزوجل کا اپنے اوپر احسان یاد کرو کہ اس نے تمہیں مسلمان بنایا اور تمہارے لئے آسان احکام بھیجے، ساری زمین کو مسجد اور پاک کرنے والا بنایا۔ نیز اس یثاق و معاہدے کو یاد کرو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرتے وقت بیعت عقبہ کی رات اور بیعت رضوان میں کیا۔ اس معاہدے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا تھا کہ ہم تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہر حکم ہر حال میں سنیں گے اور مانیں گے۔



اس آیت سے چند مسائل معلوم ہوئے:

- (۱)..... انسان ہر نیکی رب عزوجل کی توفیق سے کرتا ہے لہذا اس پر غر نہ کرے بلکہ رب کریم عزوجل کا شکر ادا کرے۔
- (۲) بیعت عقبہ اور بیعت رضوان والے سارے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اللہ عزوجل کے پیارے اور مقبول بندے ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے اُس بیعت کا شرف بخشا۔ اُسی بیعت کو یہاں اللہ عزوجل کی نعمت قرار دیا گیا ہے۔
- (۳)..... ان سارے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان بیعتوں کے سارے وعدے پورے کئے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعدے کے سچے تھے کیونکہ اللہ عزوجل نے یہاں ان کے وعدے بغیر تردید ذکر فرمائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوِّمِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۖ اْعْدِلُوا ۖ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو، وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ اور تمہیں کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ تم انصاف نہ کرو (بلکہ) انصاف کرو، یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے۔

﴿كُونُوا قَوِّمِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ﴾: انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾: مبارک کہ میں عدل و انصاف کا حکم فرمایا گیا ہے اور واضح فرمادیا کہ کسی قسم کی قرابت یا عداوت کا کوئی اثر تمہیں عدل سے نہ ہٹا سکے۔



یہاں عدل و انصاف کے دو اعلیٰ نمونے پیش خدمت ہیں جس سے اسلام کی تعلیمات کا نقشہ سامنے آتا ہے۔

(۱)..... ملک عثمان کا بادشاہ جبلہ بن اسیم اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا، کچھ دنوں بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کے ارادے سے نکلے تو جبلہ بن اسیم بھی اس قافلے میں شریک ہو گیا۔ مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد ایک دن دوران طواف کسی دیہاتی مسلمان کا پاؤں اس کی چادر پر پڑ گیا تو چادر کندھے سے اتر گئی۔ جبلہ بن اسیم نے اس سے پوچھا: تو نے میری چادر پر قدم کیوں رکھا؟ اس نے کہا: میں نے جان بوجھ کر قدم نہیں رکھا غلطی سے پڑ گیا تھا۔ یہ سن کر جبلہ نے ایک زوردار تھپڑان کے چہرے پر سید کر دیا،

تھپڑ کی وجہ سے ان کے دودانت ٹوٹ گئے اور ناک بھی زخمی ہو گئی۔ یہ دیہاتی مسلمان حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور جبلہ بن اسہم کے سلوک کی شکایت کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جبلہ بن اسہم کو طلب فرمایا اور پوچھا: کیا تو نے اس دیہاتی کو تھپڑ مارا ہے؟ جبلہ نے کہا: ہاں میں نے تھپڑ مارا ہے، اگر اس حرم کے تقدس کا خیال نہ ہوتا تو میں اسے قتل کر دیتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے جبلہ! تو نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا ہے، اب یا تو اس دیہاتی سے معافی مانگ یا میں تم سے اس کا قصاص لوں گا۔ جبلہ نے حیران ہو کر کہا: کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غریب دیہاتی کی وجہ سے مجھ سے قصاص لیں گے حالانکہ میں تو بادشاہ ہوں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اسلام قبول کرنے کے بعد حقوق میں تم دونوں برابر ہو۔ جبلہ نے عرض کی مجھے ایک دن کی مہلت دیجئے پھر مجھ سے قصاص لے لیجئے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دیہاتی سے دریافت فرمایا: کیا تم اسے مہلت دیتے ہو؟ دیہاتی نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے مہلت دے دی، مہلت ملنے کے بعد راتوں رات جبلہ بن اسہم غسانی ملک شام کی طرف بھاگ گیا اور اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ (فتوح الشام، ذکر فتح حمص، ص ۱۰۰، الجزء الاول)

(2)..... ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپس میں کسی بات پر اختلاف ہوا، دونوں نے یہ طے کیا کہ ہمارے معاملے کا فیصلہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کریں۔ چنانچہ یہ فیصلے کے لئے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پہنچے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا: ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ تم ہمارے معاملے کا فیصلہ کر دو۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بستر کے درمیان سے جگہ خالی کرتے ہوئے عرض کی: اے امیر المومنین! یہاں تشریف رکھئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ تمہارا پہلا ظلم ہے جو تم نے فیصلے کے لئے مقرر ہونے کے بعد کیا، میں تو اپنے فریق کے ساتھ ہی بیٹھوں گا۔ یہ فرما کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ مقدمے کی کارروائی شروع ہوئی، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعویٰ کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا انکار کیا (حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے گواہ پیش نہ کر سکے تو اب شرعی اصول کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قسم کھانا لازم آتا تھا) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت اور رتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: آپ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

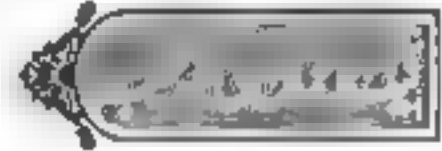
اللہ تعالیٰ غنہ سے قسم لینے سے درگزر کیجئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً حلف اٹھا لیا اور قسم کھاتے ہوئے فرمایا: زید اس وقت تک مصعب قضا (یعنی حج بنے) کا اہل نہیں ہو سکتا جب تک کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ایک عام شخص اس کے نزدیک (مقدمے کے معاملے میں) برابر نہیں ہو جائے۔ (ابن عساکر، ذکر من اسماہ زید، زید بن ثابت بن الصالح... إلخ، ۳۱۹/۱۹)

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ① وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ②

ترجمہ کنزالایمان: ایمان والے نیکو کاروں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ اور وہ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہی دوزخ والے ہیں۔

ترجمہ کنزالایمان: اللہ نے ایمان والوں اور اچھے عمل کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی دوزخ والے ہیں۔

﴿وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ اور انہوں نے اچھے عمل کئے۔ ﴿اچھے اعمال سے مراد ہر وہ عمل ہے جو رضائے الہی کا سبب بنے۔ اس میں فرائض و واجبات، سنتیں، مستحبات، جانی و مالی عبادتیں، حقوق اللہ، حقوق العباد وغیرہ سب داخل ہیں۔



ترغیب کیلئے ایک حدیث مبارک پیش کی جاتی ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”میں ایک سفر میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا، ایک روز چلتے چلتے میں آپ کے قریب ہو گیا اور عرض کی۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، مجھے ایسا عمل بتائیے کہ جو مجھے جنت میں داخل کرے اور جہنم سے دور رکھے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو نے مجھ سے ایک بہت بڑی بات کا سوال کیا البتہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان فرمادے اس کے لئے آسان ہے، تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیٹ اللہ شریف کا حج کرو۔ پھر ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں نیکی کے

دروازے نہ بتاؤں؟ روزہ و حال ہے اور صدقہ گناہوں کو ایسے بجھا (یعنی مٹا) دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے اور رات کے درمیانی حصے میں انسان کا نماز پڑھنا (بھی گناہوں کو مٹا دیتا ہے) پھر یہ آیت ”تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ“ (ترجمہ: ان کی کروٹیں بستروں سے الگ رہتی ہیں) سے لے کر ”يَعْمَلُونَ“ تک تلاوت فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا: میں تمہیں ساری چیزوں کا سر، ستون اور کوہان کی بلندی نہ بتا دوں؟ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ارشاد فرمایا: تمام چیزوں کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون نماز اور کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ان سب کے اصل کی خبر نہ دے دوں۔ میں نے عرض کی: کیوں نہیں یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر ارشاد فرمایا: ”اسے روکو۔ میں نے عرض کی: اے اللہ عزوجل کے پیارے نبی! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، کیا زبانی گفتگو پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا؟ ارشاد فرمایا ”تیری زبان تجھے روئے لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتی (یعنی گفتگو) گراتی ہے۔“ (۱)

(ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی حرمة الصلاة، ۲۸۰/۴، الحدیث: ۲۶۲۵)

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا﴾ اور جنہوں نے کفر کیا۔ ﴿اس آیت سے معلوم ہوا کہ دائمی جہنمی صرف کافر ہیں جبکہ مسلمان ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہ رہیں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ اٰن
يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَعَلَى
اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ٥

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب ایک قوم نے ارادہ کیا کہ تمہاری طرف اپنے

۱..... نیک اعمال میں رغبت اور زبان کی حفاظت کا جذبہ پانے کے لئے ”دعوتِ اسلامی“ کے ساتھ وابستہ ہو جانا چاہئے۔

ہاتھ دراز کریں تو اللہ نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

﴿إِذْ هَمُّنَا نَقُوتُهُ﴾: جب ایک قوم نے ارادہ کیا۔ ﴿اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک منزل میں قیام فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جدا جدا درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تلواریں ایک درخت پر لٹکادی۔ ایک اعرابی موقع پا کر آیا اور چھپ کر اس نے تلواریں اور کھینچ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگا، آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ“۔ اس اعرابی نے دویا تین مرتبہ یہ کہا کہ آپ کو مجھ سے کون بچائے گا، ہر بار اسے یہی جواب ملا کہ ”اللہ“ پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے ہاتھ سے تلوار گرا دی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پکڑ کر فرمایا ”اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے عرض کی ”مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔“ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلوایا اور انہیں (اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے) اس اعرابی کی حرکت کے بارے میں خبر دی، پھر رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے معاف فرمادیا۔

(تفسیر کبیر، المائدہ، تحت الآیۃ: ۴۰/۱، ۳۲۲)

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَرِّضْتُمْ أَوْهَامَكُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ①

تنبیہ کنز الایمان: اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کیے اور اللہ نے فرمایا بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں ضرور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ

کو قرض حسن دو تو بیشک میں تمہارے گناہ اتار دوں گا اور ضرور تمہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں، پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔

ترجمہ کنز العرفان: اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کیے اور اللہ نے فرمایا: بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ کو قرض حسن دو تو بیشک میں تم سے تمہارے گناہ مٹا دوں گا اور ضرور تمہیں ان باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں تو اس (عہد) کے بعد تم میں سے جس نے کفر کیا تو وہ ضرور سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔

﴿وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآءَ﴾ اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا۔ ﴿کَلَّمَ﴾ آیت کا مفہوم سمجھنے کے لئے یہ واقعہ سمجھ لینا مفید ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ انہیں اور ان کی قوم کو مقدس سرزمین یعنی شام کا وارث بنائے گا جس میں کنعانی کفار رہتے تھے۔ فرعون کے ہلاک ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم الہی ہوا کہ بنی اسرائیل کو ارض مقدسہ (بیت المقدس) کی طرف لے جائیں، میں نے اس کو تمہارے لئے رہائش بنایا ہے، تو وہاں جاؤ اور جو دشمن وہاں ہیں ان سے جہاد کرو، میں تمہاری مدد فرماؤں گا اور اے موسیٰ! تم اپنی قوم کے ہر ہر گروہ میں سے ایک ایک سردار بناؤ، اس طرح بارہ سردار مقرر کرو جن میں سے ہر ایک اپنی قوم کے حکم ماننے اور عہد پورا کرنے کا ذمہ دار ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بارہ سردار منتخب کر کے بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے۔ جب اربعاء کے قریب پہنچے تو ان نقیبوں (سرداروں) کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا، وہاں انہوں نے دیکھا کہ وہ لوگ بہت عظیم الجثہ (عظیم جسامت والے)، نہایت قوی و توانا اور صاحبِ ہیبت و شوکت ہیں، یہ ان سے ہیبت زدہ ہو کر واپس آئے اور آ کر انہوں نے اپنی قوم سے سب حال بیان کر دیا حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا لیکن سب نے عہد شکنی کی سوائے دو آدمیوں کے ایک: کالب بن یوٹنا اور دوسرے یوشع بن نون۔ یہ دونوں عہد پر قائم رہے۔ (ملارک، المائدہ، تحت الآیۃ: ۱۲، ص ۲۷۷)

اس سیاق و سباق کو سامنے رکھ کر آیت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ بیشک اللہ عز و جل نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور تورات کے احکام کی پیروی کریں۔ پھر قوم بکارتین سے جہاد کیلئے ان میں بارہ سردار بنائے گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور میں تمہاری مدد کروں

گا اور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ عزوجل کو قرضِ حسن دو یعنی اس کی راہ میں خرچ کرو تو میں تم سے تمہارے گناہ معاف کر دوں گا اور تمہیں جنت میں داخل کروں گا۔ آیت میں رسولوں پر ایمان لانے کے ساتھ ان کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم اہم ترین فرائض میں سے ہے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيثَاقَهُمْ لَعْنَهُمْ ۖ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ ۚ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَآئِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا ۚ مِنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣﴾

ترجمہ کنزالایمان: تو ان کی کیسی بد عہدیوں پر ہم نے انہیں لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیئے اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں اور بھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں اور تم ہمیشہ ان کی ایک نہ ایک دغا پر مطلع ہوتے رہو گے سو اتھوڑوں کے تو انہیں معاف کر دو اور ان سے درگزر کر دو بیشک احسان والے اللہ کو محبوب ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیئے۔ وہ اللہ کی باتوں کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور انہوں نے ان نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں اور تم ان میں سے چند ایک کے علاوہ سب کی کسی نہ کسی خیانت پر مطلع ہوتے رہو گے تو انہیں معاف کر دو اور ان سے درگزر کر دو بیشک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ﴾: تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے۔ ﴿بَنِي إِسْرَآئِيلَ﴾ نے عہد الہی کو توڑا اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آنے والے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قتل کیا اور تورات کے احکام کی مخالفت کی نیز ان آیات کو بدل دیا جن میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نعت و صفت کا بیان تھا جو توریت میں بیان کی گئیں ہیں نیز انہوں نے اللہ عزوجل کی بہت سی ہدایات کو فراموش کر دیا جو توریت میں دی گئی تھیں کہ

وہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کریں اور ان پر ایمان لائیں تو ان حرکتوں کے نتیجے میں اللہ عز و جل نے ان پر لعنت فرمائی اور ان کے دل سخت کر دیے۔

رسول کی وجہ سے دل سخت ہونا

اس سے معلوم ہوا کہ بد اعمالیوں کی وجہ سے بھی دل سخت ہو جاتے ہیں۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: آنسو دلوں کی سختی کی وجہ سے خشک ہوتے ہیں اور دلوں کی سختی گناہوں کی کثرت کی وجہ سے ہوتی ہے اور عیب زیادہ ہونے کی وجہ سے گناہ کثیر ہوتے ہیں۔

(شعب الایمان، السامع والاریعون من شعب الایمان، الخ، فصل فی الطبع علی القلب او الری، ۴۴۶/۵، الحدیث: ۷۲۲۱) اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”سخت دل آدمی اللہ تعالیٰ سے بہت دور رہتا ہے۔“ (ترمذی، کتاب الزہد، ۶۲-باب منہ، ۱۸۴/۴، الحدیث: ۲۴۱۹) اللہ تعالیٰ ہمیں دل کی سختی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

﴿وَلَا تَوَالُوا مَوَدَّةَ الَّذِينَ ظَلَمُوا﴾ اور آپ ہمیشہ مطلع ہوتے رہیں گے۔ ﴿سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ان لوگوں کی خیانتوں پر مطلع ہوتے رہیں گے کیونکہ دغا بازی، خیانت، عہد توڑنا اور رسولوں کے ساتھ بد عہدی اُن کی اور اُن کے آباء و اجداد کی قدیم عادت ہے۔ ہاں ان میں سے جو ایمان لانے والوں کی تھوڑی سی تعداد ہے یہ خائن نہیں ہیں اور ان لوگوں سے جو کچھ پہلے سرزد ہوا اس پر گرفت نہ کرو۔ (بیضاوی، المائدة، تحت الآية: ۱۳، ۳۰۶/۲) بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت اس قوم کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے پہلے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عہد کیا پھر توڑ دیا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر مطلع فرمایا اور یہ آیت نازل کی۔ (عازن، المائدة، تحت الآية: ۱۳، ۴۷۶/۱)

اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ اُن کی اس عہد شکنی سے درگزر کیجئے جب تک کہ وہ جنگ سے باز رہیں اور جزیہ ادا کرنے سے منع نہ کریں۔

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرُكَ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا

ذِكْرُوا لَهُمْ فَأَعْرَبْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ
وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿۱۳﴾

توجہ کثرت الایمان: اور وہ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے عہد لیا تو وہ بھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں تو ہم نے ان کے آپس میں قیامت کے دن تک ہر اور بغض و ایل دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتادے گا جو کچھ کرتے تھے۔

توجہ کثرت العرفان: اور جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ان سے ہم نے عہد لیا تو وہ ان نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لئے دشمنی اور بغض و ایل دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتادے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

﴿وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي﴾ اور جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ ﴿یہودیوں کے بعد اب عیسائیوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ یعنی دین خدا کے مددگار ہیں ان سے بھی ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کا عہد لیا لیکن وہ بھی انجیل میں دی گئی نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے اور انہوں نے بھی عہد شکنی کی تو ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لئے دشمنی اور بغض و ایل دیا چنانچہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جب نصاریٰ نے کتاب الہی (انجیل) پر عمل کرنا ترک کیا اور رسولوں کی نافرمانی کی، فرائض ادا نہ کئے اور حدود الہی کی پرواہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان عداوت و ایل دی۔

(عازن، المائدة، تحت الآية: ۱۴، ۱۵/۱۷۷)

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ فرقوں میں بٹ گئے اور ایک دوسرے کو تباہ کرنے لگے چنانچہ دو عالمی عظیم جنگیں اور ان کی تباہیاں انہی صاحبان کی برکت سے ہوئیں۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ

مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۖ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ﴿۱۵﴾

توجہ کنز الایمان: اے کتاب والو بیشک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

توجہ کنز العرفان: اے اہل کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے، وہ تم پر بہت سی وہ چیزیں ظاہر فرماتے ہیں جو تم نے (اللہ کی) کتاب سے چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرمادیتے ہیں، بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور ایک روشن کتاب۔

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ: اے اہل کتاب۔﴾ یہاں یہودیوں اور عیسائیوں سب سے خطاب ہے۔ فرمایا گیا کہ اے اہل کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے، وہ تم پر بہت سی وہ چیزیں ظاہر فرماتے ہیں جو تم نے اللہ عزوجل کی کتاب سے چھپا ڈالی تھیں جیسے رحم کی آیات اور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف جو تم نے چھپا دیے تھے لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمادئے اور یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔ تمہاری چھپائی ہوئی چیزیں بیان کرنے کے ساتھ بہت سی باتیں یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معاف فرمادیتے ہیں اور ان کا ذکر بھی نہیں کرتے اور نہ ان پر مواخذہ فرماتے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسی چیز کا ذکر فرماتے ہیں جس میں مصلحت ہو۔ یہ سب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان کا بیان ہے۔

﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ: بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا۔﴾ اس آیت مبارکہ میں نور سے کیا مراد ہے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والاصفات ہے۔ فقیر ابواللیث سمرقندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”وَهُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْآنُ“، یعنی

نور سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن ہیں۔ (سمرقندی، المائدة، تحت الآية، ۱۵، ۱/۴۲۴)

امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی دَعَمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ لکھتے ہیں ”يَعْنِي مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقِيلَ أَلَا سَلَامٌ“ یعنی نور سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اسلام ہے۔

(تفسیر بغوی، المائدة، تحت الآية: ۱۵، ۱۷/۲)

علامہ حازن دَعَمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ فرماتے ہیں ”يَعْنِي مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا سَمَّاهُ اللَّهُ نُورًا لِأَنَّهُ يَهْتَدِي بِهِ كَمَا يَهْتَدِي بِالنُّورِ فِي الظُّلَامِ“ یعنی نور سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نور اس لیے فرمایا کہ جس طرح اندھیرے میں نور کے ذریعے ہدایت حاصل ہوتی ہے اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے بھی ہدایت حاصل ہوتی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی دَعَمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ لفظ ”نور“ کی تفسیر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں ”وَهُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ“ نور سے مراد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (جلالین، المائدة، تحت الآية: ۱۵، ص ۹۷)

علامہ صاوی دَعَمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ فرماتے ہیں ”وَسُمِّيَ نُورًا لِأَنَّهُ بُورُ الْبَصَالِ وَيَهْدِيهَا لِلرُّشَادِ وَلِأَنَّهُ أَصْلُ كُلِّ نُورٍ حَبِيبِي وَمَعْنَوِي“ یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام اس آیت میں نور رکھا گیا اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بصیرتوں کو روشن کرتے ہیں اور انہیں رشد و ہدایت فرماتے ہیں اور اس لیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر نور حسی (وہ نور جسے دیکھا جاسکے) اور معنوی (جیسے علم و ہدایت) کی اصل ہیں۔

(تفسیر صاوی، المائدة، تحت الآية: ۱۵، ۱۸/۲)

امام فخر الدین رازی دَعَمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ فرماتے ہیں ”النُّورُ وَالْكِتَابُ هُوَ الْقُرْآنُ، وَهَذَا ضَعِيفٌ لِأَنَّ الْعَطْفَ يُوجِبُ الْمَغَايِرَةَ بَيْنَ الْمَعْطُوفِ وَالْمَعْطُوفِ عَلَيْهِ“ یعنی یہ قول کہ نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن ہے یہ ضعیف ہے کیونکہ حرف عطف معطوف و معطوف علیہ میں مغایرت (یعنی ایک دوسرے کا غیر ہونے) کو مستلزم ہے۔

(تفسیر کبیر، المائدة، تحت الآية: ۱۵، ۱۹/۲)

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی دَعَمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ فرماتے ہیں ”وَهُوَ نُورُ الْأَنْوَارِ وَالنَّبِيُّ الْمُخْتَارُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ“ یعنی اس نور سے مراد تمام نوروں کے نور، نبی مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔

(روح المعانی، المائدة، تحت الآية: ۱۵، ۲۰/۲)

علامہ ملا علی قاری دَعَمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ فرماتے ہیں ”وَإِنِّي مَالِعٌ مِنْ أَنْ يُجْعَلَ النَّعْتَانِ لِلرُّسُولِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ نُورٌ عَظِيمٌ لِكَمَالِ ظُهُورِهِ بَيْنَ الْأَنْوَارِ وَكِتَابٌ مُبِينٌ حَيْثُ أَنَّهُ جَامِعٌ لِجَمِيعِ الْأَسْرَارِ

وَمُظْهِرٌ لِّلْأَحْكَامِ وَالْأَحْوَالِ وَالْأَخْبَارِ“ یعنی اور کون سی رکاوٹ ہے اس بات سے کہ دونوں لغتیں یعنی نور اور کتاب میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہوں بے شک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نور عظیم ہیں انوار میں ان کے کمال ظہور کی وجہ سے اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کتاب میں ہیں اس حیثیت سے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جمیع اسرار کے جامع ہیں اور احکام و احوال و اخبار کے مظہر ہیں۔

(شرح شعاع القسم الاول، الباب الاول فی شاء اللہ تعالیٰ علیہ... الخ، الفصل الاول، ۵۱/۱)

بلکہ خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا نور ہونا بیان فرمایا، چنانچہ امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ کے استاذ امام عبدالرزاق ذخمة اللہ تعالیٰ عنہم حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں ”قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَوَّلِ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللَّهُ تَعَالَى؟ فَقَالَ هُوَ نُورٌ نَبَّيْتُكَ يَا جَابِرُ خَلَقَهُ اللَّهُ“ یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس شے کو پیدا فرمایا؟ ارشاد فرمایا ”اے جابر! وہ تیرے نبی کا نور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔“

(الجزء المفقود من المصنف عبد الرزاق، کتاب الايمان، باب فی تحقیق نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۶۳، الحديث: ۱۸)

يَهْدِي بِإِذْنِ اللَّهِ مَنِ اتَّبَعَ بِضِرَافِئِهِ سَبِيلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِي لَهُم إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ①

ترجمہ کنزالایمان: اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے راستے اور انہیں اندھیریوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اللہ اس کے ذریعے اسے سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے جو اللہ کی مرضی کا تابع ہو جائے اور انہیں اپنے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

﴿يَهْدِي بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے۔ ﴿بِضِرَافِئِهِ﴾ یہاں قرآن کی شان کا بیان ہے کہ اللہ عز و جل قرآن کے ذریعے اسے ہدایت عطا فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہو جاتا ہے اور جو اپنے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی

میں لگا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کفر و شرک اور معاصی کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان اور اعمالِ صالحہ کے نور میں داخل فرما دیتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ”ہ“ کی ضمیر سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی مراد ہیں۔ اس اعتبار سے معنی بنے گا کہ اللہ تعالیٰ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ہدایت عطا فرماتا ہے۔ معنوی اعتبار سے یہ بات قطعاً درست ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ
وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۚ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا
بَيْنَهُمَا ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ٥٠

ترجمہ کنزالایمان: بیشک کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے تم فرما دو پھر اللہ کا کوئی کیا کر سکتا ہے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کر دے مسیح بن مریم اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی جو چاہے پیدا کرتا ہے، اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح بن مریم ہے۔ تم فرما دو: اگر اللہ مسیح بن مریم کو اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے جو اللہ سے بچانے کی طاقت رکھتا ہے؟ اور آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا: بِشَيْءٍ كَذِبًا﴾ کہہ گئے جنہوں نے کہا۔ ﴿حَضَرَتْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا﴾ نے فرمایا کہ نجران کے عیسائیوں نے یہ بات کہی ہے اور نصرانیوں کے فرقہ یعقوبیہ و ملکانیہ کا یہی مذہب ہے کہ وہ حضرت

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ بتاتے ہیں کیونکہ وہ مخلوق کے قائل ہیں اور ان کا اعتقاد باطل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حلول کیا ہوا ہے جیسے پھول میں خوشبو اور آگ میں گرمی نے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حکم کفر دیا اور اس کے بعد ان کے مذہب کا فساد بیان فرمایا۔



اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی الوہیت کی کئی طرح تردید ہے۔

- (۱)..... حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو موت آسکتی ہے، اور جسے موت آسکتی ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔
- (۲)..... آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ماں کے شکم سے پیدا ہوئے، اور جس میں یہ صفات ہوں وہ اللہ نہیں ہو سکتا۔
- (۳)..... اللہ تعالیٰ تمام آسمانی اور زمینی چیزوں کا مالک ہے اور ہر چیز رب غزوہ جہنم کا بندہ ہے، اگر کسی میں اللہ تعالیٰ نے حلول کیا ہوتا تو وہ اللہ کا بندہ نہ ہوتا حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔
- (۴)..... اللہ تعالیٰ از خود خالق ہے، اگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں الوہیت ہوتی تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی از خود خالق ہوتے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ۖ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْلُ خَلْقٍ يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۖ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿۱۸﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور یہودی اور نصرانی بولے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں تم فرما دو پھر تمہیں کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب فرماتا ہے بلکہ تم آدمی ہو اس کی مخلوقات سے جسے چاہے بخشتا ہے اور جسے چاہے سزا دیتا ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور اس کے درمیان کی اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

ترجیہ کذا العرفان: اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اے حبیب! تم فرما دو: (اگر ایسا ہے تو) پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں پر عذاب کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم (بھی) اس کی مخلوق میں سے (عام) آدمی ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ: يَهُودِيٌّ أَوْ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ كَذَّبَ بِتِلْكَ الْآيَاتِ الَّتِي أَنزَلْنَا فِي الْقُرْآنِ الْمَدِينَةِ﴾ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اہل کتاب آئے اور انہوں نے دین کے معاملہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو شروع کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے اس کے عذاب کا خوف دلا یا تو وہ کہنے لگے کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ ہمیں کیا ڈراتے ہیں ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری، المائدہ، تحت الآية: ۱۸، ۱۷۸/۱)

یہودیوں کے قول کا مطلب یہ تھا کہ ہم خدا غر زجن کو ایسے پیارے ہیں جیسے بیٹا باپ کو کیونکہ بیٹا کتنا ہی برا ہو مگر باپ کو پیارا ہوتا ہے، ایسے ہی ہم ہیں۔ یہاں بیٹے سے مراد اولاد نہیں کیونکہ وہ لوگ اپنے کو اس معنی میں خدا کا بیٹا نہ کہتے تھے۔



اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو اعمال سے مستثنیٰ جاننا عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ آج کل بعض اہل بیت سے محبت کے دعوے دار حضرات اور بعض جاہل فقیروں کا یہی عقیدہ ہے۔ ایسا عقیدہ کفر ہے کیونکہ قرآن کریم نے ہر جگہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا ذکر فرمایا۔

﴿قُلْ لِمَ يُعَذِّبُكُم بِذُنُوبِكُمْ﴾ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں پر عذاب کیوں دیتا ہے؟ ﴿يَهُودِيٌّ أَوْ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ﴾ یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ ہم چالیس دن دوزخ میں رہیں گے یعنی پچھڑے کی پوجا کی مدت کے برابر اس آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم بیٹوں کی طرح اللہ غر زجن کو پیارے ہو تو تمہیں یہ سزا بھی کیوں ملے گی یعنی اس بات کا تمہیں بھی اقرار ہے کہ گنتی کے دن تم جہنم میں رہو گے تو سوچو کوئی باپ اپنے بیٹے کو یا کوئی شخص اپنے پیارے کو آگ میں جلاتا ہے! جب ایسا نہیں تو تمہارے دعوے کا جھوٹا اور باطل ہونا تمہارے اقرار سے ثابت ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِّنَ الرَّسُلِ
 أَن تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَ
 نَذِيرٌ ۗ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اے کتاب والو! بیشک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ تم کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں اور اللہ کو سب قدرت ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے کتاب والو! بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے، وہ رسولوں کی تشریف آوری بند ہو جانے کے عرصہ بعد تم پر ہمارے احکام ظاہر فرما رہے ہیں تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس تو کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا آیا ہی نہیں تو بیشک تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تشریف لا چکا اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ﴾ اے اہل کتاب! ﴿اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو اپنے عظیم ترین احسان کی طرف توجہ دلا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک پانچ سو اہتر (569) برس کی مدت کسی بھی نبی کی تشریف آوری سے خالی رہی، اس کے بعد سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری تو ایسی نعمت ہے جیسے شدید پیاس میں خوشگوار، جاں بخش ٹھنڈا پانی یا شدید گرمی، تپش اور غصہ میں خوشگوار بارش، تو ایسی انتہائی حاجت کے وقت تم پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت بھیجی گئی تو تمہیں اس کی قدر کرنی چاہیے کیونکہ اب تو تمہارے پاس یہ کہنے کا موقع بھی نہیں رہا کہ ہمارے پاس کوئی پیغمبر کرنے والے تشریف نہیں لائے تھے۔



حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درمیانی زمانے کا نام ”زمانہ فترت“ ہے، اس زمانہ کے لوگوں کو صرف عقیدہ توحید کافی تھا جیسے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین۔

وَاذْ قَالِ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ لِقَوْمِهِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلْ فِيْكُمْ
اَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا ۚ وَاشْكُرْ مَا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِيْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جب موسیٰ نے کہا اپنی قوم سے اے میری قوم! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو کہ تم میں سے پیغمبر
کیے اور تمہیں بادشاہ کیا اور تمہیں وہ دیا جو آج سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب
اس نے تم میں سے انبیاء پیدا فرمائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ عطا فرمایا جو سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔

﴿وَ اِذْ قَالِ مُوسٰی لِقَوْمِهِ﴾ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا۔ ﴿حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو
اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی اور اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں کا ذکر فرمایا اور بطور خاص تین نعمتیں یہاں بیان فرمائیں:
(۱)۔۔۔ بنی اسرائیل میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔

(۲)۔۔۔ بنی اسرائیل کو حکومت و سلطنت سے نوازا گیا۔ بنی اسرائیل آزاد ہوئے اور فرعونوں کے ہاتھوں میں قید ہونے
کے بعد ان کی غلامی سے نجات پائی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ملوک یعنی بادشاہ سے مراد ہے خادموں اور سوار یوں کا مالک ہونا۔
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل
میں جو کوئی خادم اور عورت اور سواری رکھتا وہ ملک کہلایا جاتا ہے۔ (در مشورۃ المائدۃ، تحت الآیۃ، ۳۰، ۴۶)

(۳)۔۔۔ بنی اسرائیل کو وہ نعمتیں ملیں جو کسی دوسری قوم کو نہ ملیں جیسے من و سلویٰ اترنا، دریا کا پھٹ جانا، پانی سے چشموں
کا جاری ہو جانا وغیرہ۔



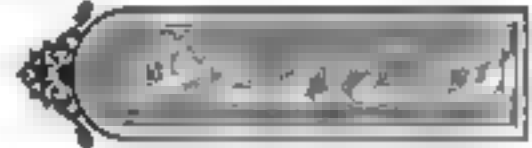
اس آیت میں بیان کی گئی پہلی نعمت سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کی تشریف آوری نعمت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو اس کے ذکر کرنے کا حکم دیا کہ وہ بركات و ثمرات کا سبب ہے۔ اس سے تاجدارِ رسالت صلی

پر سختی کر اور اگر وہ ان پر نرمی کرے تو تو بھی اس پر نرمی کر۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فصیلة الامام العادل وعقوبة الحائر... الخ، ص ۱۰۱۶، الحديث. ۱۹ (۱۸۲۸))

(4)..... حضرت ابو مریم از دی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جسے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے کسی کام کا والی بنائے اور وہ ان کی حاجت مندی، بے کسی اور غریبی میں ان سے کنارہ کشی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت مندی، بے کسی اور غریبی میں اسے چھوڑ دے گا۔“

(ابو داؤد، کتاب العراج والمعیہ والامارۃ، باب فیما یلزم الامام من امر الرعیۃ... الخ، ۱۸۸/۳، الحديث. ۲۹۴۸)



حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ فرماتی ہیں ”جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ مرحومہ خلافت پر فائز ہوئے تو گھر آ کر مصلے پر بیٹھ کر رونے لگے اور اتار دئے کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کی اے امیر المؤمنین! رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”میری گردن پر تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے اور جب میں نے بھوکے فقیروں، مریضوں، مظلوم قیدیوں، مسافروں، بوڑھوں، بچوں اور عیالداروں، الغرض پوری سلطنت کے مصیبت زدوں کی خبر گیری کے بارے میں غور کیا اور مجھے معلوم ہے کہ میرا رب غزوہ جمل قیامت کے دن ان کے بارے مجھ سے باز نہ کرے گا تو مجھے اس بات سے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سے ان کے بارے میں جواب نہ بن پڑے! (بس اس بھاری ذمہ داری اور اس کے بارے میں باز نہ کر کے کی فکر کی وجہ سے) میں رو رہا ہوں۔ (تاریخ الخلفاء، عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ عنہ، ص ۱۸۹)

لِقَوْمٍ اَدْخَلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلٰی

اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۳۱﴾

توجہ کنزالایمان۔ اے قوم اس پاک زمین میں داخل ہو جو اللہ نے تمہارے لیے لکھی ہے اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان پر پلٹو گے۔

توجہ کنزالعرفان۔ (موسیٰ نے فرمایا) اے میری قوم! اس پاک سر زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور اپنے پیٹھے پیچھے نہ پھرو کہ تم نقصان اٹھاتے ہوئے پلٹو گے۔

﴿يَقُولُ زَايَةُ قَوْمِي﴾ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلانے کے بعد ان کو اپنے دشمنوں پر جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اے قوم! مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ۔ اس زمین کو مقدس اس لئے کہا گیا کہ وہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مسکن (رہائش گاہ) تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سکونت سے زمینوں کو بھی شرف حاصل ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے باعث برکت ہوتی ہے۔ کبھی سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لبنان پر چڑھے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا گیا: دیکھئے جہاں تک آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر پہنچے وہ جگہ مقدس ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کی میراث ہے، یہ سرزمین طور اور اس کے گرد و پیش کی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ تمام ملک شام اس میں داخل ہے۔ (بغوی، المائدہ، تحت الآیۃ: ۱۹/۲، ۲۱)

قَالُوا يٰمُوسٰى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبّٰرِيْنَ ۚ وَاِنَّكَ لَدْخُلُهَا حَتّٰى
يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَخْرُجُوْا مِنْهَا قٰتِلًا دَخِلُوْا ۝۳۱

ترجمہ کنزالایمان: بولے اے موسیٰ! اس میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہاں وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم وہاں جائیں گے۔

ترجمہ کنزالعرفان: (قوم نے) کہا اے موسیٰ! اس (سرزمین) میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں، تو اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم (شہر میں) داخل ہوں گے۔

﴿اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبّٰرِيْنَ﴾: بیشک اس میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں۔ ﴿حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو شہر میں داخلے کا حکم دیا تو قوم نے بزدلی کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیات میں اسی کا بیان ہے۔

قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ
فَاِذَا دَخَلْتُمُْوْا فَاِنَّكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنَّ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۳۲

ترجمہ کنزالایمان: دوسرے اللہ سے ڈرنے والوں میں تھے اللہ نے انہیں نواز ابولے کہ زبردستی دروازے میں ان پر داخل ہوا اگر تم دروازے میں داخل ہو گئے تو تمہارا ہی غلبہ ہے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔

ترجمہ کنزالایمان: اللہ سے ڈرنے والوں میں سے وہ دوسرے جن پر اللہ نے احسان کیا تھا انہوں نے کہا: (شہر کے) دروازے سے ان پر داخل ہو جاؤ تو جب تم دروازے میں داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب ہو گے اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔

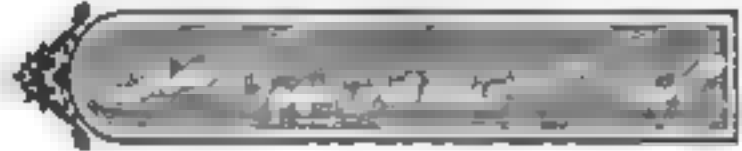
﴿قَالَ رَبُّنَا: دُودِیُّوْنَ﴾ نے کہا۔ بنی اسرائیل نے بزدلی دکھادی تھی مگر دو حضرات کالب بن یوقنا اور یوشع بن نون رحمہما اللہ تعالیٰ عنہما نے جرأت مندی کا مظاہرہ کیا۔ یہ دونوں حضرات اُن سرداروں میں سے تھے جنہیں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبارین قوم کا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا تھا اور انہوں نے حالات معلوم کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق جبارین کا حال صرف حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا تھا اور دوسروں کو نہ بتایا تھا۔ ان دونوں حضرات نے قوم کو جوش دلانے کیلئے فرمایا کہ اے لوگو! شہر کے دروازے سے ان جبارین پر داخل ہو جاؤ، اگر تم ہمت کر کے دروازے میں داخل ہو جاؤ تو تم ہی غالب ہو گے اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مدد کا وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ ضرور پورا ہوتا ہے۔ تم جبارین کے بڑے بڑے جسموں سے خوف نہ کھاؤ، ہم نے انہیں دیکھا ہے اُن کے جسم بڑے ہیں اور دل کمزور ہیں ان دونوں نے جب یہ کہا تو بنی اسرائیل بہت برہم ہوئے اور بجائے جوش میں آنے کے اُلٹا انہی کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے چاہا کہ ان پر پتھر برسادیں۔

قَالُوا يٰمُوسٰى اِنَّا لَنَرٰكَ اَبَدًا مَّا دُمُوْا فِيْهَا فَادْهَبْ اَنْتَ
وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هُمْ اَقْعَدُوْنَ ۝۲۳

ترجمہ کنزالایمان: بولے اے موسیٰ! ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ جاییں اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

توجیہ کنزالعرفان۔ (پھر قوم نے) کہا اے موسیٰ! بیشک ہم تو وہاں ہرگز کبھی نہیں جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ اور آپ کا رب دونوں جاؤ اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔

﴿إِنَّكَ تَكُونُ مَعَهُمْ أَبَدًا﴾ بیشک ہم تو وہاں ہرگز کبھی نہیں جائیں گے۔ ﴿بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جہاد میں جانے سے صاف انکار کر دیا۔



اس سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ والوں سے کہیں افضل ہیں کیونکہ ان حضرات نے کسی سخت موقع پر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا اور ایسا زدکھا جواب نہ دیا بلکہ اپنا سب کچھ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کر دیا جیسے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں کے سردار ہیں ایسے ہی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم تمام نبیوں کے صحابہ کے سردار ہیں۔ صحابہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم کی جا شاری کے بارے میں جاننے کے لئے یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ جب بدر کے موقع پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ فرمایا تو حضرت سعد بن عبادہ رحمہم اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم ارشاد فرمائیں تو ہم اس میں کود جائیں گے۔ (مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوة البئر، ص ۹۸۱، الحديث: ۸۳ (۱۷۷۹))

انصار کے ایک معزز سردار حضرت مقداد بن اسود رحمہم اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ہم حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کا خدا عز و جل جا کر لڑیں بلکہ ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے لڑیں گے۔ یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور خوشی سے چمک اٹھا۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ اذ تستمعون حکم۔ الخ، ۵/۳، الحديث: ۳۹۵۲)

قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافَرَّقْ بَيْنَنَا

وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٥﴾

توجہ کنز الایمان: موسیٰ نے عرض کی کہ اے رب میرے مجھے اختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا تو تو ہم کو ان بے حکموں سے جدا رکھ۔

توجہ کنز العرفان: موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے صرف اپنی جان اور اپنے بھائی کا اختیار ہے تو تو ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے۔

﴿قَالَ رَبِّ: موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب!﴾ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کے جواب سے غمزدہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ ”مولا! مجھے صرف اپنی جان اور اپنے بھائی ہارون کا اختیار ہے، تو تو ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے اور ہمیں ان کی صحبت اور قرب سے بچا اور یہ کہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دے۔



اس آیت سے 3 مسئلے معلوم ہوئے:

- (1)..... بروں سے علیحدگی اچھی چیز ہے جس کی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا مانگی۔
- (2)..... بروں کی برائی سے نیک بھی بعض اوقات مشقت میں پڑ جاتے ہیں جیسا کہ ان نافرمانوں کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی مقام تہ میں قیام فرمانا پڑا اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے سہولت میسر فرمادی تھی۔
- (3).....! چھوٹی کی صحبت سے بڑے بھی فیض حاصل کر لیتے ہیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے بنی اسرائیل کو مقام تہ میں من وسلوئی ملا، پتھر سے پانی کے بارہ چشمے ملے اور وہ لباس عطا ہوا جو اتنے عرصہ تک نہ گلا نہ میلا ہوا۔

قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ ط

فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٦﴾

توجہ کنزالایمان: فرمایا تو وہ زمین ان پر حرام ہے چالیس برس تک بھٹکتے پھریں زمین میں تو تم ان بے حکموں کا افسوس نہ کھاؤ۔

توجہ کنزالعرفان: (اللہ نے) فرمایا پس چالیس سال تک وہ زمین ان پر حرام ہے یہ زمین میں بھٹکتے پھریں گے تو (اے موسیٰ!) تم (اس) نافرمان قوم پر افسردہ نہ ہو۔

﴿قَالَتْهَا مَعْرَمَةٌ عَلَيْهِمْ أَمْرًا بَعِيْنًا سَنَةً﴾: پس چالیس سال تک وہ زمین ان پر حرام ہے۔ بنی اسرائیل کی بزدلی اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم پر عمل نہ کرنے کی سزا بنی اسرائیل کو یہ ملی کہ ان پر مقدس سر زمین چالیس سال تک کیلئے حرام کر دی گئی، یعنی بنی اسرائیل اب مقدس سر زمین میں نہ داخل ہو سکیں گے۔ وہ زمین جس میں یہ لوگ بھٹکتے پھرے تقریباً ستائیس میل تھی اور قوم کئی لاکھ افراد پر مشتمل تھی۔ وہ سب اپنے سامان لئے تمام دن چلتے تھے، جب شام ہوتی تو اپنے گود ہیں پاتے جہاں سے چلے تھے۔ یہ ان پر سزا تھی سوائے حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت یوشع اور حضرت کالب علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے آسانی فرمائی اور ان کی مدد فرمائی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آگ کو سرد اور سلامتی والا بنایا اور اتنی بڑی جماعتِ عظیمہ کا اتنے چھوٹے حصہ زمین میں چالیس برس آوارہ و حیران پھرنا اور کسی کا وہاں سے نکل نہ سکتا خلافِ عادات میں سے ہے۔ جب بنی اسرائیل نے اس جنگل میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کھانے پینے وغیرہ ضروریات اور تکالیف کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا سے ان کو آسانی غذا "مَنْ وَ سَلَوٰی" عطا فرمایا اور لباس خود ان کے بدن پر پیدا کیا جو جسم کے ساتھ بڑھتا تھا اور ایک سفید پتھر کوہ طور کا عنایت کیا کہ جب زحمت سفر اُتارتے اور کسی وقت ٹھہرتے تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پتھر پر عصا مارتے، اس سے بنی اسرائیل کے بارہ گروہوں کے لئے بارہ چشمے جاری ہو جاتے اور سایہ کرنے کیلئے ایک بادل بھیجا اور میدانِ تہ میں جتنے لوگ داخل ہوئے تھے ان میں سے جو بیس سال سے زیادہ عمر کے تھے سب وہیں مر گئے سوائے یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا کے اور جن لوگوں نے ارضِ مقدسہ میں داخل ہونے سے انکار کیا ان میں سے کوئی بھی داخل نہ ہو سکا اور کہا گیا ہے کہ تہ میں ہی حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے چالیس برس بعد حضرت یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت عطا کی گئی اور جبارین پر جہاد کا حکم دیا گیا، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام باقی ماندہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر گئے اور جبارین پر جہاد کیا۔

(بخاری، المائدة، تحت الآية: ۲۶، ۴۸۲/۱، بخاری، المائدة، تحت الآية: ۲۶، ۲۶/۲، ملقط)

وَإِثْلَ عَلَيْهِمْ نَبَا ابْنِ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقْبِلُ مِنْ
 أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ ۚ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ ۖ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ
 اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٧﴾ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَىَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسٍ بِكَ
 إِلَيْكَ لَأَقْتُلَنَّكَ ۚ إِلَىَّ أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٨﴾ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ
 بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النََّارِ ۖ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿٣٩﴾

توجہ کفر الایمان: اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی بھی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی بولا قسم ہے میں تجھے قتل کر دوں گا کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے، جسے ڈر ہے۔ بیشک اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک سارے جہان کا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پہلے پڑے تو تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی بھی سزا ہے۔

توجہ کفر الایمان: اور (اے حبیب!) انہیں آدم کے دو بیٹوں کی بھی خبر پڑھ کر سناؤ جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی طرف سے قبول کر لی گئی اور دوسرے کی طرف سے قبول نہ کی گئی، تو (دوسرا) بولا، میں ضرور تجھے قتل کر دوں گا۔ (پہلے نے) کہا، اللہ صرف ڈرنے والوں سے قبول فرماتا ہے۔ بیشک اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے اوپر ہی پڑ جائیں تو تو دوزخی ہو جائے اور ظلم کرنے والوں کی بھی سزا ہے۔

﴿وَأَنزَلَ عَلَيْهِمُ نَبَأَ الْبَنَىٰ أَدَمَ بِالْحَقِّ﴾ اور انہیں آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر پڑھ کر سناؤ۔ ﴿حَضَرَتْ آدَمُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ﴾ کے ان دو بیٹوں کا نام ہابیل اور قابیل تھا۔ اس واقعہ کو سنانے سے مقصد یہ ہے کہ حسد کی برائی معلوم ہو اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حسد کرنے والوں کو اس سے سبق حاصل کرنے کا موقع ملے۔



تاریخ کے علماء کا بیان ہے کہ حضرت نوح از جنس اللہ تعالیٰ غنا کے ہر حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے اور ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا جاتا تھا اور چونکہ انسان صرف حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں منحصر تھے تو آپس میں نکاح کرنے کے علاوہ اور کوئی صورت ہی نہ تھی۔ اسی دستور کے مطابق حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ”قابیل“ کا نکاح ”لیوذا“ سے جو ”ہابیل“ کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور ہابیل کا اقلیما سے جو قابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی کرنا چاہا۔ قابیل اس پر راضی نہ ہوا اور چونکہ اقلیما زیادہ خوبصورت تھی اس لئے اس کا طلبگار ہوا۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”کیونکہ وہ تیرے ساتھ پیدا ہوئی ہے لہذا وہ تیری بہن ہے، اس کے ساتھ تیرا نکاح حلال نہیں۔ قابیل کہنے لگا ”یہ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رائے ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر تم یہ سمجھتے ہو تو تم دونوں قربانیاں لاؤ، جس کی قربانی مقبول ہو جائے وہی اقلیما کا حقدار ہے۔ اس زمانہ میں جو قربانی مقبول ہوتی تھی آسمان سے ایک آگ اتر کر اس کو کھالیا کرتی تھی۔ قابیل نے ایک انبار گندم اور ہابیل نے ایک بکری قربانی کے لیے پیش کی۔ آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی کو لے لیا اور قابیل کی گندم کو چھوڑ دیا۔ اس پر قابیل کے دل میں بہت بغض و حسد پیدا ہوا اور جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام حج کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو قابیل نے ہابیل سے کہا کہ ”میں تجھے قتل کر دوں گا۔ ہابیل نے کہا: کیوں؟ قابیل نے کہا: اس لئے کہ تیری قربانی مقبول ہوئی اور میری قبول نہ ہوئی اور تو اقلیما کا مستحق ٹھہرا، اس میں میری ذلت ہے۔ ہابیل نے جواب دیا کہ ”اللہ تعالیٰ صرف ڈرنے والوں کی قربانی قبول فرماتا ہے۔ ہابیل کے اس مقولہ کا یہ مطلب ہے کہ ”قربانی کو قبول کرنا اللہ عزوجل کا کام ہے وہ متقی لوگوں کی قربانی قبول فرماتا ہے، تو متقی ہوتا تو تیری قربانی قبول ہوتی، یہ خود تیرے افعال کا نتیجہ ہے اس میں میرا کیا قصور ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں

بڑھاؤں گا، کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری طرف سے ابتدا ہو حالانکہ میں تجھ سے قوی و توانا ہوں یہ صرف اس لئے کہ میں اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا یعنی میرے قتل کرنے کا گناہ اور تیرا گناہ یعنی جو اس سے پہلے تو نے کیا کہ والد کی نافرمانی کی، حسد کیا اور خدائی فیصلہ کو نہ مانا یہ دونوں قسم کے گناہ تیرے اوپر ہی پڑ جائیں تو تو دوزخی ہو جائے۔

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِیُرِیْہٗ کَیْفَ یُوَاہِیْ سُوْعَةَ اَخِيْہٗ ۚ قَالَ یٰوَيْلَیَّ اَعَجَزْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِّثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَاہِیْ سُوْعَةَ اَخِیْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ الْثٰوِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ کنزالایمان: تو اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا تو اسے قتل کر دیا تو رہ گیا نقصان میں۔ تو اللہ نے ایک کوا بھیجا زمین کریدتا کہ اسے دکھائے کیونکہ اپنے بھائی کی لاش چھپائے بولا ہائے خرابی میں اس کو جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا تو پچھتا رہ گیا۔

ترجمہ کنزالعرفان: تو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر راضی کر لیا تو اس نے اسے قتل کر دیا پھر وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کرید رہا تھا تا کہ وہ اسے دکھا دے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔ (کوئے کا واقعہ دیکھ کر قاتل نے) کہا: ہائے افسوس، میں اس کو جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپ لیتا تو وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا۔

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ: تو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر راضی کر لیا۔ ۳۰ قاتل تمام گفتگو کے بعد بھی ہاتل کو قتل کرنے کے ارادے پر ڈٹا رہا اور اس کے نفس نے اسے اس ارادے پر راضی کر لیا، چنانچہ قاتل نے ہاتل کو کسی طریقے سے قتل کر دیا لیکن پھر حیران ہوا کہ اس لاش کو کیا کرے! کیونکہ اس وقت تک کوئی انسان مرانی نہ تھا۔ مدت

تک لاش کو پشت پر لا دے پھر تارہا۔ پھر جب اسے لاش چھپانے کا کوئی طریقہ سمجھ نہ آیا تو اللہ عز و جل نے ایک کو ابھی جو زمین کو کرید رہا تھا، چنانچہ یوں ہوا کہ دو کوے آپس میں لڑے، ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا، پھر زندہ کوے نے اپنی منھار یعنی چونچ اور پنجوں سے زمین کرید کر گڑھا کھودا، اس میں مرے ہوئے کوے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا۔ یہ دیکھ کر قاتل کو معلوم ہوا کہ مردے کی لاش کو دفن کرنا چاہئے چنانچہ اس نے زمین کھود کر دفن کر دیا۔

(جلالین، المائدة، تحت الآية: ۳۰، ص ۹۸، مدرک، المائدة، تحت الآية: ۳۰، ص ۲۸۲، مستطفاً)



یہ واقعہ بہت سی عبرتوں اور نصیحتوں پر مشتمل ہے، ان میں سے ایک یہ کہ انسان نے جو سب سے پہلے جرائم کئے ان میں ایک قتل تھا، اور دوسری یہ ہے کہ حسد بڑی بری چیز ہے، حسد ہی نے شیطان کو برباد کیا اور حسد ہی نے دنیا میں قاتل کو تباہ کیا۔



اس واقعے سے تین چیزوں کی مذمت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

(۱)..... حسد۔ حضرت زبیر زحبی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں پھیلی امتوں کی بیماری سراپتِ کرمی، حسد اور بغض۔ یہ موٹہ دینے والی ہے، میں نہیں کہتا کہ بال موٹتی ہے لیکن یہ دین کو موٹ دیتی ہے۔“ (ترمذی، کتاب صفة القيامة، ۵۶-باب، ۲۲۸/۴، الحديث: ۲۵۱۸)

(۲)..... قتل۔ حضرت عبداللہ بن عمر زحبی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ”ناحق حرام خون بہانا ہلاک کرنے والے اُن امور میں سے ہے جن سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں۔“

(بخاری، کتاب الدہات، باب قول اللہ تعالیٰ، ومن یقتل مؤمناً... الخ، ۳۵۶/۴، الحديث: ۶۸۶۳)

(۳)..... حسن پرستی۔ حضرت ابوامامہ زحبی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”عورت کے محاسن کی طرف نظر کرنا ابلیس کے زہر میں بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔“

(خواصر الاصول، الاصل الرابع والثلاثون، ۱۴۷/۱، الحديث: ۲۱۳)

مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ

نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا
فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ
كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ﴿٣١﴾

توجہ کنزالایمان: اس سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو چلا یا اس نے گویا سب لوگوں کو چلا لیا، اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے پھر بیشک ان میں بہت اس کے بعد زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔

توجہ کنزالعرفان: اس کے سبب ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کسی جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے بدلے کے بغیر کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک جان کو (قتل سے بچ کر) زندہ رکھا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے پھر بیشک ان میں سے بہت سے لوگ اس کے بعد (بھی) زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔

﴿مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَآءِيلَ﴾ اس کے سبب ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا۔ ﴿بَنِي إِسْرَآءِيلَ﴾ کو یہ فرمایا گیا اور یہی فرمان ہمارے لئے بھی ہے کیونکہ گزشتہ امتوں کے جو احکام بغیر تردید کے ہم تک پہنچے ہیں وہ ہمارے لئے بھی ہیں۔ بہر حال بنی اسرائیل پر لکھ دیا گیا کہ جس نے بلا اجازت شرعی کسی کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حق، بندوں کے حق اور حدود و شریعت سب کو پا مال کر دیا اور جس نے کسی کی زندگی بچالی جیسے کسی کو قتل ہونے یا ڈوبنے یا جلنے یا بھوک سے مرنے وغیرہ اسباب ہلاکت سے بچالیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو بچالیا۔



(۱)..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

”کسی مومن کو قتل کرنے میں اگر زمین و آسمان والے شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں دھکیل دے۔“

(ترمذی، کتاب الدیات، باب الحکم دی الدعاء، ۱۰۰/۳، الحدیث: ۱۴۰۳)

(2)۔۔۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کا ختم ہو جانا ایک مسلمان کے ظلماً قتل سے زیادہ اہل ہے۔“

(ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب التعلیظ فی قتل مسلم ظلماً، ۲۶۱/۳، الحدیث: ۲۶۱۹)



یہ آیت مبارکہ اسلام کی اصل تعلیمات کو واضح کرتی ہے کہ اسلام کس قدر امن و سلامتی کا مذہب ہے اور اسلام کی نظر میں انسانی جان کی کس قدر اہمیت ہے۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو اسلام کی اصل تعلیمات کو پس پشت ڈال کر دامن اسلام پر قتل و غارتگری کے حامی ہونے کا بد نما دہبا لگاتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو مسلمان کہلا کر بے قصور لوگوں کو بیم دھا کوں اور خود کش حملوں کے ذریعے موت کی نیند سلا کر یہ گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کی بہت بڑی خدمت سرانجام دے دی۔



قتل کی شدید ممانعت کے ساتھ چند صورتوں کو اس سے جدا رکھا ہے اور آیت مبارکہ میں بیان کردہ وہ صورتیں یہ ہیں:

(1)۔۔۔۔۔ قاتل کو قصاص میں قتل کرنا جائز ہے۔

(2)۔۔۔۔۔ زمین میں فساد پھیلانے والے کو قتل کرنا جائز ہے اس کی تفصیل اگلی آیت میں موجود ہے۔

اس کے علاوہ مزید چند صورتوں میں شریعت نے قتل کی اجازت دی ہے۔

(1) شادی شدہ مرد یا عورت کو زنا کرنے پر بطور حد رجم کرنا، (2) مرتد کو قتل کرنا، (3) باغی کو قتل کرنا۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ

فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ

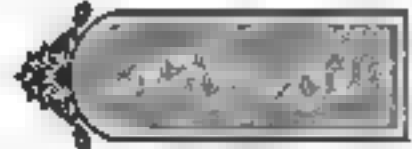
وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ جِزْيُ

فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۳۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں خوب قتل کیا جائے یا انہیں سولی دیدی جائے یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دیے جائیں یا (ملک کی سر) زمین سے (جلا وطن کر کے) دور کر دیے جائیں۔ یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

﴿الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں۔ ﴿اس سے پچھلی آیات میں قتل کی ایک نوعیت یعنی ناجائز قتلوں کا ذکر کیا گیا اب دوسری نوعیت یعنی جائز قتلوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ شان نزول: عزیذ قبیلی کے کچھ لوگ عہد منورہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، انہیں وہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: صدقہ کی اونٹنیوں کی چراگاہ میں جاؤ اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو، انہوں نے اسی طرح کیا تو تندرست ہو گئے۔ پھر وہ مرتد ہو گئے، چراگاہوں پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا اور اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعے کی خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پیچھے لوگوں کو بھیجا جو انہیں گرفتار کر کے لے آئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہاتھ پاؤں کو اویسے، ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں پھر انہیں پتے ہوئے میدان میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب قصة عکک وعریة، ۷۸/۳، الحدیث: ۴۱۹۲،



اس آیت کریمہ میں راہزن یعنی ڈاکو کی سزا کا بیان ہے۔ راہزن جس کے لئے شریعت کی جانب سے سزا مقرر ہے اس میں چند شرطیں ہیں:

- (1)..... ان میں اتنی طاقت ہو کہ راہ گیران کا مقابلہ نہ کر سکیں اب چاہے ہتھیار کے ساتھ ڈاکہ ڈالایا یا لٹھی لے کر یا پتھر وغیرہ سے۔
- (2)..... بیرون شہر راہزنی کی ہو یا شہر میں رات کے وقت ہتھیار سے ڈاکہ ڈالا۔
- (3)..... وارث الاسلام میں ہو۔
- (4)..... چوری کی سب شرائط پائی جائیں۔
- (5)..... توبہ کرنے اور مال واپس کرنے سے پہلے بادشاہ اسلام نے ان کو گرفتار کر لیا ہو۔

(عالمگیری، کتاب السرقة، الباب الرابع فی قطاع الطريق، ۱۸۶/۲)



جن میں یہ سب شرطیں پائی جائیں ان کے لئے قرآن پاک میں چار سزائیں بیان کی گئی ہیں

- (1)..... انہیں قتل کر دیا جائے۔
 - (2)..... سولی پر چڑھا دیا جائے۔
 - (3)..... دایاں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹ دیا جائے۔
 - (4)..... جلاوطن کر دیا جائے، ہمارے ہاں اس سے مراد قید کر لینا ہے۔
- اس سزا کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ڈاکوؤں نے کسی مسلمان یا ذمی کو قتل کیا اور مال نہ لیا تو انہیں قتل کیا جائے۔ اگر قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا تو بادشاہ اسلام کو اختیار ہے کہ ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کر ڈالے یا سولی دیدے یا ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کرے پھر اس کی لاش کو سولی پر چڑھا دے یا صرف قتل کر دے یا قتل کر کے سولی پر چڑھا دے یا فقط سولی دیدے۔ اگر قتل نہیں کیا صرف مال لوٹا تو ان کا دایاں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹ دیا جائے۔ اگر نہ مال لوٹا نہ قتل کیا صرف ڈرا یا دھمکایا تو اس صورت میں انہیں قید کر لیا جائے یہاں تک کہ صحیح توبہ کر لے۔ (عالمگیری، کتاب السرقة، الباب الرابع فی قطاع

الطریق، ۱۸۶/۲، در مختار، کتاب السرقة، باب قطع الطريق، ۱۸۱/۶-۱۸۳، ملخصاً)



اسلام نے ہر جرم کی سزا اس کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف رکھی ہے، چھوٹے جرم کی سزا ہلکی اور بڑے کی اس کی حیثیت کے مطابق سخت سزا نافذ کی ہے تاکہ زمین میں امن قائم ہو اور لوگ بے خوف ہو کر سکون اور چین کی زندگی بسر کر سکیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بے شمار حکمتیں ہیں۔ ایک اس ڈاکہ زنی کی سزا ہی کو لے لیجئے کہ جب تک اس پر عمل رہا تو تجارتی قافلے اپنے قیمتی ساز و سامان کے ساتھ بے خوف و خطر سفر کرتے تھے جس کی وجہ سے تجارت کو بے حد فروغ ملا اور لوگ معاشی اعتبار سے بہت مضبوط ہو گئے اور جب سے اس سزا پر عمل نہیں ہو رہا تب سے تجارتی سرگرمیاں سب کے سامنے ہیں، جس ملک میں تجارتی ساز و سامان کی نقل و حمل کی حفاظت کا خاطر خواہ انتظام نہیں وہاں کی درآمدات اور درآمدات انتہائی کم ہیں جس کی وجہ سے ان کی معیشت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ اب تو حالات اتنے نازک ہو چکے ہیں کہ بینک سے کوئی پیسے لے کر نکلا تو راستے میں لٹ جاتا ہے، کوئی پیدل جا رہا ہے تو اس کی نقدی اور موبائل چھین جاتا ہے، کوئی بس کا مسافر ہے تو وہاں بھی محفوظ نہیں، کوئی اپنی سواری پر ہے تو وہ خود کو زیادہ خطرے میں محسوس کرتا ہے، سرکاری اور غیر سرکاری اہلکار ڈاکوؤں کی دست برد سے محفوظ نہیں۔ اگر ڈاکہ زنی کی بیان کردہ سزا پر صحیح طریقے سے عمل ہو تو ان سب کا دماغ چند دنوں میں ٹھکانے پر آ جائے گا اور ہر انسان پر امن ماحول میں زندگی بسر کرنا شروع کر دے گا۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ
عَفُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۳۴﴾

ترجمہ کنزالایمان۔ مگر وہ جنہوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان۔ مگر وہ جنہوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا﴾: مگر وہ جنہوں نے توبہ کر لی۔ ﴿مگر فوری سے پہلے اگر ڈاکو توبہ اور اس کے تقاضے پورے کر لے تو ڈاکہ زنی کی سزا اور آخرت کی رسوائی سے بچ جائے گا لیکن لوٹے ہوئے مال کی واپسی اور قصاص کا تعلق چونکہ بندوں کے حقوق سے ہے اس لئے ان کا تقاضا باقی رہے گا۔ اب اس کے اولیاء چاہیں تو معاف کر دیں، چاہیں تو اس کا تقاضا کر لیں۔

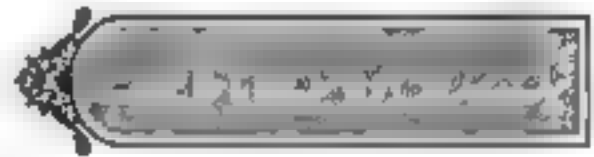
(تفسیرات احمدیہ، الحائکہ، تحت الآیۃ: ۳۴، ص ۳۵۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٢٥﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾: اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ آیت میں وسیلہ کا معنی یہ ہے کہ ”جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادات چاہے فرض ہوں یا نفل، ان کی ادائیگی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو۔ اور اگر تقویٰ سے مراد فرائض و واجبات کی ادائیگی اور حرام چیزوں کو چھوڑ دینا مراد لیا جائے اور وسیلہ تلاش کرنے سے مطلقاً ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کا سبب بنے مراد لی جائے تو بھی درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے محبت، صدقات کی ادائیگی، اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی زیارت، دعا کی کثرت، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا اور بکثرت ذکر اللہ عزوجل میں مشغول رہنا وغیرہ بھی اسی عموم میں شامل ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے قریب کرے اسے لازم پکڑ لو اور جو بارگاہ الہی سے دور کرے اسے چھوڑ دو۔ (صاوی، المائدہ، تحت الآیة: ۳۵، ۲/۴۹۷)



یاد رکھئے! رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے نیک بندوں کو وسیلہ بنانا، ان کے وسیلے سے دعائیں کرنا، ان کے توسل سے بارگاہ رب قدیر عزوجل میں اپنی جائز حاجات کی تکمیل کے لئے التجائیں کرنا نہ صرف جائز بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ رہا ہے۔ چنانچہ اس سے متعلق یہاں 3 روایات ملاحظہ ہوں:

(1) صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہو جاتے تو حضرت عمر

بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور عرض کرتے ”اللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَامْسُقْنَا“ اے اللہ! عز و جل، ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برساتتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بتاتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا۔ تو لوگ سیراب کیے جاتے تھے۔ (معاری، کتاب الاستسقاء، باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا، ۳۴۶/۱، الحدیث: ۱۰۱۰)

(2).... حضرت اوس بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مہینہ بمنورہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کی شکایت کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی طرف غور کرو، اس کے اوپر (چھت میں) ایک طاق آسمان کی طرف بنا دو جی کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے۔ لوگوں نے ایسا کیا تو ہم پر اتنی بارش برسی کہ چارہ اُگ گیا اور اونٹ موٹے ہو گئے حتیٰ کہ چربی سے گویا پھٹ پڑے، تو اس سال کا نام عام الفتح یعنی بھٹن کا سال رکھا گیا۔

(سنن دارمی، باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ... الخ، ۵۶/۱، الحدیث: ۹۶)

(3)..... بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنے کی تعلیم ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی، چنانچہ حضرت عثمان بن عفیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر دعا کے طالب ہوئے تو ان کو یہ دعا ارشاد فرمائی ”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَاتَّوَجَّہُ اِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَہِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هَذِہِ لِتُقْضٰی اللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ لِیْ“ اے اللہ! عز و جل، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف نبی رحمت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے اپنے رب عز و جل کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کی تاکہ میری حاجت پوری کر دی جائے، اے اللہ! عز و جل، میرے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول فرما۔

(ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسۃ فیہا، باب ما جاء فی صلاۃ الحاجۃ، ۱۵۶/۲، الحدیث: ۱۳۸۵)

نوٹ: جو شخص اس حدیث پاک میں مذکور دعا پڑھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ اس دعا میں ان الفاظ ”یَا مُحَمَّدُ“ کی جگہ ”یَا نَبِیُّ اللّٰہ“ یا ”یَا رَسُوْلَ اللّٰہ“ پڑھے۔ اس بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے سورۃ فاتحہ کی آیت نمبر 4 کی تفسیر میں مذکور کلام ملاحظہ فرمائیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالَّذِينَ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ
لَيُفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابٍ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ
أَلِيمٌ ۝۶۷ يُرِيدُونَ أَنْ يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخُرُجِينَ مِنْهَا
وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝۶۸

ترجمہ کنزالایمان: بیشک وہ جو کافر ہوئے جو کچھ زمین میں سب اور اس کی برابر اور اگر ان کی ملک ہو کہ اسے دے کر قیامت کے عذاب سے اپنی جان چھڑائیں تو ان سے نہ لیا جائے گا اور ان کے لئے دکھ کا عذاب ہے۔ دوزخ سے نکلنا چاہیں گے اور وہ اس سے نہ نکلیں گے اور ان کو دوا می سزا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک اگر کافر لوگ جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اور اس کے برابر اتنا ہی اور اس کے ساتھ (ملا کر) قیامت کے دن کے عذاب سے چھٹکارے کے لئے دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ دوزخ سے نکلنا چاہیں گے اور وہ اس سے نکل نہ سکیں گے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے۔

﴿لَيُفْتَدُوا بِهِ﴾: تاکہ فدیہ دے کر جان چھڑائیں۔ یعنی اگر کافر دنیا کا مالک ہو اور اس کے ساتھ اس کے برابر دوسری دنیا کا مالک ہو اور یہ سب کچھ اپنی جان کو قیامت کے دن کے عذاب سے چھڑانے کے لئے فدیہ کر دے تو اس کا یہ فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا اور قیامت کے دن کافروں کو عذاب ضرور ہوگا، اس دن ان کے پاس عذاب سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

(بخاری، المائدة، تحت الآية: ۳۶، ۱/۴۹۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”قیامت کے دن جب کافر کو پیش کیا جائے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ اگر تیرے پاس اتنا سونا ہو کہ اس سے زمین بھر جائے تو کیا تو اسے اپنے بدلے میں دینے کو تیار ہو جاتا؟ وہ اثبات میں جواب دے گا تو اس سے کہا جائے گا: تم سے

اس کی نسبت بہت ہی آسان چیز کا مطالبہ کیا گیا تھا (یعنی ایمان کا)۔

(بخاری، کتاب الرقاق، باب من يوفى الحساب عذاب، ۲۵۷/۴، الحديث: ۶۵۳۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص سے فرمائے گا جسے جہنم میں سب سے کم عذاب ہوگا کہ اگر تیرے پاس زمین کی ساری چیزیں ہوں تو کیا تو انہیں اپنے بدلے میں دے دیتا۔ وہ جواب دے گا جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ”میں نے اس سے بھی آسان چیز تجھ سے چاہی تھی جب کہ تو آدم کی پشت میں تھا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا تو تو نے انکار کیا اور میرے ساتھ شرک کرتا رہا۔“

(بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، ۲۶۱/۴، الحديث: ۶۵۵۷)



اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان ہوگا تو ہی قیامت کے دن اعمال کا اجر ملے گا، تبھی شفاعت کا فائدہ ہوگا، تبھی رحمت الہی متوجہ ہوگی اور تبھی جہنم سے چھٹکارا ملے گا، اس لئے ایمان کی حفاظت کی فکر کرنا نہایت ضروری ہے۔ ہمارے بزرگان دین نیک اعمال کی کثرت کے باوجود ہمیشہ برے خاتمے سے ڈرتے رہتے تھے، چنانچہ:

جب حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ بے حد بے قرار اور مضطرب ہوئے اور زار و قطار رونے لگے۔ لوگوں نے عرض کی: حضور ایسی گریہ و زاری نہ کریں، اللہ تعالیٰ کی بخشش اور مغفرت آپ کے گناہوں سے کہیں زیادہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا: مجھے اس بات کا یقین نہیں کہ میرا خاتمہ بالآخر ہوگا، اگر یہ پتا چل جائے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہوگا تو مجھے پہاڑوں کے برابر گناہوں کی بھی پروا نہ ہوگی۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا: آپ کا کیا حال ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”جس شخص کی کشتی دریا کے درمیان جا کر ٹوٹ جائے، اس کے تنختے بکھر جائیں اور ہر شخص ہچکولے کھاتے تختوں پر نظر آئے تو اس کا کیا حال ہوگا؟ عرض کی گئی: بے حد پریشان کن۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”میرا بھی یہی حال ہے۔“

ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے دل گرفتہ ہوئے کہ کئی سال تک انہی نہ آئی۔ لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسے دیکھتے جیسے کوئی قید تہائی میں ہے اور اسے سزائے موت سنائی جانے والی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس غم و حزن کا سبب دریافت کیا گیا کہ آپ اتنی عبادت و ریاضت اور مجاہدات کے باوجود فکر مند کیوں رہتے ہیں؟ آپ رضی اللہ

تعالیٰ غنہ نے فرمایا ”مجھے ہر وقت یہ خدشہ لاحق رہتا ہے کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جائے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے اور وہ فرمادے کہ ”تم جو چاہے کرو مگر میری رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوگی۔ بس اسی وجہ سے میں اپنی جان پگھلا رہا ہوں۔“ (۱)

(کیمیاء سعادت، رکن چہارم، مسجیات، اصل مبہم در خوف ورجاء، ۸۲۵/۲-۸۲۶)

ایمان چہ موت بہتر اور قس
حیری ناپاک زندگی سے

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا
مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۳۸﴾

توبہ کنز الایمان۔ اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹوان کے کیے کا بدلہ اللہ کی طرف سے سزا، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

توبہ کنز العرفان: اور جو مرد یا عورت چور ہو تو اللہ کی طرف سے سزا کے طور پر ان کے عمل کے بدلے میں ان کے ہاتھ کاٹ دو اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

﴿فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا﴾: تو ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ ﴿اس آیت میں چور کی سزا بیان کی گئی ہے کہ شرعی اعتبار سے جب چوری ثابت ہو جائے تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

﴿وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾: اللہ بڑا قوی اور بڑا حکیم ہے۔

چوری گناہ کبیرہ ہے اور چور کے لئے شریعت میں سخت وعیدیں ہیں، چنانچہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”چور چوری کرتے وقت مؤمن نہیں رہتا۔“

(مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی... الخ، ص ۴۸، الحدیث ۱۰۰ (۵۷))

انہی سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اگر اس نے ایسا کیا (یعنی چوری

۱..... ایمان کی حفاظت کا جذبہ پانے کے لئے ہمیر اہلسنت وملت نزعہم النبیہ کی تھنیف ”تقریر کلمات کے بارے میں سوال جواب“ کا مطالعہ کرنا بہت مفید ہے۔

کی) تو بے شک اس نے اسلام کا پشاپنی گردن سے اُتار دیا پھر اگر اس نے توبہ کی تو اللہ عزوجل اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔
(نسائی، کتاب قطع السارق، تعظیم السرقة، ص ۷۸۳، الحديث: ۴۸۸۲)



سِرْقَة یعنی چوری کا لغوی معنی ہے خفیہ طریقے سے کسی اور کی چیز اٹھا لینا۔ (ہدایہ، کتاب السرقة، ۱/۳۶۲)
جبکہ شرعی تعریف یہ ہے کہ عاقل بالغ شخص کا کسی ایسی محفوظ جگہ سے کہ جس کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہو دس درہم یا اتنی مالیت (یا اس سے زیادہ) کی کوئی ایسی چیز جو جلدی خراب ہونے والی نہ ہو چھپ کر کسی شبہ و تاویل کے بغیر اٹھا لینا۔
(فتح المقلید، کتاب السرقة، ۵/۱۲۰)



(۱)..... چوری کے ثبوت کے دو طریقے ہیں (۱) چور خود اقرار کر لے اگرچہ ایک بار ہی ہو۔ (۲) دو مرد گواہی دیں، اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔
(۲)..... قاضی گواہوں سے چند باتوں کا سوال کرے، کس طرح چوری کی، اور کہاں کی، اور کتنے کی کی، اور کس کی چیز چرائی؟ جب گواہ ان امور کا جواب دیں اور ہاتھ کاٹنے کی تمام شرائط پائی جائیں تو ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے۔
مجمیعہ: حدود و تعزیر کے مسائل میں عوام الناس کو قانون ہاتھ میں لینے کی شرعاً اجازت نہیں۔ چوری کے مسائل کی تفصیلی معلومات کے لئے بہار شریعت حصہ ۹ کا مطالعہ کیجئے۔

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ

غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۴۰﴾

توبہ کنزالایمان: تو جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو اللہ اپنی مہر سے اس پر رجوع فرمائے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

توبہ کنزالعرفان: تو جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ اپنی مہربانی سے اس پر رجوع فرمائے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿فَسَنِّيبُكَ: تو جو توبہ کر لے۔﴾ توبہ نہایت نفیس شے ہے۔ کتنا ہی بڑا گناہ ہوا اگر اس سے توبہ کر لی جائے تو اللہ تعالیٰ اپنا حق معاف فرما دیتا ہے اور توبہ کرنے والے کو عذابِ آخرت سے نجات دے دیتا ہے لیکن یہ یاد رہے کہ جس گناہ میں کسی بندے کا حق بھی شامل ہو وہاں توبہ کیلئے ضروری ہے کہ اس بندے کے حق کی ادائیگی بھی ہو جائے۔

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۰﴾

توجہ کنزالایمان: کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی سزا دیتا ہے جسے چاہے اور بخشا ہے جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

توجہ کنزالعرفان: کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

﴿يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ: جسے چاہے سزا دیتا ہے۔﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عذاب کرنا اور رحمت فرمانا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے، وہ مالک ہے جو چاہے کرے کسی کو اعتراض کرنے کی مجال نہیں۔ اس سے قدیریہ (یعنی تقدیر کے منکر) اور معتزلہ فرقے کا رد ہو گیا جو نیک پر رحمت اور گناہگار پر عذاب کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب کہتے ہیں کیونکہ واجب ہونا مشیت کے منافی ہے۔ (محاذ، المعاد، تحت الآية: ۴۰، ۱/۴۹۴)

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ ۗ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا ۗ سَعُونَا لِلْكَذِبِ سَعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ ۖ لَمْ يَأْتُوكَ يَحْرِفُونَ ۚ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ

تَوْتُوهُ فَأَحْذَرُوا ۚ وَ مَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ
شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا
خِزْيٌ ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۳۱﴾

توجہ کنزالایمان۔ اے رسول تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو کفر پر دوڑتے ہیں کچھ وہ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور ان کے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی جموٹ خوب سنتے ہیں اور لوگوں کی خوب سنتے ہیں جو تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں، کہتے ہیں یہ حکم تمہیں ملے تو مانو اور یہ نہ ملے تو بچو اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ بنانہ سکے گا وہ ہیں کہ اللہ نے ان کا دل پاک کرنا نہ چاہا انہیں دنیا میں رسوائی ہے، اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب۔

توجہ کنزالعرفان: اے رسول! جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں تمہیں غمگین نہ کریں (یہ وہ ہیں) جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی بہت جموٹ سنتے ہیں، اُن دوسرے لوگوں کی (بھی) خوب سنتے ہیں جو آپ کی بارگاہ میں نہیں آئے۔ یہ اللہ کے کلام کو اس کے مقامات کے بعد بدل دیتے ہیں۔ یہ (آپس میں) کہتے ہیں اگر تمہیں یہ (تحریف والا) حکم ملے تو اسے لے لیتا اور اگر تمہیں یہ نہ ملے تو بچتا اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو (اے مخاطب!) تو ہرگز اسے اللہ سے بچانے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاک کرنے کا اللہ نے ارادہ نہیں فرمایا۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

﴿لَا يَخْرُجُكَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْكَفْرِ﴾: جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں تمہیں غمگین نہ کریں۔ یہاں سے منافقین کی حرکتوں کا بیان ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ”يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ“ کے مبارک خطاب سے عزت عطا فرمائی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تسکین قلب کا سامان مہیا فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، میں آپ کا ناصر و محسن (یعنی مددگار) ہوں۔ منافقین کے کفر میں جلدی کرنے یعنی اُن

کے کفر کا ہر کرنے اور کفار کے ساتھ دوستیاں کر لینے سے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ پھر منافقین کی منافقت کا بیان فرمایا کہ صرف زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں اور دل سے ایمان نہیں لاتے۔

﴿وَمِنَ الَّذِينَ عَادُوا سُوءَ الْفَعْلِ﴾ اور کچھ یہودی بہت جھوٹ سنتے ہیں۔ یہاں سے یہودیوں کا کردار بیان کیا گیا کہ وہ اپنے سرداروں کا جھوٹ خوب سنتے ہیں اور ان کے افتراؤں کو قبول کرتے ہیں اور اس کے ساتھ دوسرے لوگوں یعنی خیر کے یہودیوں کی باتوں کو بھی خوب مانتے ہیں جن کے حالات آیت میں آگے بیان ہو رہے ہیں۔

﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ مَوَاضِعِهِ﴾ یہ اللہ کے کلام کو اس کے مقامات کے بعد بدل دیتے ہیں۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ خیر کے معزز شمار کئے جانے والے یہودیوں میں سے ایک شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت نے زنا کیا۔ اس کی سزا تورات میں سنگسار کرنا تھی، یہ انہیں گوارا نہ تھا اس لئے انہوں نے چاہا کہ اس مقدمے کا فیصلہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کرائیں، چنانچہ ان دونوں مجرموں کو ایک جماعت کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجا اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حد یعنی کوڑے مارنے کا حکم دیں تو ہمارے تو ماننا۔ وہ لوگ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے یہودیوں کے پاس آئے اور سمجھے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہم وطن ہیں اور ان کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صلح بھی ہے لہذا ان کی سفارش سے کام بن جائے گا، چنانچہ یہودی سرداروں میں سے کعب بن اشرف، کعب بن اسد، سعید بن عمرو، مالک بن صیف اور کنانہ بن ابی الحقیق وغیرہ انہیں لے کر تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”کیا میرا فیصلہ مانو گے؟“ انہوں نے اقرار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رجم یعنی سنگسار کرنے کا حکم دیدیا۔ یہودیوں نے اس حکم کو ماننے سے انکار کیا تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں ایک نوجوان ابنِ صوریہ ہے، کیا تم اس کو جانتے ہو؟ کہنے لگے، ہاں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”وہ کیسا آدمی ہے؟“ یہودی کہنے لگے کہ آج روئے زمین پر یہودیوں میں اس کے پائے کا کوئی عالم نہیں، تورات کا یکتا ماہر ہے۔ ارشاد فرمایا ”اس کو بلاؤ۔“ چنانچہ اسے بلا یا گیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا تو ابنِ صوریہ ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ ارشاد فرمایا، کیا یہودیوں میں سب سے بڑا عالم تو یہی ہے؟ اس نے عرض کی: لوگ تو ایسا ہی کہتے ہیں۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں سے

فرمایا ”کیا اس معاملہ میں تم اس کی بات مانو گے؟ سب نے اقرار کیا۔ تب سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابن صوریہ سے فرمایا ”میں تجھے اُس اللہ عزوجل کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جس نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر توریت نازل فرمائی اور تم لوگوں کو مصر سے نکالا اور تمہارے لئے دریا میں راہیں بنائیں اور تمہیں نجات دی، فرعونیوں کو غرق کیا اور تمہارے لئے بادل کو سائبان بنایا، ”من و سلائی“ نازل فرمایا اور اپنی کتاب نازل فرمائی جس میں حلال و حرام کا بیان ہے، کیا تمہاری کتاب میں شادی شدہ مرد و عورت کے لیے سنگسار کرنے کا حکم ہے؟ ابن صوریہ نے عرض کی: بے شک یہ حکم توریت میں ہے، اسی کی قسم جس کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ذکر کیا۔ اگر مجھے عذاب نازل ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اقرار نہ کرتا اور جھوٹ بول دیتا، مگر یہ فرمائیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب میں اس کا کیا حکم ہے؟ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جب چار عادل اور معتبر گواہوں کی گواہی سے زنا صراحت کے ساتھ ثابت ہو جائے تو سنگسار کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ ابن صوریہ نے عرض کی: خدا عزوجل کی قسم، بالکل ایسا ہی توریت میں ہے۔ پھر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابن صوریہ سے دریافت فرمایا کہ: حکم الہی میں تبدیلی کس طرح واقع ہوئی؟ اس نے عرض کیا کہ ”ہمارا دستور یہ تھا کہ ہم کسی امیر کو پکڑتے تو چھوڑ دیتے اور غریب آدمی پر حد قائم کرتے، اس طرز عمل سے امراء میں زنا کی بہت کثرت ہو گئی یہاں تک کہ ایک مرتبہ بادشاہ کے چچا زاد بھائی نے زنا کیا تو ہم نے اس کو سنگسار نہ کیا، پھر ایک دوسرے شخص نے اپنی قوم کی عورت سے زنا کیا تو بادشاہ نے اس کو سنگسار کرنا چاہا، اس کی قوم اٹھ کھڑی ہوئی اور انہوں نے کہا جب تک بادشاہ کے بھائی کو سنگسار نہ کیا جائے اس وقت تک اس کو ہرگز سنگسار نہ کیا جائے گا۔ تب ہم نے جمع ہو کر غریب اور امیر سب کے لیے بجائے سنگسار کرنے کے یہ سزا نکالی کہ چالیس کوڑے مارے جائیں اور منہ کالا کر کے گدھے پر الٹا بٹھا کر شہر میں گشت کرایا جائے۔ یہ سن کر یہودی بہت بگڑے اور ابن صوریہ سے کہنے لگے ”تو نے انہیں یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بڑی جلدی خبر دیدی اور ہم نے جتنی تیری تعریف کی تھی تو اس کا مستحق نہیں۔ ابن صوریہ نے کہا کہ ”حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے توریت کی قسم دلائی، اگر مجھے عذاب کے نازل ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر نہ دیتا۔ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ان دونوں زنا کاروں کو سنگسار کیا گیا اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(عازن، المائدة، تحت الآية: ۱۰۴/۱، ۴۹۴-۴۹۵)

سَمِعُونَ لِلْكَذِبِ أَكْثَرُونَ لِلسَّحْتِ ۖ فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ
أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۚ وَإِنْ حَكَمْتَ
فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿٣٧﴾

توجہ کثرت الایمان: بڑے مجھوٹ سننے والے بڑے حرام خور تو اگر تمہارے حضور حاضر ہوں تو ان میں فیصلہ فرماؤ یا ان سے منہ پھیر لو اور اگر تم ان سے منہ پھیر لو گے تو وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو بیشک انصاف والے اللہ کو پسند ہیں۔

توجہ! کُنْزُ الْعُرْفَانِ: بہت جھوٹ سننے والے، بڑے حرام خور ہیں تو اگر یہ تمہارے حضور حاضر ہوں تو ان میں فیصلہ فرماؤ یا ان سے منہ پھیر لو (دونوں کا آپ کو اختیار ہے) اور اگر آپ ان سے منہ پھیر لو گے تو وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر آپ ان میں فیصلہ فرمائیں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیں۔ بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

﴿سَمُوعُ بْنُ الْكَنَازِ﴾: بہت جھوٹ سننے والے۔ ﴿سابقہ آیت میں جھوٹ سننے والوں سے مراد یہودی عوام تھے جو پادریوں اور سرداروں کے جھوٹ من کر اس پر عمل کرتے تھے اور اس آیت میں جھوٹ سننے والوں سے مراد یہودی حکمران اور پادری ہیں جو رشوتیں لے کر حرام کو حلال کرتے اور شریعت کے احکام کو بدل دیتے تھے۔

رشوت کا لینا دینا دونوں حرام ہیں اور لینے دینے والے دونوں جہنمی ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”رشوت لینا مطلقاً حرام ہے، جو پر ایسا حق دبانے کے لئے دیا جائے (وہ رشوت ہے یونہی جو اپنا کام بنانے کے لئے حاکم کو دیا جائے رشوت ہے لیکن اپنے اوپر سے دفع ظلم (یعنی ظلم دور کرنے) کے لئے جو کچھ دیا جائے (وہ) دینے والے کے حق میں رشوت نہیں، یہ دے سکتا ہے، لینے والے کے حق میں وہ بھی رشوت ہے اور اسے لینا حرام۔

(۵۹۷/۳۳ رخصت)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ”رشوت لینا مطلقاً گناہ کبیرہ ہے، لینے والا حرام خوار ہے، مستحق سخت عذاب دار ہے، دینا اگر بھوری اپنے اوپر سے دفع ظلم کو ہو تو حرج نہیں اور اپنا آتا وصول کرنے کو ہو تو حرام ہے اور لینے دینے والا دونوں جہنمی ہیں اور دوسرے کا حق دبانے یا اور کسی طرح ظلم کرنے کے لئے دے تو سخت تر حرام اور مستحق اُحد غضب و انتقام ہے۔ (نفاوی رطوبہ، ۳۶۹/۱۸)

احادیث میں رشوت لینے، دینے والے کے لئے شدید وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے ۳ احادیث درج ذیل ہیں:

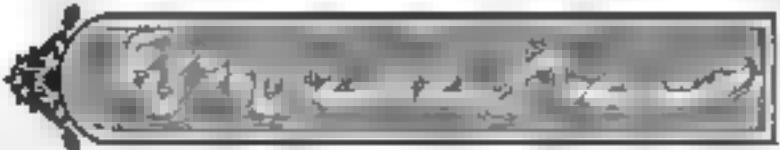
(۱)..... حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نبی سلیم سے زکوٰۃ وصول کرنے پر عامل مقرر کیا جسے انہیں لٹیہہ کہا جاتا تھا۔ جب اس نے آکر حساب دیا تو کہا یہ آپ کا مال ہے اور یہ میرا تحفہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اچھا! تم اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھے رہو اور دیکھتے کہ تمہارے لئے (وہاں سے) کتنے تحفے آتے ہیں اور تم اپنے بیان میں کتنے سچے ہو۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے خطاب کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا ”جب میں تم میں سے کسی کو کسی جگہ کا عامل بناتا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے تو وہ میرے پاس آکر کہتا ہے: یہ آپ کا مال ہے اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے تحفہ دیا گیا ہے۔ یہ کیوں نہ کیا کہ وہ اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھا رہتا یہاں تک کہ اس کے پاس تحفے آتے۔ خدا کی قسم! تم میں سے جو کوئی بغیر حق کے کسی چیز کو لے گا وہ اسے اٹھائے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا۔ میں اچھی طرح پہچانتا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اس نے اونٹ اٹھایا ہوا ہوگا جو بلبلاتا ہوگا یا گائے جو ڈگراتی ہوگی یا بکری جو میاتی ہوگی۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا وسیع مبارک بلند فرمایا یہاں تک کہ بغل کی سفیدی نظر آنے لگی اور کہنے لگے: اے اللہ! اغزوخل، کیا میں نے (میرا حکم) پہنچا دیا؟

(بخاری، کتاب الحیل، باب احتیال العامل لیہدی لہ، ۳۹۸/۴، الحدیث: ۶۹۷۹)

(۲)..... حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”رشوت لینے اور دینے والے دونوں جہنمی ہیں۔ (معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ احمد، ۵۵۰/۱، الحدیث: ۲۰۲۶)

(۳)..... حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو گوشت سخت سے پلا بڑھا تو آگ اس کی زیادہ حق دار ہے۔ عرض کی گئی: سخت سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا: فیصلہ

کرنے میں رشوت لینا۔ (جمع الحوامع، قسم الاقوال، حرف الکاف، ۳۹۱/۵، الحدیث: ۱۵۹۰۴)



جس نے کوئی مال رشوت سے حاصل کیا ہو تو اس پر فرض ہے کہ جس جس سے وہ مال لیا نہیں واپس کر دے، اگر وہ لوگ زندہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو وہ مال دیدے، اگر دینے والوں کا یا ان کے وارثوں کا پتانہ چھے تو وہ مال فقیروں پر صدقہ کر دے۔ خرید و فروخت وغیرہ میں اس مال کو نکاحاً حرام قطعی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ مال رشوت کے وبال سے سبکدوش ہونے کا نہیں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۵۵۱/۲۳، ملخصاً)

یہاں چونکہ رشوت پر کچھ تفصیلی کلام کیا ہے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حوالے پر کچھ مزید فقہی وضاحت کر دی جائے چونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ رشوت شاید وہی ہے جو سرکاری محکموں میں دی جاتی ہے یا جو غلط کام کروانے کیلئے دی جاتی ہے یا جو رشوت کا نام لے کر دی جائے حالانکہ مذکورہ بالا صورتیں اور ان کے علاوہ بھی بہت سی صورتیں رشوت میں ہی داخل ہیں خواہ رشوت کا نام لیا جائے یا نہیں۔ ایک آدھ صورت مستثنیٰ ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ رشوت کے بارے میں اسی طرح کی غلط فہمیوں کے ازالے کیلئے یہاں فتاویٰ رضویہ سے ایک اہم فتویٰ نقل کیا جاتا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”جو شخص بذات خود خواہ از جانب حاکم کسی طرح کا ظم و تسلط (دوسروں پر اختیار) رکھتا ہو جس کے سبب لوگوں پر اس کا کچھ بھی دباؤ ہوا اگرچہ وہ فی نفسہ ان پر ظم و تعذیب نہ کرے دباؤ نہ ڈالے اگرچہ وہ کسی فیصلہ قطعی بلکہ غیر قطعی کا بھی مجاز نہ ہو جیسے کو تو ال، تھانہ دار، جمعدار یا دہقانوں کے لئے زمیندار مقدم پٹواری یہاں تک کہ پہنچتی قوموں یا پیشوں کے لئے ان کا چودھری، ان سب کو کسی قسم کے تحفہ لینے یا دعوت خاصہ (یعنی وہ دعوت کہ خاص اسی کی غرض سے کی گئی ہو کہ اگر یہ شریک نہ ہو تو دعوت ہی نہ ہو) قبول کرنے کی اصلاً اجازت نہیں مگر تین صورتوں میں، اول اپنے افسر سے جس پر اس کا دباؤ نہیں، نہ وہاں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی طرف سے یہ ہدیہ و دعوت اپنے معاملات میں رعایت کرانے کے لئے ہے۔ دوم ایسے شخص سے جو اس کے اس منصب سے پہلے بھی اسے ہدیہ دیتا یا دعوت کرتا تھا بشرطیکہ اب سے اسی مقدار پر ہے ورنہ زیادت رواد (جائز) نہ ہوگی مثلاً پہلے ہدیہ و دعوت میں جس قیمت کی چیز ہوتی تھی اب اس سے گراں قیمت (زیادہ قیمتی)، پر تکلف ہوتی ہے یا تعداد میں بڑھ گئی یا جلد جلد ہونے لگی کہ ان سب صورتوں میں زیادت موجود اور جواز مفتوح، مگر جبکہ اس شخص کا مال پہلے سے اس زیادت کے مناسب زائد ہو گیا ہو جس سے سمجھا جائے کہ یہ زیادت اس شخص کے منصب کے سبب نہیں بلکہ اپنی ثروت بڑھنے کے باعث ہے۔ سوم

اپنے قریب محارم سے، جیسے ماں باپ اولاد بہن بھائی نہ چچا ماموں خالہ پھوپھی کے بیٹے کہ یہ محارم نہیں اگرچہ عرفاً انہیں بھی بھائی کہیں۔ محارم سے مطلقاً اجازت ظاہر عبارت قدوری پر ہے ورنہ امام سفیانی نے نہایت پھر امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اسے بھی صورت دوم ہی میں داخل فرمایا کہ محارم سے بھی ہدیہ و دعوت کا قبول اسی شرط سے مشروط کہ پیش از حصول منصب بھی وہ اس کے ساتھ یہ برتاؤ برتتے ہوں مگر یہ کہ اسے یہ منصب ملنے سے پہلے وہ فقرا تھے اب صاحب مال ہو گئے کہ اس تقدیر پر پیش از منصب عدم ہدیہ و دعوت برتنائے فقر سمجھا جائے گا اور فی الواقع اظہر من حیث الدلیل یہی نظر آتا ہے کہ جب باوصف قدرت پیش از منصب عدم یا قلت و بعد منصب شروع با کثرت برتنائے منصب ہی سمجھی جائے گی اس تقدیر پر صرف دو ہی صورتیں متشکی رہیں پھر بہر حال جو صورت متشکی ہوگی وہ اسی حال میں حکم جواز پاسکتی ہے جب اس وقت اس شخص کا کوئی کام اس سے متعلق نہیں ورنہ خاص کام پڑنے غرض متعلق ہونے کے وقت اصلاً اجازت نہیں خواہ وہ افسر ہو یا بھائی یا پہلے سے ہدیہ وغیرہ دینے والا بلکہ ایسے وقت عام دعوت میں شریک ہونا بھی نہ چاہئے نہ کہ خاص، پھر جہاں جہاں ممانعت ہے اس کی بنا صرف تہمت و اندیشہ رعایت پر ہے ہیئتہ وجود رعایت ضرور نہیں کہ اس کا اپنے عمل میں کچھ تغیر نہ کرنا یا اس کا اس کی عادت بے لوثی سے آگاہ ہونا مفید جواز ہو سکے۔ دنیا کے کام امید ہی پر چلتے ہیں، جب یہ دعوت و ہدایا قبول کیا کرے گا تو ضرور خیال جائے گا کہ شاید اب کی بار کچھ اثر پڑے کہ مفت مال دینے کی تاثیر بحرب و مشہد ہے اس بار نہ ہوئی اس بار ہوگی، اس بار نہ ہوئی پھر کبھی ہوگی، اور یہ حیلہ کہ اس کا ہدیہ و دعوت برتنائے اخلاق انسانیت ہے نہ بلحاظ منصب، اس کا رد خود حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرما چکے ہیں، جب ایک صاحب کو تحصیل زکوٰۃ پر مقرر فرما کر بھیجا تھا انہوں نے اموال زکوٰۃ حاضر کئے اور کچھ مال جدار کھکھے کہ یہ مجھے ملے ہیں فرمایا اپنی ماں کے گھر بیٹھ کر دیکھا ہوتا کہ اب کتنے تحفے ملتے ہیں یعنی یہ ہدایا صرف اسی منصب کی بنا پر ہیں اگر گھر بیٹھا ہوتا تو کون آکر دے جاتا، اس مسئلہ کی تفصیل میں اگرچہ کلام بہت طویل ہے مگر یہاں جو کچھ مذکور ہوا ہو نہ تعالیٰ خلاصہ تنقیح و صالح تحویل ہے۔

(نادی رضویہ، ۱۸/۱۷۰-۱۷۱)

﴿فَإِنْ جَاءَ ذُوْكَ﴾: تو اگر وہ تمہارے پاس آئیں۔ ﴿یہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار دیا گیا کہ اہل کتاب آپ کے پاس کوئی مقدمہ لائیں تو آپ کو اختیار ہے فیصلہ فرمائیں یا نہ فرمائیں۔

وَكَيْفَ يُحْكُمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ

بَعْدَ ذَلِكَ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ تم سے کیونکر فیصلہ چاہیں گے، حالانکہ ان کے پاس توریت ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے بایں ہمہ اسی سے منہ پھیرتے ہیں اور وہ ایمان لانے والے نہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور یہ آپ کو کیسے حاکم بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے۔ اس کے باوجود یہ منہ پھیرتے ہیں اور یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

﴿وَكَيْفَ يُحْكُمُونَكَ: اور یہ آپ کو کیسے حاکم بنائیں گے۔﴾ ارشاد فرمایا گیا کہ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کے زنا کی سزا رجم یعنی سنگسار کرنا ہے اور یہ حکم تورات میں موجود ہے اور یہ لوگ توریت پر ایمان لانے کے دعوے دار بھی ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ توریت میں رجم کا حکم ہے اس حکم کو نہ ماننا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے منکر ہوتے ہوئے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فیصلہ چاہنا نہایت تعجب کی بات ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ
الَّذِينَ اسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا
اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ
وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ
اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: بیشک ہم نے توریت اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے، اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے فرمانبردار نبی اور علم اور فقیہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے تو لوگوں سے خوف نہ کرو

اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔

ترجمہ کنز العرفان: بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور نور ہے، فرمانبردار نہی اور ربانی علماء اور فقہاء یہودیوں کو اسی کے مطابق حکم دیتے تھے کیونکہ انہیں (اللہ کی اس) کتاب کا محافظ بنایا گیا تھا اور وہ اس کے خود گواہ تھے۔ تو لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی ذلیل قیمت نہ لو اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ کافر ہیں۔

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ:﴾ بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی۔ ﴿اس آیت مبارکہ میں توریت شریف کی عظمت اور اس کے مطابق انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ فرمانا اور اسی کے مطابق سچے علماء و فقہاء کا فیصلہ کرنا بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد دو برسالت اور اس کے بعد کے یہودیوں کو اصل توریت پر عمل کرتے ہوئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ بیشک ہم نے توریت کو نازل فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے بعد کے کثیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور علماء و فقہاء توریت کے مطابق ہی فیصلے کرتے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان سے تورات کے متعلق یہ عہد لیا گیا تھا کہ وہ اسے اپنے سینوں میں محفوظ رکھیں اور اس کے درس میں مشغول رہیں تاکہ وہ کتاب فراموش نہ ہو اور اس کے احکام ضائع نہ ہوں۔

(ابو سعود، المسألة، تحت الآية: ۴۴، ۴۵/۲، عارن، المسألة، تحت الآية: ۴۴، ۴۹۸/۱، ملتقطاً)

تو اے یہودیو! تم تورات میں مذکور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نعت و صفت اور رجم کا حکم ظاہر کرنے میں لوگوں سے نہ ڈرو اور صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ مراد یہ ہے کہ احکامِ الہیہ کی تہدیلی بہر صورت ممنوع ہے خواہ لوگوں کے خوف اور ان کی ناراضی کے اندیشہ سے ہو یا مال و جاہ اور رشوت کی لالچ میں ہو۔ اس آیت میں علماء کیسے بھی ایک حکم موجود ہے کہ وہ اللہ کی کتاب کی حفاظت کریں اور اس کی آیات کے بدلے دنیا کی ذلیل دولت حاصل نہ کریں اور لوگوں سے ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔



توریت کے مطابق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حکم دینا جو اس آیت میں مذکور ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم سے پہلی شریعتوں کے جو احکام اللہ عز و جل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائے ہوں اور

ان کے ترک کا حکم ہمیں نہ دیا ہوا اور نہ وہ منسوخ کئے گئے ہوں وہ ہم پر لازم ہوتے ہیں۔

(ابو سعید، المائدة، تحت الآية: ۴۴، ۴۵/۲، ملخصاً)

وَكُتِبَ عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنْ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ
وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۖ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ
كَفَّارَةٌ لَهُ ۖ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِهَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٤٥﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے تورات میں ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے پھر جودل کی خوشی سے بدلہ کرادے تو وہ اس کا گناہ اتار دے گا اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

ترجمہ کنز البرفان: اور ہم نے تورات میں ان پر لازم کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت (کا قصاص لیا جائے گا) اور تمام زخموں کا قصاص ہوگا پھر جودل کی خوشی سے (خود کو) قصاص کے لئے پیش کر دے تو یہ اس کا کفارہ بن جائے گا اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

﴿وَكُتِبَ عَلَيْهِمْ﴾ اور ہم نے ان پر لازم کر دیا تھا۔ اس آیت میں اگرچہ یہ بیان ہے کہ تورات میں یہودیوں پر قصاص کے یہ احکام تھے لیکن چونکہ ہمیں ان کے ترک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اس لئے ہم پر بھی یہ احکام لازم رہیں گے کیونکہ سابقہ شریعتوں کے جو احکام اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بیان سے ہم تک پہنچے اور منسوخ نہ ہوئے ہوں وہ ہم پر لازم ہوا کرتے ہیں جیسا کہ اوپر کی آیت سے ثابت ہوا۔ آیت میں زخموں کے، اعضاء کے اور جان کے قصاص کا حکم بیان فرمایا گیا، اعضاء اور زخموں کے قصاص میں کافی تفصیل ہے جس کیلئے فقہی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے اور جان کے قصاص کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی کو قتل کیا تو اس کی جان مقتول کے بدلے میں لی جائے گی خواہ وہ مقتول مرد ہو یا

عورت، آزاد ہو یا غلام، مسلم ہو یا ذمی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ مرد کو عورت کے بدلے قتل نہ کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(مدارک، المائدة، تحت الآية: ۱۵، ص ۲۸۷)

﴿فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ﴾: جو خود کو قصاص کے لئے پیش کر دے۔ یعنی جو قاتل یا جرم کرنے والا اپنے جرم پر تادم ہو کر گناہ کے وبال سے بچنے کے لئے بخوشی اپنے اوپر حکم شرعی جاری کرائے تو قصاص اس کے جرم کا کفارہ ہو جائے گا اور آخرت میں اس پر عذاب نہ ہوگا۔

(جمل مع جلالین، المائدة، تحت الآية: ۱۵، ۲/۲۲۸)

بعض مفسرین نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ جو صاحب حق قصاص کو معاف کر دے تو یہ معافی اس کے لئے کفارہ ہے۔

(مدارک، المائدة، تحت الآية: ۱۵، ص ۲۸۷)

دونوں تفسیروں کے اعتبار سے ترجمہ مختلف ہو جائے گا۔ تفسیر احمدی میں ہے یہ تمام قصاص جب ہی واجب ہونگے جب کہ صاحب حق معاف نہ کرے اگر وہ معاف کر دے تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔

(تفسیر احمدی، المائدة، تحت الآية: ۱۵، ص ۳۵۹)

وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ
التَّوْرَةِ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ ۚ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى وَنُورٌ ۚ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝

توجہ کنزا الایمان: اور ہم ان نبیوں کے پیچھے ان کے نشان قدم پر عیسیٰ بن مریم کو لائے تصدیق کرتا ہوا توریت کی جو اس سے پہلے تھی اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تصدیق فرماتی ہے توریت کی کہ اس سے پہلے تھی اور ہدایت اور نصیحت پر ہمیز گاروں کو۔

توجہ کنزا العرفان: اور ہم نے ان نبیوں کے پیچھے ان کے نقش قدم پر عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اس تورات کی تصدیق کرتے ہوئے جو اس سے پہلے موجود تھی اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ (انجیل) اس سے پہلے موجود تورات کی تصدیق فرمانے والی تھی اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت تھی۔

﴿وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ﴾ اور ہم نے ان نبیوں کے پیچھے ان کے نقش قدم پر بھیجا۔ ﴿توریت کے احکام بیان کرنے کے بعد انجیل کے احکام کا ذکر شروع ہوا اور بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام توریت کی تصدیق فرمانے والے تھے کہ تورات اللہ عزوجل کی نازل کردہ کتاب ہے اور توریت کے منسوخ ہونے سے پہلے اس پر عمل واجب تھا، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت میں توریت کے بعض احکام منسوخ کر دیئے گئے۔ اس کے بعد انجیل کی شان بیان فرمائی گئی کہ اس میں ہدایت اور نور تھا اور ہدایت اور نصیحت تھی۔ پہلی جگہ ہدایت سے مراد ضلالت و جہالت سے بچانے کے لیے رہنمائی کرنا ہے اور دوسری جگہ ہدایت سے سید الانبیاء، حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت مراد ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کا سبب ہے۔

(بخاری، المائدة، تحت الآية: ۴۶، ۱/۵۰۰)

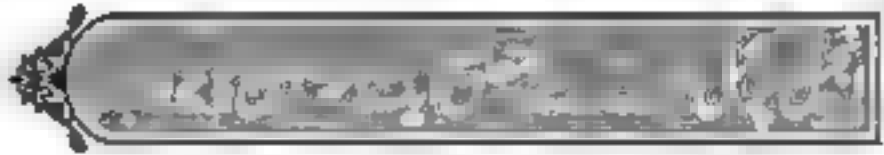
وَلِيَعْلَمَ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ ۖ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۴۷﴾

توجہ کنز الایمان: اور چاہئے کہ انجیل والے حکم کریں اس پر جو اللہ نے اس میں اتارا اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

توجہ کنز العرفان: اور انجیل والوں کو بھی اسی کے مطابق حکم کرنا چاہیے جو اللہ نے اس میں نازل فرمایا ہے اور جو اس کے مطابق فیصد نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

﴿وَلِيَعْلَمَ أَهْلُ الْإِنجِيلِ﴾ اور انجیل والوں کو حکم کرنا چاہئے۔ ﴿اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ انجیل والوں کو بھی اسی کے مطابق حکم کرنا چاہیے جو اللہ عزوجل نے انجیل میں نازل فرمایا ہے۔ یعنی سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا چاہیے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کرنی چاہیے کیونکہ انجیل میں اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جب ہم نے عیسائیوں کو انجیل عطا کی تو اس وقت ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان احکام پر عمل کریں جو انجیل میں مذکور ہیں۔

(بخاری، المائدة، تحت الآية: ۴۷، ۱/۵۰۰، ملخصاً)



اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید کے نزول کے بعد انجیل پر عمل کرنے کے حکم کی کیا توجیہ ہوگی؟ تو اس کے چند جوابات ہیں:

(1)..... انجیل میں تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کے جو دلائل موجود ہیں اہل انجیل کو چاہئے کہ وہ ان دلائل کے مطابق ایمان لے آئیں۔

(2)..... اہل انجیل ان احکام پر عمل کریں جن کو قرآن نے منسوخ نہیں کیا۔

(3)..... انجیل کے احکام پر عمل کرنے سے مراد یہ ہے کہ انجیل میں تحریف نہ کریں جس طرح یہودیوں نے تورات میں تحریف کر دی تھی۔

(تفسیر کبیر، المائدہ، تحت الآية ۴۷، ۴/۳۷۱)

لیکن تحقیق یہی ہے کہ یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے انجیل کو نازل کیا تھا اور نزول قرآن کے بعد قرآن مجید کے علاوہ کسی آسمانی کتاب پر عمل جائز نہیں ہے، اور اسلام کے علاوہ کوئی اور دین مقبول نہیں ہے۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّئًا عَلَيْهِ فَاحُكُم بِبَيِّنَاتٍ مِّمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۳۸﴾

توجہ کنزالایمان: اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر محافظہ و گواہ تو ان میں فیصلہ کرو اللہ کے اتارے سے اور اے سننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ

کر ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا مگر منظور یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں دیا اس میں تمہیں آزمائے تو بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو، تم سب کا پھرنا اللہ ہی کی طرف ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

ترجمہ کذا العرفان: اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری جو پہلی کتابوں کی تصدیق فرمانے والی اور ان پر نگہبان ہے تو ان (پہلی کتاب) میں اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور اے سننے والے! اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر (اس نے ایسا نہیں کیا) تاکہ جو (شریعتیں) اس نے تمہیں دی ہیں ان میں تمہیں آزمائے تو نیکیوں کی طرف دوسروں سے آگے بڑھ جاؤ، تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا وہ بات جس میں تم جھگڑتے تھے۔

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ﴾ اور ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل فرمائی۔ ﴿تُورَاتٍ دَانَجِيلٍ﴾ کا تذکرہ کرنے کے بعد اب قرآن عظیم کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری جو سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہونے والی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان پر نگہبان ہے تو جب پہلی کتاب اپنے مقدّمات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کریں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قرآن پاک کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ فرمادیں۔

﴿لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے۔ ﴿﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے یعنی فروعی اعمال ہر ایک کے خاص اور جدا جدا ہیں جیسے نمازوں، روزوں کی تعداد اور اس طرح کے احکام جدا جدا ہیں لیکن اصل دین سب کا ایک ہے یعنی توحید و رسالت، عقیدہ آخرت، یونہی بنیادی اخلاقیات سب کی مشترک ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ عظیم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ ایمان حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے یہی ہے کہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی شہادت اور جو اللہ عزوجل کی طرف سے آیا اس کا اقرار کرنا جبکہ شریعت ہر امت کی خاص ہے۔

(بخاری، المائدة، تحت الآية ۴۸، ۵۰/۱)

﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا۔ ﴿﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ

تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا تا کہ جو شریعتیں اس نے تمہیں دی ہیں ان میں تمہیں آزمائے اور امتحان میں ڈالے تا کہ ظاہر ہو جائے کہ ہر زمانہ کے مناسب جو احکام دیئے کیا تم اُن پر اس یقین و اعتقاد کے ساتھ عمل کرتے ہو کہ ان کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی مشیت (مرضی) سے ہے اور اس میں بہت سی حکمتیں اور دنیاوی اور اخروی فوائد و منافع ہیں اور یا تم حق کو چھوڑ کر نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہو۔ (ابو سعود، المالک، تحت الآیۃ: ۵۸، ۵۹/۲)

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾: تو نیکیوں کی طرف دوسروں سے آگے بڑھ جاؤ۔ ﴿قرآن پاک کا حکیمانہ طریقہ یہ ہے کہ جن معاملات سے انسان کی دنیا و آخرت کا کوئی قابل قبول فائدہ متعلق نہیں ہے ان میں بحث و مقابلہ کرنے کی بجائے انہیں رضائے الہی اور بھلائی کے کاموں میں مقابلہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی اسی انداز کی ایک جھلک ہے کہ شریعتوں کے اختلاف کی وجوہات میں فلسفیانہ بحثیں کرنے اور بال کی کھال اتارنے کی بجائے نیکیوں کی طرف آنے کی دعوت دی۔ اس میں ہماری بہت سی چیزوں کی اصلاح ہے۔ آج کل حالت یہ ہے کہ ہر محاذ اور میدان میں فضولیات پر بحث و مباحثہ اور پانی سے مکھن نکالنے کی کوششیں جاری رہتی ہیں اور کرنے کے کاموں کی طرف توجہ کم ہی ہوتی ہے۔ خواہ مخواہ کی باریکیاں نکالنے کو مہارت اور قابلیت شمار کیا جاتا ہے اگرچہ عملی طور پر ایسے آدمی کی حالت نہایت گری ہوئی ہو۔ بحث وہاں کی جائے جہاں اس سے کوئی فائدہ نظر آئے، صرف وقت گزاری، لوگوں کو متوجہ رکھنے، طلبہ شہرت اور قابلیت دکھانے کیلئے اپنا اور لوگوں کا وقت ضائع کرنا اور عملی دنیا میں جتنا تک نہ توڑنا عقل، دین اور اسلام سب کے منافی ہے۔ اس نصیحت کی روشنی میں بہت سے لوگوں کو اپنے طرز عمل پر نظر کرنے کی حاجت ہے۔ سمجھنے کیلئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک فرمان ہی کافی ہے ”مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَوَكُّهُ مَا لَا يَعْنِيهِ“ آدمی کے اسلام کے حسن سے ہے کہ وہ فضول چیزوں کو چھوڑ دے۔ (ترمذی، کتاب الزہد، ۱۱-باب، ۱۴۲/۴، الحدیث: ۲۳۲۴)

وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ﴿۳۹﴾

توجہ کتنا ایمان: اور یہ کہ اے مسلمان اللہ کے اتارے پر حکم کرو اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور ان سے بچتا رہ کہ کہیں تجھے لغزش نہ دے دیں کسی حکم میں جو تیری طرف اترا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو کہ اللہ ان کے بعض گناہوں کی سزا ان کو پہنچایا چاہتا ہے اور بیشک بہت آدمی بے حکم ہیں۔

توجہ کتنا ایمان: اور (اے مسلمان!) یہ کہ ان (لوگوں) کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو اور ان سے بچتے رہو کہ کہیں وہ تمہیں اس کے بعض احکام سے ہٹا نہ دیں جو اللہ نے تمہاری طرف نازل کیا ہے۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو کہ اللہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا پہنچانا چاہتا ہے اور بیشک بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔

﴿وَأَن احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ﴾ اور یہ کہ اے مسلمان ان (لوگوں) کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ یہاں مسلمان فیصلہ کرنے والوں کو فرمایا کہ اہل کتاب کے درمیان اللہ عزوجل کے نازل فرمائے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور اس بات سے بچتے رہو کہ یہ لوگ تمہیں کسی غلطی کے مرتکب نہ کروادیں اور اگر یہ اہل کتاب لوگ قرآن سے اعراض کریں تو سمجھ جاؤ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے جو دنیا میں قتل و گرفتاری اور جلا وطنی کے ساتھ ہوگی۔ جبکہ ویسے تمام گناہوں کی سزا آخرت میں دے گا۔

﴿أَفْحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾

توجہ کتنا ایمان: تو کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر کس کا حکم یقین والوں کے لیے۔

توجہ کتنا ایمان: تو کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور یقین والوں کے لیے اللہ سے بہتر کس کا حکم ہو سکتا ہے؟

﴿أَفْحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ﴾ تو کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بنی نضیر اور بنی قریظہ یہودیوں کے دو قبیلے تھے، ان میں آپس میں قتل و غارتگری جاری رہتی تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو یہ لوگ اپنا مقدمہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے اور

نبی کریمؐ نے کہا کہ ”نبیؐ پھر ہمارے بھائی ہیں ہم وہ ایک نسل سے ہیں، ایک دین رکھتے ہیں اور ایک کتاب (توریت کو) مانتے ہیں لیکن اگر نبیؐ پھر ہم میں سے کسی کو قتل کریں تو وہ اس کے خون بہا میں ہمیں ستر و سق (ایک بڑا وزن) کھجوریں دیتے ہیں اور اگر ہم میں سے کوئی اُن کے کسی آدمی کو قتل کرے تو ہم سے اس کے خون بہا میں ایک سو چالیس سق لیتے ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کا فیصلہ فرمادیں۔ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”میں حکم دیتا ہوں کہ دونوں قبیلوں کے افراد کا خون برابر ہے، کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں۔ اس پر نبیؐ پھر بہت برہم ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ سے راضی نہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے دشمن ہیں، ہمیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی

(بخاری، المالک، تحت الآية: ۵۰/۱، ۵۰۶)

اور فرمایا گیا کہ کیا جاہلیت کی گمراہی اور ظلم کا حکم چاہتے ہیں۔ جو حکم حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑھ کر کس کا حکم اچھا ہو سکتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥١﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بیشک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ (صرف) آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ﴾: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ آیت مشہور صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مشہور منافق عبداللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئی

جو منافقین کا سردار تھا۔ حضرت عبادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہودیوں میں میرے بہت بڑی تعداد میں دوست ہیں جو بڑی شوکت و قوت والے ہیں، اب میں اُن کی دوستی سے بیزار ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوا میرے دل میں اور کسی کی محبت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس پر عبد اللہ بن ابی نے کہا کہ میں تو یہودیوں کی دوستی سے بیزار نہیں ہو سکتا، مجھے آئندہ پیش آنے والے واقعات کا اندیشہ ہے اور مجھے اُن کے ساتھ تعلقات رکھنا ضروری ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ ”یہ یہودیوں کی دوستی کا دم بھرتا تیرا ہی کام ہے، عبادہ کا یہ کام نہیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(عازن، المائدہ، تحت الآية: ۵۱، ۵۰۳/۱)



اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی و مواصلات یعنی اُن کی مدد کرنا، اُن سے مدد چاہنا اور اُن کے ساتھ محبت کے روابط رکھنا ممنوع فرمایا گیا۔ یہ حکم عام ہے اگرچہ آیت کا نزول کسی خاص واقعہ میں ہوا ہو۔ چنانچہ یہاں یہ حکم بغیر کسی قید کے فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، یہ مسلمانوں کے مقابلے میں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، تمہارے دوست نہیں کیونکہ کافر کوئی بھی ہوں اور ان میں باہم کتنے ہی اختلاف ہوں، مسلمانوں کے مقابلہ میں وہ سب ایک ہیں ”الْكَفَرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ“ کفر ایک ملت ہے۔ (مدارک، المائدہ، تحت الآية: ۵۱، ص ۲۸۹)

لہذا مسلمانوں کو کافروں کی دوستی سے بچنے کا حکم دینے کے ساتھ نہایت سخت وعید بیان فرمائی کہ جو ان سے دوستی کرے وہ انہی میں سے ہے، اس بیان میں بہت شدت اور تاکید ہے کہ مسلمانوں پر یہود و نصاریٰ اور دین اسلام کے ہر مخالف سے عینہدگی اور جدار ہونا واجب ہے۔ (مدارک، المائدہ، تحت الآية: ۵۱، ص ۲۸۹، عازن، المائدہ، تحت الآية: ۵۱، ۵۰۳/۱، ملفوظاً)

اور جو کافروں سے دوستی کرتے ہیں وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت میں کفار کو نظیدی آسامیاں نہ دی جائیں۔ یہ آیت مبارکہ مسلمانوں کی ہزاروں معاملات میں رہنمائی کرتی ہے اور اس کی حقانیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ پوری دنیا کے حالات پر نظر دوڑائیں تو سمجھ آئے گا کہ مسلمانوں کی ذلت و بربادی کا آغاز تبھی سے ہوا جب آپس میں نفرت و دشمنی اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر غیر مسلموں کو اپنا خیر خواہ اور بھروسہ سمجھ کر ان سے دوستیاں لگائیں اور انہیں اپنوں پر ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقل سلیم عطا فرمائے۔

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى
 أَنْ تُصِيبَنَا آيَةٌ ۚ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ
 فَيُصِيبُوا عَلَى مَا آسَرُوا وَإِنَّ أَنْفُسَهُمْ لَكَاذِبِينَ ﴿٥٢﴾

توجہ کنزالایمان: اب تم انہیں دیکھو گے جن کے دلوں میں آزار ہے کہ یہود و نصاریٰ کی طرف دوڑتے ہیں کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی گردش آجائے تو نزدیک ہے کہ اللہ فتح لائے یا اپنی طرف سے کوئی حکم پھر اس پر جو اپنے دلوں میں چھپایا تھا پھٹتے رہ جائیں۔

توجہ کنزالعرفان: تو جن کے دلوں میں مرض ہے تم انہیں دیکھو گے کہ یہود و نصاریٰ کی طرف دوڑے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے اوپر گردش آنے کا ڈر ہے تو قریب ہے کہ اللہ فتح یا اپنی طرف سے کوئی خاص حکم لے آئے پھر یہ لوگ اس پر پھپھکتائیں گے جو اپنے دلوں میں چھپاتے تھے۔

﴿فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ﴾: تو جن کے دلوں میں مرض ہے تم انہیں دیکھو گے۔ مسلمانوں کو تو فرما دیا گیا کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ کرو لیکن منافقین کے بارے میں فرما دیا کہ ان کی یہود و نصاریٰ سے دوستیاں بڑی مستحکم ہیں کیونکہ یہ دل کے مریض ہیں اور تم انہیں دیکھو گے کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی کرنے میں دوڑے جاتے ہیں اور ان لوگوں کی نظر میں اُن سے دوستی کرنے کا فائدہ یہ ہے اور اپنی زبان سے بھی یہ کہتے ہیں کہ اگر کبھی حالات بدل جائیں، مسلمان مغلوب اور کافر غالب ہو جائیں تو کفار سے دوستی لگانا انہیں اس وقت فائدہ دے گا۔ لیکن یہ سب منافقت کی وجہ سے تھا کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلام کے غلبے کی جو باتیں فرماتے تھے انہیں اس پر یقین نہیں تھا ورنہ اگر ان باتوں پر یقین ہوتا تو ڈٹ کر اسلام کی حمایت کرتے۔ اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے کہ قریب ہے کہ وہ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے اور اپنے رسول، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کامیاب و کامران فرمائے اور اُن کے دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے اور مسلمانوں کو اُن کے دشمن یہود و نصاریٰ وغیرہ کفار پر غلبہ دیدے چنانچہ یہ خبر سچ ثابت ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے

کرم سے مکہ مکرمہ اور یہودیوں کے علاقے فتح ہوئے۔ (بخاری، المائدة، تحت الآية: ۵۲، ۵۰۳/۱)

اس آیت میں پہلی بات تو یہ ارشاد فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ فتح لے آئے اور دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے کوئی خاص حکم لے آئے جیسے سرزمین حجاز کو یہودیوں سے پاک کرنا اور وہاں اُن کا نام و نشان باقی نہ رکھنا یا منافقین کے راز کھول کر انہیں رسوا کرنا۔

(بخاری، المائدة، تحت الآية: ۵۲، ۵۰۳/۱-۵۰۴، جلالین، المائدة، تحت الآية: ۵۲، ص ۱۰۲، ملقطاً)

تو جب اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا اس وقت منافقین اپنی منافقت پر یا اس خیال پر تادم ہو جائیں گے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفار کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہوں گے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ آيَانِهِمْ
إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ أَعْيَانُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَيْرِينَ ﴿٥٣﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور ایمان والے کہتے ہیں کیا یہی ہیں جنہوں نے اللہ کی قسم کھائی تھی اپنے حلف میں پوری کوشش سے کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں ان کا کیا دھرا سب اکارت گیا تو رہ گئے نقصان میں۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور ایمان والے کہیں گے کیا یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی بڑی پکی قسمیں کھائی تھیں کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں۔ تو ان کے تمام اعمال برباد ہو گئے پس یہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔

﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ اور ایمان والے کہیں گے۔ ﴿أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا﴾ جب منافقین کا پردہ کھل جائے گا اور ان کی منافقت آشکار ہو جائے گی تو اس وقت مسلمان تعجب کرتے ہوئے کہیں گے کہ کیا یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ عزوجل کی بڑی پکی قسمیں کھائی تھیں کہ وہ دل سے مسلمانوں کے ساتھ ہیں حالانکہ ایسا نہیں تھا۔

﴿حَبِطَتْ أَعْيَانُهُمْ﴾: تو ان کے تمام اعمال برباد ہو گئے۔ ﴿يَعْنِي﴾ ان کے نفاق اور یہودیوں سے دوستی کی وجہ سے ان کے تمام نیک اعمال برباد ہو گئے اور انہوں نے دنیا میں اپنی ذلت و رسوائی کی وجہ سے نقصان اٹھایا اور آخرت میں اپنے اعمال کے ثواب سے محروم ہونے اور جہنم کا دائمی عذاب پانے کے سبب نقصان اٹھائیں گے۔ (بخاری، المائدة، تحت الآية: ۵۳، ۵۰۴/۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ
بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ
يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ
يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۵۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت فرماتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہیں، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ (ابھی سیرت) اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرمادیتا ہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

﴿مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ﴾: تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا۔ ﴿کفار کے ساتھ دوستی یاری اور محبت قلبی تعلق چونکہ بعض اوقات بے دینی اور اربہ اد کا سبب بن جاتا ہے، اس لئے کفار سے دوستی کی ممانعت کے بعد مرتدین کا ذکر فرمایا اور مرتد ہونے سے پہلے لوگوں کے مرتد ہونے کی خبر دی چنانچہ یہ خبر سچ ثابت ہوئی اور بہت سے لوگ مرتد ہوئے۔﴾
﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ﴾: تو عنقریب اللہ ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت فرماتا ہے۔ ﴿ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم میں سے اگر کچھ لوگ مرتد بھی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ صفت بندے پھر بھی موجود ہوں گے اور وہ عظیم صفات کے حامل ہوں گے۔ اس آیت میں ان کی چند صفات بیان فرمائی گئیں:

(1)..... وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔

(2)..... وہ اللہ عز و جل سے محبت کرتے ہیں۔

(3)..... مسلمانوں کے ساتھ نرمی و شفقت کا سلوک کرنے والے ہیں۔

(4)..... کافروں سے سختی سے پیش آنے والے ہیں۔

(5)..... راہِ خدا کے مجاہد ہیں۔

(6)..... حق بیان کرنے میں کسی کی ملامت کی پروا نہیں کرتے بلکہ حق گو اور حق گوئی میں بیباک ہیں۔

یہ صفات جن حضرات کی ہیں وہ کون ہیں، اس میں کئی اقوال ہیں۔

(1)..... حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رحمۃ اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم، امام حسن بصری اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ یہ حضرات سیدنا ابوبکر صدیق رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے وہ ساتھی ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مرتد ہونے والوں اور زکوٰۃ کے منکروں سے جہاد کیا۔

(2)..... حضرت عیاض بن غنم اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا کہ یہ اُن کی قوم ہے۔

(3)..... ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ اہل یمن ہیں جن کی تعریف بخاری و مسلم کی حدیثوں میں آئی ہے۔

(4)..... مفسرِ سدی کا قول ہے کہ یہ لوگ انصار ہیں جنہوں نے تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی۔ ان تمام اقوال میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ بیان کردہ سب حضرات کا ان صفات کے ساتھ مشوف ہونا صحیح ہے۔

(معازن، المائدة، تحت الآية: ۵۴، ۱/۴۰۵-۵۰۵)



اس آیت میں مسلمانوں کے سامنے ایک کامل مسلمان کا نمونہ بھی پیش کر دیا گیا کہ کامل مسلمان کیسا ہوتا ہے؟ ہمیں بھی اوپر بیان کردہ صفات کی روشنی میں اپنے اوپر غور کر لینا چاہیے۔ مسلمانوں کی خیر خواہی کے حوالے سے یہ واقعہ ایک عظیم مثال ہے:

حضرت شیخ ابو عبد اللہ خیاط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ایک آتش پرست کپڑے سلواتا اور ہر بار اجرت میں

ایک کھوٹا سکہ دے جاتا، آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَسْ کُوْلے لیتے۔ ایک بار آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی غیر موجودگی میں شاگرد نے آتش پرست سے کھوٹا سکہ نہ لیا۔ جب حضرت شیخ ابو عبد اللہ خیاط رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ واپس تشریف لائے اور ان کو یہ معلوم ہوا تو شاگرد سے فرمایا: تو نے کھوٹا درہم کیوں نہیں لیا؟ کئی سال سے وہ مجھے کھوٹا سکہ ہی دیتا رہا ہے اور میں بھی چپ چاپ لے لیتا ہوں تاکہ یہ کسی دوسرے مسلمان کو نہ دے آئے۔

(احیاء العلوم، کتاب ریاضۃ النفس و تہذیب الاخلاق... الخ، بیان علامات حسن الخلق، ۸۷/۳-۸۸)

یہ مسلمانوں پر نرمی ہے۔ اور حدیث مبارک ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہیں جو اپنے ہمراہیوں کے لیے بہتر ہوں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہیں جو اپنے پڑوسی کے لیے اچھے ہوں۔“

(ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی حق الحوار، ۲۷۹/۳، الحدیث، ۱۹۵۱)

اور حق گوئی میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے کے متعلق یہ حکایت ملاحظہ فرمائیں: قاضی ابو حازم رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ انصاف کے معاملہ میں بہت سخت تھے۔ آپ ہمیشہ حق بات کہتے اور درست فیصلے فرماتے۔ ایک مرتبہ خلیفہ وقت ”مُعْتَصِدُ بِاللّٰہِ“ نے آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی طرف پیغام بھیجا: فلاں تاجر نے ہم سے مال خریدا ہے اور نقد رقم ادا نہیں کی۔ وہ میرے علاوہ دوسروں کا بھی مقروض ہے، مجھے خبر پہنچی ہے کہ دوسرے قرضخواہوں نے آپ کے پاس گواہ پیش کئے تو آپ نے اس تاجر کا مال ان میں تقسیم کر دیا ہے۔ مجھے اس مال سے کچھ بھی نہیں ملا حالانکہ جس طرح وہ دوسروں کا مقروض تھا اسی طرح میرا بھی تھا، لہذا میرا حصہ بھی دیا جائے۔ پیغام پا کر قاضی ابو حازم رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے قاصد سے کہا: خلیفہ سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے، وہ وقت یاد کرو جب آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نے فیصلوں کی ذمہ داری کا بوجھ اپنی گردن سے اتار کر تمہارے گلے میں ڈال دیا ہے۔ اسے خلیفہ! اب میں فیصلہ کرنے کا مختار ہوں اور میرے لئے جائز نہیں کہ گواہوں کے بغیر کسی منڈی کے حق میں فیصلہ کروں۔ قاصد نے قاضی صاحب کا پیغام سنایا تو خلیفہ نے کہا: جاؤ! قاضی صاحب سے کہو کہ میرے پاس بہت معتبر اور معزز گواہ موجود ہیں۔ جب قاضی صاحب کو یہ پیغام ملا تو فرمایا: گواہ میرے سامنے آکر گواہی دیں، میں ان سے پوچھ گچھ کروں گا، شہادت کے تقاضوں پر پورے اترے تو ان کی گواہی قبول کر لوں گا ورنہ وہی فیصلہ قابل عمل رہے گا جو میں کر چکا ہوں۔ جب گواہوں کو قاضی صاحب کا یہ پیغام پہنچا تو انہوں نے

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خوف کھاتے ہوئے عدالت آنے سے انکار کر دیا۔ لہذا قاضی صاحب نے خلیفہ مقتصد باللہ کا دعویٰ رد کرتے ہوئے اسے کچھ بھی نہ بھجوا دیا۔ (عیون الحکایات، الحکایۃ السادۃ والشمعون بعد المائین، ص ۲۶۱-۲۶۲)

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ
وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ مُرْكِعُونَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ کنزالایمان: تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾: تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں۔ گزشتہ آیات میں ان لوگوں کا بیان ہوا جن کے ساتھ دلی دوستیاں لگانا حرام ہے، ان کا ذکر فرمانے کے بعد اب ان کا بیان فرمایا جن کے ساتھ موالات واجب ہے۔ اس آیت مبارکہ کے متعلق حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی، انہوں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ہماری قوم نے ہمیں چھوڑ دیا اور قسمیں کھالیں کہ وہ ہمارے پاس نہیں بیٹھا کریں گے اور دوری کی وجہ سے ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی صحبت میں بھی نہیں بیٹھ سکتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور ایمان والے تمہارے دوست ہیں تو حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ”اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے

نبی ہونے پر اور مومنین کے دوست ہونے پر ہم راضی ہیں۔ (قرطبی، المائدة، تحت الآية: ۵۵، ۱۳۶/۳، الجزء السادس)
 آیت مبارکہ میں بیان کردہ حکم تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے سب ایک دوسرے کے دوست اور محبت ہیں۔
 ﴿وَهُمْ لِرِكَعَتَيْنِ: اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔﴾ عربی گرامر کے اعتبار سے آیت مبارکہ کے اس جملے کے چار معنی بیان کئے گئے ہیں۔

(۱)..... پہلا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکا ہوا ہونا مومنوں کی ایک مزید صفت ہے۔

(جمل، المائدة، تحت الآية: ۵۵، ۲۴۲/۲)

(۲)..... دوسرا معنی یہ ہے کہ مومنین نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کے دونوں کام خشوع اور تواضع کے ساتھ کرتے ہیں۔

(ابو سعود، المائدة، تحت الآية: ۵۵، ۵۹/۲)

(۳)..... تیسرا معنی یہ ہے کہ وہ تواضع اور عاجزی کے ساتھ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (جمل، المائدة، تحت الآية: ۵۵، ۲۴۲/۲)

(۴)..... چوتھا معنی یہ ہے کہ وہ حالت رکوع میں راو خدا میں دیتے ہیں۔

پہلا معنی سب سے قوی اور چوتھا معنی سب سے کمزور ہے بلکہ امام فخر الدین رازی دَعَمَدُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تفسیر کبیر میں اس کا بہت شد و مد سے رد کیا ہے اور اس کے بطلان پر بہت سے دلائل قائم کئے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَلَعِبًا
 مِّنَ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكَافِرَ أَوْلِيَاءَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ
 إِنَّ كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٥٤﴾

توجہ کنز الایمان: اے ایمان والو! جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنا لیا ہے وہ جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے اور کافران میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر ایمان رکھتے ہو۔

توجہ کنز العرفان: اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنا لیا ہے انہیں اور کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو۔

﴿اَلَّذِيْنَ فِيْهِ اَتَّخَذُ وَاَدِيْنْتُكُمْ هٰذَا وَاَوْلٰعِبًا﴾: وہ لوگ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنا لیا ہے۔ ﴿اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ رفاعہ بن زید اور سؤید بن حارث نامی دو آدمی اظہار اسلام کے بعد منافق ہو گئے۔ بعض مسلمان اُن سے محبت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور بتایا کہ زبان سے اسلام کا اظہار کرنا اور دل میں کفر چھپائے رکھنا دین کو ہنسی اور کھیل بنانا ہے اور ایسے لوگوں اور ان کے علاوہ مشرکوں کافروں کو دوست بنانے سے بھی منع کر دیا گیا کیونکہ خدا عزوجل کے دشمنوں سے دوستی کرنا ایمان دار کا کام نہیں۔ اس پر مزید تفصیل اگلی آیت کے تحت موجود ہے۔

وَ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اَتَّخَذُ وَا هٰذَا وَاَوْلٰعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جب تم نماز کے لئے اذان دو تو اسے ہنسی کھیل بناتے ہیں یہ اس لئے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ اس کو ہنسی مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ بالکل بے عقل لوگ ہیں۔

﴿وَ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ﴾: اور جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو۔ ﴿اس آیت کے بارے میں کلبی کا قول ہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مؤذن نماز کے لئے اذان کہتا اور مسلمان اٹھتے تو یہودی ہنستے اور ہنسٹھڑکرتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مفسر سدی نے بیان کیا کہ مدینہ طیبہ میں جب مؤذن اذان میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ اور ”اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ کہتا تو ایک نصرانی یہ کہا کرتا کہ ”جل جائے جھوٹا“ ایک رات اس کا خادم آگ لایا وہ اور اس کے گھر کے لوگ سو رہے تھے آگ سے ایک شرارہ اُڑا اور وہ نصرانی اور اس کے گھر کے لوگ اور تمام گھر جل گیا۔

(بخاری، المائدة، تحت الآية، ۵۸، ۵۰۷/۱)

اِس آیت سے ۳ مسئلے معلوم ہوئے:

- (1).....نماز پنج گانہ کے لئے اذان ہونی چاہیے، اذان کا ثبوت اس آیت سے بھی ہے۔
- (2).....دین کی کسی چیز کا مذاق اڑانا کفر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اذان کا مذاق اڑانے والوں کو کافر قرار دیا ہے۔ ایسے ہی عالم، مسجد، خانہ کعبہ، نماز، روزہ وغیرہ میں سے کسی کا مذاق اڑانا کفر ہے۔
- (3) دینی چیزوں کا مذاق اڑانے والے احمق و بے عقل ہیں جو ایسے سفیہانہ اور جاہلانہ حرکات کرتے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لُحُوبًا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ عَلَىٰ آلِهَتِهِمْ وَلَهُمْ آيَاتٌ لِّقَوْمِهِمْ (انعام ۷۰) کھیل بنالیا اور انہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا۔
اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل سلیم عطا فرمائے اور ان آیات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی حالت پر غور کرنے اور اپنی اس روش کو تبدیل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَتَّقُونَ مِمَّا آتَاكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ ﴿۵۹﴾

توجہ لکڑا ایمان: تم فرماؤ اے کتاب پڑھنے والے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور اس پر جو پہلے اترا اور یہ کہ تم میں اکثر بے حکم ہیں۔

توجہ لکڑا یوسف: تم فرماؤ: اے اہل کتاب! تمہیں ہماری طرف سے یہی برا لگا ہے کہ ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا اس پر اور جو پہلے نازل کیا گیا اس پر ایمان لائے ہیں اور بیشک تمہارے اکثر لوگ فاسق ہیں۔

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ﴾ تم فرماؤ: اے اہل کتاب! ﴿اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ آپ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کس کو مانتے ہیں؟ اس سوال سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ مانتے تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں اور جو اُس نے ہم پر نازل فرمایا اور جو حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی اولاد پر نازل فرمایا اور جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا یعنی توریت و انجیل اور جو انبیوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ان کے رب عزوجل کی طرف سے دیا گیا سب

کوہنہ ہوں۔ ہم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں فرق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں۔ جب یہودیوں کو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کو بھی مانتے ہیں تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے منکر ہو گئے اور کہنے لگے جو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانے ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(یعنی، المائدہ، تحت الآية: ۲۰۹/۳۹)

اور فرمایا گیا کہ اے کتابیو! ہم تمہارے تمام پیغمبروں علیہم الصلوٰۃ والسلام اور تمہاری تمام کتابوں کو حق مانتے ہیں تو کیا تمہیں یہی برا لگ رہا ہے۔ اس چیز کی وجہ سے تو تمہیں ہمارے ساتھ ہونا چاہیے نہ کہ ہمارے خلاف۔

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذَلِكَ مَشُوبَةً عِندَ اللَّهِ ۚ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَ
غَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۚ
أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ سَوَاءً السَّبِيلِ ۝

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا میں بتا دوں جو اللہ کے یہاں اس سے بدتر درجہ میں ہیں وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے کر دیے بندر اور سور اور شیطان کے پیچاری ان کا ٹھکانا زیادہ برا ہے اور یہ سیدھی راہ سے زیادہ بہکے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے محبوب! تم فرماؤ: کیا میں تمہیں وہ لوگ بتاؤں جو اللہ کے ہاں اس سے بدتر درجہ کے ہیں، یہ وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو بندر اور سور بنادیا اور انہوں نے شیطان کی عبادت کی، یہ لوگ بدترین مقام والے اور سیدھے راستے سے سب سے زیادہ بہکے ہوئے ہیں۔

﴿قُلْ: اے محبوب! تم فرماؤ۔﴾ یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا کہ تمہارے دین سے بدتر کوئی دین ہم نہیں جانتے۔ اس پر فرمایا گیا کہ مسلمانوں کو تو تم صرف اپنے بغض و کینہ اور دشمنی کی وجہ سے ہی برا کہتے ہو جبکہ حقیقت میں اصل بدتر تو تم لوگ ہو اور ذرا اپنے حالات دیکھ کر خود فیصلہ کر لو کہ تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو یا مردود؟ پچھلے زمانہ میں صورتیں تمہاری مسخ ہوئیں،

سورہ بندرتم بنائے گئے، پھڑپھڑے کوتم نے پوجا، اللہ تعالیٰ کی لعنت تم پر ہوئی، غضب الہی کے مستحق تم ہوئے تو حقیقی بد نصیب اور بدتر تو تم ہو اور تم ہی بدترین مقام یعنی جہنم میں جاؤ گے۔

وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا إِلَيْهِ
وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ﴿۶۱﴾

توجہ کنزالایمان: اور جب تمہارے پاس آئیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپا رہے ہیں۔

توجہ کنزالعرفان: اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں حالانکہ وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر ہی تھے اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ چھپا رہے ہیں۔

﴿وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا﴾ اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں۔ ﴿یَا آیت الہدیٰ﴾ کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ایمان و اخلاص کا اظہار کیا اور کفر و کراہی کو چھپائے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حال کی خبر دی۔
(عازن، المائدہ، نعت الایہ: ۶۱، ۵۰/۸)

منافق بد اعتقادی کے ساتھ آتے تھے تو جیسے آتے ویسے ہی جاتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم عقیدت و محبت کے ساتھ آتے تو فیض کے دریا سمیٹ کر جاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بد اعتقادی کے ساتھ کسی کے پاس جانے والا کبھی اس سے فیض نہیں اٹھا سکتا۔

وَتَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ
السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۶۲﴾

ترجیہ کنزالایمان: اور ان میں تم بہتوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام خوری پر دوڑتے ہیں بیشک بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

ترجیہ کنزالایمان: اور تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں دوڑے جاتے ہیں۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔

﴿وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ﴾ اور تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے۔ ﴿یہاں یہودیوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ تم ان یہودیوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں دوڑے جاتے ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں گناہ سے مراد توریت کی وہ آیات چھپانا ہے جن میں تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان کا بیان تھا اور زیادتی سے مراد توریت میں اپنی طرف سے بڑھادینا ہے اور حرام خوری سے مراد وہ رشوتیں ہیں جو یہ لے کر توریت کے احکام بدل دیتے تھے۔

(عنازل، المائدة، تحت الآية: ۶۲، ۱/۵۰۸)



ویسے "انہم" ہر گناہ اور نافرمانی کو شامل ہے اور یہاں یہودیوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان پر غور کرنے کی حاجت ہے کہ ظاہری لفظی معنی کے اعتبار سے گناہ، زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں بھاگ کر جانا ان کی صفت بیان کی گئی ہے لیکن اب ہمارے ہاں کتنے ایسے لوگ ہیں کہ نیکی کے کام میں تو تاخیر بلکہ ترک کریں گے لیکن گناہ کے کام میں جلدی کریں گے۔ کسی کی مدد کرنے اور اسے قلم سے بچانے میں گنی کترا کر گزر جائیں گے لیکن قلم و زیادتی میں اپنی قوم یا علاقے یا تحریک کے جھنڈے نیچے ٹھٹھب کے ساتھ موجود ہوں گے۔ حلال تو ان کے گلے میں اٹکے گا لیکن جہاں حرام کی توقع ہوگی، رشوت ملے گی، سود ملے گا، خوب ناجائز تجارت کا فائدہ نظر آئے گا وہاں بھاگ کر چائیں گے۔

یہ مسلمان ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو ختمؑن میں ہنود

اور اپنی حالت کو سامنے رکھتے ہوئے غور کرو کہ

مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟

کون ہے تارک آئین رسولِ مختار؟

ہو گئی کس کی یکہ طرز سلف سے ہزار؟

کس کی آنکھوں میں سایا ہے شعارِ اغیار؟

اور اب تمہارا حال یہ ہے کہ

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں

لَوْلَا يَنْتَهُهُمْ الرَّبُّنِيُّونَ وَالْأَحْبَابُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَآكُلِهِمُ
السُّحْتَ ۚ لَيْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: انہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے، بیشک
بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: ان کے درویش اور علماء انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے۔ بیشک
یہ بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

﴿لَوْلَا يَنْتَهُهُمْ الرَّبُّنِيُّونَ﴾ انہیں کیوں نہ روکا پادریوں نے؟ ﴿حَضَرَتْ حَسَنُ بَعْرِي رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ﴾ فرماتے ہیں:
اس آیت میں ”الرَّبُّنِيُّونَ“ سے عیسائیوں کے علماء مراد ہیں اور ”الْأَحْبَابُ“ سے یہودیوں کے علماء مراد ہیں، اور
ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں الفاظ یہودیوں کے بارے میں ہیں کیونکہ یہ آیات یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔
(تفسیر کبیر، المائدة، تحت الآية: ۶۳، ۴/۳۹۳)

اور ایک لفظ سے یہودیوں کے درویش مراد ہیں اور دوسرے لفظ سے یہودیوں کے علماء مراد ہیں۔



یہاں یہودی درویشوں اور علماء کے متعلق فرمایا گیا کہ انہوں نے اپنی قوم کو گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے
کیوں نہ روکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالم دین کی اس بات پر بھی پکڑ ہوگی کہ وہ گناہ ہوتے ہوئے دیکھیں اور قدرت کے
باوجود منع نہ کریں کیونکہ ایسا عالم گناہ کرنے والے کی طرح ہے۔ امام فخر الدین رازی رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فرماتے ہیں ”گناہ
روحانی مرض ہے اور اس کا علاج اللہ تعالیٰ کی، اس کی صفات کی اور اس کے احکام کی معرفت ہے اور یہ علم حاصل ہونے

کے باوجود گناہ ختم نہ ہوں تو یہ اس مرض کی طرح ہے جو کسی شخص کو ہوا اور دوائی کھانے کے باوجود وہ مرض ختم نہ ہو اور عالم کا گناہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا یہ قلبی مرض انتہائی شدید ہے۔ (تفسیر کبیر، المائدة، تحت الآية: ۶۳، ۴/۳۹۳)

عالم پر واجب ہے کہ خود بھی سنبھلے اور دوسروں کو بھی سنبھالے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں قرآن پاک میں (علماء کے لئے) اس آیت سے زیادہ ڈانٹ ڈپٹ والی کوئی آیت نہیں۔

(عازن، المائدة، تحت الآية: ۶۳، ۱/۵۰۹)

اور فرماتے ہیں: قرآن پاک میں یہ آیت (علماء کے بارے میں) بہت سخت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برائی سے منع کرنا چھوڑ دینے والے کو برائی کرنے والے کی وعید میں داخل فرمایا ہے۔ (مدarik، المائدة، تحت الآية: ۶۳، ص ۲۹۲-۲۹۳)

امام ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس آیت سے زیادہ خوف دلانے والی قرآن پاک میں کوئی آیت نہیں، افسوس کہ ہم برائیوں سے نہیں روکتے۔ (تفسیر طبری، المائدة، تحت الآية: ۶۳، ۴/۶۳۸)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ ۖ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۖ
بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ ۖ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۖ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ
مَّا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۖ وَالْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ
وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۖ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ
وَلَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۖ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝

ترجمہ کنزالایمان۔ اور یہودی بولے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے انھیں کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے سے لعنت ہے بلکہ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں عطا فرماتا ہے جیسے چاہے اور اے محبوب یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اتر اس سے ان میں بہتوں کو شرارت اور کفر میں ترقی ہوگی اور ان میں ہم نے قیامت تک آپس میں دشمنی اور ہیر ڈال

دیا جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بھجادیتا ہے اور زمین میں فساد کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں، اور اللہ فساد یوں کو نہیں چاہتا۔

ترجمہ کنز العرفان۔ اور یہودیوں نے کہا: اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ ان کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے کی وجہ سے لعنت ہے بلکہ اللہ کے ہاتھ کشادہ ہیں جیسے چاہتا ہے خرچ فرماتا ہے اور اے حبیب! یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے یہ ان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا اور ہم نے قیامت تک ان میں دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ جب کبھی یہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ اسے بھجادیتا ہے اور یہ زمین میں فساد پھیلانے کے لئے کوشش کرتے ہیں اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ: اور یہودیوں نے کہا۔﴾ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہودی بہت خوش حال اور نہایت دولت مند تھے۔ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب و مخالفت کی تو ان کی روزی کم ہو گئی۔ اس وقت فحاص یہودی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہے یعنی معاذ اللہ وہ رزق دینے اور خرچ کرنے میں بخل کرتا ہے۔ اُس کے اس قول پر کسی یہودی نے منع نہ کیا بلکہ راضی رہے، اسی لئے یہ سب کا مقولہ قرار دیا گیا اور یہ آیت اُن کے بارے میں نازل ہوئی

(بخاری، المائدة، تحت الآية: ۶۴، ۵۰/۱، مدارك، المائدة، تحت الآية: ۶۴، ص ۲۹۳)

اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تو بخواد و کریم ہے، ہاں ان یہودیوں کے ہاتھ باندھے جائیں۔ اس ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ یہودی دنیا میں سب سے زیادہ بخیل ہو گئے یا اس جملے کا یہ معنی ہے کہ اُن کی اس بے ہودہ گوئی اور گستاخی کی سزا میں اُن کے ہاتھ جہنم میں باندھے جائیں اور اس طرح انہیں آتش دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ آیت میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کشادہ ہونے سے مراد بے حد کرم اور مہربانی ہے کہ دوستوں کو بھی نوازے اور دشمنوں کو بھی محروم نہ کرے ورنہ اللہ تعالیٰ جسمانی ہاتھ اور ہاتھ کے کھلنے سے پاک ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے موافق جیسے اور جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اس میں کسی کو اعتراض کرنے کی مجال نہیں۔ وہ کسی کو امیر اور کسی کو غریب کرتا ہے لیکن اس وجہ سے نہیں کہ اس کے خزانے میں کچھ کمی یا کرم میں کچھ نقصان ہے بلکہ بندوں کے حالات کا تقاضا ہی یہ ہے اور اس میں ہزار ہا مصلحتیں ہیں۔

﴿وَلِكَيْ يَذَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ﴾ اور ضروران میں سے بہت سے لوگوں (کی سرکشی اور کفر) میں اضافہ کرے گا۔ ﴿﴾ ارشاد فرمایا کہ جتنا قرآن پاک اُترتا جائے گا اتنا ہی یہودیوں کا حسد و عناد بڑھتا جائے گا اور وہ اس کے ساتھ کفر و سرکشی میں بڑھتے رہیں گے جیسے مٹھوی غذا کمزور معدے والے کو بیمار کر دیتی ہے، اس میں غذا کا قصور نہیں بلکہ مریض کے معدے کا قصور ہے یا جیسے سورج کی روشنی چمکا دڑ کو اندھا کر دیتی ہے تو اس میں سورج کا نہیں بلکہ چمکا دڑ کی آنکھ کا قصور ہے۔



اس سے دو چیزیں معلوم ہوئیں:

(1)..... جس کے دل میں سرور و کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت نہ ہو اس کے لئے قرآن وحدیث کفر کی زیادتی کا سبب ہیں جیسے آج کل بہت سے بد دینوں کو دیکھا جا رہا ہے۔ یاد رہے کہ دین کی عظمت، دین لانے والے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت سے ہے۔

(2)..... کفر میں زیادتی کمی ہوتی ہے یعنی کوئی کم شدید کافر ہوتا ہے اور کوئی زیادہ شدید۔ کمی زیادتی کسی مقدار کے اعتبار سے نہیں ہوتی، یہ ایسے ہی ہے جیسے ایمان میں کمی زیادتی ہوتی ہے یعنی کوئی زیادہ مضبوط ایمان والا اور کوئی کمزور ایمان والا ہوتا ہے۔

﴿وَالْقِيَاءَ بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ اور ہم نے قیامت تک ان میں دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ یعنی وہ ہمیشہ باہم مختلف رہیں گے اور ان کے دل کبھی نہ ملیں گے اگرچہ اوپر سے کبھی کبھار مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جائیں۔ ﴿كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ﴾ جب کبھی یہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ ﴿﴾ جب بھی یہودیوں نے فساد، شرانگیزی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی تو اللہ عزوجل نے کسی ایسے شخص کو ان پر مُسَلِّط کر دیا جس نے انہیں ہلاکت اور بربادی سے دوچار کر دیا، پہلے جب انہوں نے فتنہ و فساد شروع کیا اور تورات کے احکام کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو ان کی طرف بھیج دیا جس نے ان کو تباہ کر کے رکھ دیا، کچھ عرصے بعد پھر جب انہوں نے سراٹھایا تو طیلوس رومی نے ان کی اینٹ سے اینٹ بجادی، پھر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب انہوں نے شرانگیزی شروع کی تو قاری مجوسیوں نے ان کا حشر نشر کر دیا، پھر کچھ عرصے بعد جب فساد کا بازار گرم کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان پر تسلط اور غلبہ عطا فرما دیا۔

(بخاری، المالک، تحت الآية: ۶۴، ۱/۵۱۰-۵۱۱)

ایک قول یہ ہے کہ جب بھی یہودی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ کا ارادہ کرتے ہوئے اس کے اسباب تیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے منصوبے ناکام بنا دے گا۔ (ابو مسعود، المائدة، تحت الآية: ۶۴، ۶۶/۲)

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ
وَلَا دَخَلَتْهُمْ جَنَّتِ النَّعِيمِ ۝۱۵

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر کتاب والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ اتار دیتے اور ضرور انہیں جہنم کے باغوں میں لے جاتے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ مٹا دیتے اور ضرور انہیں نعمتوں کے باغوں میں داخل کرتے۔

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا﴾ اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے۔ ﴿وَاتَّقَوْا﴾ اہل کتاب کے متعلق فرمایا کہ اگر یہ ایمان لے آتے تو ان کے گناہ بخش دیئے جاتے اور یہ جنت کے مستحق قرار پاتے۔ اس آیت میں ایمان لانے کی اخروی جزا کا بیان ہے اور اگلی آیت میں ایمان لانے کی دنیوی جزا کا بیان کیا گیا ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ
لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ۖ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۖ
وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝۱۶

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر قائم رکھتے تو ریت اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے اترتا تو انہیں رزق

ملتا اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ان میں کوئی گروہ اعتدال پر ہے اور ان میں اکثر بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

ترجمہ کنز العرفان: اور اگر وہ تورات اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اسے قائم کر لیتے تو انہیں ان کے اوپر سے اور ان کے قدموں کے نیچے سے رزق ملتا۔ ان میں ایک گروہ اعتدال کی راہ والا ہے اور ان میں اکثر بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ﴾: اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم کر لیتے۔ ﴿﴾ ارشاد فرمایا کہ اور اگر وہ تورات اور انجیل اور دیگر کتابوں پر عمل کرتے اس طرح کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرتے کیونکہ توریت و انجیل میں اسی کا حکم دیا گیا ہے اور دیگر تمام کتابیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر نازل فرمائیں سب میں امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم ہے تو اگر وہ اس حکم پر عمل کر لیتے تو انہیں ان کے اوپر سے اور ان کے قدموں کے نیچے سے رزق ملتا یعنی رزق کی کثرت ہوتی اور ہر طرف سے انہیں رزق پہنچتا۔

ترجمہ کنز العرفان: اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم کر لیتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری سے رزق میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ حضرت ابواسحاق ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جیسے عمر میں اضافہ ہونا اور رزق میں زیادتی ہونا پسند ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔“ (شعب الایمان، السادس والعشرون من شعب الایمان، الخ، ۶/۲۱۹، الحدیث: ۷۹۴۷)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اے لوگو! جو چیز تمہیں جنت کے قریب اور جہنم سے دور کر سکتی ہے اس کا میں نے تمہیں حکم دے دیا اور جو چیز تمہیں جہنم کے قریب اور جنت سے دور کر سکتی ہے اس سے میں نے تمہیں منع کر دیا۔ بے شک دُوحُ الامین علیہ السلام نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی جان اس وقت تک مرے گی نہیں جب تک وہ اپنا رزق پورا نہ کر لے لہذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اچھے طریقے سے رزق طلب کرو۔ رزق کا آہستہ پانا تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم اللہ تعالیٰ

کی نافرمانی کے ذریعے رزق طلب کرنے لگو کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ اس کی اطاعت کے ذریعے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔
(شرح السنہ، کتاب الرقاق، باب التوکل علی اللہ عزوجل، ۳۲۹/۷، الحدیث، ۴۰۰۶)

﴿وَمِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ﴾: ان میں ایک گروہ اعتدال کی راہ والا ہے۔ ﴿﴾ ارشاد فرمایا کہ سارے اہل کتاب یکساں نہیں ہیں بلکہ بعض اعتدال پسند ہیں اور وہ حد سے تجاوز نہیں کرتے، یہ یہودیوں میں سے وہ لوگ ہیں جو تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وغیرہ جبکہ بقیہ اکثریت نافرمان ہے جو کفر پر جتے ہوئے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٦٤﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے رسول پہنچا دو جو کچھ اترتا ہے تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیغام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری تمہائی کرے گا لوگوں سے بیشک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

ترجمہ کنزالعرفان: اے رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اس کی تبلیغ فرمادیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اُس کا کوئی پیغام بھی نہ پہنچایا اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ بیشک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ﴾: اے رسول۔ ﴿﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رسول کے لقب سے خطاب فرمایا، یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے ورنہ دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ان کے اسماء مبارکہ سے خطاب فرمایا گیا ہے۔ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پیغامات لوگوں تک پہنچائیں اور کسی قسم کا کوئی اندیشہ نہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ ان کفار سے آپ کی حفاظت فرمائے گا جو آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس خطرے کی وجہ سے دورانِ سفر رات کے وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت

کیلئے پہرہ دیا جاتا تھا، جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو پہرہ ہٹا دیا گیا اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہرے داروں سے فرمایا کہ تم لوگ چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا فرما دیا ہے۔

(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة المائدة، ۳۵/۵، المحدث: ۳۰۵۷)

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے پہرہ دینے کا شرف جنہیں سب سے پہلے حاصل ہوا وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آتے وقت ایک رات بے خواب رہے، پھر فرمایا کاش کوئی نیک شخص ہماری حفاظت کرتا۔ اچانک ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا "یہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں سعد ہوں۔ ارشاد فرمایا "تمہیں کیا چیز یہاں لائی ہے؟ عرض کی میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر خطرہ گزرا تو میں ان کی حفاظت کرنے آیا۔ ان کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سو گئے۔ (مسلم، کتاب فضائل الصحابة رضى الله تعالى عنهم، باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضى الله عنه، ص ۱۳۱، المحدث: ۴۰ (۲۴۱۰))

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا الشُّرُوعَ وَالْإِنْجِيلَ
وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلِيُزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ
إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۖ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ٢٨

ترجمہ کنزالایمان: تم فرما دو اے کتابیو تم کچھ بھی نہیں ہو جب تک نہ قائم کرو تورات اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اتر اور بیشک اے محبوب وہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اتر اس سے ان میں بہتوں کو شرارت اور کفر کی اور ترقی ہوگی تو تم کافروں کا کچھ غم نہ کھاؤ۔

ترجمہ کنزالعرفان: تم فرما دو اے کتابیو! جب تک تم تورات اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اسے قائم نہیں کر لیتے تم کسی شے پر نہیں ہو اور اے حبیب! یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے یہ ان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا تو تم کافر قوم پر کچھ غم نہ کھاؤ۔

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ: تم فرما دو اے کتابیو!﴾ اہل کتاب سے فرمایا گیا کہ جب تک تم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لے آتے تب تک تم کسی دین و ملت پر نہیں ہو کیونکہ اگر حقیقی طور پر تم تورات و انجیل پر عمل کرو تو تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان لے آؤ کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم تورات و انجیل میں موجود ہے۔

﴿مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ: اے حبیب! یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔﴾ یعنی اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، جو قرآن آپ کی طرف آپ کے رب عزوجل کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، یہ اہل کتاب کے علماء اور سرداروں کی پرانی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا کیونکہ آپ پر جب قرآن مجید کی کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو یہ اس کا انکار کر دیتے ہیں اور اس طرح یہ اپنے کفر و سرکشی میں اور زیادہ سخت ہو جاتے ہیں اس لئے اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، جو یہودی آپ کی نبوت کا انکار کر رہے ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لارہے ان کی وجہ سے آپ غمزدہ نہ ہوں کیونکہ ان کے اس کفر کا وبال انہی پر پڑے گا۔

(روح البیان، المائدہ، تحت الآية: ۶۸، ۴۱۹/۲، عازن، المائدہ، تحت الآية: ۶۸، ۵۱۱/۱-۵۱۳، ملتقطاً)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِقُونَ وَالنَّاصِرِيُّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ کنزالایمان: بیشک وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اسی طرح یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی ان میں جو کوئی سچے دل سے اللہ و قیامت پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔

ترجمہ کنز العمال: بیشک (وہ جو اپنے آپ کو) مسلمان (کہتے ہیں) اور یہودی اور ستاروں کی پوجا کرنے والے اور عیسائی (ان میں سے) جو (سچے دل سے) اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور اچھے عمل کرے تو ان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا: بیشک وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔﴾ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ

اہل کتاب اس وقت تک کسی دین و ملت پر نہیں جب تک وہ ایمان نہیں لاتے اور اس آیت میں بیان فرمایا کہ یہ حکم صرف اہل کتاب کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر ملت والا اس حکم میں داخل ہے اور کسی کو بھی تب تک کوئی فضیلت اور منقبت حاصل نہیں جب تک وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتا اور ایسے نیک اعمال نہیں کرتا جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور نیک عمل میں سے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا بھی ہے کیونکہ جب تک کوئی تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لاتا تو اس کا ایمان مکمل نہیں ہوگا۔

(عازن، المائدة، تحت الآية: ۶۹، ۱/۵۱۳)

اس آیت کی تفسیر کے بارے میں مزید معلومات کے لئے سورہ بقرہ کی آیت نمبر 62 کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ رُسُلًا كَلِّمَاجَاءَهُمْ
رَأْسُوكُمْ بِمَا لَا تُهْوَىٰ أَنْفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ۝۴۱

ترجمہ کنزالایمان: بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے، جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول وہ بات لے کر آیا جو ان کے نفس کی خواہش نہ تھی ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے (تو) جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول وہ بات لے کر آیا جو ان کے نفس کو پسند نہ تھی تو انہوں نے (انبیاء کے) ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو شہید کرتے رہے۔

﴿لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ﴾: بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے توریت میں یہ عہد لیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں اور حکم الہی کے مطابق عمل کریں لیکن انہوں نے یہ کیا کہ جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول ان کی خواہشات کے برخلاف حکم لے کر آتے تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کسی گروہ کو تو یہ جھٹلاتے اور کسی کو شہید کر دیتے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب میں تو یہود و نصاریٰ سب شریک ہیں مگر قتل کرنا یہ خاص یہودیوں کا کام ہے، انہوں نے بہت سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو شہید کیا جن میں سے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام بھی ہیں۔ یہ خیال رہے کہ کوئی نبی علیہ السلام جہاد میں کافروں کے ہاتھوں شہید نہیں ہوئے۔

وَحَسِبُوا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةً فَعَمَّوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُّوْا
وَصَمُّوْا كَثِيْرًا مِنْهُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِصِيْرٍ بِاٰیَعْمَلُوْنَ ﴿۱﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور اس گمان میں رہے کہ کوئی سزا نہ ہوگی تو اندھے اور بہرے ہو گئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی پھر ان میں بہتر رہے اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ انہیں کوئی سزا نہ ہوگی تو یہ اندھے اور بہرے ہو گئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔

﴿وَحَسِبُوا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةً﴾: اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ (انہیں اس پر) کوئی سزا نہ ہوگی۔ یہود و نصاریٰ اتنے سنگین جرائم کے مرتکب ہوئے کہ دونوں نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جھٹلایا اور بطور خاص یہودیوں نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو شہید بھی کیا لیکن اس کے باوجود انہوں نے یہ گمان کیا کہ ایسے شدید جرموں پر بھی انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا تو یہ اندھے اور بہرے ہو گئے یعنی حق دیکھنے سے اندھے اور حق سننے سے بہرے ہو گئے اور ایسے بھی وہ عقل و شعور سے اندھے بہرے تھے کہ ایسے جرائم کے باوجود بھی خود کو سزا سے محفوظ سمجھتے رہے۔ پھر جب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی لیکن پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہو گئے اور اسی سابقہ روش پر چل پڑے۔ دوسرے تباہ اندھا اور بہرہ ہونے سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کے چند اقوال ہیں:

(۱)..... یہودی حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں عقل کے اعتبار سے اندھے اور بہرے ہو گئے پھر ان میں سے بعض کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی کہ انہیں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کی توفیق دی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں ان کی نبوت و رسالت کا انکار کر کے بہت سے یہودی دل کے اندھے اور بہرے ہو گئے۔

(۲)..... پہلی مرتبہ تب دل کے اندھے اور بہرے ہوئے جب انہوں نے چھڑے کی پوجا کی پھر اس سے انہوں نے توبہ

کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی پھر دوسری مرتبہ ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے تب ہوئے جب انہوں نے فرشتوں کے نزول اور رویت باری تعالیٰ کا مطالبہ کیا۔

(3)..... دومرتبہ بصیرت کے اندھے اور بہرے ہونے کی تفسیر سورۃ بنی اسرائیل کی 4 سے لے کر 7 تک وہ آیات ہیں جن میں یہ خبر دی گئی کہ یہودی دومرتبہ زمین میں فساد کریں گے۔ (تفسیر کبیر، المائدہ، تحت الآیۃ: ۷۱، ۷۲/۴: ۱۰۷)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ
يَبْنَىٰ إِسْرَءِيلَ اْعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ
حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۚ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝

ترجمہ کنزالایمان: بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے اور مسیح نے توبہ کہا تھا اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے حالانکہ مسیح نے توبہ کہا تھا۔ اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا﴾: بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا۔ ﴿عِيسَىٰ﴾: عیسائیوں کے بہت سے فرقے ہیں: ان میں سے یعقوبیہ اور ملکانیہ کہتے تھے کہ مریم نے الہ یعنی معبود کو جنم دیا اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ الہ یعنی معبود نے عیسیٰ کی ذات میں حلول کر لیا اور وہ اُن کے ساتھ متحد ہو گیا تو عیسیٰ الہ (معبود) ہو گئے۔ (خازن، المائدہ، تحت الآیۃ: ۷۲، ۷۳/۱: ۵۱۴)

مَعَاذَ اللَّهِ ثُمَّ مَعَاذَ اللَّهِ۔ عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی توحید کی

کہ وہ تو اپنے کورب غزوہ نخل کا بندہ کہتے تھے اور یہ انہیں جھٹلا کر انہی کو رب کہنے لگے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثُ ثَلَاثٍ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهُ وَاحِدٌ ط

وَإِنْ لَّمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابُ الْيَمِّ ۝۴۳

أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۴۴

ترجمہ کنزالایمان: بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا اور اگر اپنی بات سے باز نہ آئے تو جو ان میں کافر مریں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ تو کیوں نہیں رجوع کرتے اللہ کی طرف اور اس سے بخشش مانگتے اور اللہ بخشنے والا مہربان۔

ترجمہ کنزالعرفان: بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا بیشک اللہ تین (معبودوں) میں سے تیسرا ہے حالانکہ عبادت کے لائق تو صرف ایک ہی معبود ہے اور اگر یہ لوگ اس سے باز نہ آئے جو یہ کہہ رہے ہیں تو جو ان میں کافر رہیں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ تو یہ کیوں اللہ کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتے اور کیوں اس سے مغفرت طلب نہیں کرتے؟ حالانکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا﴾ بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا۔ ﴿عِيسَايَ﴾ میں فرقہ مرقوسیہ اور نستوریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ الہ تین ہیں، باپ بیٹا و روح القدس، اللہ تعالیٰ کو باپ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کا بیٹا اور حضرت جبریل علیہ السلام کو روح القدس کہتے ہیں۔ علم کلام کے ماہر علماء فرماتے ہیں کہ باپ بیٹا و روح القدس یہ تینوں ایک الہ ہیں۔ معاذ اللہ۔ ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، نہ اس کا کوئی ثانی ہے نہ ثالث۔ وہ وحدانیت کے ساتھ موصوف ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، باپ بیٹے بیوی سب سے پاک ہے۔ اگر یہ کفار اس عقیدے سے باز نہ آئے اور تثلیث (تین خدا ماننے) کے معتقد رہے اور تو حید اختیار نہ کی تو آخرت میں دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ
وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۚ كَانَا يَأْكُلَنِ الطَّعَامَ ۚ أَنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ
لَهُمْ أَنْظُرْ أَتَى يُؤْفِكُونَ ﴿٤٥﴾

ترجمہ کنزالایمان: مسیح ابن مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھو تو ہم کیسی صاف نشانیاں ان کے لئے بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے اوندھے جاتے ہیں۔

ترجمہ کنز العرفان: مسیح بن مریم تو صرف ایک رسول ہے۔ اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ (بہت سچی) ہے۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھو تو ہم ان کے لئے کیسی صاف نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے پھرے جاتے ہیں؟

﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ﴾: مسیح بن مریم تو صرف ایک رسول ہیں۔ ﴿يَهَاں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدا نہ ہونے کی دلیل بیان کی ہے چنانچہ فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک رسول ہے۔ خدا نہیں ہے لہذا اُن کو خدا ماننا غلط، باطل اور کفر ہے۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور وہ رسول بھی معجزات رکھتے تھے، یہ معجزات اُن کی نبوت کی صداقت کی دلیل تھے نہ کہ خدا ہونے کی، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی رسول ہیں اُن کے معجزات بھی ان کی نبوت کی دلیل ہیں نہ کہ خدا ہونے کی، لہذا انہیں رسول ہی ماننا چاہئے اور جب دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو معجزات کی بنا پر خدا نہیں مانتے تو ان کو بھی خدا نہ مانو۔

﴿وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ﴾: اور اس کی ماں صدیقہ ہے۔ ﴿یعنی حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت سچی ہیں جو اپنے رب عزوجل کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہیں تو تم بھی ان کی پیروی کرو۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ دونوں کھانا کھاتے تھے جبکہ معبود کھانے سے پاک ہوتا ہے اور کھانا کھانا بھی معبود نہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ معبود

غذا کا محتاج نہیں ہو سکتا تو جو غذا کھائے، جسم رکھے اور اس جسم میں تحلیل واقع ہو، غذا اس کا بدل بنے وہ کیسے معبود ہو سکتا ہے؟

قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۷۶﴾

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارے نقصان کا مالک نہ نفع کا اور اللہ ہی منتجا جانتا ہے۔

ترجمہ کنز العمال: تم فرماؤ، کیا تم اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے نقصان کا مالک ہے اور نہ نفع کا اور اللہ ہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

﴿قُلْ﴾: تم فرماؤ۔ اس آیت میں شرک کو باطل کرنے کی ایک اور دلیل بیان کی گئی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مستحق عبادت وہی ہو سکتا ہے جو نفع نقصان وغیرہ ہر چیز پر ذاتی قدرت و اختیار رکھتا ہو اور جو ایسا نہ ہو وہ مستحق عبادت نہیں ہو سکتا اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نفع و ضرر کے بالذات مالک نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے مالک کرنے سے مالک ہوئے تو ان کی نسبت الوہیت کا اعتقاد باطل ہے۔ (ابو سعید، المائدة، تحت الآیۃ: ۷۶، ۲/۷۶)

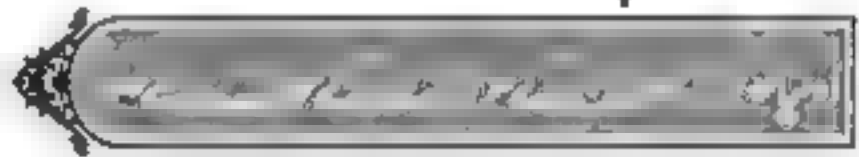
اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں مردے زندہ کرنے، بیماروں کو شفا یاب کرنے، اندھوں کو بینا کرنے اور کوزھوں کو تندرست کرنے کا تذکرہ فرمایا ہے وہاں ہر جگہ یہ فرمایا کہ میں یہ اللہ عزوجل کے اذن یعنی اجازت سے کرتا ہوں۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَصْلُوا كَثِيرًا مِنْ ضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿۷۷﴾

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ اے کتاب والو اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو جو پہلے گمراہ ہو چکے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ بہک گئے۔

ترجمہ کنزالعرفان: تم فرماؤ، اے کتاب والو! اپنے دین میں ناحق غلو (زیادتی) نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشات پر نہ چلو جو پہلے خود بھی گمراہ ہو چکے ہیں اور بہت سے دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کر چکے ہیں اور سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں۔

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ: تم فرماؤ، اے کتاب والو!﴾ یہاں تمام اہل کتاب کو ناحق زیادتی کرنے سے منع فرمایا۔ یہودیوں کی زیادتی تو یہ تھی کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ہی نہیں مانتے تھے اور نصاریٰ کی زیادتی یہ تھی کہ وہ انہیں معبود ٹھہراتے ہیں۔ ان سب سے فرمایا گیا کہ دین میں زیادتی نہ کرو اور گمراہ لوگوں کی پیروی نہ کرو یعنی اپنے بد دین باپ دادا وغیرہ کے پیچھے نہ چلو بلکہ حق کی پیروی کرو۔



اولیاء کرام کی تعظیم کرنا اور فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے ان کے مزارات پر حاضری دینا جائز اور پسندیدہ عمل ہے کیونکہ اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں اور ان کے مزارات رحمۃ الہی اترنے کے مقامات ہیں لیکن فی زمانہ اولیاء کرام اور ان کے مزارات کے حوالے سے انتہائی غلو سے کام لیا جاتا ہے کہ بعض حضرات ان کی جائز تعظیم کو ناجائز و حرام کہتے ہیں اور ان کے مزارات پر حاضری کو شرک و بت پرستی سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض نادان ان کی تعظیم کرنے میں شرعی حد پار کر جاتے ہیں اور ان کے مزارات پر ایسے امور سرانجام دیتے ہیں جو شرعاً ناجائز و حرام ہیں جیسے تعظیم کے طور پر مزار کا طواف کرنا اور صاحب مزار کو سجدہ تعظیمی کرنا، مزارات پر مزامیر کے ساتھ قوالیاں پڑھنا، عورتوں کا مزارات پر مخطوط حاضر ہونا اور عرس وغیرہ کے موقع پر لہو و لعب کا اہتمام کرنا وغیرہ۔ تعظیم اولیاء کو ناجائز و حرام کہنے والوں اور مزارات پر حاضری کو شرک و بت پرستی سمجھنے والوں کو چاہئے کہ وہ اس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی حالت پر غور کریں اور شرعاً جائز عمل کو اپنی طرف سے ناجائز و حرام کہہ کر دین میں زیادتی نہ کریں بلکہ حق کی پیروی کریں اور مزارات پر ناجائز و حرام کام کرنے والوں کو چاہئے وہ بھی اپنے ان افعال سے باز آ جائیں تاکہ دشمنان اولیاء ان کی نادانیوں کی وجہ سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے دور کرنے کی سعی نہ کر سکیں۔

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ

مَرْيَمَ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿۷۸﴾

توبۃ کفر الایمان۔ لعنت کیے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا۔

توبۃ کفر الایمان۔ بنی اسرائیل میں سے کفر کرنے والوں پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر سے لعنت کی گئی۔ یہ لعنت اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ سرکشی کرتے رہتے تھے۔

﴿لَعْنَتِ الْبَنِي كَفَرُوا﴾: کفر کرنے والوں پر لعنت کی گئی۔ ﴿ایہ کے رہنے والوں کو ہفتہ کے دن شکار کرنا منع تھا، انہوں نے جب اس حکم کی مخالفت کی اور شکار کرنے سے باز نہ آئے تو حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن پر لعنت کی اور اُن کے خلاف دعا فرمائی چنانچہ ان سب کو بندروں اور خزیروں کی شکل میں مسخ کر دیا گیا۔ سورہ اعراف میں اس قصے کی تفصیل مذکور ہے اور اصحابِ مائدہ نے جب نازل شدہ دسترخوان کی نعمتیں کھانے کے بعد ممانعت کے باوجود انہیں ذخیرہ کیا اور ایمان نہ لائے تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کے خلاف دعا فرمائی تو وہ خزیر اور بندر بن گئے، اس وقت اُن کی تعداد پانچ ہزار تھی۔﴾ (حمل، المائدہ، تحت الآية: ۷۸، ۲/۲۶۰-۲۶۱)

بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہودی اپنے آباء و اجداد پر فخر کیا کرتے تھے اور کہتے تھے ہم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہیں۔ اس آیت میں انہیں بتادیا گیا کہ اُن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تو ان پر لعنت کی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ افروزی کی بشارت دی اور تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لانے اور کفر کرنے والوں پر لعنت کی تھی۔

(عزل، المائدہ، تحت الآية: ۷۸، ۱/۵۶۶)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے منہ سے نکلی ہوئی نقصان کی دعا دنیا و آخرت میں رسوائی اور بربادی کا سبب بن سکتی ہے، لہذا ایسے کاموں سے بچتے رہنا چاہئے جو ان کی ناراضی کا سبب بنیں۔

﴿ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَاَكَانُوا يَحْشَدُونَ﴾: یہ (لعنت) ان کی نافرمانی اور سرکشی کا بدلہ ہے۔ ﴿اس میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان یہودیوں کی سرکشی سے غمزدہ نہ ہوں، یہ لوگ تو عادی مجرم اور پرانے سرکش ہیں، حتیٰ کہ اس سرکشی کی سزا میں بندر اور سور بھی بن چکے ہیں، اس وقت ان کا امن

میں رہنا صرف اس وجہ سے ہے کہ تم تمام عائسین کے لئے رحمت ہو، تمہاری موجودگی میں عذاب نہ آئے گا۔

كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٤٩﴾

ترجمہ کنزالایمان: جو بری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

ترجمہ کنزالعرفان: وہ ایک دوسرے کو کسی برے کام سے منع نہ کرتے تھے جو وہ کیا کرتے تھے۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

﴿كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ﴾: وہ ایک دوسرے کو کسی برے کام سے منع نہ کرتے تھے۔ ﴿یہودیوں کی ایک سرکشی یہ تھی کہ انہوں نے برائی ہوتی دیکھ کر ایک دوسرے کو اس سے منع کرنا چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو اُن کے علماء نے پہلے تو انہیں منع کیا، جب وہ باز نہ آئے تو پھر وہ علماء بھی اُن سے مل گئے اور کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے میں اُن کے ساتھ شامل ہو گئے اُن کی اسی نافرمانی اور سرکشی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زبان سے اُن پر لعنت اتاری۔ (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ العنکبۃ، ۳۵/۵، الحدیث: ۳۰۵۸)



اس سے معلوم ہوا کہ برائی سے لوگوں کو روکنا واجب ہے اور گناہ سے منع کرنے سے باز رہنا سخت گناہ ہے۔ اس سے ان علماء کو اور بطور خاص ان پیروں کو اپنے طرزِ عمل پر غور کرنے کی حاجت ہے کہ جو اپنے ماننے والوں میں یا مریدین و معتقدین میں اعدائہ گناہ ہوتے دیکھ کر اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے منع کرنے سے لوگ گناہ سے باز آجائیں گے پھر بھی ”یا شیخ اپنی اپنی دیکھ“ کا نعرہ لگاتے نظر آتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمن عذری رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”اس علم کو ہر چھلی جماعت میں سے پرہیزگار لوگ اٹھاتے رہیں گے اور وہ غلو کرنے والوں کی تحریفیں،

اہل باطل کے جھوٹے دھوکوں اور جالوں کی غلط تاویل و تشریح کو دین سے دور کرتے رہیں گے۔

(مس الکبریٰ للبیہقی، کتاب الشهادات، باب الرجل من اهل الفقه... الخ، ۲۵۳/۱۰، الحدیث: ۲۰۹۱۱)

مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”اس میں غیبی بشارت ہے کہ تاقیامت میرے دین میں علمائے خیر پیدا ہوتے رہیں گے۔ جو علم دین کو پڑھتے پڑھاتے اور تبلیغ کرتے رہیں گے۔ خیال رہے کہ گزشتہ صالحین کو سلف اور پچھلوں کو خلف کہا جاتا ہے لہذا ہر جماعت صالحین انگوں کے لحاظ سے خلف اور پچھلوں کے لحاظ سے سلف ہے۔ حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”یعنی مسلمانوں میں بعض جاہل علماء کی شکل میں نمودار ہو کر قرآن و حدیث کی غلط تاویلیں اور مضموی تحریفیں کر دیں گے، وہ مقبول جماعت ان تمام چیزوں کو دفع کرے گی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ آج تک ایسا ہو رہا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہوگا، دیکھ لو علمائے دین کی سرپرستی نہ حکومت کرتی ہے نہ قوم لیکن پھر بھی یہ جماعت پیدا ہو رہی ہے اور خدایت دین برابر کر رہی ہے۔“ (مراۃ المناجیح، کتاب العلم، الفصل الثانی، ۲۰۱۱، ج ۱، ج ۲، حدیث: ۲۳۰)

تَرَى كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ
أَنفُسُهُمْ أَن سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ لَهُمْ حِلٌّ ۖ وَنَ ۝۸۰

ترجمہ کنزالایمان: ان میں تم بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں، کیا ہی بری چیز اپنے لیے خود آگے بھیجی یہ کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

ترجمہ کنزالعرفان: تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں تو ان کی جانوں نے ان کے لئے کتنی بری چیز آگے بھیجی کہ ان پر اللہ نے غضب کیا اور یہ لوگ ہمیشہ عذاب میں ہی رہیں گے۔

﴿يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾: کافروں سے دوستی کرتے ہیں۔ پچھلی آیات میں گزشتہ زمانے کے یہودیوں کی مذموم صفات اور ان کے شیعوں و ثقافکس کا بیان تھا اب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارکہ کے یہودیوں کی برائیوں اور سازشوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ شان نزول: کعب بن اشرف یہودی اور اس کے ساتھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بغض و عناد کی وجہ سے مشرکین مکہ کے پاس پہنچے اور انہیں تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے پر ابھارا، لیکن یہ لوگ اپنی اس کوشش میں ناکام و نامراد ہوئے، اس واقعے سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منافقین میں سے بہت سوں کو دیکھیں گے کہ وہ یہودیوں سے دوستی کرتے ہیں۔ (بخاری، المائدة، تحت الآية، ۸۰، ۵۱۷/۱) کفار سے دوستی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہوا اور آخرت میں دائمی عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

۱۰۔ ۱۱۹۲۶۱۰۰ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

معلوم ہوا کہ کفار سے دوستی اور موالات حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ یہ آیت مبارکہ ان مسلمانوں کے لئے تازیانہِ عبرت ہے جو کفار کی مسلمانوں سے کھلی دشمنی اپنی روشن آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود، صرف اپنے منصب کی بقا کی خاطر ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے، ان کی ہاں میں ہاں ملاتے اور ان کی ناراضی سے خوف کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ کی توفیق عطا فرمائے

وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُواهُمْ
أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ كَثِيرٌ مِنْهُمْ فُسِقُونَ ﴿۸۱﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور ان نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے مگر ان میں تو بہترے فاسق ہیں۔

ترجمہ کنزالعرفان: اور اگر یہ اللہ اور نبی پر اور اس پر جو نبی کی طرف نازل کیا گیا ہے ایمان لاتے تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں بہت زیادہ فاسق ہیں۔

﴿وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ﴾ اور اگر یہ اللہ اور نبی پر ایمان لاتے۔ ﴿کفار و مشرکین سے دوستی اور محبت کا رشتہ اُسٹوار کرنے والے یہودی اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی نازل کردہ کتاب قرآن

پاک پر صدق و اخلاص کے ساتھ ایمان لائے ہوتے تو کسی صورت بھی ان کے ساتھ دوستی کا سلسلہ قائم نہ کرتے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ان میں بہت زیادہ فاسق ہیں۔ ان آیات کے پس منظر پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کا اصل مقصود ریاست کی حکمرانی اور منصب کا حصول تھا اور اس کے لئے انہیں کوئی بھی طریقہ اپنانا پڑا، کسی بھی ذریعے کو اختیار کرنا پڑا وہ کر گزرے۔ کچھ ایسی ہی صورت حال فی زمانہ ہم مسلمانوں میں عام ہو چکی ہے۔ اپنی کرسی کو بچانے کے چکر میں کفار کے سامنے گھٹنے ٹیکتے اور ایڑیاں گھسیٹتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقل سلیم عطا فرمائے۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۚ

وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي ۖ

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَسِيصِينَ وَرُهَبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۸۷﴾

ترجمہ کنزالایمان: ضرورتاً مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرورتاً مسلمانوں کی

دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لئے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور یہ غرور نہیں کرتے۔

ترجمہ کنزالعرفان: ضرورتاً مسلمانوں کا سب سے زیادہ شدید دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرورتاً مسلمانوں

کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ان میں علماء اور عبادت گزار موجود ہیں اور یہ تکبر نہیں کرتے۔

﴿وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا﴾ اور ضرورتاً مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے۔ ﴿

اس آیت کریمہ میں اُن عیسائیوں کی تعریف بیان کی گئی ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس تک

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر قائم رہے اور تا جدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وحشت معلوم ہونے کے بعد

سرکارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ شانِ نزول: ابتدائے اسلام میں جب کفارِ قریش نے مسلمانوں کو بہت ایذائیں دیں تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے گیارہ مرد اور چار عورتوں نے سرکارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حبشہ کی طرف ہجرت کی، یہ تمام حضرات اعلانِ نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں بحری سفر کر کے حبشہ پہنچے۔ اس ہجرت کو ہجرتِ اولیٰ کہتے ہیں۔ اُن کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے پھر اور مسلمان روانہ ہوتے رہے یہاں تک کہ بچوں اور عورتوں کے علاوہ مہاجرین کی تعداد بیاسی (82) مردوں تک پہنچ گئی، جب قریش کو اس ہجرت کا علم ہوا تو انہوں نے چند افراد کو تحفہ تحائف دے کر نجاشی بادشاہ کے پاس بھیجا، ان لوگوں نے دربارِ شامی میں ہارِ یابی حاصل کر کے بادشاہ سے کہا: ہمارے ملک میں ایک شخص نے نبوت کا دھوئی کیا ہے اور لوگوں کو نادان بنا ڈالا ہے اُن کی جماعت جو آپ کے ملک میں آئی ہے وہ یہاں فساد انگیزی کرے گی اور آپ کی رعایا کو باغی بنائے گی، ہم آپ کو خبر دینے کے لئے آئے ہیں اور ہماری قوم درخواست کرتی ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کیجئے، نجاشی بادشاہ نے کہا: پہلے ہم ان لوگوں سے گفتگو کر لیں باقی بات بعد میں دیکھیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے مسلمانوں کو طلب کیا اور ان سے دریافت کیا کہ ”تم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کی والدہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو۔“ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول، کَلِمَةُ اللہ اور رُوح اللہ ہیں اور حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کنواری پاک ہیں۔ یہ من کر نجاشی نے زمین سے ایک لکڑی کا ٹکڑا اٹھا کر کہا خدا غرّ و جلّ کی قسم تمہارے آقا نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں اتنا بھی نہیں بڑھایا جتنی یہ لکڑی، (یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد کلام عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بالکل مطابق ہے) یہ دیکھ کر مشرکین مکہ کے چہرے اتر گئے۔ پھر نجاشی نے قرآن شریف سننے کی خواہش کی تو حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ مریم تلاوت کی، اس وقت دربار میں نصرانی عالم اور درویش موجود تھے قرآن پاک سن کر بے اختیار رونے لگے۔ پھر نجاشی نے مسلمانوں سے کہا: تمہارے لئے میری سلطنت میں کوئی خطرہ نہیں مشرکین مکہ اپنے مقصد میں ناکام ہو کر واپس پلٹے اور مسلمان نجاشی کے پاس بہت عزت و آسائش کے ساتھ رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے نجاشی کو دولتِ ایمان کا شرف حاصل ہوا۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

(بخاری، المائدة، تحت الآية: ۸۲، ۸۱، ۸۰)

مانند و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	مطبوعات
1	قرآن مجید	کلام الہی	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی
2	کنز الایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۳۰ھ	رضا اکیڈمی، ہند
3	کنز العرفان	شیخ الحدیث و الشیخ ابو الصالح مفتی محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتاب التفسیر و علوم القرآن

1	تفسیر طبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۲۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
2	احکام القرآن	امام ابو بکر احمد بن علی رازی، صاحب، متوفی ۴۴۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت
3	تفسیر سمرقندی	ابو الیث نصر بن محمد بن ابی ایمن سمرقندی، متوفی ۳۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
4	تفسیر بغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود ذہبی، بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
5	راد المسیر	ابو القریب جمال الدین عبدالرحمن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار ابن خازم، بیروت ۱۴۲۳ھ
6	تفسیر کبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۹ھ
7	تفسیر قرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۹ھ
8	تفسیر بیضاوی	امام ناصر الدین عبد اللہ بن ابو عمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۸۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
9	تفسیر مدارک	امام عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۳۱ھ
10	تفسیر عیاض	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	مطبعہ مہدیہ، مصر ۱۳۱۷ھ
11	البحر المحیط	ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۳۲ھ
12	نظم الدرر	برہان الدین ابو الحسن ابراہیم بن عمر الباقعی، متوفی ۸۸۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ
13	تفسیر جلالین	امام جلال الدین محلی، متوفی ۸۴۳ھ	باب المدینہ کراچی
14	تفسیر قر مشور	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ

15	تناسق الدرر	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
16	تفسیر ابو سعود	علامہ ابو سعید محمد بن مصطفیٰ عمادی، متوفی ۹۸۲ھ	دارالفکر، بیروت
17	تفسیر ابی احمدیہ	شیخ احمد بن ابی سعید ملا حیون جویندہ، متوفی ۱۱۳۰ھ	پشاور
18	روح البیان	شیخ اسماعیل حتی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ
19	تفسیر جمل	علامہ شیخ سلیمان جمل، متوفی ۱۲۰۳ھ	باب المدینہ کراچی
20	تفسیر عزیزی (مترجم)	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۳۹ھ	ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
21	تفسیر صاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلونی، متوفی ۱۲۳۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ
22	روح المعانی	ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۳۹ھ
23	خزائن العرفان	صدرالاقا ضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبہ المدینہ، باب المدینہ کراچی

کتاب الحدیث و متعلقاته

1	مصنف عبد الرزاق	ابو بکر محمد عبدالرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
2	مصنف ابن ابی شیبہ	حافظ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عجمی، متوفی ۲۴۵ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
3	مسند امام احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
4	دارمی	امام حافظ عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ	دارالکتب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ
5	بخاری	امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
6	مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم، بیروت ۱۴۱۹ھ
7	ابن ماجہ	امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
8	ابوداؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث ہمدانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
9	ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
10	مسند نسائی	امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ
11	مسند ابو یعلیٰ	ابو یعلیٰ احمد بن علی بن عثیٰ موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ

12	تہذیب الآثار	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۲۰ھ	مطبعہ المدنی، قاہرہ
13	نواذر الاصول	ابو عبد اللہ محمد بن علی اکیم ترمذی، متوفی ۳۲۰ھ	مکتبہ الامام بخاری، قاہرہ
14	معجم الکبیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۲۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ
15	معجم الأوسط	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۲۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
16	معجم الصغیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۲۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۳ھ
17	دار قطی	علی بن مرداد قطنی، متوفی ۳۸۵ھ	مکتبۃ الاولیاء، ملتان
18	مستدرک	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
19	حبیۃ الاولیاء	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ صنفی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
20	شعب الایمان	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بنی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
21	سنن الکبری	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بنی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
22	مردوس الاخبار	ابو شجاع شیرویہ بن شہر دار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
23	معجم الروالد	حافظ نورالدین علی بن ابو بکر یحییٰ، متوفی ۸۰۷ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
24	الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان	علامہ امیر علاء الدین علی بن ہبمان قاری، متوفی ۷۳۹ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
25	مشكاة المصابيح	علامہ ولی الدین حمزہ بن علی، متوفی ۷۴۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
26	جمع الحوامع	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
27	کنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی، ہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

کتاب شروح الحدیث

1	شرح السنة	امام ابو محمد حسین بن مسعود بنوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
---	-----------	--	--------------------------------

2	عبد القاری	امام بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
3	فیض القدیر	علامہ محمد عبدالرزاق مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
4	مراۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	مکتبہ اسلامیہ، لاہور

کتاب العقائد

1	شرح عقائد نسفیہ	علامہ مسعود بن عمر سعد الدین تکتازانی، متوفی ۷۹۳ھ	باب المدینہ، کراچی
2	شرح فقہ اکبر	علی بن سلطان محمد ہرودی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۳ھ	باب المدینہ، کراچی

کتاب الفقہ

1	ہدایع الصنائع	ملک العلماء علامہ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
2	ہدیہ	برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت
3	فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام، متوفی ۶۸۱ھ	کوئٹہ
4	در مختار	غلام الدین محمد بن علی حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۵ھ
5	عالمگیری	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام، متوفی ۱۱۶۱ھ و جماعت من علماء الہند	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
6	قنوی رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۳۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
7	بہار شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبہ المدینہ، باب المدینہ کراچی
8	قنوی نورس	ابوالخیر محمد نور اللہ نسیمی، متوفی ۱۳۰۳ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ

کتاب التصوف

1	قوت القلوب	ابوطالب محمد بن علی کی، متوفی ۳۸۶ھ	مرکز اشاعت برکات رضا، بیروت ۱۴۲۳ھ
2	احیاء العلوم	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر، بیروت ۲۰۰۰ء
3	مکاشفۃ القلوب	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
4	کیہیاء سعادت	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	انتشارات مجتبیٰ، تہران
5	منہاج العابدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی شافعی، متوفی ۵۰۵ھ	مؤسسۃ السیر دان، بیروت ۱۴۱۶ھ
6	التذکرۃ	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	در السلام، قاہرہ ۱۴۲۹ھ

7	تنبيه المعتبرين	عبد الوهاب بن احمد بن علي شعرائي، متوفى ۹۷۳ھ	دار المعرفه، بيروت ۱۳۲۵ھ
8	لغز و سرع و عرف الكبار	احمد بن محمد بن علي بن حجر مكي، متوفى ۹۷۳ھ	دار المعرفه، بيروت ۱۳۶۹ھ

کتاب السيرة

1	دلائل النبوة للبيهقي	امام ابو بکر احمد بن حسين بن علي بن عتيق، متوفى ۳۵۸ھ	دار الكتب العلمية، بيروت ۱۳۲۳ھ
2	الشفا	قاسم ابو الفضل مياض ماکي، متوفى ۵۳۳ھ	مرکز الہست برکات رضا، ہند
3	وفاء الوفاء	نور الدین بن علی بن احمد سہودی، متوفی ۹۱۱ھ	دار احیاء التراث، بیروت
4	شرح الشفا	علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۳ھ	دار الكتب العلمية، بيروت ۱۳۲۱ھ
5	سيرت حلبیه	ابو الفرج نور الدین بن علی بن ابراہیم طبری شافعی، متوفی ۱۰۳۳ھ	دار الكتب العلمية، بيروت ۱۳۲۲ھ
6	مدارج النبوة	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	مرکز الہست برکات رضا، ہند

کتاب التاريخ

1	فتوح الشام	ابو عبد اللہ محمد بن عمر اسلمی واقفی، متوفی ۲۰۷ھ	دار الكتب العلمية، بيروت ۱۳۲۶ھ
2	تاريخ بغداد	حافظ ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دار الكتب العلمية، بيروت ۱۳۶۷ھ
3	ابن عساکر	ابو قاسم علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دار الفكر، بيروت ۱۳۱۵ھ
4	الکامل فی التاريخ	ابو الحسن علی بن ابی اکرم محمد بن محمد شیبانی جزری، متوفی ۶۳۰ھ	دار الكتب العلمية، بيروت ۱۳۱۸ھ
5	البدایة والنهاية	ابو فداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی، متوفی ۷۷۳ھ	دار الفكر، بيروت ۱۳۱۸ھ
6	تاريخ العلفاء	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ، کراچی

الكتب المتفرقة

1	الطبقات الكبرى	محمد بن سعد بن منیع بن عیسیٰ ہمری معروف باین سعد، متوفی ۲۴۰ھ	دار الكتب العلمية، بيروت ۱۳۱۸ھ
2	عيون الحكايات	ابو الفرج عبد الرحمن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الكتب العلمية، بيروت ۱۳۲۲ھ
3	امد العابة	ابو الحسن علی بن محمد جزری، متوفی ۶۳۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۳۶۷ھ
4	روض الرباحین	عبد اللہ بن اسعد بن علی یافعی ماکي، متوفی ۷۶۸ھ	دار الكتب العلمية، بيروت ۱۳۲۱ھ
5	ملفوظات	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۳۰ھ	مکتبہ المدینہ، باب المدینہ، کراچی

ضممتی فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
213	تیم کے 2 احکام	119	اللہ عزوجل کی شان
287	نماز	303	اللہ تعالیٰ کی شان
289	نماز قصر کے بارے میں 4 مسائل	420	اسلام
292	آیت میں بیان کیا گیا نماز خوف کا طریقہ	452	اسلام کا اعلیٰ اخلاقی اصول
335	سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا شرعی حکم	41	امن و سلامتی کا مذہب
336	نماز میں سستی کرنا منافقوں کی علامت ہے	227	کامل مسلمان کا نمونہ
104	نماز میں خشوع و خضوع پیدا کرنے کا آسان نسخہ	427	اسلامی تعلیمات
17	زکوٰۃ	304	کفار سے تعلقات کے بارے میں اسلام کی تعلیمات
144	زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وجہ	388	اسلامی تعلیمات کے شاہکار
146	حج	388	ایمان کی حفاظت
175	حج فرض ہونے کے لئے زاو راہ کی مقدار	388	ایمان کی حفاظت کی فکر کرنا بہت ضروری ہے
175	نکاح	213	علم غیب
177	نکاح سے متعلق 2 شرعی مسائل	213	علم غیب سے متعلق 10 احادیث
178	مہر سے متعلق چند مسائل	213	نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب
196	مہر کے چند ضروری مسائل	213	سے متعلق چند ضروری باتیں
196	عورت سے نفع اٹھانے کی جائز صورتیں	213	طہارت
197	باندی سے نکاح کرنے کے متعلق 2 شرعی مسائل	213	جنابت کے اسباب اور ان کا شرعی حکم
	نکاح کا شرعی حکم	213	وضو
	نیک بیوی کے اوصاف اور فضائل	213	وضو کے فرائض
	نکاح کیسی عورت سے کرنا چاہئے؟	213	وضو کے چند احکام
	نا فرمان بیوی کی اصلاح کا طریقہ	213	تیم
		213	تیم کا طریقہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
281	جنت میں مجاہدین کے درجات اور مجاہدین کی بخشش	198	بہی جب اپنی غلطی کی معافی مانگے تو اسے معاف کر دیا جائے
91	شہداء کی شان	386	اہل کتاب سے نکاح کے چند اہم مسائل
93	شہداء کے 6 فضائل	قتل	
250	حضرت انس بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبہ شہادت	276	مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی مذمت
128	ہجرت	277	مسلمان کو قتل کرنا کیسا ہے؟
283	ہجرت اور جہاد سے متعلق احادیث	418	حسد، قتل اور حسن پرستی کی مذمت
283	ہجرت کب واجب ہے	419	قتل ناحق کی 2 وعیدیں
283	ہجرت کی اقسام اور ان کے احکام	420	قتل کی جائز صورتیں
286	کن کاموں کے لئے وطن چھوڑنا ہجرت میں داخل ہے	چوری و دہکیتی	
182	تجارت	422	ڈاکو کی سزا کی شرائط
183	حرام مال کمانے کی مذمت	422	ڈاکو کی 4 سزائیں
184	تجارت کے فضائل	428	چوری کرنے کا شرعی حکم اور اس کی وعیدیں
184	تجارت کے آداب	429	چوری کی تعریف
51	سود و رشوت	429	چوری سے متعلق 2 شرعی مسائل
355	سود سے متعلق وعیدیں	غزوات	
434	سود اور رشوت کی مذمت	44	جنگ و احد کا بیان
436	رشوت کا شرعی حکم اور اس کی وعیدیں	47	واقعہ بدر سے معلوم ہونے والے مسائل
227	رشوت سے حاصل کئے ہوئے مال کا شرعی حکم	جہاد	
295	قضا	128	ہجرت اور جہاد سے متعلق احادیث
408	قضا	134	اسلامی سرحد کی نگہبانی کرنے کے فضائل
	قاضی شریح رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کا عادلانہ فیصلہ	174	جنگی قیدیوں سے متعلق اسلام کی تعلیمات
	حکام فیصلہ کرنے میں کوتاہی نہ کریں	247	جنگی تیاریوں سے متعلق ہدایات
	اقتدار ملے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ	280	نیت کی عظمت اور جہاد کا ثواب

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
385	شکار کے دوسرے طریقے کا شرعی حکم	408	حکمرانوں کے لئے نصیحت آموز 14 احادیث
439	مکمل شریعتوں کے بیان کئے گئے احکام سے متعلق اہم مسئلہ	423	اسلامی مزاواں کی حکمت
448	کفار سے دوستی و مواصلات کا شرعی حکم	328	حق فیصلے کی عظیم ترین مثال
	وسیلہ	391	عدل و انصاف کے دو اعلیٰ نمونے
23	جہنم سے بچنے کا سب سے بڑا وسیلہ	409	اقتدار کے بوجھ سے اقلبار
	اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا مدد کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا مدد کرنا ہے		موت
46	بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر	109	موت کی یاد اور اس کے بعد کی تیاری کی ترغیب
235	گناہوں کی معافی چاہنے کے 3 واقعات		وراثت
	مزار پر انوار پر حاضر ہو کر حاجتیں اور مغفرت طلب کرنے کے 5 واقعات	150	وراثت تقسیم کرنے سے پہلے غیر وارثوں کو دینا
236	نیک بندوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے	157	وراثت میں وراثت کا مال تقسیم کرنے کی صورتیں
424	واقعات	158	اس کے علاوہ دو اہم اصول
	راہِ خدا میں اپنا یا را مال خرچ کرنے کے 5 واقعات	370	کلامہ کی وراثت کے احکام
10	قیامت کے دن روشن چہرے والے لوگ		متفرق مسائل و احکام
30	علم و حق کے دو عظیم واقعات	28	اتفاق کا حکم اور اختلاف کے سبب پیدا کرنے کی ممانعت
56	ملک کی خوشبو میں بیسے ہوئے بزرگ	32	اس امت کا اتحاد شرعی دلیل ہے
181	حضرت عبداللہ بن سلام رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام	212	نشے کی حالت میں کلمہ کفر پڑھنے کا حکم
218	حضرت کعب احبار رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام	261	ایک اہم مسئلہ
218	حضرت وحشی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام	264	اسلام سے متعلق شرعی مسائل
219	قاضی شریح رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کا عادلانہ فیصلہ	291	اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متعلق 2 شرعی مسائل
227	بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر		اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خلاف شرع تبدیلیاں
235	ہو کر گناہوں کی معافی چاہنے کے 3 واقعات	312	کرنے کا شرعی حکم
		341	عالم کے ظلم کو بیان کرنا جائز ہے
		345	کبیرہ گناہ کرنے والا کافر نہیں

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
412	صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی افضلیت	236	ہزار ہا لوہار پر حاضر ہو کر حاجتیں اور مغفرت طلب کرنے کے 5 واقعات
16	نسبت کی برکت	328	حق فیصلے کی عظیم ترین مثال
135	بزرگوں سے نسبت کی برکت	391	عدل و انصاف کے دو اعلیٰ نمونے
371	سورتوں کا تعارف	409	اقدار کے پوچھ سے انگبار
135	سورۃ نساء کا تعارف	416	ہاتل اور قاتل کا واقعہ
371	سورۃ مائدہ کا تعارف	106	فضائل و مناقب
135	سورتوں کے فضائل	24	انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
371	سورۃ نساء کے فضائل	80	انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی اللہ تعالیٰ کی گستاخی ہے
238	سورۃ مائدہ کے فضائل	229	حضور مصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
240	آیات سے معلوم ہونے والے مسائل و احکام	262	سب سے اعلیٰ نعمت
36	آیت مبارکہ "يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاٰلِ الْاَوَّلٰی" سے معلوم ہونے والے احکام	316	تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریم کی ایک جھلک
238	آیت "وَلَوْ اَنَّكُمْ رَادُّوْنَ" سے معلوم ہونے والے احکام	317	نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت فرض ہے
240	آیت "فَلَا تَرْسُوْا لَیْسَ بِکُمْ لَیْسَ بِکُمْ" سے معلوم ہونے والے مسائل	366	سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت
251	آیت "وَمَا لَکُمْ لَا تُقَابِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" سے معلوم ہونے والے مسائل	49	اللہ تعالیٰ کے ظلیل و جیب
270	آیت "وَقَدْ اَلَوْ تَتَفَرَّوْنَ" سے معلوم ہونے والے احکام	243	ظلیل اور جیب کا فرق
309	آیت "اِنَّ اللّٰهَ لَا یَعْفُوْا عَنْ یُّسْرَکَ بِہِ" سے معلوم ہونے والے مسائل		
382	آیت "وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" سے معلوم ہونے والے احکام		
	آیت "وَادَّکُرُوا النِّعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ" سے معلوم ہونے والے احکام		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	راہِ خدا میں خرچ کرنا	390	ہونے والے مسائل
10	راہِ خدا میں اپنا یا رِمال خرچ کرنے کے 5 واقعات		آیت ”قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّي آيَةً“ سے معلوم ہونے
54	راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترفیہ	413	والے مسائل
	أَقْرَبُ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَى عَنِ الْمُنْكَرِ		آیت ”وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ“ سے معلوم ہونے
25	تبلیغ دین کا حکم	456	ہونے والے مسائل
25	تبلیغ دین سے متعلق 5 احادیث		آیت ”وَلَكِنْ يَدْعُونَ كَثِيرًا مِّنْهُمْ“ سے معلوم ہونے
33	نیکی کی دعوت دینے کی ترفیہ	465	والے مسائل
462	علماء پر برائی سے منع کرنا ضروری ہے		آیات سے حاصل ہونے والا درس
	نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے اور گناہ	67	آیت ”فَكَانَ مِن قَبْلِ يَاقِينٍ“ سے حاصل ہونے والا درس
378	کے کاموں میں مدد کرنے کا حکم		آیت ”لَمْ أَنزِلْ عَلَيْكُم مِّن بَعْدِ آيَةِ آمَنَةٍ“ سے
393	نیک اعمال کی ترفیہ	75	حاصل ہونے والا درس
479	گناہ سے روکنا واجب اور منع کرنے سے باز رہنا گناہ ہے		مقدس ایام
	نیت	382	رہی کامیابی کے دن خوشی منانا جائز ہے
65	اعمال کے ثواب کا دار و مدار نیت پر ہے	407	میلا دمنانے کا ثبوت
280	نیت کی عظمت اور جہاد کا ثواب		مزارات پر حاضری اور اس کی برکات
	نیکی کا ارادہ کر کے نیکی کرنے سے عاجز ہو جانے والا		بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر
286	اس نیکی کا ثواب پائے گا	235	ہو کر گناہوں کی معافی چاہنے کے 3 واقعات
	توکل		مزار پر انوار پر حاضر ہو کر حاجتیں اور مغفرت طلب کرنے
83	مشورہ اور توکل کے معنی اور توکل کی ترفیہ	236	کے 5 واقعات
	عنود در گزر	477	اولیاءِ کرام اور ان کے مزارات کے حوالے سے غلو
55	غصے پر 6 ہوا پانے کے 4 فضائل		خوفِ خدا
56	عنود در گزر کے فضائل	210	اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہر ایک کو ڈرنا چاہئے
342	معاف کرنے کے فضائل	409	اقدار کے بوجھ سے اٹکیا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	علم		حقوق
116	علم دین چھپانا گناہ ہے	142	قیموں سے متعلق چند اہم مسائل
120	سائنسی علوم حاصل کرنا کب باعث ثواب ہے	152	قیموں کا مال ناحق کھانے کی وعیدیں
357	داسخ فی العلم کی تعریف	153	قیم کا مال کھانے سے کیا مراد ہے؟
	نکل	153	قیم کی اچھی پرورش کے فضائل
104	نکل کی تعریف	141	رشتے داری توڑنے کی مذمت
104	نکل کی مذمت	197	شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ رکھیں
105	نکل کا علمی اور عملی علاج	200	بندوں کے باہمی حقوق
	خیانت	276	مسلمانوں کا باہمی تعلق کیسا ہونا چاہئے؟
85	خیانت کی مذمت		عورتوں اور کمزور لوگوں کو ان کے حقوق دلا نا اللہ تعالیٰ
296	خیانت کرنے والوں کا ساتھ دینے کی مذمت	320	کی سنت ہے
	خود پسندی و حب جاہ		اچھی اور بری صحبت
116	خود پسندی اور حب جاہ کی مذمت	125	نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب
221	خود پسندی کی مذمت	333	بری صحبت کی مذمت
	غور و فکر		گناہ
123	کائنات میں فکر کی ضرورت	188	کبیرہ گناہ کی تعریف اور تعداد
258	قرآن مجید میں غور و فکر کرنا عبادت ہے لیکن!	189	گناہوں سے متعلق 3 احادیث
	مغفرت	189	کبیرہ گناہوں کے بارے میں مشہور حدیث
14	کعبہ مغفرت کی خصوصیات	190	چالیس گناہوں کی فہرست
17	حرم سے کیا مراد ہے؟	219	مغفرت کی امید پر گناہ کرنا بہت خطرناک ہے
21	صلح کلیت کا رد		گناہ جاریہ کا سبب بننے والے کو گناہ کرنے والے
22	"تَحَبُّلُ اللّٰہِ" کی تفسیر	301	کے گناہ سے بھی حصہ ملے گا
22	جماعت سے کیا مراد ہے؟	398	گناہوں کی وجہ سے دل سخت ہو جاتے ہیں

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
322	دل لالچ کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں	32	بنی اسرائیل اور مسیح محمدیہ کی افضلیت میں فرق
324	عورت اور مرد بالکل ایک دوسرے کے محتاج نہیں	99	یہی عمر پانا کیسا ہے؟
339	ایک دوسرے کو گالی دینے کی مذمت	108	ایک اہم نکتہ
340	مہمان نوازی سے خوش نہ ہونے والوں کو نصیحت	122	عقل مند لوگوں کے اہم کام
343	مخلوق خدا پر شفقت کے فضائل	127	دعا قبول ہونے کے لئے ایک عمل
363	عیسائیوں کے فرقے اور ان کے عقائد	131	دنیا کی راحتیں اور جنت کی ابدی نعمتیں کس کے لئے ہیں؟
404	حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی الوہیت کی تردید	139	انسانوں کی ابتداء کس سے ہوئی؟
405	خود کو اعمال سے مستغنی جاننا عیسائیوں کا عقیدہ ہے	185	خود کو ہلاک کرنے کی صورتیں
406	زمانہ فترت سے کیا مراد ہے؟	192	دل کے صبر و قرار کا نسخہ
418	ہاتل بھرتا تل کے واقعہ سے حاصل ہونے والے اسباق	195	مرد کے عورت سے افضل ہونے کی وجوہات
443	انجیل پر عمل کرنے سے متعلق ایک اعتراض کا جواب	204	ربا کاری کی مذمت
457	دینی چیزوں کا مذاق اڑانے والوں کا رد	205	شیطان کے بہکانے کا انداز
461	یہودیوں کی صفات اور مسلمانوں کی حالتِ زار	223	طاغوت کا معنی
467	دین کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و محبت رزق کا ذریعہ ہے	244	صدق کے معنی اور اس کے مراتب
481	کفار سے دوستی کا دم بھرنے والے مسلمانوں کے لئے تازیانہِ عبرت	249	خود غرضی اور مفاد پرستی کی مذمت
		260	زندگی کی اصلاح کا ایک اہم اصول
		265	امکانِ کذب کا رد
		295	تعصب کا رد
		300	شفاعت کا ثبوت
		302	بے گناہ پر تہمت لگانے کی مذمت
		306	آیت ”لَا تَخِذُوا فِي الْكَافِرِينَ هُمْ أَعْدَاؤُكُمْ“ کے چند پہلو
		308	مسلمانوں کا اجماعِ حجت اور دلیل ہے
		311	یہی امید رکھنے کی مذمت

قرآن مجید سمجھ کر پڑھنے والوں کی مثال

قرآن فہمی بہت بڑی عبادت و سعادت ہے، لہذا تلاوت قرآن کے ساتھ مستند تفاسیر کے ذریعے معانی قرآن بھی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضرت ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جو لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں اور وہ اس کی تفسیر نہیں جانتے ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جن کے پاس رات کے وقت ان کے بادشاہ کا خط آیا اور ان کے پاس چراغ نہیں جس کی روشنی میں وہ اس خط کو پڑھ سکیں تو ان کے دل ڈر گئے اور انہیں معلوم نہیں کہ اس خط میں کیا لکھا ہے؟ اور وہ شخص جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کی تفسیر جانتا ہے اس کی مثال اس قوم کی طرح ہے جن کے پاس قاصد چراغ لے کر آیا تو انہوں نے چراغ کی روشنی سے خط میں لکھا ہوا پڑھ لیا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ خط میں کیا لکھا ہے۔

(تفسیر قرطبی، باب ما جاء فی فضل تفسیر القرآن وادلہ، ۱/۱۶۱، الجزء الاول، ملخصاً)



فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)

UAN: +923 111 25 26 92 Ext: 1284

Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net